رسُول وَاُولی الامر منکم

سلسلہ مطبوعات مسئلہ خلافہ

نمبر (۱)

مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب

یعنی

مولانا ابوالکلام کا خطبہ صدارت، جو اُنھون نے پراونشیل خلافت کانفرنس بنگال منعقدہ ۲۸ - ۲۹ - فروری ۱۹۲۰ء کلکتہ مین دیا - اب آل انڈیا خلافت کمیٹی کے شعبہ تبلیغ واشاعت (کلکتہ) کی جانب سے رسالہ کی شکل مین شائع کیا جاتا ہے -

---

تم مسلمان، جو ایک زمانے مین اللہ اور اُس کے دین برحق کے لیے سب کچھ کر سکتے تھے، کیا اب اتنا بھی نہین کر سکتے کہ اُس کے احکام اُس کے غافل بندون تک پہنچا دو؟ تم کو چین سے نہین بیٹھنا چاہیے جب تک کم از کم دس مسلمانون تک وہ سارے حکم نہ پہنچا دو جو اس رسالہ مین درج ہین - اور اُن مین سے ہر ایک کو وصیت کرو کہ اسی طرح دس آدمیون تک شریعت کے یہ احکام پہنچا دے - فلیبلغ الشاھد الغائب، فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعی لہ منہ!

قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المر یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ومانزل

من الحق ؟ ولایکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل،

فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۵۷:۱۶)

کیا مسلمانون کے لئے اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے دل

اللہ اور اُس کے حکمون کے آگے جُھک جائین اور غفلت و نافرمانی سے

باز آئین ؟ اور اُن لوگون کی طرح نہ ہوجائین جن کو مسلمانون ہی

کی طرح کتاب الٰہی دیگئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مُدّت

گزر گئی تو غفلت مین رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہوگئے۔ احساس

جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچّے دلون کی وہ نرمی اور اثرپذیری

نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فھل من مدّکر؟

مقدمہ

طبع ثانی

الحمد لله وحده - چار مہینے ہوے ' یہ رسالہ خطبۂ صدارت کي صورت میں شائع ہوا تھا - اب مزید تہذیب و ترتیب اور اضافۂ فصول و مطالب کے ساتھہ باردوم شائع کیا جاتا ہے -

پچھلے ایڈیشن سے تقریباً ایک ثلث مطالب اس میں زیادہ ہیں - وہ تقریرکي شکل میں تھا - اس لیے ابواب و فصول منضبط نہ تھے - اب یہ کمي پوري کردي گئی ہے -

اس ایڈیشن کے حسب ذیل اضافات خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہیں :

(۱) آیۂ کریمہ اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں تحقیق معني " اولی الامر " جسکي طرف پہلے سرسري اشارہ کیا گیا تھا -

(۲) شرح حدیث حارث اشعري مندرجۂ مسند و ترمذي' اور نظام و قوام جماعت -

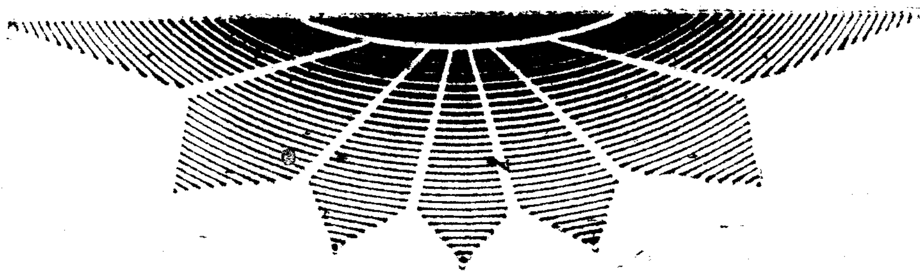
(۳) اشتراط قرشیۃ کا مبحث اب بالکل مکمل و مختتم کردیا گیا ہے - حتی الوسع مسئلہ کا کوئی ضروري پہلو بحث و نظر سے باقی نہیں رہا - پہلے ایڈیشن میں حدیث امامۃ قریش کے بعض طرق و سلاسل غیر ضروري سمجھکر چھوڑ دیے تھے ' لیکن اب اُن پر بھی نظر ڈال لی ہے ' تاکہ بحث بالکل مکمل ہوجاے - دعوئے اجماع پر بھی بعض نئے مباحث ملینگے جو پہلے ایڈیشن میں نہ تھے - امید ہے کہ اصحاب نظر و بصیرۃ کے لیے یہ حصہ خاص طور پر موجب انشراح خاطر' و رفع اضطراب ' و دفع شکوک و ارتیاب ہوگا -

(۴) مسئلۂ " حمل سلاح علی المسلم " کي طرف پہلے سرسری طور پر اشارہ کردیا تھا - اب ایک مستقل باب بڑھا دیا ہے ' اور اصولی طور پر مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب صاف ہوگئے ہیں -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یان للذین اٰمنوا، ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل
من الحق؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل،
فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۱۶:۵۷)

کیا مسلمانون کے لئے اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے دل
اللہ اور اُس کے حکمون کے آگے جُھک جائین اور غفلت و نافرمانی سے
باز آئین؟ اور اُن لوگون کی طرح نہ ہو جائین جن کو مسلمانون ہی
کی طرح کتاب الٰہی دی گئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مُدّت
گزر گئی تو غفلت مین رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہو گئے۔ احساس
جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچّے دلون کی وہ نرمی اور اثر پذیری
نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فھل من مدّکر؟



رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ، وَنَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ! (۱۰ : ۸۶)

رَبَّنَا إِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ
اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ، رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ، فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ !! (۱۰ : ۸۸)

میں - اس کے لیے توفیق الہي کا شکرگذار ہوں - بے شمار اصحاب نے جن میں ایک بڑي تعداد علماء کي ہے ، مولف کو مطلع کیا ہے کہ مسئلۂ خلافۃ کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات عارض تھے ، مگر اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد وہ پوري طرح مطمئن ہوگئے - واللہ یہدي من یشاء الی سواء السبیل -

یہ امر بھي قابل ذکر ہے کہ مولف نے گذشتہ فروری کے اجلاس خلافت کانفرنس بنگال میں جب اس رسالہ کے مطالب پر تقریر کي ، تو بیان کیا تھا کہ اگر موجودہ حالات میں تبدیلي نہ ہوئي تو مسلمانوں کیلیے ضروري ہوجائیگا کہ اُس حکم شرعي پر عمل پیرا ہو جائیں جسکو مولف " ترک موالات " کے نام سے موسوم کرتا ہے - پھر اُس کي تشریح بھی کردي تھي ، اور بتلایا تھا کہ از روے نص قرآني مسلمانوں کا اولین عمل فریق محارب کے مقابلے میں یہي ہونا چاہیے -

اگرچہ اُس وقت بجز مہاتما گاندھي جی کے تمام ارباب کار نے اس مسئلہ سے سرد مہري برتي اور طرح طرح کے عذرات پیش ہوتے رہے ، تاہم حکم قرآنی کي الہامي و رباني صداقت بالاخر فتح یاب ہوئي ، اور رفتہ رفتہ تمام اصحاب کار کو طوعاً و کرہاً اس پر متفق ہو جانا پڑا :

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

اب ملک کي سیاسي جماعتیں بھي اس اعتراف میں ہمارے ساتھ شریک ہیں ، اور یقین کرتی ہیں کہ ملک کي نجات کیلیے اسکے سوا کوئي راہ نہیں - یہ یقیناً کار فرماے غیب ھي کي کارسازي ہے کہ اُسنے ملک کي ایک راست باز غیر مسلم ہستي یعنی مہاتما گاندھي جي کے صداقت اندیش دل کو بھي خود بخود اس حقیقت کے علم و فہم کیلیے کھول دیا ، اور انھوں نے بھی چارۂ کار دیکھا تو وھي تھا جو تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کو بتلادیا گیا ہے -

۲۰ - جنوري سنہ ۲۰ - کو جب دھلی میں خلافت ڈیپوٹیشن کي ایک صحبت مشورۃ منعقد ہوئی اور سب سے پہلي مرتبہ " نان کو اپریشن " کي تجویز بحث میں آئی ، تو اُسوقت صرف مسٹر گاندھي اور مولف رسالہ ھي کے دل و زبان پر تھي - باقي یا متردد تھے یا مخالف - لیکن

الحمد لله - وسلام على عباده الذين اصطفى -

مسئلۂ خلافت و بلاد مقدسه كي نسبت مسلمانوں كے مطالبات كي تمام تر بنياد احكام شرعيه پر هے - اسليے سب سے مقدم كام يه تها كه ايك مبسوط تحرير اس موضوع پر شائع كي جاتي ' جسميں تمام احكام شرعيه كي پوري طرح شرح و تحقيق هوتي ' اور جسقدر شبهات اس بارے ميں پيدا هو سكتے هيں ' اُن سب كا كما حقه ازاله كرديا جاتا -

مسئله كے بعض اطراف نهايت نازك هيں - نظر كي ذرا سي كجي اور بصيرة كي تهوڑي سي كمي بهي طرح طرح كي غلط فهميوں ميں مبتلا كردے سكتي هے - چنانچه يه رساله اسي غرض سے شائع كيا جاتا هے -

۲۸ - ۲۹ - فروري سنه ۲۰ كو بنگال خلافت كانفرنس كا اجلاس كلكته ميں منعقد هوا - اس اجلاس كيليے مولانا ابوالكلام نے يه رساله بطور خطبۂ صدارت كے صفحۂ ۹۱ تك لكها تها - بعد كو بقيه مباحث بهي انهوں نے بڑها ديے تا كه اس موضوع پر ايك مكمل تحرير مرتب هو جاے - جلسه ميں مولانا نے اپني عادت كے مطابق محض زباني تقرير كي تهي ' اور اسي كے ضمن ميں احكام و دلائل كا خلاصه بهي آ گيا تها - چنانچه تمهيد اور خاتمه كا حصه وهي هے جو اُس زباني تقرير سے قلمبند كيا گيا تها - البته تحرير سے بعض ايسے حصے نكالديے گئے ' جو مسئله كے سياسي و ملكي پہلو سے تعلق ركهتے تهے - مثلاً هندو مسلمانوں كا اتحاد ' اور دنيا كا مستقبل عالمگير امن - تا كه يه رساله صرف احكام شرعيه كي بحث و تحقيق كيليے خاص هو جاے ' اور اُن مباحث كو عليحده رسالوں كي شكل ميں شائع كيا جاے -

اس رساله كي اشاعت سے تبليغ و اشاعت كا پهلا كام انجام پا گيا - يعنے مسئله پر شرح و بسط كے ساتهه ايك مكمل بحث هوگئي جسكا خطاب زياده تر حضرات علماء سے هے -

نيز ايك ايسا جامع رساله طيار هوگيا ' جسميں مسئله كا تمام ضروري مواد موجود هے اب جو ارباب قلم اور كاركنان مجالس خلافت تبليغ و اشاعت كيليے مضامين شائع كرنا چاهيں ' وه اس مواد كو پيش نظر ركهكر مختلف پيرايوں اور شكلوں ميں متعدد رسالے مرتب كرلے سكتے هيں - ضرورت هے كه كثرت كے ساتهه ايسے رسالے جلد شائع كيے جائيں

(٥) حکم دفاع کا حصہ بھی پہلے سے زیادہ مشرح و مکمل ہے -

مسئلۂ خلافت تاریخ اسلام کے اُن نہایت نازک اور مزلۂ اقدام مسائل میں سے ہے جو میدان تقاتل و تزاحم سے کہیں زیادہ صفحات کتب اور مجالس بحث و نظر میں معرکۃ الارا رہچکے ہیں ' اور بعض اندرونی فرق و طوائف کي نزاعات اور مختلف عہدوں کے پولیٹکل اثرات کي آمیزش و احاطہ نے مسئلہ کي صاف و سہل الفہـــم صورت کو طرح طرح کی مشکلوں اور پیچپیدگیوں سے غبار آلود کردیا ہے - علی الخصوص نصوص سنت کی تشریح ' بے شمار اور بظاہر مختلف احادیث کي تطبیق و توفیق ' اُنکے فقہ و حکم کی معرفت و تحقیق ' اور ہر حکم کو اُسکے صحیح محل پر وارد و محمول کردینے کا معاملہ نہایت غور و فکر اور وسعت نظر و رسوخ علم کا محتاج ہے - فکر کی ذرا سي لغزش اور نظر کي تھوڑي سی کوتاھي بھی نہایت سخت غلطیوں کا موجب ھو جاسکتي ہے -

با ایں ھمہ مسئلہ کي تمام مشکلات جس طرح حل ھوگئي ھیں ' اور ضمناً جابجا متعدد اصولي مسائل و مباحث کي نزاعات قدیمہ کا جسطرح بکلي خاتمہ کردیا گیا ہے ' اُسکا اندازہ صرف وھی اصحاب علم و بصیرۃ کرسکتے ھیں جنکو بحث و نظر کی اِن وادیوں میں قدم رکھنے کا اتفاق ھوا ہے ' اور جو ان مسائل کو اُنکے اصلي مصادر و موارد اور متداول کتب قوم میں دیکھہ چکے ھیں ' اور مشکلات کار کے اندازہ شناس ھیں - و قلیل ما ھم -

معھذا اختصار مانع تشریح و تفصیل رھا ' اور اکثر مقامات میں اسطرح اشارات کرنے پڑے ' گویا مخاطبین کي نظر و معلومات بطور مقدمہ کے فرض کرلی ہے - بدقسمتي سے یہ مقدمہ محل نظر ہے ' مگر بغیر اسکے چارہ بھي نہ تھا - افسوس کہ اُن مباحث کي نسبت خود مدعیان علم پر بھي عام طور پر واعظانہ و خطیبانہ رنگ غالب ہے - نظر و تحقیق سے ذوق رکھنے والے ناپید ھیں - اور ھمارے حصہ میں ایک ایسا عہد آیا ہے کہ اگر اس سے بھي زیادہ خیرہ مذاقی و کم نظري کا ماتم پیش آ جاے تو گلہ مند نہ ھونا چاھیے :

کم اردنا ذاک الـــزمان بمـــدح
فشغلنـــا بـــذم ھـــذ الـــزمـــان !

البتہ اس رسالہ کے طبع اول کي اشاعت سے مسئلہ کے تسلیم و اعتراف کا جو اقبال عام طور پر ظہور میں آیا - علی الخصوص طبقۂ علماء کرام

فہرست

Printed by F. D. Ahmed Mirza at the ' Albalagh " Printing and Publishing House 45, Ripon Lane Calcutta, and Published by Moulvi Mohamed Akram Khan for " All India Khilafat Committee " Publishing & Circulating Branch Calcutta. (May 1920)

مقـــدمـــه

(طبع اول)

مسئلۂ خلافت و بلاد مقدسہ کي نسبت مسلمانوں کے مطالبات کي تمام تر بنياد احکام شرعيہ پر ھے - اسليے سب سے مقدم کام يہ تھا کہ ايک مبسوط تحرير اس موضوع پر شائع کي جاتي' جسميں تمام احکام شرعيہ کي پوري طرح شرح و تحقيق ھوتي ' اور جسقدر شبہات اس بارے ميں پيدا ھو سکتے ھيں ' اُن سب کا کماحقہ ازالہ کرديا جاتا -

يہ رسالہ اسي غرض سے شائع کيا جاتا ھے -

۲۸ - ۲۹ - فروری سنہ ۲۰ کو بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس کلکتہ ميں منعقد ھوا - اس اجلاس کيليے مولانا ابوالکلام نے يہ رسالہ بطور خطبۂ صدارت کے صفحۂ ۹۱ - تک لکھا تھا - بعد کو بقيہ مباحث بھي انہوں نے بڑھا ديے تا کہ اس موضوع پر ايک مکمل تحرير مرتب ھوجاے - جلسہ ميں مولانا نے اپني عادت کے مطابق محض زبانی تقرير کي تھي ' اور اسی کے ضمن ميں احکام و دلائل کا خلاصہ بھي آگيا تھا - چنانچہ تمہيد اور خاتمہ کا حصہ وھي ھے جو اس زباني تقرير سے قلمبند کيا گيا تھا - البتہ تحرير سے بعض ايسے حصے نکالديے گئے ' جو مسئلہ کے سياسي و ملکی پہلو سے تعلق رکھتے تھے - مثلاً ھندو مسلمانوں کا اتحاد ' اور دنيا کا مستقبل عالمگير امن - تا کہ يہ رسالہ صرف احکام شرعيہ کي بحث و تحقيق کيليے خاص ھوجاے' اور اُن مباحث کو علحدہ رسالوں کي شکل ميں شائع کيا جاے -

اس رسالہ کي اشاعت سے تبليغ و اشاعت کا پہلا کام انجام پا گيا - يعنے مسئلہ پرشرح و بسط کے ساتھہ ايک مکمل بحث ھوگئي جسکا خطاب زيادہ‌تر حضرات علماء سے ھے -

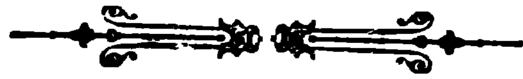
نيز ايک ايسا جامع رسالہ طيار ھوگيا ' جسميں مسئلہ کا تمام ضرروري مواد موجود ھے - اب جو ارباب قلم اور کارکنان مجالس خلافت تبليغ و اشاعت کيليے مضامين شائع کرنا چاھيں ' وہ اس مواد کو پيش نظر رکھکر مختلف پيرايوں اور شکلوں ميں متعدد رسالے مرتب کرلے سکتے ھيں -

کلکتہ — محمد اکرم خان

مئي سنہ ۱۹۲۰ع — آنريری سکريٹری خلافت کميٹي بنگال -



بسم الله الرحمن الرحيم



الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه - و نعوذ
بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا - من يهدي الله فلا مضل له ‘
و من يضلله فلا هادي له - و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له -
و نشهد ان سيدنا محمد عبده و رسوله - صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وسلم

برادران و بزرگان ملک و ملت !

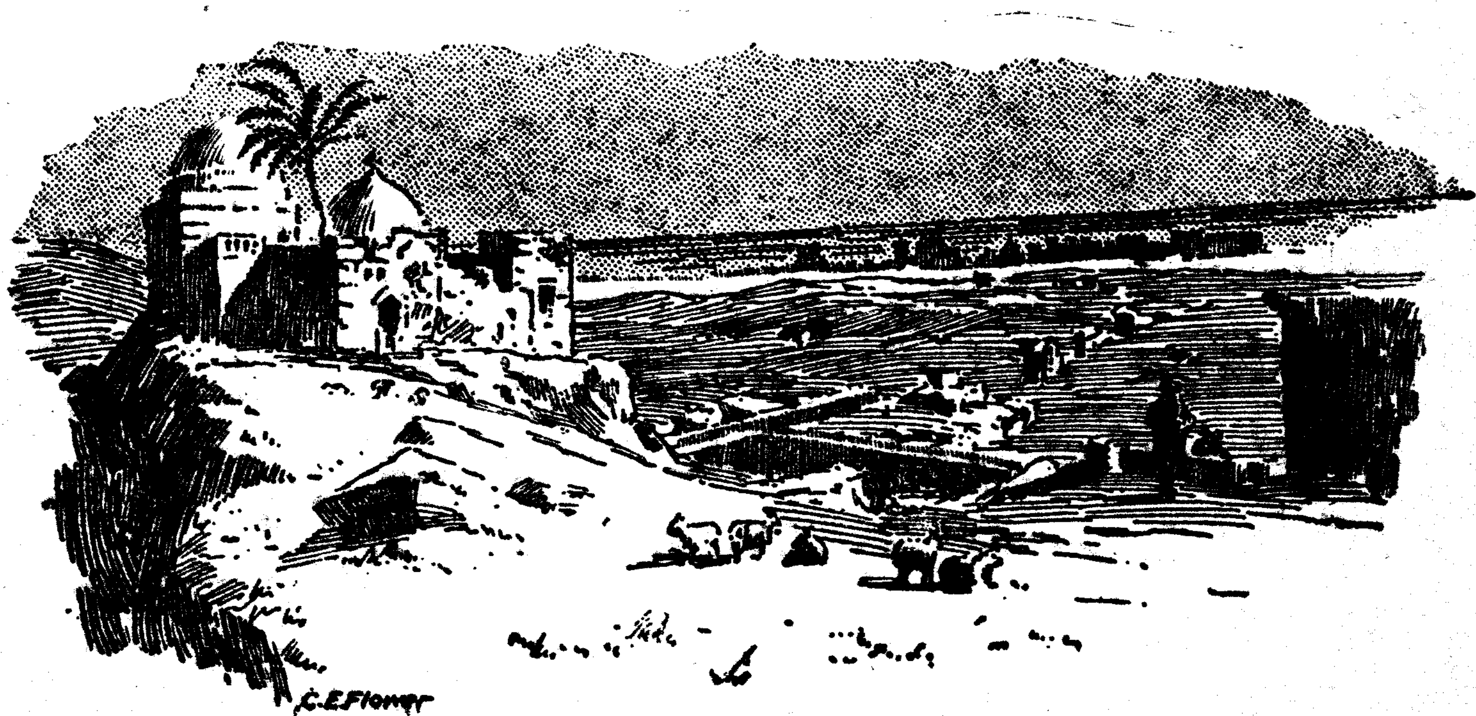
آپکے صوبے کی یہ پہلی خلافت کانفرنس ہے جسکی صدارت کی عزت مجھے دی گئی ہے - آپکی کمیٹی کے معزز ارکان میں سے ہر رکن یقیناً اس بات سے واقف ہوگا کہ اس قسم کی رئیسانہ اور رسمی حیثیت کا اختیار کرنا میری زندگی میں سب سے پہلا واقعہ ہے ‘ اور اُس طریق عمل سے مجھے روگرداں و منحرف ثابت کرتا ہے جس پر نہایت اصرار کے ساتھہ قائم رہنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہا ہوں - سنہ ۱۹۱۱ع میں جبکہ میری موجودہ سلک زندگی کا بالکل ابتدائی عہد تھا ‘ مجھے موقعہ ملا کہ اپنی آئندہ زندگی کیلیے ایک " مذہب عمل " قرار دے لوں - خدمت ملک و ملت کے دشت نا پیداکنار کی طرف قدم اُٹھاتے ہوے اصول عمل کی مختلف راہیں میرے سامنے تھیں ‘ اور میں جانتا تھا کہ میرا سفر اُس دانشمند مسافر کی طرح ہو جس نے سفر سے پہلے راہ و منزل کے سارے مرحلوں پر غور کرلیا ہے - اُس طوفانی کشتی کی طرح نہ ہو جس نے ہوا کے جھونکوں اور سمندر کی موجوں پر اپنے سفر کے رخ اور کنارے کی جستجو چھوڑ دی ہو - اُسوقت اپنے مذہب عمل کی نسبت جن اصولی مسائل کا میں نے قطعی فیصلہ کرلیا تھا ‘ اُن میں ایک خاص مسئلہ یہ بھی تھا کہ اپنی زندگی کے ہر حصہ میں ہمیشہ مجلسوں کی صدارت ‘ انجمنوں کے عہدوں ‘ اور اسی طرح کے تمام رئیسانہ اور رسمی منصبوں سے یکقلم کنارہ کش رہونگا - یہ فیصلہ در اصل میرے ایک بنیادی اور دینی اعتقاد کا قدرتی نتیجہ تھا - میں نے اپنے لیے جو راہ عمل منتخب کی تھی ‘ وہ دعوة و تبلیغ کی راہ تھی - موجودہ زمانے کی مصطلحہ لیڈرشپ کی راہ نہ تھی - میرے سامنے اتباع

الحمد لله کہ آج ملک کے تمام مسلم و غیر مسلم ارباب عمل و صفا کا متفقہ اعلان یہي ہے !

یہاں یہ ظاہر کردینا بھي ضروري ہے کہ اس رسالہ میں مسلمانان ہند کے فرائض و اعمال کي نسبت جو کچھہ بصیغۂ استقبال لکھا گیا تھا ' وہ اشاعت کے بعد حال کے حکم میں آگیا ہے - موجودہ صورت حال یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں پرکیا کیا فرائض عائد ہوجائینگے ؟ بلکہ یہ ہے کہ جو کچھہ عائد ہونا تھا ہوچکا - اب سوال جستجوے احکام کا نہیں ہے - اداء فرض کا درپیش ہے - رسالہ کے آخري ابواب میں مختصراً اس طرف اشارات کیے گیے ہیں - تفصیل دوسرے حصہ میں ملیگی جو " ترک موالات " کے نام سے (مع مفصل طریق عمل و ترتیب کار) خلافت کمیتي کي جانب سے شائع ہونے والا ہے اور جسکو آجکل قلمبند کر رہا ہوں - فان اعش ' فسأ بینها لکم ' و إن امت ' فما انا بصاحبتکم بحریص - والحمد لله اولاً و آخراً -

۹ - محرم سنہ ۱۳۳۹ (پنجاب میل - استیشن کانپور)

احمد
کان اللــــہ لہ



اب اسکے بعد دلائل و مباحث کا نہیں بلکہ مجرد احکام شرعیہ کی دعوة و تبلیغ کا کام سامنے آتا ہے - یعنی عوام کی آگاہی کیلیے چھوٹے چھوٹے رسالے نہایت آسان اور سہل عبارت میں شائع کیے جائیں - اُن میں صرف احکام و فرائض کی توضیح ہو - دلائل و مباحث نہوں -

مسئلہ کے اور متعدد اہم پہلو بھی باقی ہیں - ضروری ہے کہ وہ بھی اسی شرح و بسط کے ساتھہ لکھے جائیں -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے اس بارے میں ایک پورا سلسلۂ اشاعت و مطبوعات طیار کر لیا ہے - اس سلسلہ کا یہ پہلا نمبر ہے - پریس کی دقتوں کی وجہ سے اسکی اشاعت میں تاخیر ہوگئی - اب لیتھو پریس کا مستقل انتظام ہوگیا ہے - اور انشاء اللہ یکے بعد دیگرے تمام نمبر شائع ہوتے رہینگے جنکا بڑا حصہ مولانا ابو الکلام ہی کے قلم سے نکلا ہے - ہماری کوشش ہوگی کہ ہر ہفتہ اس سلسلہ کا ایک نمبر ضرور شائع ہو جا - -

اس رسالہ کا بھی دوسرا ایڈیشن اضافۂ و نظر ثانی کے بعد لیتھو پریس میں زیر طبع ہے -

ان مطبوعات سے مقصود محض تبلیغ و اشاعت ہے - رسالوں کی قیمت جو رکھی گئی ہے' وہ شعبۂ اشاعت کی اعانت کیلیے ہے - لیکن تمام علماء و مشائخ کرام اور غیر مستطیع حضرات میں بلا قیمت تقسیم کیے جائینگے -

تمام خلافت کمیٹیوں اور اسلامی انجمنوں کے ناظموں کو چاہیے کہ فوراً اپنے نام اور پتہ سے ہمیں مطلع فرمائیں جو ایک رجسٹر میں درج کرلیے جائینگے' اور جو نمبر طیار ہوگا ' فوراً انکی خدمت میں بھیجدیا جایگا -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے انہی اغراض سے ایک روزانہ اخبار " زمانہ " بھی جاری کردیا ہے -

تمام خلافت کمیٹیوں کو چاہیے کہ تبلیغ و اشاعت کے معاملہ میں ہم سے خط و کتابت جاری رکھیں - اس بارے میں ہر طرح کی خدمت و اعانت کیلیے ہم طیار ہیں - خود مولانا ابو الکلام کی سر پرستی و نگرانی اس شعبہ کو حاصل ہے -

محمد اکرم خان

آنریری سکریٹری خلافت کمیٹی بنگال - و شعبۂ تبلیغ و اشاعت -

ہرن باڑی لین - کلکتہ

راہ تھی - موجودہ زمانے کي مطالعہ لیڈر شپ کي راہ نہ تھی - میرے سامنے اتباع و اقتداء کیلیے نوع انساني کے اُن مخصوص افراد کا نمونہ تھا جو دنیا میں خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کے نام سے پکارے گئے ھیں' اور جنکے طریق عمل کو اسلام کي اصطلاح میں " حکمت " اور " سنۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ھے - میں اپنی راہ طلبي کا ھاتھہ ابراھیم و محمد (علیهما الصلوة و السلام) کے رھنما ھاتھوں میں دیدینے کیلیے مضطر تھا - گریبالڈی ' میزیني ' یا گلیڈ اسٹن اور پارنل بننے کا عشق میرے اندر نہ تھا - پس یہ تو ضروري تھا کہ میرا وجود کسي گوشۂ فقر و نامرادي میں خدمت و محنت کا ایک غیر دلچسپ منظر ھوتا ' یا انسانوں کے کسي ھجوم میں ایک پکارنے والے کی بے پروا پکار - لیکن یہ بالکل ناممکن تھا کہ بیسویں صدی کے فراموش کردہ عہد نبوۃ و مذاھب کا ایک دلدادہ ' انجمنوں کا عہدہ دار اور مجلسوں کا باقاعدہ پریسیڈنٹ ھو - خدا کے رسولوں کا طریق خدمت و دعوۃ ' اور بیسویں صدي کے لیڈروں کا طریق ریاست و حکومت ' ایک زندگی میں جمع نہیں ھوسکتے !

حضرات ! مذھب عمل کے اس بنیادي اعتقاد نے میرے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کردیں - باوجود کارکن رفیقوں کي موجودگي کے مجھے ھمیشہ اپني راہ میں صحرا کے درخت کی طرح بے مونس و رفیق اور صرف اپنے سایہ ھي پر قانع رھنا پڑا - یہ مدنیۃ زار عالم جو اپنے ھر گوشہ میں معیتوں اور رفاقتوں کے راحت افزا جلوؤں سے معمور ھے ' میرے لیے ھمیشہ سمندر رھي یا ایک صحراے ریگ زار ' لیکن کبھی ایک آبادی اور بستی کا اُس نے کام نہیں دیا ' اور نہ کبھي میں اپنے تئیں اس قابل بنا سکا کہ اُسکی رفاقتوں کا ساتھہ دے سکوں - تاھم آپ حضرات کیلیے یہ عرض کرنا ضروری نہیں ھے کہ جہاں تک ایک ناچیز اِنسانی ھستي ارادہ کے ساتھہ عمل کو جمع کرسکتی ھے ' میں اپنے اصولوں پر قائم رھنے کیلیے ھمیشہ سخت رھا ھوں ' اور موجودہ زمانے کی لیڈر شپ کی دلفریب سے دلفریب نمائشیں اور ابناء عصر کي رفاقت و معیت کي صبر آزما دلچسپیاں بھي کبھی اس بارے میں میرے لیے موثر نہیں ھوئي ھیں -

اسي بنا پر جب آپکے لائق اور سرگرم سکریٹری کا تار مجھے بنارس میں ملا اور انہوں نے لکھا کہ کانفرنس کي صدارت تم کو منظور کرلیني چاھیے تو میں نے اداء تشکر و امتنان کے بعد اپنے آپکو اس سے معذور ظاھر کیا -

لیکن جب میں کلکتہ پہنچا اور اس بارے میں زبانی گفتگو ہوئی تو کچھ عرصہ کی رد و کد کے بعد میں نے منظور کرلیا - میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ یقیناً اپنے دستور العمل سے ایک کھلا انحراف ہے ' لیکن آپ یقین کیجئے کہ اس انحراف کیلئے جس چیز نے مجھے مجبور کیا اسکی حفاظت بھی میرے لئے تمام اصولوں اور قاعدوں سے زیادہ ضروری تھی - یعنی اصول کی نہیں بلکہ جس مقصد کیلئے تمام اصول ہیں ' اسکی حفاظت - اصول مقاصد کیلئے ہیں - مقاصد اصول کیلئے نہیں ہیں - پس بنا کے اس سچے اور قدرتی قانون کی بنا پر کہ ہر بڑی چیز کیلئے چھوٹی چیز دو اور ہمیشہ مقاصد کیلئے وسائل کو قربان کردینا چاہیے ' میں طیار ہوگیا کہ مقصد کی راہ میں مقصد کے ایک وسیلے یعنی اپنے طریق عمل پر خود ناکہدوں ' اور اس مجلس کی صدارت منظور کرنے سے انکار نہ کروں -

حضرات ! میں چاہتا ہوں کہ نہایت صفائی کے ساتھ بے پردہ وہ اصلی سبب بھی عرض کردوں جس نے مجھے ایکایک اپنے طریق عمل کے برخلاف اس بات کیلئے آمادہ کردیا - آپ کو معلوم ہے کہ مجھے نظربندی کے گوشۂ بند و عزلت سے نکلے ہوئے بمشکل ابھی پورے دو مہینے ہوئے ہونگے - لیکن اس تھوڑے عرصے کے اندر ہی میں نے پوری طرح اندازہ کرلیا ہے کہ موجودہ اسلامی وملکی مسائل کی نسبت کام کرنے والوں کے طریق عمل کا کیا حال ہے ؟ مجھے صاف صاف عرض کردینا پڑتا ہے کہ ملک کے کار فرما طبقہ کی نسبت اب سے سات سال پہلے جو رائیں میں نے قائم کی تھیں ' اور جنکی وجہ سے بسا اوقات نہایت قیمتی اور محبوب رفاقتوں سے بھی مجھے دست بردار ہوجانا پڑتا تھا ' بدقسمتی سے ابتک اُن میں تبدیلی کا وقت نہیں آیا ہے - متضاد مناظر کا کچھ عجیب عالم ہے جسے اپنے چاروں طرف پاتا ہوں - ایک طرف ملک کی عام پبلک ہے ' اور سورج کی روشنی سے بھی زیادہ یقینی صورت میں دیکھ رہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر حالت میں وہ کسی صحیح راہ عمل پر چل کھڑے ہونے کیلئے مضطر و مستعد ہے - دوسری طرف کام کرنے والوں کی جماعت ہے ' اور جس جس پہلو سے دیکھتا ہوں ' اسپر ابتک وہی تذبذب و اضطراب اور تزلزل و انتشار کا عالم طاری نظر آتا ہے جو تمام پچھلے دوروں میں طاری رہ چکا ہے - اب تک مقاصد سے اعراض ہے اور وسائل میں انہماک - ابتک حقیقی مصلحت بینی ' اور حیلہ جوئی و بہانہ سازی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نومن به و نتوکل علیه - و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا - من یهدي الله فلا مضل له ' و من یضلله فلا هادي له - و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له - ونشهد ان سیدنا محمد عبده و رسوله - صلی الله علیه و علی اله و اصحابه وسلم -



برادران و بزرگان ملک و ملت !

آپکے صوبے کی یه پہلي خلافت کانفرنس هے جسکی صدارت کي عزت مجهے دي گئي هے - آپکی کمیٹي کے معزز ارکان میں سے هر رکن یقینا اس بات سے واقف هوگا که اس قسم کي رئیسانه اور رسمي حیثیت کا اختیار کرنا میري زندگي میں سب سے پہلا واقعه هے ' اور اُس طریق عمل سے مجهے روگردان و منحرف ثابت کرتا هے جس پر نہایت اصرار کے ساتهه قائم رهنے کي همیشه کوشش کرتا رها هوں - سنه ۱۱ ۹۱ع میں جبکه میري موجوده پبلک زندگي کا بالکل ابتدائي عهد تها ' مجهے موقعه ملا که اپني آئنده زندگی کیلیے ایک " مذهب عمل " قرار دے لوں - خدمت ملک و ملت کے دشت ناپیدا کنار کي طرف قدم اُٹهاتے هوے اصول عمل کي مختلف راهیں میرے سامنے تهیں ' اور میں چاهتا تها که میرا سفر اُس دانشمند مسافر کي طرح هو جس نے سفر سے پہلے راه و منزل کے سارے مرحلوں پر غور کرلیا هے - اُس طوفاني کشتي کي طرح نہو جس نے هوا کے جهونکوں اور سمندر کي موجوں پر اپنے سفر کا رخ اور کنارے کی جستجو چهوڑ دي هے - اُسوقت اپنے مذهب عمل کي نسبت جن اصولي مسائل کا میں نے قطعي فیصله کرلیا تها ' اُن میں ایک خاص مسئله یه بهي تها که اپني زندگی کے هر حصه میں همیشه مجلسوں کی صدارت ' انجمنوں کے عهدوں ' اور اسی طرح کے تمام رئیسانه اور رسمي منصبوں سے یکقلم کناره کش رهونگا -

یه فیصله در اصل میرے ایک بنیادي اور دینی اعتقاد کا قدرتی نتیجه تها - میں نے اپنے لیے جو راه عمل منتخب کي تهي ' وه دعوة و تبلیغ کي

و اقتداء کیلیے نوع انسانی کے اُن مخصوص افراد کا نمونہ تھا جو دنیا میں خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کے نام سے پکارے گئے ھیں ' ا جنکے طریق عمل کو اسلام کی اصطلاح میں " حکمت " اور " سنة " کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ھے - میں اپنی راہ طلبی کا ھاتھہ ابراھیم و محمد (علیھما الصلوۃ و السلام) کے رھنما ھاتھوں میں دیدینے کیلیے مضطر تھا گریبالڈی ' مزینی ' با گلڈ استن اور پارنل بننے کا عشق میرے اندر نہ تھا پس یہ تو ضروری تھا کہ میرا وجود کسی گوشۂ فقر و نامرادی میں خدمت و معذرت کا ایک غیر دلچسپ منظر ھوتا ' یا انسانوں کے کسی ھجوم میں ایک پکارنے والے کی بے پروا پکار - لیکن یہ بالکل ناممکن تھا کہ بیسویں صدی کے فراموش کردہ عہد نبوۃ و مذاھب کا ایک دلدادہ ' انجمنوں عہدہ دار اور مجلسوں کا باقاعدہ پریسیڈنٹ ھو - خدا کے رسولوں کا طریق خدمت و دعوۃ اور بیسویں صدی کے لیڈروں کا طریق ریاست و حکومت ' ایک زندگی میں جمع نہیں ھوسکتے ۔

حضرات ! مذھب عمل کے اس بنیادی اعتقاد نے میرے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کردیں - باوجود کارکن رفیقوں کی موجودگی کے مجھے ھمیشہ اپنی راہ میں صحرا کے درخت کی طرح بے مونس و رفیق اور صرف اپنے سایہ ھی پر قانع رھنا پڑا - یہ مدنیہ زار عالم جو اپنے ھر گوشہ میں معیتوں اور رفاقتوں کے راحت افزا جلوؤں سے معمور ھے ' میرے لیے ھمیشہ سمندر رھی یا ایک صحراے ریگ زار ' لیکن کبھی ایک آبادی اور بستی کا اُس نے کام نہیں دیا ' اور نہ کبھی میں اپنے تئیں اس قابل بنا سکا کہ اسکی رفاقتوں کا ساتھہ دے سکوں - تاھم آپ حضرات کیلیے یہ عرض کرنا ضروری نہیں ھے کہ جہاں تک ایک ناچیز انسانی ھستی ارادہ کے ساتھہ عمل کو جمع کرسکتی ھے ' میں اپنے اصولوں پر قائم رھنے کیلیے ھمیشہ سخت رھا ھوں ' اور موجودہ زمانے کی لیڈر شپ کی دلفریب نمائشیں اور ابتداء عصر کی قیادت و معیت کی صبر آزما دلچسپیاں بھی کبھی اس بارے میں میرے لیے موثر نہیں ھوتی ھیں - اسی بنا پر جب آپکے لائق اور سرگرم سکریٹری کا تار مجھے بنارس میں ملا اور انھوں نے لکھا کہ کانفرنس کی صدارت تم کو منظور کرلینی چاھیے تو میں نے اداء تشکر و امتنان کے بعد اپنے آپکو اس سے معذور ظاھر کیا -

بیٹی ' ازر حیلہ جوئی و بہانہ سازی میں امتیاز کی راہ مسدود ہے ' اور عزم و یقین کی جگہ ظن و شک اور خوف و ہراس کی حکومت قائم ہے - زبانوں کی لکنت گو دور ہوچکی ' اور شاید چہروں کا ہراس بھی جاتا رہا - لیکن دلوں کی دہشت بدستور باقی ہے ' اور ایمان کی کمزوری نے ابتک روحوں کا ساتھہ نہیں چھوڑا ہے - زبانیں جسقدر تیز ہیں ' قدم میں آتنی تیزی نہیں ہے - اور اعلان جسقدر بلند آہنگی اور رعد آسائی رکھتا ہے ' عمل میں اسقدر بلند پیمائی نظر نہیں آتی - نیند گو ٹوٹ چکی ' اور شاید خفتگان بستر غفلت کروٹیں بھی بدل چکے ' لیکن آنکھوں میں خمار بدستور باقی ہے ' اور دھواں بڑھتا جاتا ہے لیکن شعلوں کی چمک کہیں نظر نہیں آتی - اگرچہ خدا کے مقدس نام کی تقدیس سے اب کوئی زبان نا آشنا نہیں رہی ' لیکن دلوں میں خدا کے ساتھہ انسانوں کا ڈر اور ایمان کے ساتھہ نفس کا عشق بھی باقی ہے : ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۴۹) اور چاہتے ہیں کہ ان دونوں راہوں کے بین بین کوئی تیسری راہ اختیار کریں - حالانکہ تیسری راہ اس آسمان کے نیچے کوئی نہیں - راہیں صرف دو ہی ہیں - فمن شاء فلیؤمن ' و من شاء فلیکفر - حضرت مسیح نے کہا ہے : " ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا " قرآن کا بھی فیصلہ یہی ہے :

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴) یعنی :

سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے !

حضرات ! مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجیے اگر میں حقیقت کو اس سے بھی زیادہ بے نقاب دیکھنا چاہوں - افسوس کہ وقت کی جلدی اور قانون قدرت کی بے صبری نے ہماری غفلتوں کا ساتھہ نہیں دیا - وہ اپنی ازلی بے پروائی کے ساتھہ نتائج و عواقب کی آخری منزل تک بڑھتا چلا آیا ہے - اب موت و حیات ' بقاؤ فنا ' ایمان و کفر ' اور خدا اور ماسوی اللہ کی منزل ہمارے سامنے ہے ' اور اسلیے میں قابل ملامت نہیں ہوں اگر حسن بیان اور بلاغت اظہار کے پرپیچ آداب و قواعد کو موت و حیات کی کشمکش میں سنبھال نہیں سکتا - یہ حالات دیکھکر میں نے ارادہ کرلیا کہ اگر مجھکو ایک مجلس کے صدر کی حیثیت سے اظہار مطالب کا موقعہ ملتا ہے تو میں اس سے انکار نہ کروں ' اور اگر صدارت کے حقوق و اختیارات کو اصل مقصد کیلیے استعمال کرسکتا ہوں تو اسکو ایک مفید فرصت تصور

اُٹھہ سکے جسکو بارہ سال سے اپنے سامنے رکھتا هوں لیکن رفیقان طریق نے همیشه اس سے اعراض کیا هے، اور آج بهي جبکه اُس اعراض کے نتائج سامنے هیں، تذبذب و اضطراب عمل عزم و ایمان کے استحکام پر غالب نظر آرها هے -

حضرات ! صرف یهي ایک خیال تها جس نے مجهے اس بات پر آماده کردیا که آپنے اپني محبت اور مهرباني سے جو عزت مجهے دیدي چاهي هے، اُس سے گریز نه کروں - میں آپکا شکرگزار هوں، اور آپکي دلي رفاقت و اعانت کا طلبگار - هم سب کو الله کے فضل و توفیق پر اعتماد هے جسکے بغیر کائنات هستي کا کوئي اراده اور کوئي عمل کامیابي اور فلاح نهیں پاسکتا -

امیر جمع هیں احباب، درد دل کہلے
پهر التفات دل دوستاں رهے نه رهے !

و ما توفیقي الا بالله - علیه توکلت و الیه انیب -

(مسئلهٔ خلافة)

حضرات ! اب میں اصل مقصد کي طرف متوجه هوتا هوں - هم تمام باشندگان هند کے سامنے کرهٔ ارضي کي ایک کثیر آبادي کی طرح اسوقت خلافة اسلامیه اور مقامات مقدسه کا مسئله درپیش هے - " خلافة " عربي کي ایک مصدر هے - اُسکا ماده هے " خلف " - اور اسي سے هے " خلیفه " - خلیفه کے لغوي معني نیابت اور قائم مقامي کے هیں " من قولک خلف فلان فلانا في هذا الامر اذا قام مقامه فیه بعده " (ابن فارس) یعني اگر ایک شخص کسي دوسرے شخص کے بعد کسي ایک معامله میں یاکسي طاقت و اختیار میں اُسکا نائب و قائم مقام هوا تو یه خلافت هوئي، اور لغة میں اسکو خلیفه یعني بعد کو آنے والا اور قائم مقام کهینگے - خواه یه نیابت سابق کي موت و عزل کي وجه سے هوئي هو، یا غیبت کي وجه سے، یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کردینے کي وجه سے - مفردات امام راغب میں هے " الخلافة ، النیابة عن الغیر إما بالغیبة المنوب عنه ؛ و إما لموته ، و إما لعجزه ، و إما لتشریف المستخلف " (صفحه ۱۵۵)

یه لفظ بهي قران حکیم کے اختیارات لغویه میں سے هے - یعني عربي زبان کے اُن لفظوں میں سے هے جنکو لغة میں عام معاني کیلیے استعمال کیا جاتا تها مگر قران حکیم نے اپنے خاص مصطلحهٔ شرع معاني کیلیے اختیار کرلیا - جیسے ایمان، غیب، تقدیر، بعث، صلواة وغیر ذلک - ایمان کے

لیکن جب میں کلکتہ پہنچا اور اس بارے میں زبانی گفتگو ہوئی تو کچھہ عرصہ کی رد و کد کے بعد میں نے منظور کرلیا - میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ یقیناً اپنے دستور العمل سے ایک کھلا انحراف ہے ' لیکن آپ یقین کیجیے کہ اس انحراف کیلیے جس چیز نے مجھے مجبور کیا ' اسکی حفاظت بھی میرے لیے تمام اصولوں اور قاعدوں سے زیادہ ضروری تھی - اصول مقاصد کیلیے ہیں - مقاصد اصول کیلیے نہیں ہیں - پس دنیا کے اس سچے اور قدرتی قانون کی بنا پر کہ ہر بڑی چیز کیلیے چھوٹی چیز کو اور ہمیشہ مقاصد کیلیے وسائل کو قربان کردینا چاہیے ' میں طیار ہوگیا کہ مقصد کی راہ میں مقصد کے ایک وسیلے یعنی اپنے طریق عمل کو خیر باد کہدوں ' اور اس مجلس کی صدارت منظور کرنے سے انکار نہ کروں -

حضرات ! میں چاہتا ہوں کہ نہایت صفائی کے ساتھہ بے پردہ وہ اصلی سبب بھی عرض کردوں جس نے مجھے یکایک اپنے طریق عمل کے برخلاف اس بات کیلیے آمادہ کردیا - آپ کو معلوم ہے کہ مجھے نظر بندی کے گوشۂ قید و عزلت سے نکلے ہوے بمشکل ابھی پورے دو مہینے ہوے ہونگے - لیکن اس تھوڑے عرصے کے اندر ہی میں نے پوری طرح اندازہ کرلیا ہے کہ موجودہ اسلامی و ملکی مسائل کی نسبت کام کرنے والوں کے طریق عمل کا کیا حال ہے ؟ مجھے صاف صاف عرض کردینا پڑتا ہے کہ ملک کے کار فرما طبقہ کی نسبت اب سے سات سال پہلے جو رائیں میں نے قائم کی تھیں ' اور جنکی وجہ سے بسا اوقات نہایت قیمتی اور محبوب رفاقتوں سے بھی دست بردار ہو جانا پڑتا تھا ' بدقسمتی سے ابتک اُن میں تبدیلی کا وقت نہیں آیا ہے -

متضاد مناظر کا کچھہ عجیب عالم ہے جسکو اپنے چاروں طرف پاتا ہوں - ایک طرف ملک کی عام پبلک ہے ' اور سورج کی روشنی کی طرح بالکل یقینی صورت میں دیکھہ رہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر حالت میں وہ کسی صحیح راہ عمل پر چل کھڑے ہونے کیلیے منتظر و مستعد ہے - دوسری طرف کام کرنے والوں کی جماعت ہے ' اور جس جس پہلو سے دیکھتا ہوں ' اسپر ابتک وہی تذبذب و اضطراب اور تزلزل و انتشار کا عالم طاری نظر آتا ہے جو تمام پچھلے دوروں میں طاری رہ چکا ہے - ابتک مقاصد سے اعراض ہے اور وسائل میں انہماک - ابتک حقیقی مصلحت

میں امتدار کی راہ مسدود ہے اور عزم و یقین کی جگہ ظن و شک اور خوف و ہراس کی حکومت قائم ہے - زبانوں کی لکنت گو دور ہوچکی ' اور شاید چہروں کا ہراس بھی جاتا رہا لیکن دلوں کی دہشت بدستور باقی ہے اور ایمان کی کمزوری نے ابتک ساتھہ نہیں چھوڑا ہے - زبانیں جسقدر تیز ہیں' قدم میں اُتنی تیزی نہیں ہے - اور اعلان جسقدر بلند آہنگی اور رعد آسائی رکھتا ہے ' عمل میں اُسقدر بلند بدمائی نظر نہیں آتی - نیند گو ٹوٹ چکی اور شاید خفتگان دستر غفلت کروٹیں بھی بدل چکے ' لیکن آنکھوں میں خمار ابتک باقی ہے ' اور دھواں بڑھتا جاتا ہے لیکن شعلوں کی چمک کہیں نظر نہیں آتی - اگرچہ خدا کے مقدس نام کی تقدیس سے اب کوئی زبان نا آشنا نہیں رہی لیکن دلوں میں خدا کے ساتھہ انسانوں کا ڈر اور نفس کا عشق بھی باقی ہے ' یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۴۹) اور اگر حضرت مسیح نے سچ کہا ہے کہ " ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں رکھ سکتا " اور اگر قرآن بہ فیصلہ کردینے میں سچا ہے کہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴) یعنی

" سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوئے '

تو یقین کرنا چاہیے کہ ہمارے دلوں کی بستی ابتک سچی خدا پرستی کی عبادت گاہ سے خالی ہے -

حضرات ! مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجیے اگر میں حقیقت کو اس سے بھی زیادہ بے نقاب دیکھنا چاہوں - افسوس کہ وقت کی جلدی اور قانون قدرت کی بے صبری نے ہماری غفلتوں کا ساتھہ نہیں دیا - وہ اپنی ازلی بے پروائی کے ساتھہ نتائج و عواقب کی آخری منزل تک بڑھتا چلا آیا ہے - اب موت و حیات ' بقاء و فنا ' ایمان و کفر ' اور خدا اور ماسوی اللہ کی منزل ہمارے سامنے ہے ' اور اسلیے میں قابل ملامت نہیں ہوں اگر حسن بیان اور بلاغت اظہار کے پر پیچ آداب و قواعد کو موت و حیات کی کشمکش میں سنبھال نہیں سکتا - یہ حالات دیکھکر میں نے ارادہ کرلیا کہ اگر مجھکو ایک مجلس کے صدر کی حیثیت سے اظہار مطالب کا موقعہ ملتا ہے تو میں اس سے انکار نہ کروں ' اور اگر صدارت کے حقوق و اختیارات کو اصل مقصد کیلیے استعمال کرسکتا ہوں تو اسکو ایک مفید فرصت تصور کروں - شاید اس طرح اس صحیح راہ عمل کی طرف کوئی قدم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفی - و سلام علی عباده الذین اصطفی

باب

— : * : —

فصل

(خـــلافـــة)

" خلافة " عربي کي ایک مصدر هے - اُسکا ماده هے " خلف " - اور اسي سے هے " خلیفه " - خلیفه کے لغوي معني نیابت اور قائم مقامي کے هیں " من قولک خلف فلان فلانا في هذا الامر اذا قام مقامه فیه بعده " [ابن فارس] یعني اگر ایک شخص کسي دوسرے شخص کے بعد اُسکا نائب و قائم مقام هوا تو یه خلافت هوئي ' اور لغة میں اسکو خلیفه یعنے بعد کو آنے والا اور قائم مقام کهینگے - خواه یه نیابت سابق کي موت و عزل کي وجه سے هوئي هو ' یا غیبت کي وجه سے ' یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کر دینے کي وجه سے - مفردات امام راغب میں هے " الخلافة ' النیابة عن الغیر ' إما بالغیبة المنوب عنه ' و إما لموته ' و إما لعجزه ' و إما لتشریف المستخلف " (صفحه ١٥٥)

یه لفظ بهي قران حکیم کے اختیارات لغویه میں سے هے - یعني عربي زبان کے اُن لفظوں میں سے هے جنکو لغة میں عام معاني کیلیے استعمال کیا جاتا تها مگر قرآن حکیم نے اپنے خاص مصطلحهٔ شرع معني کیلیے اختیار کرلیا - جیسے ایمان ' غیب ' تقدیر ' بعث ' صلواة وغیره ذلک - ایمان کے لغوي معني یقین و طمانیة اور زوال خوف و شک کے تهے ' لیکن قرآن حکیم نے اسکو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلیے استعمال کیا ' اور اب ایمان قرآن کي بولي میں عام لغوي معني کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار

وهو الذي جعلكم خلائف الارض (۶ : ۱۶۵)	وهي پروردگار عالم هے جس نے تم کو زمین میں خلافت دي -
ويستخلف ربي قوماً غيركم - (۱۱ : ۵۷)	اگر تم نے اپنا فرض ادا نه کیا تو الله تمهاري جگه کسي دوسري قوم کو تمهاري جگه دیدیگا -
ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون ؟ (۱۰ : ۱۴)	پهر اُن قوموں کے بعد هم نے تم کو اُنکي جگه دي تاکه دیکهیں تمهارے کام کیسے هوتے هیں ؟
واذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد قوم نوح - (۷ : ۶۸)	اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین بنایا -
يا داؤد انا جعلناك خليفة في الارض (۳۸ : ۲۶)	اے داؤد ! هم نے زمین میں تم کو خلیفه بنایا -

اسي چیز کو زمین کي وراثت سے بهي تعبیر کیا گیا :

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون (۲۱ : ۱۰۵)	اور زبور میں بهي همارا اعلان یهي تها که یقیناً زمین کي حکومت همارے صالح بندوں هي کي وراثت میں آتي هے -

یهي چیز زمین کي " تمکین " اور " تمکن " یعني طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بهي هے جو سر زمین فراعنه میں کنعان کے ایک اسرائیلي نوجوان نے حاصل کي تهي ' جبکه وه غلامي کي حالت میں وهاں فروخت کیا گیا ' اور پهر اپنے عمل حق و صالح کي قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک هوگیا :

كذالك مكنا ليوسف - (۱۲ : ۵۶)	اس طرح هم نے یوسف کي عظمت مصر میں قائم کردي -

اور اسي کا مسلمانوں سے وعده کیا گیا تها :

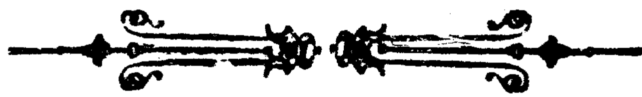
الذين ان مكنا هم في الارض اقاموا الصلوة وآتوا الزكواة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ' ولله عاقبة الامور - (۲۲ : ۴۳)	وه لوگ که اگر هم انکي طاقت زمین میں قائم کردیں تو اُنکا کام یه هوگا که نماز قائم کرینگے ' زکواة ادا کرینگے ' نیکي کا حکم دینگے ' اور برائي سے دنیا کو روکینگے -

کروں - شاید اس طرح اس صحیح راہ عمل کی طرف کوئی قدم اُٹھہ سکے جسکو بارہ سال سے اپنے سامنے رکھتا ہوں لیکن رفیقان طریق نے ہمیشہ اس سے اعراض کیا ہے ' اور آج بھی جبکہ اُس اعراض کے نتائج سامنے ہیں ' تذبذب و اضطراب عمل ' عزم و ایمان کے استحکام پر غالب نظر آ رہا ہے -

حضرات ! صرف یہی ایک خیال تھا جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کردیا کہ آپنے اپنی محبت اور مہربانی سے جو عزت مجھے دینی چاہی ہے ' اُس سے گریز نہ کروں - میں آپکا شکرگزار ہوں ' اور آپکی دلی رفاقت و اعانت کا طلبگار - ہم سب کو اللہ کے فضل و توفیق پر اعتماد ہے جسکے بغیر کائنات ہستی کا کوئی ارادہ اور کوئی عمل کامیابی اور فلاح نہیں پاسکتا -

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے !

و ما توفیقی الا باللہ - علیہ توکلت و الیہ انیب -



لغوي معني بقين و طمانية اور زوال خوف و شک کے تیے ' لیکن قران حکیم نے اسکو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلیے استعمال کیا ' اور اب ایمان قران کي بولي میں عام لغوي معني کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پاگئي - قران کي زبان میں خلافة اور " استخلاف في الارض " اور " و راثت و تمکن في الارض " سے مقصود زمین کي قومي عظمت و ریاست اور قوموں اور ملکوں کي حکومت و سلطنت هے - قرآن حکیم اِسکو سب سے بڑي نعمت قرار دیتا هے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں ملسکتي هے - قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضي کا مقصد یه هوتا هے که دنیا میں نوع انساني کي هدایت و سعادت کیلیے ایک خاص ذمه دار قوم و حکومت قائم هو - وه الله کي عدالت کو دنیا میں قائم کرائے ' ظلم و جور اور انسان کي ابلیسي ضلالت و طغیان سے اُس کي زمیں پاک هو جائے ' ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیة دنیا میں پھیل جائے ' اور الله کا وه همه گیر قانون عدل جو تمام کائنات هستي میں سورج سے لیکر زمین کے اندر کے حشرات تک کیلیے نافذ و قائم هے ' اور جسکو قران اپني زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیر کرتا هے اور جس سے صرف انسان هي روگرداني کرنے والا هے ' زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاري و ساري هوکر کرۂ ارضي کو سعادت و امنیت کي ایک بہشت بنادے !

لغة کے اعتبار سے یه اطلاق اسلیے هوا که سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خلیفه هوا ' وه زمین پر الله کي عدالت قائم رکھنے میں ' الله کي نیابت اور قائم مقامي رکھتا تھا ' اور اسکے بعد والي قوم اپنے سابق کي نائب تھي ' اور هر خلیفه ' سابق کا قائم مقام - ظهور اسلام کے بعد جب ارضي خلافة کے وارث مسلمان هوے ' تو اس سلسله کا پہلا خلیفة الله صاحب و شارع اسلام تھا - یعني محمد الرسول الله صلعم - اور پھر انکے بعد جن لوگوں کے هاتھه اسلام کي مرکزي حکومت آئي ' وه اس خلیفة الله کے نائب اور قائم مقام هوے - اسلیے اُن پر خلیفه کا اطلاق هوتا رها اور ابتک هو رها هے -

یه زمین کي وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کے سپرد هوتي رهي اور وه دنیا میں الله کي طرف سے دین حق کے خدمت گزار رهے - آیات ذیل میں اسي خلافت کا ذکر هے :

ثم جعلناکم خلائف في الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون ؟ (۱۰ : ۱۴)	پھر اُن قوموں کے بعد ہم نے تم کو اُنکی جگه دي تاکه دیکھیں تمہارے کام کیسے ہوتے ہیں ؟
و اذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح - (۷ : ۶۸)	اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد اُنکا جانشیں بنایا -
یا داؤد انا جعلناک خلیفة في الارض (۳۸ : ۲۶)	اے داؤد ! ہم نے زمین میں تم کو خلیفه بنایا -

اسي چیز کو زمین کي وراثت سے بھي تعبیر کیا گیا :

ولقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادي الصالحون (۲۱ : ۱۰۵)	اور زبور میں بھي همارا اعلان یهي تھا که یقیناً زمین کي حکومت همارے صالح بندوں هي کي وراثت میں آئیگي -

یهي چیز زمین کي " تمکین " یعنی طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بھي ھے جو سر زمین فراعنه میں کنعان کے ایک اسرائیلي نوجوان نے حاصل کي تھي ' جبکه وہ غلامی کي حالت میں وهاں فروخت کیا گیا ' اور پھر اپنے عمل حق و صالح کي قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک ھوگیا :

کذالک مکنا لیوسف - (۱۲ : ۵۶)	اس طرح هم نے یوسف کي عظمت مصر میں قائم کردي -

اور اسي کا مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا :

الذین ان مکنا هم في الارض اقاموا الصلوة و آتوا الزکوة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر ' ولله عاقبة الامور - (۲۲ : ۴۲)	وہ لوگ که اگر هم انکي طاقت زمین میں جمادیں تو اُنکا کام یه هوگا که نماز کو قائم کرینگے ' زکواة ادا کرینگے ' نیکي کا حکم دینگے ' اور برائي سے دنیا کو روکینگے

اس آیة کریمة سے صاف طور پر یه حقیقت بھي واضح هوگئي که تمکین في الارض یعنی حکومت کا مقصد اصلي قرآن حکیم کے نزدیک کیا ھے ؟ معلوم هوگیا که صرف یه ھے که الله کي عبادت دنیا میں قائم کي جاے ' نیکي اور راستي کا اعلان و ظهور هو ' برائي سے نوع انساني کے دلوں اور هاتھوں کو روک دیا جاے !

دوسري آیة میں اسکو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا :

و تسلط - پس اسلام کا خلیفہ ہو نہیں سکتا جب تک اس آیت کے بموجب زمین پر کامل حکومت و اختیار اسے حاصل نہو - وہ مسیحیت کے پوپ کی طرح محض ایک آسمانی و دینی اقتدار نہیں ہے جسکے لیے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجدہ کافی ہو - وہ کامل معنوں میں سلطنت و فرمانروائی ہے - اسلام کے قانون میں دینی و روحانی اقتدار خدا و رسول کے سوا کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا - ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا ہے - اسکا مٹانا اس کے ظہور کا پہلا کام تھا : اتخذوا احبارهم و رهبانهم ارباباً من دون الله - (٩ : ٣٢) اور ما کان لبشر ان یوتیه الله الکتاب و الحکم و النبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون الله و لکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون - (٣ : ٧٩)

الله کے تمام وعدوں کی طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا - آٹھ نو سال بعد جب داعی اسلام دنیا سے تشریف لیگئے تو تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا اور رومیوں کے مقابلہ کیلیے اسلامی فوجیں مدینہ سے نکل رہی تھیں - اس سلسلۂ خلافت اسلامیہ کا پہلا خلیفة الله خود حضرة داعی اسلام (صلی الله علیه و سلم) کا وجود مقدس تھا ' اور آپنے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خلفاء سے تعبیر فرماکر واضح کردیا تھا کہ وہ آپکے نائب اور قائم مقام ہونگے - " علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین " (ابن ماجه عن العرباض بن ساریه) و امثالها - آپکے بعد حضرة ابوبکر رضی الله عنه جب جانشین ہوے تو وہ خلیفۂ رسول الله تھے -

(خلافت خاصه و خلافت ملوکی)

آنحضرة کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہوگئی - خود آنحضرت نے نہ صرف ان دو سلسلوں کی پیشتر سے خبر ہی دیدی تھی ' بلکہ انکے تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کردیے تھے - اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں ' وہ کثرت طرق و شہرت متن و قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں - پہلا سلسلۂ خلافت خلفاء راشدین مہدیین کا تھا جنکی خلافت منہاج نبوة پر تھی - وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور جامعیة شخص رسالة کے قائم مقام تھے - یعنی انکا طریق کار ٹھیک ٹھیک طریق نبوت کے مطابق تھا اور اسلیے گویا عہد نبوت کا ایک آخری جزء - اور جس طرح وجود

پاگئي هے - قرآن کي زبان میں خلافة اور "استخلاف فی الارض" اور "وراثت و تمکن فی الارض" سے مقصود زمین کي قومي عظمت و ریاست اور قوموں اور ملکوں کي حکومت وسلطنت هے - قرآن حکیم اسکو سب سے بڑي نعمت قرار دیتا هے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں ملسکتي هے - قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضي کا مقصد یه هوتا هے که دنیا میں نوع انساني کي هدایت و سعادت کیلیے ایک خاص ذمه دار قوم و حکومت قائم هو - وہ الله کي عدالت کو دنیا میں نافذ کرے ' ظلم و جور اور ضلالت و طغیان سے اُس کي زمین پاک هو جاے ' ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیة دنیا میں پهیل جاے' اور الله کا وہ همه گیر قانون عدل جو تمام کائنات هستي میں سورج سے لیکر زمین کے ذرات تک نافـذ و قائم هے ' اور جسکو قرآن اپني زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیر کرتا هے ' زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاري و ساري هوکر کرۂ ارضي کو سعادت و امنیت کي ایک بهشت زار بنادے !

لغة کے اعتبار سے یه اطلاق اسلیے هوا که سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خلیفه هوا ' وہ زمین پر الله کي عدالت قائم رکھنے میں ' الله کي نیابت اور قائم مقامي رکھتا تھا ' اور اسکے بعد والي قوم اپنے سابق کي نائب تھي' اور هر خلیفه ' سابق کا قائم مقام - ظهور اسلام کے بعد جب ارضي خلافة کے وارث مسلمان هوے' تو اس سلسله کا پہلا خلیفة الله صاحب و شارع اسلام تھا - یعني محمد الرسول‌الله صلعم - اور پھر انکے بعد جن لوگوں کے هاتھه اسلام کي مرکزي حکومت آئي ' وہ اس خلیفة الله کے نائب اور قائم مقام هوے اسلیے اُن پر خلیفه کا اطلاق هوا اور ابتک هو رها هے -

یه زمین کي وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کے سپرد هوتي رهي اور وہ دنیا میں الله کي طرف سے دین حق کے خدمت گزار رهے - آیات ذیل میں اسي خلافت کا ذکر هے :

وهــو الــذي جعلکـم خلائف الارض (٦ : ١٦٥)	وهي پروردگار عالم هے جس نے تم کو زمین میں خلافت دي -
و یستخلـف ربي قومـا غیــرکـم - (١١:٥٧)	اگر تم نے اپنا فرض ادا نه کیا تو میرا پروردگار تمهاري جگه کسي دوسري قوم کو دیدیگا -

اس آیۃ کریمہ سے صاف طور پر یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ تمکین فی الارض یا حکومت کا مقصد اصلی قرآن حکیم کے نزدیک کیا ہے؟ معلوم ہوگیا کہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت دنیا میں قائم کی جاے، نیکی اور راستی کا اعلان و ظہور ہو، برائی سے نوع انسانی کے دلوں اور ہاتھوں کو روک دیا جاے!

دوسری آیۃ میں اسکو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا :

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملو الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم، ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا - یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون (۲۴ : ۵۵)

جو لوگ ایمان لاے اور نیک عمل انجام دیے، اللہ کا انسے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی خلافت دیگا - ٹھیک اسی طرح جس طرح پچھلی قوموں کو دی جا چکی ہے - اور ایسا کریگا کہ انکے لیے اُن کا دین حق قائم ہو جائیگا اور خوف کی گھڑیاں دائمی امن کی خوشحالی سے بدل دی جائینگی -

یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی جب ہجرۃ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اور قلت تعداد و بے سرو سامانی حال کے ساتھہ دشمنوں کے پے درپے حملوں کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی ہتیار اپنے جسم سے دور نہیں کرسکتے تھے - اُسوقت بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا " ما یاتی علینا یوم نامن فیہ و نضع عنا السلاح " ایک دن بھی ہم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفی کے ساتھہ صبح شام بسر کرنے اور ہتیار اپنے جسم سے الگ کرسکنے - ابو العالیہ راوی ہیں کہ اسپر مندرجۂ صدر آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ ایمان و عمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ہے جبکہ خوف کی جگہ امن ہوگا، مظلومی و بیچارگی کی جگہ قیام و فرمانروائی ہوگی، اور سب سے بڑھکر یہ کہ زمین کی خلافت اُنہی کے قبضۂ اقتدار میں آ جائیگی - (تفسیر طبری جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز " خلافت " ہے، وہ خلافت فی الارض ہے - یعنی زمین کی حکومت

هے' اور اسکا مٹانا اُس کے ظہور کا پہلا کام تھا : اتخذوا احبارهم و رهبانهم ارباباً من دون اللـــه (٩ : ٣٢) اور ماکان لبشر ان يوتـــيه الله الكتاب و الحكم و النبوة ' ثم يقول للناس كونوا عباداً لي من دون الله ' و لكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب و بما كنتم تدرسون - (٢ : ٧٩)

الله کے تمام وعدوں کي طرح یه وعدہ بھي پورا هوا - آٹھ نو سال بعد جب داعي اسلام دنیا سے تشریف لیگئے تو تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے قبضہ اقتدار میں آچکا تھا اور رومیوں کے مقابله کیلیے اسلامي فوجیں مدینه سے نکل رهي تھیں - اس سلسلۂ خلافت اسلامیه کا پہلا خلیفة الله خود حضرة داعي اسلام (صلی الله علیه و سلم) کا وجود مقدس تھا ' اور آپنے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خـلفاء سے تعبیر فرماکر واضح کردیا تھا کہ وہ آپکے نائب اور قائم مقام هونگے - " علیكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين " (ابن ماجه عن العرباض بن ساریه) و امثالها - آپکے بـعـد حضرت ابوبکر رضي الله عنه جب جانشین هوے تو وہ خلفۂ رسول الله تھے -

فصل

(خلافت خاصه و خلافت ملوکي)

آنحضرة کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائـج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم هوگئي - خود آنحضـــرت نے نه صرف ان کي پیشتر سے خبر هي دیدي تھي ' بلکه تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کردیے تھے - اس بارے میں جو احادیث موجود هیں ' وہ کثرت طرق ' شهرت متن ' قبول طبقات ' کي بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکي هیں - پہلا سلسلۂ خلافت خلفاء راشدین مهدیئین کا تھا جنکي خلافت منهاج نبوة پر تھي - یعني وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور جامعیة شخص رسالة کے قائم مقام تھے - انکا طریق کار ٹھیک ٹھیک طریق نبوت کے مطابق تھا ' اور اسلیے گویا عهد نبوت کا ایک آخري جزء تھا - اور جس طرح وجود نبوة میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا ' اسي طرح آنکي شخصیت بھي جامع و حاوي تھي - دیني دعوة اور شرعي اجتهاد و امر ' حکومت و فرمانروائي اور قوام و نظام شرع ' نظام شریعت اور نظام

کالحصیر عوداً عوداً ' جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئی ' اور جسقدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی ' اُتنی ہی عہد نبوت اور خلافت رحمت کی سعادتوں سے اُمت محروم ہوتی گئی - یہ محرومی صرف امامت و خلافت کبریٰ کے معاملہ ہی میں نہیں ہوئی ' بلکہ قوام امت کی اونچی اور اُصولی باتوں سے لیکر حیات شخصی و انفرادی کی اعتقادی و عملی جزئیات تک ' ساری باتوں کا یہی حال ہوا - فتنۂ و فساد کے اس سیلاب کو صرف ایک دیوار روکے ہوے تھی جو بقول حضرة حذیفہ (اعلم الصحابة بالفتن) حضرة عمر (رض) کا وجود تھا - جونہی یہ بنیان مرصوص ہٹی ' وہ سیلاب عظیم اُمنڈا ' اور پھر کوئی سد و بند اُسکی راہ نہ روک سکا - اسی سیلاب کو حضرة حذیفہ کی روایت میں " التی تموج کموج البحر " سے تعبیر کیا گیا تھا - یعنی سمندر کی موجوں کی طرح اسکی موجیں اُٹھینگی - سو واقعی اُٹھیں ' اور دور خلافت و رحمت اور " خلافة علی منہاج النبوۃ " کی عظیم الشان عمارت اسکے طلاطم و طغیان میں آناً فاناً بہہ گئی :

احادیث میں نہایت کثرت کے ساتھہ اسلام کے ایک آخری دور کی بھی خبر دی گئی ہے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کے خصائص تازہ کردیگا ' اور جسکا حال یہ ہوگا کہ " لا یدری اولها خیر ام آخرها " نہیں کہا جاسکتا کہ اُمت کی ابتدا زیادہ کامیاب تھی یا اُسکا اختتام ؟ یہی وہ آخری زمانہ ہوگا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں میں پورا ہوکر رہیگا کہ :

لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (۶۱ : ۹)

دین اسلام اور اُسکا رسول اسلیے آیا تاکہ تمام دینوں اور قوموں پر بالاخر غالب ہوکر رہے (کیونکہ آخری غلبہ صرف اصلح کیلیے ہے اور تمام دینوں میں اصلح صرف اسلام ہی ہے)

یہی وجہ ہے کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کی اس عالمگیر تاریکی میں بھی جو آج چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ' ایک مومن قلب کیلیے فتح و اقبال کی روشنیاں برابر چمک رہی ہیں - بلکہ جسقدر تاریکی بڑھتی جاتی ہے ' اُتنا ہی زیادہ طلوع صبح کا وقت قریب آتا جاتا ہے : الا ' ان نصر اللہ قریب !

تفاوت ست میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم !

وعد الله الذين آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم في الارض کما استخلف الذين من قبلهم ولیمکنن لهم دينهم الذي ارتضی لهم ' و لیبدلنهم من بعد خوفهم أمنا - يعبدونني لا يشرکون بي شيئا ومن کفر بعد ذلک فاولائک هم الفاسقون (۲۴ : ۵۵)

جو لوگ ایمان لاے اور نیک عمل انجام دیے ' الله کا انسے وعدہ ھے کہ اُنھیں زمین کي خلافت دیگا - ٹھیک اُسي طرح جس طرح پچھلي قوموں کو دي جا چکي ھے - اور ایسا کریگا کہ انکے لیے اُن کا دین حق قائم ھو جائیگا اور خوف کي گھڑیاں امن کي خوشحالي و کامرانی سے بدل دي جائینگي -

یہ آیت اُسوقت نازل ھوئي جب ھجرۃ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کي زندگي دشمنوں سے گھري ھوئي تھي اور قلت تعداد و بے سروسامانی حال کے ساتھہ دشمنوں کے پے درپے حملوں کا یہ حال تھا کہ کسي وقت بھي ھتیار اپنے جسم سے دور نہیں کرسکتے تھے - اُسوقت بعض مسلمانوں کي زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا " ما یأتي علینا یوم نأمن فیه و نضع عنا السلاح " ایک دن بھي ھم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفي کے ساتھہ صبح و شام بسر کرتے اور ھتیار اپنے جسم سے الگ کرسکتے - ابو العالیہ راوي ھیں کہ اسپر مندرجۂ صدر آیت نازل ھوئي اور الله نے مسلمانوں کو بشارت دي کہ مضطرب نہوں' ایمان و عمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ھے جبکہ خوف کي جگہ امن ھوگا ' مظلومي و بیچارگي کي جگہ فرمانروائي و کامراني ھوگي ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ زمین کي خلافت اُنھي کے قبضۂ اقتدار میں آجائیگي - (تفسیر طبري جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھي ثابت ھوگئي کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز " خلافت " ھے' وہ خلافت في الارض ھے - یعني زمین کي حکومت و تسلط - پس اسلام کا خلیفہ ھو نہیں سکتا جب تک بموجب اس آیت کے زمین پر کامل حکومت و اختیار اُسے حاصل نہو - وہ مسیحیت کے پوپ کي طرح محض ایک آسماني و دیني اقتدار نہیں ھے جسکے لیے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجدہ کافي ھو - وہ کامل معنوں میں سلطنت و فرمانروائي ھے - اسلام کے قانون میں دیني و روحاني اقتدار خداؤ رسول کے سوا کوئي انساني وجود نہیں رکھتا - ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا

نبوۃ میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا ' اسي طرح اُنکي شخصیت بھي جامع و حاوي تھي - دینی دعوۃ اور شرعي اجتہاد و امر ' حکومت و فرمانروائي اور قوام و نظام شرع ' نظام شریعت اور نظام سیاست ' یہ سب اُنکی ذات میں اکٹھے تھے - اُنکي حکومت سچے اور حقیقي اسلامي نظام پر تھي - یعنی حکومت شوری ' جسکو آجکل کي زبان میں ایک ناقص تشبیہ کے ساتھہ ری پبلک کہہ سکتے ہیں - یہ سلسلہ حضرۃ علي علیہ السلام پر ختم ہوگیا -

دوسرا سلسلۂ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاہت کا تھا ' جسکے عمومي مدعنیں خالص اسلامی و عربي تمدن سے ملکر ایک نیا دور شروع کر رہي تھیں - یہ سلسلۂ خلافت اگرچہ بعد کي خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا ' لیکن خلافت راشدہ کے حقیقي خصائص ناپید ہوگئے تھے - خلفاء بنو امیہ سے لیکر آجتک جو سلسلۂ خلافت اسلامیہ جاري ہے ' وہ اسی دوسري قسم میں داخل ہے - احادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبۂ طریق ہدایت و نبوۃ خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبۂ سیاست و شخصیت پادشاہت کے لفظ سے بھي تعبیر کیا گیا ہے " الخلافۃ بعدي ثلاثون عاماً ثم ملک بعد ذلک " اور حدیث ابو ہریرہ " الخلافۃ بالمدینہ و الملک بالشام " ایک دوسري حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے ہیں " نبوۃ و رحمۃ ' ثم خلافۃ و رحمہ " و في لفظ " خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم تکون ملک عضوض " امیر معاویہ نے اس کي نسبت کہا تھا - ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کرلی -

آخري حدیث کے مطابق تین دور ہوے - عہد نبوت و رحمت ' خلافت و رحمت ' پادشاہي اور استبدادي فرمانروائي - پہلا دور آنحضرۃ صلعم کي وفات پر ختم ہوگیا - دوسرا دور فی الحقیقت عہد نبوت کا ایک تتمہ اور لازمي جزء تھا (جیسا کہ سلسلۂ دعوۃ و ظہور نبوت اور تکمیل کاروبار شرائع میں ہمیشہ سنۃ اللہ رہی ہے) جو حضرۃ امیر علیہ السلام پر ختم ہوگیا - اسکے بعد سے مجرد عہد پادشاہي و استبدادي شروع ہوا جو آجتک جاري ہے - اس دور کي بھي بہت سي مختلف شاخیں علحدہ علحدہ احادیث میں بتلائي گئي تھیں ' اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں - نبوت و رحمت کي برکات کی محرومي و فقدان کا ایک تدریجي تنزل تھا ' اور بدعات و فتن کے ظہور و احاطہ کي ایک تدریجي ترقي تھي '

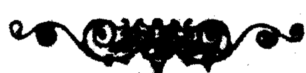
رحمت کي سعادتوں سے امت محروم هوتي گئي - يه محرومي صرف امامت و خلافت کبریٰ کے معامله هي ميں نهيں هوئي ' بلکه قوام و نظام امت کے مبادیات و اساسات سے لیکر حیات شخصي و انفرادي کي اعتقادي و عملي جزئیات تک ' ساري باتوں کا يهي حال هوا - فتنۃ و فساد کے اس سیلاب کو صرف ایک دیوار روکے هوے تهي جو بقول حضرة حذیفه (اعلم الصحابة بالفتن) حضرة عمر (رض) کا وجود تها - جونهي يه بنيان مرصوص هٹي ' وہ سيلاب عظيم اُمنڈا ' اور پهر کوئي سد و بند اُسکي راہ نه روک سکا - اسي سيلاب کو حضرة حذيفه کي روايت ميں " التي تموج کموج البحر " (رواہ البخاري) سے تعبير کيا گيا تها - يعنی سمندر کي موجوں کي طرح اسکي موجيں اُٹهينگي - سو واقعي اُٹهيں ' اور دور خلافت و رحمت اور " خلافة علی منهاج النبوة " کي عظيم الشان عمارت اسکے طلاطم و طغيان ميں آناً فاناً بهہ گئي -

احاديث ميں نهايت کثرت کے ساتهه اسلام کے ایک آخري دور کي بهي خبر دي گئي هے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کے خصائص تازہ کرديگا ' اور جسکا حال يه هوگا که " لا يدری اولها خير ام آخرها " نهيں کها جاسکتا که اُمت کي ابتدا زيادہ کامياب تهي يا اُسکا اختتام ؟ يهي وہ آخري زمانه هوگا جب الله کا اعلان اپنے کامل معنوں ميں پورا هوکر رهيگا که :

ليظهرہ علی الدين کله ولو کرہ المشرکون - (۹ : ٦١) دين اسلام اور اُسکا رسول اسليے آيا تاکه تمام دينوں اور قوموں پر بالاخر غالب هوکر رهے (کيونکه آخری غلبه و بقاء صرف اصلح کيليے هے اور تمام دينوں ميں اصلح صرف اسلام هي هے)

يهي وجه هے که مايوسيوں اور نامراديوں کي اس عالمگير تاريکي ميں بهي جو آج چاروں طرف پهيلي هوئي هے ' ایک مومن قلب کيليے فتح و اقبال کي روشنياں برابر چمک رهي هيں - بلکه جسقدر تاريکي بڑهتي جاتي هے ' اُتنا هي زيادہ طلوع صبح کا وقت قريب آتا جاتا هے : ان موعدهم الصبح ' اليس الصبح بقريب !

تفاوت ست ميان شنيدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب مي شنوم !



کي زبان میں "عمل صالح" اور "حسنات" کہتے ھیں - جب جسم انساني پر طاري ھوتي ھے تو طب کي اصطلاح میں "تندرستي" سے تعبیر کي جاتي ھے اور حکیم کہتا ھے کہ یہ "زندگي" ھے - اور پھر یہي حالت ھے کہ جب قومي وملي زندگي کي قوتوں اور عملوں پر طاري ھو جاتي ھے تو اُسکا نام "حیات قومي و اجتماعي" ھوتا ھے ' اور اُسکا ظہور قومي اقبال و ترقي اور نفوذ و تسلط کي شکل میں دنیا دیکھتي ھے - الفاظ بہت سے ھیں مگر معني ایک ھے - مظاھر گو مختلف ھیں مگر تمام کارخانۂ کائنات میں اُس حکیم یگانۂ و واحد کي ذات کي طرح ' اُسکا قانون حیات و وجود بھي ایک ھي ھے :

عبا راتنا شتي و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر !

اس حالت کا ضد "اشتات و انتشار" ھے - "اشتات" "شتت" سے ھے جسکے معني لغۃ میں "تفریق" اور الگ الگ ھو جانے کے ھیں - "یقال شت جمعھم شتا و شتاتاً ' و جاؤا اشتا تاً - ای متفرقی النظام" (مفردات : ۲۵۶) قران حکیم میں ھے : یومئذ یصدر الناس أشتا تا (۹۹:۶) اور من نبات شتی (۲۰:۵۳) اور و قلوبھم شتی (۵۹ : ۱۴) "ای مختلفۃ - انتشار" "نشر" سے ھے - اسکے معني بھي الگ الگ ھو جانے کے ھیں - یعني تفرق کے - سورہ جمعہ میں ھے : فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا - یعني تفرقوا - "اِشتات و انتشار" سے مقصود وہ حالت ھے جب اجتماع و ائتلاف کے برعکس ھر بات میں الگ الگ ھو جانے ' منفرق اور پراگندہ ھونے ' اور باھمدگر علحدگي و بیگانگي کي حالت طاري ھو جاے - مواد میں ' قوی میں ' اعمال میں ' افراد میں ' ھر بات میں پہلي حالت سے ضد اور عکس کي حالت پیدا ھو جاے - یہ حالت جب مادہ پر طاري ھوتي ھے تو "تکوین" کي جگہ "فساد" اور "وجود" کي جگہ "عدم و فنا" کا اُسپر اطلاق ھوتا ھے - جسم پر طاري ھوتي ھے تو اُسکا نام پہلے "بیماري" اور پھر "موت" ھے - اعمال پر طاري ھوتي ھے تو اُسي کو قرآن حکیم اپني اصطلاح میں "عمل سوء" اور "عصیان" سے تعبیر کرتا ھے - اور پھر یہي چیز ھے کہ جب قوموں اور امتوں کي اجتماعي زندگي پر طاري ھوجاتي ھے تو دنیا دیکھتي ھے کہ اقبال کي جگہ ادبار' عروج کي جگہ تسفل' ترقي کي جگہ تنزل' عظمت کي جگہ ذلت ' حکومت کي جگہ محکومي ' اور بالاخر زندگي کي جگہ موت اُس پر چھا گئي ھے !

سیاست' یہ تمام قوتیں اُنکي ذات واحد میں جمع تھیں - اُنکي حکومت سچے اور حقیقي اسلامي نظام پر تھي - یعني حکومت شوری' جسکو آجکل کي زبان میں ایک ناقص تشبیہ کے ساتھہ ري پبلک کہہ سکتے ھیں - یہ سلسلہ حضرة علي علیہ السلام پر ختم ھوگیا -

دوسرا سلسلۂ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاھت کا تھا' جبکہ عجمي بدعتیں خالص اسلامي و عربي تمدن سے ملکر ایک نیا دور شروع کر رھي تھیں - یہ سلسلۂ خلافت اگرچہ بعد کي خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا' لیکن خلافت راشدہ کے حقیقي خصائص ناپید ھوگئے تھے - خلفاء بنو اُمیہ سے لیکر آجتک جو سلسلۂ خلافت اسلامیہ جاري ھے' وہ اسي دوسري قسم میں داخل ھے - احادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبۂ طریق ھدایت و نبوة خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبۂ سیاست و شخصیت پادشاھت کے لفظ سے بھي تعبیر کیا گیا ھے " الخلافة بعدي ثلاثون عاما ثم ملک بعد ذلک " [اخرجہ اصحاب السنن] اور حدیث ابو ھریرہ " الخلافة بالمدنیہ و الملک بالشام " ایک دوسري حدیث میں بالترتیب تین دور بتلاے گئے ھیں " نبوة و رحمة ' ثم خلافة و رحمة " و في لفظ " خلافة علي منھاج النبوة ثم یکون ملک عضوض (رواہ البزار و قال السیوطي حسن) امیر معاویہ نے اسیکي نسبت کہا تھا - ھم نے عہد ملوکي پر قناعت کرلي -

آخري حدیث کے مطابق تین دور ھوے - عہد نبوت و رحمت' خلافت و رحمت' پادشاھي و فرمانروائي - پہلا دور آنحضرة صلعم کي وفات پر ختم ھوگیا - دوسرا دور فی الحقیقت عہد نبوت کا ایک تتمہ اور لازمي جزء تھا (جیسا کہ سلسلۂ دعوة اور تکمیل کار و بار شرائع میں ھمیشہ سنة اللہ رھي ھے) جو حضرة امیر علیہ السلام پر ختم ھوگیا - اسکے بعد سے مجرد عہد پادشاھي و استبدادي شروع ھوا جو آجتک جاري ھے - اس دور کي بھي بہت سي مختلف شاخیں علحدہ علحدہ احادیث میں بتلائي گئي تھیں' اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں - نبوت و رحمت کي برکات کي محرومي و فقدان کا ایک تدریجي تنزل تھا' اور بدعات و فتن کے ظہور و احاطہ کي ایک تدریجي ترقي تھي' کالعصیر عوداً عوداً' جو حضرت عثمان کي شہادت سے شروع ھوئي' اور جسقدر عہد نبوت سے دوري بڑھتي گئي' اُتني ھي عہد نبوت اور خلافت

(عہد اجتماع و ائتلاف ' و دور اشتات و انتشار)

آپ آزردہ خاطر نہوں اگر موضوع کي وسعت چند لمحوں کيليے مجھے اپنے اطراف و جوانب کي طرف بے اختيار مائل کرلے - اس مقام کي مزيد وضاحت کيليے بہتر ہوگا کہ دو خاص اصطلاحي لفظوں کے معاني پر آپ پہلے غور کرليں - ايک " اجتماع " اور " ائتلاف " هے - دوسرا " اشتات " اور " انتشار " هے - نہ صرف امة اسلاميه بلکه تمام اقوام و امم عالم کي موت و حيات ' ترقي و تنزل ' اور سعادت و شقاوت کے جو اصولي اسباب و مراتب قران حکيم نے بيان کيے هيں ' أنکي سب سے زيادہ اهم حقيقت انهي الفاظ کے انـدر پوشيدہ هے - " اجتماع " کے معني هيں " ضم الشي بتقريب بعضه من بعض " (مفردات امام راغب : ۹۵) يعني مختلف چيزوں کا باهم اکٹها هوجانا - اور ائتلاف " الف " سے هے - اسکے معني هيں " ما جمع من اجزاء مختلفة ' و رتب ترتيباً ' قـدم فيه ما حقه أن يقدم ' و اخر فيه ما حقه أن يؤخر " (مفردات : ۱۹) يعني مختلف چيزوں کا اس تناسب اور ترتيب کے ساتهه اکٹها هوجانا کہ جس چيز کو جس جگہ هونا چاهيے وهي جگہ أسے ملے - جو پہلے هونے کي حقدار هے وہ پہلے رهے - جسکو آخري جگہ ملني چاهيے ' وہ آخري جگہ پائے - " عہد اجتماع و ائتلاف " سے مقصود وہ حالت هے جب مختلف کارکن قوتيں کسي ايک مقام ' ايک مرکز ' ايک سلسلے ' ايک وجود ' ايک طاقت ' اور ايک فرد واحد ميں اپني قدرتي اور مناسب ترکيب و ترتيب کے ساتهه اکٹهي هو جاتي هيں ' اور تمام مواد ' قوى ' اعمال ' اور افراد پر ايک اجتماعي و انضمامي دور طاري هوجاتا هے - بحديکه هر قوت اکٹهي ' هر عمل با همدگر جڑا اور ملا هوا ' هرچيز بندهي اور سمٹي هوئي ' هر فرد زنجير کي کڑيوں کي طـرح ايک دوسرے سے متحـد و متصل هوتا هے - کسي چيز ' کسي گوشے ' کسی عمل ميں علحدگي ' جدائي ' انتشـار ' اور الگ الگ ' جزء جزء ' فرد فرد ' هوکر رهنے والي حالت نہيں هوتي - مادہ ميں جب يه اجتماع و انضـمام پيدا هوجاتا هے ' تو اسي سے تخليق و تکوين اور وجود وهستي کے تمام مراتب ظهور ميں آتے هيں - اِسي کو قران حکيم نے اپني اصطلاح ميں مرتبۂ " تخليق " و " تسويه " سے بهي تعبير کيا هے : الذى خلق فسوى (۸۷ : ۲) پس زندگي اور وجود نہيں هے مگر اجتماع و ائتلاف ' اور موت وفنا نہيں هے مگر اسکا ضد - يهي حالت جب افعال و اعمال پر طاري هوتي هے تو اخلاق کي زبان ميں اسکو " خير " اور شريعة

ہے : الـذي خلـق فسوى (۸۶ : ۲) پس زندگي ارر رجود نہیں ہے مگر اجتماع رائتلاف ' ارر موت رفنا نہیں ہے مگراسکي ضد - یہي حالت جب افعال راعمال پر طاري هوتي ہے تو اخلاق کي زبان میں اسکو " خیر " ارر شریعة کي زبان میں " عمل صالح " ارر " حسنات " کہتے هیں - جب جسم انساني پرطاري هوتي ہے توطب کي اصطلاح میں " تندرستي " سے تعبیرکي جاتي ہے ارر حکیم کہتا ہے کہ یہ " زندگي " ہے - ارر پھر یہي حالت ہے کہ جب قومي رجماعتي زندگي کي قوتوں ارر عملوں پر طاري هوتي ہے تو اُس کا نام " حیات قومي راجتماعي " هوتا ہے ' ارر اُسکا ظہور قومي اقبال رترقي ارر نفوذ رتسلط کي شکل میں دنیا دیکھتي ہے - الفاظ بہت سے هیں - معني ایک ہے - مظاهرگو مختلف هیں مگر اُس حکیم یگانۂ رراحد کی ذات کي طرح ' اُسکا قانون حیات ررجود بھی اس کائنات هستي میں ایک هي ہے - رلنعم ما قیل :

عبار اتنا شتي رحسنک راحد
رکل الی ذاک الجمال یشیر !

اس حالت کي ضد " اشتات رانتشار " ہے - اشتات " " شتت " سے ہے جسکے معني لغة میں " تفریق " ارر الگ الگ هوجانے کے هیں - " یقال شت جمعهم شتا رشتاتاً ' رجاؤا اشتاتاً - ای متفرقی النظام " (مفردات : ۲۵۶) قرآن حکیم میں ہے : یومئذ یصدر الناس اشتاتا (۹۹:۶) اور من نبات شتی (۵۳:۲۰) ارر رقلوبهم شتی (۱۴:۵۹) ای مختلفه - انتشار " نشر " سے ہے - اسکے معني بھي الگ الگ هوجانے کے هیں - یعني تفرق کے - سورۂ جمعه میں ہے : فاذا قضیت الصلـوة فانتشـررا - یعني تفرقوا - " اِشتات رانتشار " سے مقصود رہ حالت ہے جب اجتماع ر ائتلاف کي جگہ الگ الگ هوجائے ' متفرق ارر پراگندہ هونے ' ارر باهمدگر علحدگي ربیگانگي کي حالت طاري هوجاے - مواد میں ' قوی میں ' اعمال میں ' افراد میں ' هربات میں پہلي حالت سے بالکل متضـاد حالت پیدا هوجاے - یہ حالت جب مادہ پر طاري هوتي ہے تو " تکوین " کي جگہ " فساد " ارر " رجود " کي جگہ " عدم رفنا " کا اُسپر اطلاق هوتا ہے جسم پر طاري هوتي ہے تو اُسکا نام پہلے " بیماري " ارر پھر " موت " ہے - اعمال پر طاري هوتي ہے تو اُسي کو قرآن حکیم اپني اصطلاح میں " عمل سوء " ارر " عصیان " سے تعبیرکرتا ہے - ارر پھر یہي چیز ہے کہ جب

لو انفقت ما في الارض جميعا ' ما الفت بين قلوبهم - ولكن الله الف بينهم - انه عزيز حکیم (۸ : ٦٨)

اگر تم زمین کا سارا خزانه بھي خرچ کرڈالتے جب بھي ان بکھرے ھوے اور اختلاف وتفریق میں ڈوبے ھوے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتھه جوڑ نہیں سکتے تھے - یه الله هي کا فضل ھے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا -

اور اسي لیے قرآن حکیم ظهور شریعت و نزول وحي کا پہلا نتیجه اجتماع وائتلاف قرار دیتا ھے ' اور بار بار کہتا ھے که تفرقۀ و انتشار شریعت و اسلام کے ساتھه جمع نہیں ھوسکتے - اور اسیلیے یه نتیجه شریعت سے بغي و عدوان اور اسکو بالکل ترک کردینے کا ھے : فما اختلفوا حتی جاءهم العلم (۱۳ : ۹۳) و آتینا هم بینات من الامر ' فما اختلفوا الا من بعد ماجاءهم العلم بغیاً بینهم (۴۵ : ۱٦) و لا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاءهم البینات (۳ : ۱۰۴)

اور اسي بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامي زندگي کا دوسرا نام " جماعت " رکھا ھے ' اور جماعت سے علحدگي کو " جاهلیة " اور " حیاة جاهلي " سے تعبیر کیا ھے ' جیساکه آگے بالتفصیل آئیگا : " من فارق الجماعه ' فمات ' فمیتة جاهلیه " وغیر ذلک ' اور اسي بنا پر کثرت کے ساتھه وہ احادیث و آثار موجود ھیں جن میں نہایت شدت کے ساتھه هر مسلمان کو هر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ' اگرچه وہ غیر مستحق هو ' نا اهل هو ' فاسق هو ' ظالم هو ' کوئي هو ' بشرطیکه مسلمان هو اور نماز قائم رکھے (ما اقاموا الصلوۃ) اور ساتھه هی بتلادیا گیا که جس شخص نے جماعت سے علحدگي کي راہ اختیار کي تو اُس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کردیا - یعني گمراهي اور ٹھوکر اسکے لیے ضروري ھے - زنجیر کا توڑنا مشکل ھے ' لیکن کوئی کڑي زنجیر سے الگ ھوگئي هو تو ایک چھوٹا سا حلقه ھے جسکو انگوٹھے سے مسل دیا جاسکتا ھے - بندھے ھوے جہاڑو کو کون زور آور ھے جو ایک زور میں دو کردے ؟ لیکن اسي کي الگ الگ سینک کو ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے طفل شیر خوار کي انگلیاں بھي پوري طرح مضبوط ھیں - حضرۃ عمر اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرۃ صلعم سے روایت کرتے " علیکم بالجماعه فان الشیطان مع الفذہ و هو من الاثنین ابعد " دوسري روایت میں ھے " فان الشیطان مع الواحد " یعني جماعت سے الگ نہو - همیشه جماعت بنکر رهو - کیونکه جب کوئي تنہا اور الگ هوا تو شیطان اسکا ساتھي ھے - دو انسان بھي ملکر رهیں تو شیطان اُنسے دور ھے - انتہاسي

فصل

(عہد اجتماع و ائتلاف ' و دور اشتات و انتشار)

آپ آزردہ خاطر نهوں اگر موضوع کي وسعت چند لمحوں کیلیے مجھے اپنے اطراف و جوانب کي طرف بے اختیار مائل کرلے - اس مقام کي مزید وضاحت کیلیے بہتر ہوگا کہ دو خاص اصطلاحي لفظوں کے معاني پر آپ پہلے غور کرلیں - ایک " اجتماع " اور " ائتلاف " هے - دوسرا " اشتات " اور " انتشار " - نہ صرف امۃ اسلامیہ بلکہ تمام اقوام عالم کي موت و حیات ' ترقي و تنزل ' اور سعادت و شقاوت کے جو اصولي اسباب و مراتب قران حکیم نے بیان کیے هیں ' اُنکي سب سے زیادہ اهم حقیقت انهي الفاظ کے اندر پوشیدہ هے - " اجتماع " کے معني هیں " ضم الشيء بتقریب بعضہ من بعض " (مفردات امام راغب : ۹۵) یعنی مختلف چیزوں کا باهم اکٹھا هو جانا - اور ائتلاف " الف " سے هے - اسکے معني هیں " ما جمع من اجزاء مختلفۃ ' و رتب ترتیباً ' قدم فیہ ما حقہ أن یقدم ' و اخر فیہ ما حقہ أن یؤخر " (مفردات : ۱۹) یعني مختلف چیزوں کا اس تناسب اور ترتیب کے ساتھہ اکٹھا هوجانا کہ جس چیز کو جس جگہ هونا چاهیے وهي جگہ اُسے ملے جو پہلے هونے کي حقدار هے وہ پہلے رهے - جسکو آخري جگہ ملني چاهیے ' وہ آخري جگہ پاے - "عہد اجتماع و ائتلاف" سے مقصود وہ حالت هے جب مختلف کارکن قوتیں کسي ایک مقام ' ایک مرکز ' ایک سلسلے ' ایک وجود ' ایک طاقت ' اور ایک فرد واحد میں اپني قدرتي اور مناسب ترکیب و ترتیب کے ساتھہ اکٹھي هو جاتي هیں ' اور تمام مواد ' قوی ' اعمال ' اور افراد پر ایک اجتماعي و انضمامي دور طاري هو جاتا هے - بعدیکہ هر قوت اکٹھي ' هر عمل باهمدگر جڑا اور ملا هوا ' هر چیز بندهي اور سمٹي هوئي ' هر فرد زنجیر کي کڑیوں کي طرح ایک دوسرے سے متحد و متصل هو جاتا هے - کسي چیز ' کسی گوشے ' کسي عمل میں علحدگي نظر نہیں آتي - جدائي ' انتشار ' اور الگ الگ ' جزء جزء ' فرد فرد ' هوکر رهنے والي حالت نہیں هوتي - مادہ میں جب یہ اجتماع و انضمام پیدا هو جاتا هے ' تو اسي سے تخلیق و تکوین اور وجود و هستي کے تمام مراتب ظهور میں آتے هیں - اِسي کو قرآن حکیم نے اپني اصطلاح میں مرتبۂ " تخلیق " و " تسویہ " سے بھي تعبیر کیا

یہي وجه ھے که قرآن حکیم نے جابجا " اجتماع و ائتلاف " کو قومي زندگي کي سب سے بڑي بنیاد ' اور اسلیے انسان کیلیے الله کي جانب سے سب سے بڑي رحمت و نعمت قرار دیا ھے ' اور اسکو " اعتصام بحبل الله " اور اسي طرح کي تعبیرات عظیمه سے موسوم کیا ھے - مسلمانوں کے اولین مادۂ تکوین امت یعنی اهل عرب کو مخاطب کرکے اور پھر تمام عرب و عجم سے فرمایا :

و اعتصموا بحبل الله جمیعاً و لا تفرقـــوا ! و اذکـــروا نعّمت الله علیکـم اذ کنتم اعداء فالف بیـن قلـوبکم فاصبحتم بنعمـة اخـــوانا - (۳ : ۱۰۳)

سب مل جلکر اور پوري طرح اکٹھے ھوکر الله کي رسي مضبوط پکڑ لو - سب کے هاتھه اسي ایک حبل الله سے وابسته ھوں - الله کے اس احسان و رحمت کو نه بھولو که کیسي عظیم الشان نعمت ھے جس سے تم سرفراز کیے گئے ؟ تمھارا حال یه تھا که بالکل بکھرے ھوے اور ایک دوسرے سے توٹتے ھوے تھے - باھمدگر دشمن و مخالف - لیکن الله نے اپنے رسول اور اپني تعلیم حق کے ذریعه تم سب کو باھم ملادیا اور اکٹھا کردیا - پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے تواب بھائي بھائي ھوگئے !

اسکے بعد فرمایا که اشتات و انتشار کي زندگي کو بقاؤ قیام نہیں ھوسکتا - وہ ھلاکي کي ایک آگ ھے جسکے دھکتے ھوے شعلوں کے اوپر کبھي قومي زندگي نشو و نما نہیں پاسکتي :

و کنتم علی شفا حفرة من النار ' فانقـذکم منهـا - کذلـک یبیـن الله لکم آ یاته لعلـکم تهتـدون - (۳ : ۱۰۳)

اور تمھارا یه حال تھا که آگ کے دھکتے ھوے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے ' پر الله نے تمھیں بچا لیا - الله تعالی اپنے فضل و رحمت کي نشانیاں اسي طرح تم پر کھولتا ھے تاکه تم کامیابي کي راہ پالو !

یه بھي جا بجا بتلادیا که قوموں اور ملکوں میں اس اجتماع و ائتلاف کي صالح و حقیقي زندگي کا پیدا کردینا محض انساني و ارضي تدبیر و سعي سے ممکن نہیں - دنیا میں کوئي انساني تدبیر امت نہیں پیدا کرسکتي - یه بات صرف الله هي کي توفیق و رحمت اور اسکي وحي و تنزیل کي آسماني طاقت پر موقوف ھے که بکھرے ھوے ٹکروں کو جوڑ کر ایک بناد ے :

لو انفقت ما في الارض جميعا ' ما الفت بين قلوبهم - و لكن الله الف بينهم - انه عزيز حکیم (۸ : ۶۹)

اگر تم زمین کا سارا خزانه بهي خرچ کرڈالتے جب بهي ان بکهرے هوے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتهه جوڑ نہیں سکتے تھے - یه الله هي کا فضل هے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا -

اور اسیلیے قرآن حکیم ظهور شریعت و نزول وحي کا پہلا نتیجه یه قرار دیتا هے که اجتماع و ائتلاف پیدا هو ' اور بار بار کہتا هے که تفرقۂ و انتشار شریعت و وحي کے ساتهه جمع نہیں هوسکتے - اور اسیلیے یه نتیجه شریعت سے بغي و عدوان اور اسکو بالکل ترک کردینے کا هے : فما اختلفوا حتی جاء هم العلم (۱۳ : ۹۳) و آتینا هم بینات من الامر فما اختلفوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغیاً بینهم (۴۵ : ۱۶) و لا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البینات (۲ : ۱۰۴)

اور اسي بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامي زندگی کا دوسرا نام "جماعت" رکها هے ' اور جماعت سے علحدگی کو " جاهلیة " اور " حیاة جاهلي " سے تعبیر کیا هے ' جیساکه آگے بالتفصیل آئیگا : " من فارق الجماعه ' فمات ' میتة جاهلیه " وغیر ذالک ' اور اسي بنا پر بکثرت وہ احادیث و آثار موجود هیں جن میں نہایت شدت کے ساتهه هر مسلمان کو هر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ' اگرچه امیر غیر مستحق هو ' نا اهل هو' فاسق هو' ظالم هو' کوئی هو' بشرطیکه مسلمان هو اور نماز قائم رکهے (ما اقاموا الصلوة) اور ساتهه هي بتلادیا گیا که جس شخص نے جماعت سے علحدگي کي راہ اختیار کي تو اُس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کردیا - یعني گمراهی اور ٹهوکر اسکے لیے ضروري هے - زنجیر کا توڑنا مشکل هوتا هے ' لیکن کوئي کڑی زنجیر سے الگ هوگئي هو تو ایک چهوٹے سے حلقه کا حکم رکهتي هے جسکو انگوٹهے سے مسل دیا جاسکتا هے - حضرة عمر اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرة صلعم سے روایت کرتے " علیکم بالجماعه فان الشیطان مع الفذه و هو من الاثنین ابعد " دوسری روایت میں هے " فان الشیطان مع الواحد " یعني جماعت سے الگ نهو - همیشه جماعت بنکر رهو - کیونکه جب کوئي تنها اور الگ هوا تو شیطان اسکا ساتهي هوگیا - دو انسان بهي ملکر رهیں تو شیطان اُنسے دور هے - یعني اتحادي و جماعتی قوت اُن میں پیدا هوگئی - اب وہ راہ حق سے نہیں بهٹک سکتے - یه الفاظ مشہور

گئي هے ' اور فرد کا وجود اور اعمال بهي صرف اسي ليے هيں تاکه اُنکے اجتماع و تاليف سے هئيۃ اجتماعيه پيدا هو - اسي ليے اس دعا ميں که حاصل ايمان ' و خلاصۂ قران ' و عصارۂ اسلام هے ' ضمير متکلم جمع آئي ' نه که واحد - اور اسي ليے مسلمانوں کي باهمي ملاقات کے وقت جو امتيازي دعا قرار دي گئي ' وہ بهي بصيغۂ جمع آئي اگرچه مخاطب واحد هو - يعني " السلام عليکم " - " السلام عليک " نہيں قرار ديا گيا - اسي طرح نماز سے باهر آنے کيليے بهي " السلام عليکم " بصيغۂ جمع رکها گيا - واحد کا صيغه استعمال نہيں کيا گيا -

اور اسي بنا پر شريعۃ نے نه صرف قومي زندگي کيليے جماعت کي پابندي بنياد حيات قرار دي ' بلکه احکام و اعمال کے هر گوشے اور هر شاخ ميں بهي يهي اجتماعي و ائتلافي حيثيت بطور اصل و اساس کے رکهي گئي - نماز کي جماعت خمسه اور جمعه و عيدين کا حال ظاهر هے - حج بجز اجتماع کے اور کچهه نہيں - زکواۃ کي بنياد هي اجتماعي زندگي کا قيام اور هر فرد کے مال و اندوختہ ميں جماعت کا ايک حصه قرار ديدينا هے - علاوہ بريں اُسکي ادائيگي کا نظام بهي انفرادي حيثيت سے نہيں رکها گيا .بلکه جماعتي حيثيت سے - يعني هر فرد کو اپني زکواۃ خود خرچ کرديني کا اختيار نہيں ديا گيا جيسا که بدقسمتي سے آج مسلمان کر رهے هيں اور جو صريح غير شرعي طريقه هے ' بلکه مصارف زکواۃ متعين. کرکے حکم ديا گيا که هر شخص اپني زکواۃ کي رقم امام و خليفۂ وقت کے سپرد کردے - پس اسکے خرچ کي بهي اصلي صورت جماعتي هے نه که انفرادي - يه امام کا کام هے که اسکا مصرف تجويز کرے اور مصارف منصوصه ميں سے جس کام ميں زيادہ ضرورت ديکهے خرچ کرے - هندوستان ميں اگر امام کا وجود نه تها ' تو جس طرح جمعه و عيدين وغيرہ کا انتظام عذر کي بنا پر کيا گيا ' زکواۃ کا بهي کرنا تها -

اور پهر يه حقيقت کسقدر واضح هو جاتي هے جب اُن تمام مشهور احاديث پر غور کيا جاے جن ميں مسلمانوں کي متحدہ قوميت کي تصوير کهينچي گئي هے : " مثل المومنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم کمثل الجسد الواحد - اذا اشتکی منه عضو ' تداعی له سائر الجسد با لسهر و الحمي " اور " المسلم للمسلم کالبنيان يشد بعضه بعضا " - يعني مسلمانوں کي قوميت ايسي هے جيسے ايک جسم اور اسکے مختلف اعضا - ايک عضو ميں درد هو تو سارا جسم محسوس کرتا هے ' اور اسکي بے چيني اور تکليف ميں

قوموں اور امتوں کي اجتماعي زندگي پر طاري هوجاتي هے تو دنيا ديکهتي هے که اقبال کي جگه ادبار، عروج کي جگه تسفل، ترقي کي جگه تنزل، عظمت کي جگه ذلت، حکومت کي جگه محکومي، اور بالاخر زندگي کي جگه موت اُس پر چها گئي هے!

يهي وجه هے که قرآن حکيم نے جا بجا "اجتماع و ائتلاف" کو قومي زندگي کي سب سے بڑي بنياد، اور اسليے انسان کيليے الله کي جانب سے سب سے بڑي رحمت و نعمت قرار ديا هے، اور اسکو "اعتصام بحبل الله" اور اسي طرح کي تعبيرات عظيمه سے موسوم کيا هے - مسلمانوں کے اولين مادۂ تکوين امت يعني اهل عرب کو مخاطب کرکے اور پهر تمام عرب و عجم سے فرمايا:

و اعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا ! واذکروا نعمت الله عليکم اذ کنتم اعداء فالف بين قلوبکم فاصبحتم بنعمة اخوانا - (۱۰۳:۲)

سب مل جلکر اور پوري طرح اکٹهے هوکر الله کي رسي مضبوط پکڑلو - سب کے هاتهه اسي ايک حبل‌الله سے وابسته هوں - الله کا يه احسان ياد کرو که کيسي عظيم الشان نعمت هے جس سے سرفراز کيے گئے؟ تمهارا حال يه تها که بالکل بکهرے هوے اور ايک دوسرے کے دشمن تهے - الله نے تم سب کو باهم ملاديا اور اکٹها کرديا - پهلے ايک دوسرے کے دشمن تهے تو اب بهائي بهائي هوگئے!

اس کے بعد فرمايا که اشتات و انتشار کي زندگي کو بقاؤ قيام نهيں هوسکتا - وہ هلاکي کي ايک آگ هے جسکے دهکتے هوے شعلوں کے اوپر کبهي قومي زندگي نشوؤ نما نهيں پاسکتي:

وکنتم على شفا حفرة من النار، فانقذکم منها کذلک يبين الله لکم آياته لعلکم تهتدون - (۱۰۳:۶)

اور تمهارا حال يه تها که آگ کے دهکتے هوے گڑهے کے کنارے کهڑے تهے، پر الله نے تمهيں بچاليا - الله اپنے فضل و رحمت کي نشانياں اسي طرح کهولتا هے تا که کاميابي کي راه پالو!

يه بهي جابجا بتلاديا که قوموں اور ملکوں ميں اس اجتماع و ائتلاف کي صالح و حقيقي زندگي پيدا کردينا محض انساني تدبير سے ممکن نهيں دنيا ميں کوئي انساني تدبير امت نهيں پيدا کرسکتي - يه کام صرف الله هي کي توفيق و رحمت اور اُسکي وحي و تنزيل کا هے که بکهرے هوے ٹکڑوں کو جوڑ کر ايک بنادے

وجماعتي قوت اُن میں پیدا ہوگئي - اب انپر شیطان کا داؤ نہیں چل سکتا -
یہ الفاظ مشہور خطبۂ جابیہ کے ہیں جو عبد الله بن دینار ' عامر بن سعد '
سلیمان بن یسار ' وغیرہم سے مروي ہے ' اور بیہقي نے اِمام شافعي کے
طریق سے نقل کیا کہ انہوں نے اجماع کے اثبات میں اسي روایت کو
پیش کیا تھا - اسي طرح حدیث متواتر بالمعني " علیکم بالسواد الاعظم "
اور " فانه من شذ شذ في النار " اور " ید الله علی الجماعه " اور " لا یجمع
الله امتی علی الضلاله " (او کما قال) اور خطبۂ حضرۃ امیر کہ " و ایاکم
و الفرقة ' فان الشاذ من الناس للشیطان ' کما ان الشاذ من الغنم للذئب -
الا من دعا الی هذا الشعار فاقتلوه ولوکان تحت عمامتي هذا " وغیر ذلک
اس بارے میں معلوم و مشہور ہیں - آخري قول دیگر روایات میں بطریق
مرفوع بھي منقول ہے -

اسي طرح نماز کي جماعت کي نسبت ہر حال میں التــزام پر
زور دینا ' اور اگرچہ امام نا اہل ہو لیکن سعي قیام اہل کے ساتھہ التزام جماعت
کو بھي جاري رکھنا ' حتی کہ " صلوا خلف کل بر و فاجر " تو اسمیں بھي یہي
حقیقت مضمر ہے کہ زندگي جماعتي زندگي ہے - انفراد وفرقۃ ہرحال میں
بربادي و ہلاکت ہے - پس جماعت سے کسي حال میں باہر نہ ہونا چاہیے '
اور نہ بجز کفر ظاہر و صریح کے امام کي اطاعت سے منحرف ہونا چاہیے -
یہي وجہ ہے کہ اوائل عہد بنو امیہ میں جبکہ صحابۂ کرام کي جماعت ہر
ناحیۂ ملک میں موجود تھي ' تمام صحابہ نے اسپر اجماع کیا کہ گو امراء
بنو امیہ خلافت کے اہل نہیں ' طریق ہدی و سنۃ سے منحرف ہوگئے ' نظام
شوری درہم برہم ہوگیا ' بدعۃ و احداث اور صریح ظلم و جور اُنکا شیوہ ہے -
با ایں ہمہ اُنپر خروج جائز نہیں - اُنہي کي اطاعت کرني چاہیے - اُنہي
کے پیچھے نماز پڑھني چاہیے - اُنہي کو زکوٰۃ دیني چاہیے - حفظ ملک
و ملت کي راہ میں نکلیں تو اُنہي کے جھنڈے کے نیچے سمع و طاعۃ کے
ساتھہ جمع ہو جانا چاہیے - کما سیاتي تفصیله عنقریب -

اور یہي سبب ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جو قومي دعا ہر مومن قلب
و لسان کو سکھلائي گئي ' اسمیں متکلم واحد نہیں قرار دیا گیا بلکہ جمع '
حالانکہ وہ دعا فرداً فرداً ہر مومن کي زبان سے نکلنے والي تھي : اہدنا الصراط
المستقیم - فرمایا - " اہدني " نہیں کہا گیا - یہ اسیلیے ہے کہ قرآن کے نزدیک
فرد اور فرد کي ہستي کوئي شے نہیں ہے - ہستي صرف اجتماع اور جماعت

" السلام علیکم " - " السلام علیک " نہیں قرار دیا گیا - اسي طرح نماز سے باهر آنے کیلیے بهي " السلام علیکم " بصیغۂ جمع رکھا گیا - واحد کا صیغه استعمال نہیں کیا گیا - علت اسکي یہي هے - نه وه جو لوگوں نے سمجھي -

اور اسي بنا پر احکام و اعمال شریعت کے هر گوشے اور هر شاخ میں یہي اجتماعي و ائتلافي حقیقت بطور اصل و اساس کے نظر آتي هے - نماز کي جماعت خمسه اور جمعۂ و عیدین کا حال ظاهر هے - حج بجز اجتماع کے اور کچھه نہیں - زکواۃ کي بنیاد هي اجتماعي زندگي کا قیام اور هر فرد کے مال و اندوختہ میں جماعت کا ایک حصه قرار دیدینا هے - علاوہ بریں اُسکي ادائیگي کا نظام بهي انفرادي حیثیت سے نہیں رکھا گیا بلکه جماعتي حیثیت سے - یعنے هر فرد کو اپني زکواۃ خود خرچ کردینے کا اختیار نہیں دیا گیا جیسا کہ بد قسمتي سے آج مسلمان کررهے هیں اور جو صریح غیر شرعي طریقه هے ' بلکه مصارف زکواۃ متعین کرکے حکم دیا گیا کہ هر شخص اپني زکواۃ کي رقم امام و خلیفۂ وقت کے سپرد کردے - پس اسکے خرچ کي بهي اصلي صورت جماعتي هے نہ کہ انفرادي - یه امام کا کام هے کہ اسکا مصرف تجویز کرے اور مصارف منصوصه میں سے جو مصرف زیادہ ضروري هو ' اسي کو ترجیح دے - هندوستان میں اگر امام کا وجود نہ تھا ' تو جس طرح جمعه و عیدین وغیرہ کا انتظام عذر کي بنا پر کیا گیا ' زکواۃ کا بهي کرنا تھا -

اور پهر یه حقیقت کسقدر واضح هوجاتي هے جب اُن تمام مشہور احادیث پر غور کیا جاے جن میں مسلمانوں کي متحدہ قومیت کي تصویر کهینچي گئي هے " مثل المومنین في توادهم و تعاطفهم کمثل الجسد الواحد - اذا اشتکي منه عضوٌ تداعي له سائر الجسد بالسهر والحمي " (صحیحین) اور " المسلم للمسلم کالبنیان - یشد بعضه بعضا " (بخاري) یعني مسلمانوں کي قومیت ایسي هے جیسے ایک جسم اور اسکے مختلف اعضا - ایک عضو میں درد هو تو سارا جسم محسوس کرتا هے ' اور اسکي بے چیني اور تکلیف میں اسي طرح حصه لیتا هے جیسے خود اسکے اندر درد اٹھه رها هو - اور انکي مثال دیوار کي سي هے - هر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتي اور سہارا دیتي هے - پهر تشبیک اصابع کرکے اسکي تصویر بتلادی - یعني ایک هاتھه کي انگلیاں دوسرے هاتھه کي انگلیوں میں رکھکر دکھلادیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا هوا اور متصل هے - سو ان تمام تصریحات میں بهي اسي حقیقت کو واضح کیا هے کہ اسلام کي قومیت متفرق

موسوم کرتے هیں ' حالانکه دراصل قرآن و سنة اور عقلیات صادقه کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسي ایک چیز کا نتیجه هیں - اس ایک حقیقت کو کتنے هي مختلف ناموں سے پکار لو ' مگر اصلي علت اسکے سوا کوئي نہیں هے -

قوتوں کے انتشار کا دور ساري چیزوں پر طاري هوا ' لیکن یہاں صرف ایک هي پہلو واضح کرنا مقصود هے - آنحضرة صلی الله علیه وسلم کا وجود اسلامي طاقت کي اصلي شخصیت تهي - آپ جب دنیا سے تشریف لیگئے تو صرف ایک داعي شریعت یا حامل وحي هي کي جگه خالي نہیں هوئي ' بلکه اُن ساري قوتوں ' سارے منصبوں ' ساري حیثیتوں ' اور هر طرح کے نظري و عملي اختیارات و قوی کي ' جو آپکي شخصیت مقدسه میں اکٹھي تهیں ' اور جنکا آپکے تنہا وجود مقدس میں جمع هونا اسلام کي شرعي و دیني خصوصیات میں سے تها - اسلام کا داعي مسیحیت کے مقدس پہاڑي واعظ کي طرح صرف ایک اخلاقي معلم هي نه تها ' اور نه دنیا کے فاتح حکمرانوں کي طرح محض ایک جهانگیر اور عالم ستان شہنشاه - اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جهانباني سے الگ نہیں رکها - وه تو یه سکهلانے آیا تها که دین اور دنیا دو نہیں ایک هي چیز هیں' اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں هے' بلکه سچي حکومت اور خدا کي مرضي کے مطابق سلطنت وهی هے جسکو شریعت نے خود پیدا کیا هو' خود اپني گودوں میں پالا هو' اور اُسکے تاج و تخت کے اندر بیٹھکر جسم کیلیے روح کي طرح کام کر رهي هو - پس اسلام کے داعي اول کا وجود ایک هي وقت میں اُن تمام حیثیتوں اور منصبوں کا جامع تها ' جو همیشه دنیا کي صدها مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رهي هیں - وه الله کا پیغامبر تها ' شریعت کا مقنن تها ' امت کا باني تها ' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تها - وه پتوں اور چهال سے پٹي هوئي مسجد کے ممبر پر وحي الهي کا ترجمان اور انساني سعادت و هدایت کا واعظ تها ' تو اُسي کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنگ میں بهیجنے کیلیے طیار کرنے والا بهي تها - وه ایک هي وقت اور ایک هي زندگی میں جبکه گهرونکا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا تها ' تو ساتهه هي بدر کے کنارے دشمنوں کا حمله بهي روکتا ' اور مکه کي گهاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمراں کي طرح گزرتا تها - غرضکه اُسکي ایک شخصیت

خطبۂ جابیه کے هیں جو عبد اللــه بن دینار' عامر بن سعد ' سلیمان بن یسار' وغیرهم سے مروي هے ' اور بیهقي نے اِمام شافعی کے طریق سے نقل کیا که انہوں نے اجماع کے اثبات میں اسی روایت سے استدلال کیا - اسي طرح حدیث متواتر بالمعني " علیکم بالسواد الاعظم " اور " فانه من شذ شذ في النار" اور " ید الله علي الجماعة " اور " لایجمع الله امتي علی الضلالة " اورکما قال - اور خطبۂ حضرۃ امیرکه " و ایاکم و الفرقة ' فان الشاذ من الناس الشیطان ' کما ان الشاذ من الغنم للذئب - الا ' من دعا الي هذا الشعار فاقتلوه و لو کان تحت عمامتي هذا " وغیرذلك اس بارے میں معلــوم و مشہور هیں - آخري قول دیگر روایات میں بطریق مرفوع بهي منقول هے - خلاصه ان سب کا یه هے که همیشه جماعت کے ساتهه هوکر رهو - جو جماعت سے الگ هوا اسکا تهکانا دوزخ هے - افراد تباه هوسکتے هیں مگر ایک صالح جماعت کبهي تباه نہیں هو سکتي - اسپر الله کا هاتهه هے - اللــه کبهي ایسا هونے نه دیگا که پوري امت گمراهي پر جمع هوجاے -

اسي طرح نماز کي جماعت کي نسبت هر حال میں التــــزام پر زور دینا ' اور اگرچه امام نا اهل هو لیکن سعي قیام اهل کے ساتهه التزام جماعت کو بهي جاري رکهنا ' حتی که " صلــوا خلف کل برو فاجر" تو اسمیں بهي یهي حقیقت مضمر هے که زندگی جماعتي زندگي هے - انفراد و فرقــة هر حال میں بربادي و هـــلاکت هے - پس جماعت سے کسي حال میں باهر نه هوناچاهیے -

اور یهي سبب هے که سورۂ فاتحه میں جو قومي دعا مسلمـانوں کو سکهلائي گئي ' اسمیں متکلم واحد نہیں هے بلکه جمع ' حالانکه وہ دعا فرداً فرداً هر مومن کي زبان سے نکلنے والي تهي " اهدنا الصراط المستقیم " فرمایا - " اهدني " نہیں کہا گیا - یه اسیلیے هے که قرآن کے نزدیک فرد اور فرد کي هستی کوئي شے نہیں هے - هستي صرف اجتماع اور جماعت کي هے ' اور فرد کا وجود اور اعمال بهي صرف اسي لیے هیں تاکه انکے اجتماع و تالیف سے هئیۃ اجتماعیه پیدا هو - اسي لیے اس دعا میں که حاصل ایمان ' و خلاصۂ قرآن' و عصارۂ اسلام هے ' متکلم جمع کا صیغه آیا نه که واحد کا - اور اسي لیے مسلمانوں کي باهمي ملاقات کے وقت جو امتیازي دعا سکهلائي گئي' وہ بهي بصیغۂ جمع آئي اگرچه مخاطب واحد هو - یعني

اس طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اسکے اندر درد اُٹھہ رہا ہو - اور انکي مثال دیوار کي سي ہے - ہر اینٹ دوسري اینٹ سے سہارا پاتي اور سہارا دیتي ہے - پھر تشبیک اصابع کرکے اسکي تصویر بتلادي - یعني ایک ہاتھہ کي انگلیوں کو دوسرے ہاتھہ کي انگلیوں میں رکھکر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور متصل ہے - سو ان تمام تصریحات میں بھي اسي حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کي قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے - دیوار کا نام ہے - الگ الگ اینٹ کاکوئي مستقل وجود نہیں - ہے تو اجتماعي وجود ہے - یعنی دیوار کا ایک جزء ہے ' اور انھي اجزاء کے ملنے سے دیوار متشکل ہوتي ہے -

اور یاد رہے کہ یہ جو نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا - یعنی صف بندي پر ' اور سب کے سروں ' سینوں ' پانؤں کے ایک سیدھہ میں ہونے پر - " لتسون صفوفکم أو لیخالفن الله بین وجوهکم " (بخاري) اور روایت انس کہ " سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلوة " (بخاري) و في لفظ " من تمام الصلوة " تو اسمیں بھي یہي بھید ہے اور تشریح کا یہ موقعہ نہیں - قرآن و سنت کي تصریحات و حکمیات اس بارے میں اسقدر کثرت سے اور محتاج تفسیر و کشف ہیں کہ ایک ضخیم مجلد مطلوب - تفسیر البیان میں مفصل لکھہ چکا ہوں -

(جمع و تفرقۂ قوی و مناصب)

حضرات ! اس قانون الهي کے مطابق مسلمانوں کي قومي زندگي و عروج کا اصلي دور وهي تها ' جب اُنکي قومي و انفرادي ' مادي و معنوي ' اعتقادي و عملي زندگي پر اجتماع و ائتلاف کي رحمت طاري تهي ' اور اُنکے تنزل و ادبار کي اصلي بنیاد اُسي دن پڑي ' جب اجتماع و ائتلاف کي جگہ اشتات و انتشار کي نحوست چھاني شروع ہوگئي - ابتدا میں ہر مادہ مجتمع تها ' ہر طاقت سمٹي ہوئي تهي ' ہر چیز بندھي ہوئي تهي ' لیکن بہ تدریج تفرقۂ و انتشار کي ایسي ہوا چلي کہ ہر بندھن کھلا ' ہر جماؤ میں پھیلاؤ ہوا ' ہر ملي جلي اور اکٹھي طاقت الگ الگ ہوکر منتشر اور تتر بتر ہوگئي - قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے قانون تنزل اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشۂ وجود و عمل پر طاري ہوئي ' اور ایک ہزار برس پر تین صدیاں گزرچکي ہیں کہ برابر طاري ہو رہي اور بڑھتي جاتي ہے - لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کي علتیں ٹھراتے اور طرح طرح کے ناموں سے

قوتوں کے انتشار کا دور ساري چیزوں پر طاري ہوا ' لیکن یہاں صرف ایک ہي پہلو واضح کرنا مقصود ہے - آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اسلامي طاقت کي اصلي شخصیت تھي - آپ جب دنیا سے تشریف لیگئے تو صرف ایک داعي شریعت یا حامل وحي ہي کي جگہ خالي نہیں ہوئي ' بلکہ اُن ساري قوتوں ' سارے منصبوں ' ساري حیثیتوں ' اور ہر طرح کے نظري و عملي اختیارات و قوی کي ' جو آپکي شخصیت مقدسہ میں اکٹھي تھیں ' اور جنکا آپکے تنہا وجود مقدس میں جمع ہونا اسلام کي شرعي و دیني خصوصیات میں سے تھا - اسلام کا داعي مسیحیت کے مقدس پہاڑي واعظ کي طرح صرف ایک اخلاقي معلم ہي نہ تھا ' اور نہ دنیا کے فاتح حکمرانوں کي طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستاں شہنشاہ - اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانباني سے الگ نہیں رکھا - وہ تو یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین و دنیا دو نہیں ایک ہي چیز ہیں ' اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں ہے ' بلکہ سچي حکومت اور خدا کي مرضي کے مطابق سلطنت وہي ہے جسکو شریعت نے خود پیدا کیا ہو ' پس اسلام کے داعي کا وجود ایک ہي وقت میں اُن تمام حیثیتوں اور منصبوں کا جامع تھا ' جو ہمیشہ دنیا کي صدہا مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رہي ہیں - وہ اللہ کا پیغمبر تھا ' شریعت کا مقنن تھا ' اُمت کا باني تھا ' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا - وہ اگر پتوں اور چھال سے پٹي ہوئي مسجد کے ممبر پر وحي الہي کا ترجمان اور انساني سعادت و ہدایت کا واعظ تھا ' تو اُسي کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجونکو میدان جنگ میں بھیجنے کیلیے سپہ سالار لشکر بھي تھا - وہ ایک ہي وقت اور ایک ہي زندگي میں گھرونکا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا اور ساتھہ ہي بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھي روکتا ' اور مکہ کي گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمراں کي طرح نمایاں بھي ہوتا تھا - غرضکہ اُسکي ایک شخصیت کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے ' اور اسلام کا نظام دیني یہي تھا کہ یہ ساري قوتیں ایک ہي فرد میں جمع رہیں -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو خلفاء راشدین کي خلافت خاصہ اسي اجتماع قوی و مناصب پر قائم ہوئي ' اور اسي لیے اُسکو " منہاج نبوۃ " سے تعبیر کیا گیا - یعني یہ نیابت ٹھیک ٹھیک ہر لحاظ اور ہر پہلو سے شخص جامع نبوۃ کي سچي قائمقامي اپنے اندر رکھتي تھي -

و خلافت بھي تھے ' صاحب اجتہاد و قضاء بھي تھے ' اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھي تھے - اصلاً " امامت کبری " کا مقام اجتہاد دیني اور سیاست ملکي ' دونوں پر حاري ہے - اسلیے آنکي امامت میں یہ دونوں قسمیں اپني تمام شاخوں کے ساتھہ اکٹھي تھیں - حضرۃ عمر مسجد کے دار الشوری میں مسائل شرعیہ کا بہ حیثیت ایک مجتہد کے فیصلہ کرتے تھے ' عدالت میں مقدمات سنتے تھے ' اور دیوان فوجي میں فوجوں کو تنخواہ بھي بانٹتے تھے - اگر وہ نماز جنازہ کي معین تکبیرات پر صحابہ کا اجماع کراتے تھے ' تو راتوں کو شہر میں گشت لگاکر احتساب کا فرض بھي ادا کرتے تھے - میدان جنگ میں احکام بھي وھي بھیجتے ' اور روم کے سفیر کو بہ حیثیت شہنشاہ اسلام اپنے سامنے بھي وھي بلاتے -

اسي طرح نبوت کا مقام ' تعلیم و تربیت امت کي مختلف قوتوں سے مرکب تھا - قران حکیم نے انکو تین اصولي قسموں میں بانٹ دیا ہے :

یتلو علیہم آیاته ' و یزکیہم ' و یعلمہم الکتاب و الحکمة (٦٢ : ٣) تلاوت آیات - تزکیۂ نفوس - تعلیم کتاب و حکمت - خلفاء راشدین ان تینوں منصبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے - وہ منصب اجتہاد و قضاء شرع کے ساتھہ قوت ارشاد و تزکیۂ و تربیت بھي رکھتے تھے - وہ ایک صاحب وحي کي طرح خدا کے کلام کي منادي کرنے والے ' ایک نبي کي طرح دلوں کا تزکیہ اور روحوں کو پاک کردینے والے ' اور ایک رسول کي طرح تعلیم کتاب اور حکمت سنة سے امت کي تربیت و پرورش کرنے والے تھے - وہ ایک ھي وجود میں ابو حنیفۂ و شافعي بھي تھے (رح) اور جنید و شبلي بھي (رح) - نخعي و حماد بھي تھے ' اور ابن معین و ابن راھویہ بھي (رح) - جسموں کا نظام بھي أنھي کے ھاتھوں میں تھا - دلوں کي حکمراني بھي أنھی کے قبضہ میں تھي - یہي حقیقي اور کامل معنی منصب نبوت کي نیابت کے ھیں - اور اسي لیے أنکا وجود اور انکے اعمال بھي اعمال نبوت کا ایک آخري جزء تھے کہ " علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین " اور اسي لیے " وعضوا علیہا بالنواجذ " کے حکم میں نہ صرف سنة عہد نبوت ' بلکہ خلافت راشدۂ و خاصہ کي سنة بھي داخل ھوئي ' اور شرح اس سر الھي کي بہت طولاني ہے - یہاں محض اشارات مطلوب -

اینٹوں کا نام نہیں ھے - دیوار کا نام ھے - الگ الگ اینٹ کا کوئی مستقل وجود نہیں - ھے تو اجتماعي وجود ھے - یعني دیوار کا ایک جزء ھے ' اور انھي اجزاء کے ملنے سے دیوار متشکل ھوتي ھے -

اور یاد رھے کہ یہ جو نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا - یعنی صف بندي پر' اور سب کے سروں ' سینوں ' پانؤں کے ایک سیدھہ میں ھونے پر - " لتسون صفوفکم أو لیخالفن الله بین وجوھکم " (بخاري) اور روایت انس کہ " سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ " (بخاري) و في لفظ " من تمام الصلوۃ " تو اسمیں بھي یہي بھید ھے اور تشریح کا یہ موقعہ نہیں - قرآن و سنت کي تصریحات و حکمیات اس بارے میں اسقدر کثرت سے اور محتاج تفسیر و کشف ھیں کہ ایک ضخیم مجلد مطلوب - تفسیر البیان میں مفصل لکھہ چکا ھوں

فصل

(جمع و تفرقۂ قوی و مناصب)

اس قانون الهي کے مطابق مسلمانوں کي قومي زندگي و عروج کا اصلي دور رھي تھا ' جب اُنکي قومي و انفرادي' مادي و معنوي' اعتقادي و عملي زندگي پر اجتماع وائتلاف کي رحمت طاري تھي' اور اُنکے تنزل و ادبار کي اصلي بنیاد اُسي دن پڑي ' جب اجتماع و ائتلاف کي جگہ اشتات و انتشار کي نحوست چھاني شروع ھوگئي - ابتدا میں ھر مادہ مجتمع تھا ' ھر طاقت سمٹي ھوئی تھي ' ھر چیز بندھي ھوئي تھي ' لیکن بہ تدریج تفرقۂ و انتشار کي ایسي ھوا چلي کہ ھر بندھن کھلا ' ھر جماؤ پھیلا ' ھر ملي جلي اور اکٹھي طاقت الگ الگ ھوکر منتشر اور تتر بتر ھوگئي - قرآن حکیم کے بتلائے ھوے قانون تنزل اقوام کے مطابق یہ حالت ھر چیز اور ھر گوشۂ وجود و عمل پر طاري ھوئي' اور ایک ھزار برس پر تین صدیاں گزرچکي ھیں کہ برابر طاري ھو رھي اور بڑھتي جاتي ھے - لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کي علتیں ٹھراتے اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے ھیں' حالانکہ قرآن و سنۃ اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسي ایک چیز کا نتیجہ ھیں - اس ایک حقیقت کو کتنے ھي مختلف ناموں سے پکار لو ' مگر اصلي علت اسکے سوا کوئي نہیں -

کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے، اور اسلام کا نظام دینی یہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رهیں - جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو خلفاء راشدین کی خلافت خاصه اسی اجتماع قوی و مناصب کی نیابت کامله پر قائم هوئی، اور اسی لیے اُسکو " منهاج نبوة " سے تعبیر کیا گیا - یعنی یه نیابت تهیک هر لحاظ اور هر پہلو سے شخص جامع نبوة کی سچی قائمقامی اپنے اندر رکھتی تھی - منصب نبوة مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب هے - ازاں جمله ایک جزء وحی و تنزیل کا مورد هونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا هے - یعنے قانون وضع کرنا اور اسکے وضع و قیام کی معصومانه و غیر مسئولانه قوت - اس جزء کے اعتبار سے تو نبوت آپکے وجود پر ختم هوچکی تھی اور قیامت تک کیلیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معامله کامل هوچکا تھا - جب نعمت کامل هوگئی تو پهر کامل چیز هی کو همیشه باقی رهنا چاهیے - اسکی جگه کسی دوسری چیز کا آنا نقص کا ظهور هوگا نه که تکمیل کار کا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الاسلام دینا (٥ : ٤) لیکن منصب نبوت اس اصلی جزء کے ساتھه بہت سے تبعی اجزاء پر بهی مشتمل تھا، اور ضرور تھا که اُنکا دروازه همیشه کهلا رهے - امت کے قیام اور سعادت و هدایت کے بقاء کیلیے اُنکا سلسله تا قیامت جاری رهنے والا تھا اور جاری رها - اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا هے - حضرة عمر کیلیے " محدث " (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا - علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا - انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیه دی - مبشرات صادقه کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا - " لم یبق الا المبشرات " حدیث تجدید بهی اسی سلسله میں داخل هے - پس خلفاء راشدین کو جو نیابت پہنچی، اُسمیں وحی و تشریع کی قائم مقامی تو نہیں هوسکتی تھی، لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی - پهر چونکه داعی اسلام کا وجود نبوت کے ساتھه خلافت ارضی، حکومت و سلطنت، نظام و قوام سیاست، قیادة فوج و حرب، فتح و عمران ممالک، ریاست مجالس شوری، وغیرہ، جہاں بانی و حکمرانی کے تمام منصب تنها اپنی شخصیت هی کے اندر رکھتا تھا، اسلیے تهیک تهیک اسی طرح خلافت خاصه میں بهی خلفاء راشدین کا تنها وجود ان ساری نظری و عملی قوتوں اور تمام منصبوں کا جامع هوا - وه ایک هی وجود کے اندر صاحب امامت

تھے ' تو راتوں کو شہر میں گشت لگاکر احتساب کا فرض بھی ادا کرتے تھے میدان جنگ میں احکام بھی وھی بھیجتے' اور روم کے سفیر کو بہ حیثیت شہنشاہ اسلام اپنے سامنے بھی وھی بلاتے !

اسي طرح نبوت کا مقام ' تعلیم و تربیت امت کي مختلف قوتوں سے مرکب تھا - قرآن حکیم نے انکو تین اصولي قسموں میں بانت دیا ھے :

یتلو علیھم آیاته ' و یزکیھم ' و یعلمھم الکتاب و الحکمة (٦٢ : ٣) تلاوت آیات - تزکیۂ نفوس - تعلیم کتاب و حکمت - خلفاء راشدین ان تینوں منصبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے - وہ منصب اجتہاد و قضاء شرع کے ساتھہ قوت ارشاد و تزکیۂ و تربیت بھي رکھتے تھے - وہ ایک صاحب وحي کي طرح خدا کے کلام کي منادي کرتے' ایک نبي کي طرح دلوں اور روحوں کو پاکي بخشتے ' اور ایک رسول کي طرح تعلیم کتاب اور حکمت سنة سے امت کي تربیت و پرورش کرنے والے تھے - وہ ایک ھي وجود میں ابوحنیفۂ و شافعي بھي تھے (رح) اور جنید و شبلي بھي (رح) - نخعي و حماد بھي تھے ' اور ابن معین و ابن راھویه بھي (رح) جسموں کا نظام بھي آنھي کے ھاتھوں میں تھا - دلوں کي حکمراني بھي آنھي کے قبضه میں تھي - یہي حقیقي اور کامل معنی منصب نبوت کي نیابت کے ھیں ' اور اسي لیے آنکا وجود اور انکے اعمال بھي اعمال نبوت کا ایک آخری جزء تھے کہ " علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین " اور اسي لیے " و عضوا علیھا بالنواجذ " کے حکم میں نه صرف سنة عہد نبوت ' بلکه خلافت راشدۂ و خاصه کي سنة بھي داخل ھوئي ' اور شرح اس سر الھي کي بہت طولاني ھے - یہاں محض اشارات مطلوب -

لیکن جیسا کہ پہلے سے خبر دیدي گئي تھي ' اجتماع و ائتلاف کي یه حالت حضرة علي علیه السلام پر ختم ھوگئي- اسکے بعد سے اشتات و انتشار کا دور شروع ھوا - ازانجمله مرکزي قوتوں اور منصبوں کا انتشار و اشتات تھا' جس نے في الحقیقت امت کا تمام نظام شرعي و اصلي درھم و برھم کردیا - خلافت خاصه کے بعد یه ساري یکجا قوتیں الگ الگ ھوگئیں - ایک وجود کي جگه مختلف وجودوں میں آنکا ظہور اور نشوؤ نما ھوا - حکومت و فرماں روائي کا تکرہ الگ ھوکر مجرد پادشاھي کي شکل میں آگیا - اسي کي طرف اشارہ تھا " الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم ملک " سو واقعي اسکے

غرضکه خلافت راشده کے بعد جو سلسلۂ خلافت قائم ہوا ' وہ خواہ قرشي رہا ہو یا غیر قرشي ' مجرد ملوکي و پادشاہي کا سلسلہ تہا ' اور بجز چند مستثنی اوقات کے (جیسا کہ عہد حضرۃ عمر بن عبد العزیز) یہ نیابت نبوت کے آور تمام اجزاء سے یکقلم خالي تہا - منصب بٹ چکے تہے اور قوتیں منتشر ہوچکي تہیں - البتہ جو انقلاب سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں ہوا اور جسکا نتیجہ سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا طریق استبدادي و شخصي سے طریق شوری میں تبدیل ہوجانا ہے اور جس دور کے اولین خلیفہ سلطان محمد خاں خامس اعلی اللہ مقامہ تہے ' سو بلا شبہ یہ خلافت راشدہ کي طرف عود و رجعت کا ایک مبارک قدم تہا ' جسکے لیے شوری اور پارلیمنٹ کا ہونا سب سے پہلي شرط ہے - لیکن ان جزئي مستثنیات کے علاوہ عام حالات و خصائص ہر دور اور ہر سلسلے کے وہي رہے جو ایک جامع لفظ " ملک عضوض " میں بتلادیے گئے تہے ' اور اسمیں کبھي کوئي نمایاں اور پائدار تبدیلي نہ ہوئي -

(اطاعت خلیفہ والتزام جماعۃ)

اس اجمالي تمہید کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے - یعني اسلام کا وہ نظام شرعي جو ہر مسلمان کو خلیفۂ وقت کي معرفت اور اطاعت پر اسي طرح مجبور کرتا ہے' جس طرح اللہ اور اسکے رسول کي اطاعت پر' جب تک کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کوئي حکم نہ دے - میں چاہتا ہوں کہ کسي قدر وضاحت کے ساتھہ اس مسئلہ کي تشریح کردوں - اسلام کا قانون اس بارے میں اپني تمام شاخوں اور تعلیموں کي طرح في الحقیقت کائنات ہستي کے قدرتي نظام کا ایک جزء اور قوام ہستي کي زنجیر فطرۃ کي ایک قدرتي کڑي ہے - کائنات کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کي قدرت و سنۃ ایک خاص نظام پر کار فرما ہے جسکو قانون " مرکزیۃ " یا قانون " دوائر " سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - یعني قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کیلیے ہر جگہ اور ہر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھي ہے کہ کوئي ایک وجود تو بمنزلۂ نقطۂ مرکز کے ہوتا ہے' اور بقیہ اجسام ایک دائرہ کي شکل میں اسکے چاروں طرف وجود پاتے ہیں ' اور پورے دائرہ کي زندگي اور بقاء صرف اُس مرکزي وجود کي زندگي اور بقا پر موقوف ہوتي ہے - اگر ایک چشم زدن کیلیے بھي دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ہوجائیں ' یا مرکز کي اطاعت و انقیاد سے باہر ہوجائیں' تو معاً نظام

سب وہ مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ھے - ازان جملہ ایک جزء وحي و تنزیل کا مورد ھونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ھے - یعنے قانون وضع کرنا اور اسکے وضع و قیام کي معصومانہ و غیر مسئولانہ قوت - اس جزء کے اعتبار سے نبوت آپکے وجود پر ختم ھوچکي تھي اور قیامت تک کیلیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ھوچکا تھا - جب نعمت کامل ھوگئي تو پھر کامل چیز ھي کو ھمیشہ باقي رھنا چاھیے - اسکي جگہ کسي دوسري چیز کا آنا نقص کا ظہور ھوگا نہ کہ تکمیل کا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي ' و رضیت لکم الاسلام دینا (٥ : ٤)

لیکن منصب نبوت اس اصلي جزء کے ساتھہ بہت سے تبعي اجزاء پر بھي مشتمل تھا ' اور ضرور تھا کہ انکا دروازہ ھمیشہ کھلا رھے - اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ھے - حضرۃ عمر کیلیے " محدث " (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا - علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا - مبشرات صادقہ کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا - " لم یبق الا المبشرات " حدیث تجدید بھي اسي سلسلہ میں داخل ھے - پس خلفاء راشدین کو جو نیابت پہنچي ' اسمیں وحي و تشریع کي قائم مقامي تو نہیں ھوسکتي تھي ' لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کي نیابت داخل تھي - داعي اسلام کا وجود نبوت کے ساتھہ خلافت ارضي ' حکومت و سلطنت ' نظام و قوام سیاست ' قیادۃ فوج و حرب ' فتح و عمران ممالک ' ریاست مجالس شوری ' وغیرہ ' جہان باني و حکمراني کے تمام منصب تنہا اپني شخصیت کے اندر رکھتا تھا ' اسلیے ٹھیک ٹھیک اسي طرح خلافت خاصہ میں بھي خلفاء راشدین کا تنہا وجود ان ساري نظري و عملي قوتوں اور تمام منصبوں کا جامع ھوا - وہ ایک ھي وجود کے اندر صاحب امامت و خلافت بھي تھے ' صاحب اجتہاد و قضاء بھي تھے ' اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھي - اصلاً " امامت کبری " کا مقام اجتہاد دیني اور سیاست ملکي ' دونوں سے مرکب ھے - اسلیے انکي امامت میں یہ دونوں قسمیں اپني تمام شاخوں کے ساتھہ اکٹھي تھیں - حضرۃ عمر مسجد کے دار الشوری میں مسائل شرعیہ کا بہ حیثیت ایک مجتہد کے فیصلہ کرتے تھے ' عدالت میں مقدمات سنتے تھے ' اور دیوان فوجي میں فوجوں کو تنخواہ بھي بانٹتے تھے - اگر وہ نماز جنازہ کي معین تکبیرات پر صحابہ کا اجماع کراتے

لیکن جیسا کہ پہلے سے خبر دیدي گئي تھي' اجتماع و ائتلاف کي یہ حالت حضرۃ علي علیہ السلام پر ختم ھوگئي ' اور اسکے بعد سے اشتات و انتشار کا دور شروع ھوا - ازانجملہ مرکزي قوتوں اور منصبوں کا انتشار واشتات تھا ' جس نے في الحقیقت امت کا تمام نظام شرعي و اصلي درھم برھم کردیا - خلافت خاصہ کے بعد یہ ساري یکجا قوتیں الگ الگ ھوگئیں - ایک وجود کي جگہ مختلف وجودوں میں انکا ظہور اور نشوء و نما ھوا - حکومت و فرماں روائي کا ٹکڑہ الگ ھوکر مجرد پادشاھی کی شکل میں آگیا - اسي کي طرف اشارہ تھا " الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم ملک " سو واقعي اسکے بعد صرف پادشاھي ھي رھگئي - اجتہاد اور قضاء شرعي کا جزء خلافت سے الگ ھوا تو مجتہدین و فقہاء کي ایک الگ جماعت پیدا ھوگئي - انھوں نے یہ کام سنبھالا - اسي طرح تعلیم و تربیت روحاني کے کارو بار سے نظام حکومت بالکل الگ ھوگیا - پہلے خلافة کي ایک ھي بیعت تمام مقاصد کي کفیل تھي - اب خلیفہ کا وجود محض پادشاھي کیلیے اور فقہاء کا وجود مجرد استنباط احکام و مسائل کیلیے رھگیا ' تو تزکیۂ نفوس اور ارشاد قلوب کیلیے ایک دوسري بیعت مستقلاً قائم ھوئي ' جو بیعت توبۂ و ارشاد ھوئي ' اور اسطرح اصحاب طریقت و تصوف کي بنیاد پڑي - پہلے صرف ایک وجود تھا - وہ پادشاہ ' مجتہد ' مرشد و ھادي ' قاضي القضاۃ ' سپہ سالار جنگ ' میر عدل و احتساب ' سب کچھہ تھا - اب یہ ساري قوتیں الگ الگ ھوگئیں - حکومت و فرمانروائي الگ ایک وجود میں آئي - اجتہاد و تفقہ کیلیے دوسرا وجود مرکز بنا - قضاء کیلیے تیسرا - ارشاد و تزکیۂ قلوب کیلیے چوتھا - و ھلم جرا - اسطرح عہد اجتماع قوی و مناصب کے بعد دور انتشار قوی و مناصب شروع ھوکر رفتہ رفتہ کمال ظہور و بلوغ تک پہنچ گیا - حتی کہ یہ تمام قوتیں اسطرح ایک دوسرے سے بیگانہ ؤ مخالف ھوگئیں کہ یا تو ایک ھي وجود میں جمع تھیں' یا اب مختلف وجودوں میں بٹ کر بھي متفق نہ رھسکیں - صرف اختلاف تعدد و تنوع ھي نہیں رھا ' بلکہ اختلاف تضاد کي شکل پیدا ھوگئي - یہي سب سے بڑي مصیبت و ھلاکت تھي جو اُمت پر طاري ھوئي - مسلمانوں کے تنزل و ادبار کي اصلي علت یہ ھے - وہ افسانے نہیں ھیں جن میں تم سر مست ھو - افسوس کہ سطحي و جزئي حالات کے استغراق نے اصلي اسباب و علل پر غور کرنے کي تمھیں کبھي مہلت نہ دي ' اور نہ بحث و نظر میں یورپ کي تقلید سے آزاد ھوسکے کہ خالص اسلامي نظر سے اسباب ترقي و تنزل پر تدبر کرتے !

خلافت راشدہ کي طرف عود و رجعت کا یہ ایک مبارک قدم تھا ' جسکے لیے شوری اور پارلیمنٹ کا ہونا سب سے پہلي شرط ہے - لیکن ان جزئي مستثنیات کے علاوہ عام حالات و خصائص ہو دور اور ہر سلسلے کے وہي رہے جو ایک جامع لفظ " ملک عضوض " میں بتلادیے گئے تھے ' اور اس میں کبھي کوئي نمایاں اور پائدار تبدیلي نہ ہوئي -

فصل

(اطاعت خلیفہ و التزام جماعۃ)

اس اجمالي تمہید کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے - یعنے اسلام کا وہ نظام شرعي جو ہر مسلمان کو خلیفۂ وقت کي معرفت اور اطاعت پر اسي طرح مجبور کرتا ہے ' جس طرح اللہ اور اسکے رسول کي اطاعت پر - جب تک وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کوئي حکم نہ دے - اسلام کا قانون اس بارے میں اپني تمام شاخوں اور تعلیموں کي طرح في الحقیقت کائنات ہستي کے قدرتي نظام کا ایک جزء اور قوام ہستي کي زنجیر فطرۃ کي ایک قدرتي کڑي ہے - کائنات کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کي قدرت و سنۃ ایک خاص نظام پر کار فرما ہے جسکو " قانون مرکز " یا " قانون دوائر " سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - یعني قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کیلیے ہر جگہ اور ہر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھي ہے کہ کوئي ایک وجود تو بمنزلۂ مرکز کے ہوتا ہے ' اور بقیہ اجسام ایک دائرہ کي شکل میں اسکے چاروں طرف وجود پاتے ہیں ' اور پورے دائرہ کي زندگي اور بقاء صرف اُس مرکزي وجود کي زندگي اور بقا پر موقوف ہوتي ہے - اگر ایک چشم زدن کیلیے بھي دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ہوجائیں ' یا مرکز کي اطاعت و انقیاد سے باہر ہو جائیں ' تو معاً نظام ہستي درہم برہم ہوجاے اور دائرہ کي اکیلي ہستیاں مرکز سے الگ رہکر کبھي قائم و باقي نہ رہسکیں - یہی وہ حقیقت ہے جسکو بعض اصحاب اشارات نے یوں تعبیر کیا کہ " الحقیقۃ کا لکرہ " اور صاحب فتوحات نے کہا کہ " دائرۂ قاب قوسین " ہے -

جو ئم میں آباد ھے - ھر جسم کا فعل ھے اور ایک خاصہ - لیکن دیکھو، یہ ساري آبادي کس طرح ایک ھي مرکز کے آگے سر بسجود ھے ؟ سب کي حیات کا مرکز صرف قلب ھے - اس سے الگ رھکر ایک عضو بھي زندہ نہیں رھسکتا " اذا صلحت ، صلحت کلها ، و اذا فسدت ، فسدت کلها "

اسلام في الحقیقت سنة الله اور فطرت الله ھي کا دوسرا نام ھے اگر نوع انساني کي سعادت و ارتقاء کیلیے قانون اسلام اسي فاطر السماوات والارض کا بنایا ھوا ھے جسنے تمام کائنات کي زندگي کیلیے ایک خاص نظام بنایا ، تو ضرور ھے کہ دونوں میں اختلاف نہو، بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتي جزء نظر آے، جیسے کسي زنجیر کي ایک کڑي - پس اسلام کا نظام شرعي بھي ٹھیک ٹھیک اسي قانون مرکزیة پر قائم ھوا - قران نے یہ حقیقت جابجا واضح کي ھے کہ جس طرح اجسام واشیاء کي زندگي اپنے اپنے مراکز سے وابستہ ھے، اسي طرح نوع انساني اور اسکي جماعت و افراد کا جسماني و معنوي بقاء بھي قانون مرکزیة پر منحصر ھے - جس طرح ستاروں کي زندگي اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ھے - اسي طرح نوع انساني کا بھي مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ھے - پس انکي اطاعت و انقیاد بقاء و حیات کیلیے ناگزیر ٹھہري : وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله (۴ : ۶۸) اور اسي لیے فرمایا : فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ، ثم لا یجدوا في انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۴ : ۶۹) اور لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنه - پھر قوم و ملت کے بقاء کیلیے ھر طرح کے دائرے اور ھر طرح کے مرکز قرار دیے - اعتقاد میں اصلي مرکز عقیدۂ توحید کو ٹھہرایا جسکے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ھے : ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۴ : ۵۲) عبادات میں صلواۃ مرکز قرار پایا جسکے ترک کے بعد تمام دائرۂ اعمال منهدم ھو جاتا ھے - " فمن اقامها اقام الدین ، و من ترکها فقد هدم الدین " - اور اسي لیے یہ بات ھوئي کہ " کان اصحاب رسول الله صلعم لا یرون شئیا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوة (ترمذي) اسي طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضي مرکز سعادت وادي حجاز کا کعبة الله قرار پایا : جعل الله الکعبة البیت الحرام قیاما للناس - اور چونکہ یہ مرکز ٹھہرا ، اسلیے تمام دائرہ کا رخ اسي طرف ھوا - خواہ دنیا کي کسي جہت میں مسلمان ھوں، لیکن انکا منهہ اسي طرف ھونا چاھیے : و حیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ (۲ : ۱۴۵)

بعد صرف پادشاهي هي رهگئی - اجتهاد اور قضاء شرعی کا جزء خلافت سے الگ هوا تو مجتهدین و فقهاء کي ایک الگ جماعت پیدا هوگئي - انهون نے یه کام سنبهالا - اسي طرح تعلیم و تربیت روحاني کے کار و بار سے نظام حکومت بالکل الگ هوگیا - پہلے خلافة کي ایک هي بیعت تمام مقاصد کي کفیل تهي - اب خلیفه کا وجود محض پادشاهي کیلیے اور فقهاء کا مجرد استنباط احکام و مسائل کیلیے رهگیا ' تو تزکیهٔ نفوس اور ارشاد قلوب کیلیے ایک دوسري بیعت مستقلاً قائم هوئي ' جو بیعت توبهٔ و ارشاد هوئي ' اور اسطرح اصحاب طریقت و تصوف کي بنیاد پڑي - پہلے صرف ایک وجود تها - وه پادشاه ' مجتهد ' مرشد ' قاضي القضاة ' سپه سالار جنگ ' میر عدل و احتساب ' سب کچهه تهـا - اب یه ساري قوتیں الگ الگ هوگئیں - حـکومت و فرمانروائي الگ ایک وجود میں آئي - اجتهاد و تفقه کیلیے دوسرا وجود مرکز بنا - قضاء کیلیے تیسرا - ارشاد و تزکیهٔ قلوب کیلیے چوتها - و هلم جرا - غرضکه عہد اجتمـاع قوی و مناصب کے بعد دور انتشار قوی و مناصب شروع هوکر رفته رفته کمال ظهور و بلوغ تک پہنچ گیا - حتی که یه تمام قوتیں اسطرح ایک دوسرے سے بیگانهٔ و مخالف هوگئیں که یا تو ایک هي وجود میں جمع تهیں ' یا اب مختلف وجودوں میں بٹ کر بهی متفق نه رهسکیں - صرف اختلاف تعدد و تنوع هي نهیں رها ' بلکه اختلاف تضاد کي شکل پیدا هوگئي - یہی سب سے بڑي مصیبت و هلاکت تهي جو امت پر طاري هوئي - مسلمانوں کے تنزل و ادبار کي اصلی علت یه هے - وه افسانے نهیں هیں جنمیں تم سرمست هو - افسوس که سطحي و جزئي حالات کے استغراق نے اصلي اسباب و علل پرغور کرنے کی تمهیں کبهی مهلت نه دي ' اور نه بحث و نظر میں یورپ کي تقلید سے آزاد هوسکے که خالص اسلامي فکر و نظر اسباب ترقي و تنزل پر تدبر کرتے !

غرضکه خلافت راشده کے بعد جو سلسلهٔ خلافت قائم هوا ' وه خواه قرشي رها هو یا غیر قرشي ' مجرد ملوکي و پادشاهي کا سلسله تها ' اور بجز چند مستثنی اوقات کے (جیساکه عهد حضرة عمر بن عبد العزیز) یه نیابت نبوت کے اور تمام اجزاء سے یکقلم خالي رها - منصب بٹ چکے تهے - قوتیں منتشر هو چکي تهیں - البته جو انقلاب سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں هوا اور جسکا نتیجه یه نکلا که سلاطین عثمانیه کي خلافت طریق استبدادي و شخصی سے طریق شوری میں تبدیل هوگئي ' سو بلا شبه

هستي درهم برهم هوجاے اور دائرہ کي اکيلي هستياں مرکز سے الگ رهکر کبهي قائم و باقي نه رهسکيں - مرکز سے مفارقت اور تخلف کے ساتهه هي فنا و هلاکت اُنپر طاري هوجاے - يهي وہ حقيقت هے جسکو بعض اصحاب اشارات و کشف نے يوں تعبير کيا که " الحقيقه کالکرہ " يه قانون مرکزية و دوائر نظام هستي کے هر جزء اور هر حصه ميں صاف صاف ديکها جاسکتا هے -
يه نظام شمسي جو همارے اوپر هے ' ستاروں کي يه گنجان آبادي ' کروں کا يه صحرا ے بے کنار ' زندگي اور حرکت کا يه محير العقول طلسم ' کيا هے ؟ کس نظام پر يه پورا کارخانه چل رها هے ؟ اسي قانون مرکزية پر - متحرک سياروں کے حلقے اور دائرے هيں ' اور هر دائرہ کا نقطهٔ حيات و بقا سورج کا مرکزي نقطه هے - تمام ستارے اپنے اپنے کعبهٔ مرکز کا طواف کررهے هيں اور هر دائرہ کي ساري زندگي اور بقا صرف مرکز شمسي کي اطاعت و انقياد پر موقوف هے : ذلک تقدير العزيز العليم - خرد هماري زمين بهي ايک ايسے هي دائرہ کي ايک کڑي هے اور شب و روز اپنے مرکز کے طواف و انقياد ميں مشغول هے - هر ستارے کے طواف و دوران کيليے حکمت الهي نے ايک خاص راہ اور ايک خاص زمانه قرار ديديا هے - اور وہ اُس سے باهر نهيں جاسکتا - سب بحکم وله اسلم من في السماوات والارض (۲ : ۸۳) اور ان الله يسجدله من في السماوات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم (۲۲ : ۱۹) خدا کے بنائے هوے قانون کے مطابق اپني اپني جگهوں ميں کام کررهے هيں : لاالشمس ينبغي لها ان تدرک القمر ' ولا اليل سابق النهار ' وکل في فلک يسبحون (۳۶ : ۴۱)

قانون مرکزية کا يه پهلا اور بلند ترين نظارہ تها - اب اسکے بعد جسقدر نيچے اُترتے آئينگے ' اور بلند سے بلند گوشوں سے ليکر چهوٹے سے چهوٹے گوشوں تک نظر ڈالينگے ' هر جگه زندگي اور بقا اسي قانون سے وابسته نظر آئيگي - عالم نباتات ميں درخت کو ديکهو - اسکي ايک مجتمعه وحدة کتني وسيع کثرت سے مرکب هے ؟ ڈالياں هيں ' شاخيں هيں ' پتے هيں ' پهول هيں - ليکن سب کي زندگي ايک هي مرکز يعني جڑ سے وابسته هے - جڑ سے جهاں کوئي شاخ الگ هوئي ' موت و فنا اُسپر طاري هوگئي - آفاق کو چهوڑکر عالم انفس کي طرف آؤ ' اور خود اپنے وجود کو ديکهو جسکے ديکهنے کيليے نظر اُٹهانے کي بهي ضرورت نهيں - تمهارا وجود کتنے مختلف ظاهري و باطني اعضاء سے مرکب هے ؟ جسموں اور وجودوں کي ايک پوري بستي هے

جو تم میں آباد هے - هر جسم کا فعل هے اور ایک خاصه - لیکن دیکھو! یه ساري آبادي کس طرح ایک هي مرکز کے آگے سر بسجود هے؟ سب کي حیات کا مرکز صرف قلب هے - اس سے الگ رهکر ایک عضو بهي زنده نهیں رهسکتا " اذا اصلحت ' صلحت کلها ' و اذا فسدت ' فسدت کلها "

اسلام في الحقیقت سنة الله اور فطرت الله هي کا دوسرا نام هے - اگر نوع انساني کي سعادت و ارتقاء کیلیے قانون اسلام اسي فاطر السماوات و الارض کا بنایا هوا هے جسنے تمام کائنات کیلیے قانون حیات بنایا ' تو ضرور هے که دونوں میں اختلاف نهو' بلکه پهلا قانون پچهلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتي جزء نظر آے ' جیسے زنجیر کي ایک کڑي - پس اسلام کا نظام شرعي بهي ٹهیک ٹهیک اسي قانون مرکزیة پر قائم هوا - قرآن نے یه حقیقت جا بجا واضح کي هے که جس طرح اجسام و اشیاء کي زندگي اپنے اپنے مرکزوں سے وابسته هے ' اسي طرح نوع انساني اور اسکي جماعت و افراد کا جسماني و معنوي بقاء بهي قانون مرکزیة پر موقوف هے - جس طرح ستاروں کي زندگي اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود هے - اسي طرح نوع انساني کا بهي مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود هے - پس انکي اطاعت و انقیاد بقاء و حیات کیلیے ناگزیر ٹهري : و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللـه (٤ : ٦٨) دنیا میں کوئي نبي نهیں آیا مگر اسلیے که اسکي اطاعت کي جاے ' اور اسي لیے فرمایا : فلا و ربک لا یومنون حتى یحکموک فیما شجر بینهم ' ثم لا یجدوا في انفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما (٤ : ٦٩) اور لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنه - پهر قوم و ملت کے بقاء کیلیے هر طرح کے دائرے اور هر طرح کے مرکز قرار دیے - اعتقاد میں اصلي مرکز عقیدۂ توحید کو ٹهرایا جسکے گرد تمام عقائد کا دائره قائم هے : ان اللـه لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (٤ : ٥٢) عبادات میں نماز کو مرکز عمل ٹهرایا جسکے ترک کردینے کے بعد تمام دائرۂ اعمال منهدم هوجاتا هے - " فمن اقامها اقام الدین ' و من ترکها فقد هدم الدین " اور اسي لیے یه بات هوئي که " کان اصحاب رسول الله صلعم لایرون شئیا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوۃ " (ترمذي) یعني صحابۂ کرام کسي عمل کے ترک کردینے کو کفر نهین سمجهتے تهے مگر نماز کے ترک کو - اسي طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضي مرکز سعادت وادي حجاز کا کعبة الله قرار پایا : جعل الله الکعبة البیت

و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم في عبد الله بن حذافه بن قیس بن عدی السهمي' بعثه النبي صلعم في سرية " تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیه امام بخاري کا بھي مذهب یهي هے - کتاب الاحکام میں اسي آیة کریمه کو ایک باب کا عنوان قرار دیا هے اور اسمیں حضرت ابوهریره کي مشهور روایت لاے هیں: " من اطاع امیري فقد اطاعني و من عصی امیري فقد عصاني " اس سے معلوم هوا که اس آیة میں " اولو الامر " کي اطاعت سے مقصود امیر کي اطاعت هے -

" فان تنازعتم " الخ سے یه حقیقت بھي واضح هوگئي که اسلامي خلیفه کا وجود مسیحیت کے پوپ سے کس درجه مختلف هے جو اسلام کے نزدیک اربابا من دون الله میں داخل هے - مسیحیت کا خلیفه ' ارضي خلیفه نهیں هے - آسماني و دیني فرمانروا هے جو مذهب کي آخري طاقت اپنے قبضه میں رکھتا هے - بر خلاف اسلامي خلیفه کے جسکے وجود کي اصلي بنا خلافت ارضي یعني حکومت و سلطنت هے - وہ صرف شریعت اور امت کي حفاظت کرنے والا اور احکام شریعت نافذ کرنے والا هے - یعني محض ایک قوت نافذه هے - نه که مقننه - اسکي ذات کو اصل شریعت اور اسکے احکام میں کوئي دخل نهیں - اگر ایسا نه هوتا تو فردوہ الی الله و الرسول نه فرمایا جاتا - یعني اگر کوئي ایسي صورت پیش آجاے جسمیں نزاع و اختلاف پیدا هو' تو پھر اسکے آخري فیصله کي قوت خلیفه کا حکم نهیں هے بلکه مرکز اولی و حقیقي کا -یعني قران و سنت کا - اور خود خلیفه بھي اسکي اطاعت پر اسي طرح مجبور هے جس طرح جماعت امت کا هر عام فرد -

احادیث صحیحه سے اسکي مزید توضیح هوگئي هے - اس باره میں اس کثرت کے ساتھه احادیث و آثار موجود هیں' اور عهد صحابه سے لیکر عهد تدوین کتب تک مختلف طبقات روات وحفاظ میں اسقدر انکي شهرت رهچکي هے که اسلام کے عقیدهٔ توحید و رسالت کے بعد شاید هي کوئي اور چیز اس درجهٔ تواتر و یقین تک پهنچي هوگي - سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیره کي ایک روایت نقل کرونگا جسمیں بالترتیب اسلام کا جماعتي نظام بیان کیا گیا هے " قال صل الله علیه وسلم : انا امرکم بخمس ' الله امرني بهن : الجماعة' و السمع و الطاعه' و الهجرة ' و الجهاد في سبیل الله - فانه من خرج من الجماعة قید شبر' فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان یراجع ' و من دعا بدعوي جاهلیة فهو من جثي جهنم - قالوا یا رسول الله و ان صام وصلی ؟

یه قانون مرکزیۃ ودوائر نظام ہستي کے ہر جزء اور ہر حصہ میں صاف صاف دیکھا جاسکتا ہے - یہ نظام شمسي جو ہمارے اوپر ہے ' ستاروں کي یہ گنجان آبادي ' کروں کا یہ صحراے بے کنار' زندگي اور حرکت کا یہ محیر العقول طلسم ' کیا ہے ؟ کس نظام پر یہ پورا کارخانہ چل رہا ہے ؟ اسي قانون مرکزیۃ پر - متحرک سیاروں کے حلقے اور دائرے ہیں ' ہر دائرہ کا نقطۂ حیات و بقا سورج کا مرکزي نقطہ ہے - تمام ستارے اپنے اپنے کعبۂ مرکز کا طواف کررہے ہیں اور ہر دائرہ کي ساري زندگي اور بقا صرف مرکز شمسي کی اطاعت و انقیاد پر موقوف ہے : ذلک تقدیر العزیز العلیم - خود ہماري زمین بھي ایک ایسے ہي دائرہ کي ایک کڑي ہے اور شب و روز اپنے مرکز کے طواف و انقیاد میں مشغول ہے - ہر ستارے کے طواف و دوران کیلیے حکمت الہي نے ایک خاص راہ اور ایک خاص زمانہ قرار دیدیا ہے - وہ اُس سے باہر نہیں جاسکتا - سب بحکم وله اسلم من في السماوات والاض (۲ : ۸۳) اور ان اللہ یسجد له من في السماوات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم (۲۲ : ۱۹) خدا کے بنائے ہوے قانون کے مطابق اپني اپني جگہوں میں کام کررہے ہیں : لا الشمس ینبغي لہا ان تدرک القمر' ولا اللیل سابق النہار' وکل في فلک یسبحون (۳۶ : ۴۱)

قانون مرکزیۃ کا یہ پہلا اور بلند ترین نظارہ تھا - اب اسکے بعد جسقدر نیچے اُترتے آئینگے ' اور حرکت و حیات کي بلندیوں سے لیکر زندگي کے چھوٹے سے چھوٹے گوشوں تک نظر ڈالینگے ' ہر جگہ زندگي اور بقا اسي قانون سے وابستہ نظر آئیگي - عالم نباتات میں درخت کو دیکھو - اسکي ایک مجتمعہ وحدۃ کتنی وسیع کثرت سے مرکب ہے ؟ ڈالیاں ہیں ' شاخیں ہیں ' پتے ہیں ' پھول ہیں - لیکن سب کي زندگی ایک ہي مرکز یعني جڑ سے وابستہ ہے - جڑ سے جہاں کوئي شاخ الگ ہوئي ' موت و فنا اُسپر طاري ہوگئي - آفاق کو چھوڑ کر عالم انفس کي طرف آؤ ' اور خود اپنے وجود کو دیکھو جسکے دیکھنے کیلیے نظر اُٹھانے کي بھي ضرورت نہیں - تمھارا وجود کتنے مختلف ظاهري و باطني اعضاء سے مرکب ہے ؟ جسموں اور وجودوں کی ایک پوري بستي ہے

پھر جس طرح شخصي اور اعتقادي و عملي زندگي کيليے مراکز قرار پاے' ضرور تھا کہ جماعتي اور ملي زندگي کے بقاء کيليے بھي ايک مرکزي وجود قرار پاتا - لہذا وہ مرکز بھي قرار ديديا گيا - تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرايا - اُسکي معيت' اُسکي رفاقت' اسکي اطاعت' اُسکي حرکت پر حرکت' اُسکے سکون پر سکون' اسکي طلب پر لبيک' اُسکي دعوۃ پر انفاق جان و مال' ہر مسلمان کيليے فرض کرديا گيا - ايسا فرض جسکے بغير وہ جاهلية کي ظلمت سے نکلکر اسلامي زندگي کي روشني ميں آ نہيں سکتا - اسلام کي اصطلاح ميں اسي قومي مرکز کا نام "خليفه" اور" امام" هے' اور جب تک يہ مرکز اپني جگہ سے نہيں هٹتا هے' يعني کتاب و سنۃ کے مطابق اُسکا حکم هے' ہر مسلمان پر اسکي اطاعت و اعانت اُسي طرح فرض هے جس طرح خود الله اور اُسکے رسول کي :

يا ايها الذين آمنو اطيعوا الله و اطيعو الرسول و اولي الامر منکم - فان تنازعتم في شي فردوہ الی الله و الرسول' ان کنتم تومنون بالله و اليوم الاخر - ذلک خير و احسن تاويلا - (٤ : ٦٣)

مسلمانو ! اطاعت کرو الله کي' اُسکے رسول کي' اور تم ميں جو اولو الامر هو' اُسکي - پھر اگر کسي معاملہ ميں تم مختلف هو جاؤ تو چاهيے کہ الله اور اسکے رسول کي طرف لوٹو اور اسکے فيصلہ پر متفق هو جاؤ -

صحابہ کي مستند تفسير بالاتفاق يہ هے کہ " اولي الامر " سے مقصود خليفۂ و امام هے - البتہ تبعاً امراؤ مجتهدين اور اصحاب حل و عقد بھي اسميں داخل هوسکتے هيں جنسے اسلام کي حکومت شوری مرکب هوتي هے - خود قران سے بھي يہي معلوم هوتا هے - اسي سورۂ نساء ميں آگے چلکر هے : و لو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منهم' بعلمه الذين يستنبطونه منهم (٤ : ٨٦) ظاهر هے کہ يہاں " اولو الامر " سے مقصود بجز حاکم و امير کے اور کوئي نہيں هے - عالم يا مجتهد و فقيه نہيں هوسکتا - ملکي اور جنگي معاملات کا ذکر هے - سياق و سباق بتلا رها هے کہ معاملہ فقہ و مسائل کا نہ تھا - جنگ کا تھا - علاوہ اسکے احاديث صحيحه سے ثابت هے کہ خود يہ آية جس واقعہ کي نسبت اُتري' وہ امير و امام کي اطاعت هي کا معاملہ تھا - صحيح مسلم ميں هے " قال ابن جريج : نزل يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله

اولاً ' بحکم " القران یفسر بعضه بعضا " اولو الامر کي تفسیر خود قرآن هي کے اندر تلاش کرني چاهیے - اسي سورت میں آگے چلکر یه لفظ دوبارہ آیا هے :

و اذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوا به ' ولو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منهم ' لعلمه الذین یستنبطونه منهم - (۴ : ۸۶)

اور جب کوئي امن یا خوف کي خبر آن تک پهونچتي هے ' تو بلا سونچے سمجهے لوگوں میں پهیلادیتے هیں - حالانکه اگر وہ الله کے رسول کي طرف اور اُن لوگوں کي طرف رجوع کرتے جو اُن میں " اولو الامر " هیں ' تو فوراً اصلیت کهل جاتي اور وہ اُس خبر کے سچے جهوٹے هونے کا پته لگالیتے -

اس آیت میں ایسے وقتوں کا ذکر کیا گیا هے جب امن و خوف یعني صلح و جنگ اور فتح و شکست کي افواهیں ملک میں پهیلتي هیں اور بے اصل خبروں کي اشاعت سے لوگوں میں اضطراب و غلط فهمي پیدا هوجاتي هے - ایسي صورتیں منافقین اور بعض ضعیف القلب مسلمانوں کي رجه سے عهد نبوي میں بهي پیش آجاتي تهیں - پس فرمایا که جب کوئي افواہ سنو تو پہلے الله کے رسول اور اپنے " اولو الامر " تک پهنچاؤ - تا که وہ اس کي صحت وعدم صحت کي تحقیق کرلیں اور خبر کي نوعیت اور راویوں کي حالت پر غور کرکے صحیح نتائج کا استنباط کریں - ایسا نه کرو که جهاں کوئي افواہ سني ' فوراً اسپر یقین کرلیا اور لوگوں میں پهیلانا شروع کردیا -

اب غور کرنا چاهیے که اس آیت میں " اولو الامر " سے مقصود کون لوگ هوسکتے هیں ؟ یه ظاهر هے که ذکر امن و خوف کے حالات کا هے - یعني صلح و جنگ اور فتح و شکست کا - ان حالات کا تعلق صرف حکام و امراء ملک هي سے هوسکتا هے - علما اور فقهاء سے نهیں هوسکتا - معامله نظم ملک و قیام امن کا هے - استنباط مسائل اور حلال و حرام کا نهیں هے - پس لامحاله تسلیم کرنا پڑیگا که اولو الامر سے مقصود رهي لوگ هیں جنکے سپرد ملک کا انتظام اور جنگ و امن کا نظم و نسق هوتا هے ' اور جو اُن خبروں کي تحقیق کرسکتے هیں جنکا اثر ملک کے امن و خوف پر پڑسکتا هے - یعني ارباب حکومت و امارت -

ثانیاً ' کتاب و سنة اور صدر اول کے آثار عربیة پر غور کرنے سے معلوم هوتا هے که لفظ " امر " جب ایسي ترکیب کے ساتهه بولا جاے جیسی که یهاں هے '

ترک کرنے میں اهل و عیال ' مال و متاع ' دوست و احباب ' هر طرح کے علاقوں کو ترک کردینا پڑتا هے ' اور اسکي محبت و الفت کي زنجیر اور ساري زنجیروں سے بهاري هے ' اسلیے ترک وطن کي هجرة اعلی اور جامع قسم کي هجرة هوئي ' اور زیادہ تر اطلاق مهاجرة کا تارکین وطن هي پر کیا گیا - " ولکل امري ما نوي - فمن کانت هجرته الی الله و رسوله ' فهجرته الی الله و رسوله - و من کانت هجرته لدنیا یصیبها ' او امرأة یتزوجها ' فهجرته الی ما هاجر الیه " (بخاري عن عمر رض) مفردات راغب میں هے - " الهجر والهجران مفارقة الانسان غیره ' اما بالبدن او باللسان او بالقلب - و المهاجرة ' مصارمة الغیر و متارکته " (۵۵۸)

پانچویں چیز "جهاد في سبیل الله" هے - "جهاد" جهد سے هے جسکے معني " استفراغ الوسع في مدافعة العدو ظاهراً و باطناً " هیں (مفردات راغب) یعني دشمن اور دشمن کي تمام قوتوں کے دفع کرنے میں انتها درجه کي کوشش کرنا - یه کوشش زبان سے بهي هوتي هے - مال سے بهي هوتي هے - جان سے بهي هوتي هے - جس قسم کي کوشش کي ضرورت هو - هر قسم جهاد في سبیل الله میں داخل هے - " و جاهدوا المشرکین باموالکم و انفسکم و السنتکم " (رواہ ابوداؤد و احمد و نسائي و ابن حبان عن انس)

یه کهنا ضروري نهیں که یهي پانچ چیزیں دنیا میں قوموں اور ملکوں کے بقاؤ قیام کي اصلي بنیاد هیں - دنیا میں کوئي قوم زندہ نهیں رهسکتي جسکي قومي هستي ان پانچ عنصروں سے مرکب نهو - سعي و عمل کا کوئي گوشه هو ' کامیابي بغیر ان اصول خمسه کے ممکن نهیں - ایک مٹهي گیهوں کے حصول سے لیکر قطب شمالي کي تحقیق تک ' اور چاندي سونے سے لیکر خدا اور اسکي محبت تک ' کوئي چیز بغیر جماعت ' اطاعت ' هجرة اور جهاد کے حاصل نهیں هوسکتي - دنیا نے آجتک جو کچهه پایا هے اور نوع انساني نے جسقدر بهي حاصل کیا هے ' غور کروگے تو وہ سب انهي پانچ سچائیوں کے ثمرات و نتائج هیں - ایک هي چیز مختلف بهیسوں اور ناموں میں آکر عقلوں کو اُلجها دیتي هے ' ورنه حقیقت هر حال میں ایک هي هے - دنیا ان پانچ بنیادي حقیقتوں کو مختلف ناموں سے پکارتي اور مانتي هے - دنیا میں کوئي عقل نهیں جو انکي منکر هوسکے - البته نام کے اختلاف نے معاني پر پردہ ڈال دیا هے - اگر ان کي تشریح کروں تو پوري ایک کتاب بن جاے - مسلمانوں نے جو کچهه پایا تها انهي پر عمل کرکے ' اور جسقدر کهویا انهي کو چهوڑکر -

الحرام قياماً للناس ـ " قياماً للناس " پر غور کرو - اور چونکہ یہ مرکز تہرا ' اس لیے تمام دائرہ کا رخ بہي اسي طرف ہوا ـ خواہ دنیا کي کسي جہت مین مسلمان ہوں ' لیکن اُنکا منہہ اسي طرف ہونا چاہیے : و حیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ (۲ : ۱۴۵)

پہر جس طرح شخصي اور اعتقادي و عملي زندگي کیلیے مراکز قرار پاے ' ضرور تہا کہ جماعتي او رملي زندگي کیلیے بہي ایک مرکزي وجود قرار پاتا - لہذا وہ مرکز بہي قرار دیدیا گیا - تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے تہرایا - اُسکي معیت ' اُسکي رفاقت ' اُسکي اطـاعت ' اُسکي حرکت پر حرکت ' اُسکے سکون پر سکون ' اسکي طلب پر لبیـک ' اُسکي دعوۃ پر انفاق جان و مال ' ہر مسلمان کیلیے فرض کردیا گیا - ایسا فرض جسکے بغیر وہ جاهلیۃ کي ظلمت سے نکلکر اسلامي زندگي کي روشني میں نہیں آسکتا - اسلام کي اصطلاح میں اسي قومي مرکز کا نام " خلیفہ " اور امام ہے ' اور جب تک یہ مرکز اپني جگہ سے نہیں ہٹتا ہے - یعني کتاب و سنۃ کے مطابق اُسکا حکم ہے ' ہر مسلمان پر اسکي اطاعت و اعانت اُسي طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اُسکے رسول کی :

یا ایها الذین آمنو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولي الامر منکم - فان تنازعتـم في شي فردوہ الی اللـہ و الرسول ' ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر - ذلک خیر و احسن تاویلا - (۴ : ۶۳)

مسلمانو ! اطاعت کرو اللـــہ کي ' اُسکے رسول کي ' اور تم مین جو اولو الامر ہو ' اُسکي - پہر اگر کسي معاملـــہ میں تم مختلف ہوجاؤ تو چاہیے کہ اللہ اور اسکے رسول کي طرف لوٹو اور اسکے فیصلہ پر متفق ہوجاؤ -

اس آیت میں بالترتیب تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے - اللـــہ کي ' رسول کي ' مسلمانوں میں جو اولو الامر ہو ' اسکي - اللـہ کي اطاعت کتاب اللہ کي اطاعت ہے - رسول کي اطاعت سے مقصود سنت قولي و فعلي ہے - باقي رہي اطاعت اولو الامر ' تو نہایت قوي و روشن وجوہ موجود ہیں کہ " اولو الامر " سے مقصود مسلمانوں کا خلیفۂ و امام ہے جو کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے والا ' نظام امت قائم رکہنے والا ' اور تمام اجتہادي امور میں صاحب حکم و سلطان ہے :

قال و ان صلى و صام و زعم انه مسلم - فادعو المسلمین باسمائهم علی ما سما هم الله - المسلمین المومنین عباد الله " اخرجه احمد و الحاکم من حدیث الحارث الاشعری علی شرط الصحیحین - قال ابن کثیر هذا حدیث حسن وله الشواهد -

یعنی فرمایا - میں تم کو پانچ باتوں کیلیے حکم دیتا ہوں جنکا حکم مجھے الله نے دیا ہے - جماعت ' سمع و طاعة ' هجرة ' اور الله کي راه میں جهاد - یقین کرو که جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بهر بهي باهر هوا تو اس نے اسلام کا حلقه اپني گردن سے نکال دیا ' اور جس نے اسلام کي جماعتي زندگي کي جگه جاهلیة کي بے قیدي کي طرف بلایا تو اسکا ٹهکانا جهنم ہے - لوگوں نے عرض کیا - کیا ایسا شخص جهنمي هوگا اگرچه روزه رکهتا هو اور نماز پڑهتا هو؟ فرمایا هاں - اگرچه روزه رکهتا هو' نماز پڑهتا هو' اور اپنے زعم میں اپنے تئیں مسلمان سمجهتا هو -

اس حدیث میں پانچ باتیں بتلائي هیں :

پهلي چیز "جماعت" ہے - یعنی تمام امت کو ایک خلیفه و امام پر اکٹها هوکر اور اپنے مرکز قومي سے ملحق هوکر رهنا چاهیے - الگ الگ نہیں رهنا چاهیے - آگے چلکر کثرت کے ساتهه وه حدیثیں ملینگي جن سے معلوم هوگا که جماعت سے الگ هوکر رهنے کو اسلام نے غیر اسلامي اور ابلیسي راه قرار دیا ہے' اور ابهي آپ سن چکے هیں که انفرادي زندگي کو قرآن کوئي زندگي هي نہیں مانتا - اسلامي زندگي جماعت ہے -

دوسري بات " سمع و الطاعه " ہے - یعنی خلیفه کي کامل درجه کي اطاعت - ایسي اطاعت که بس سننا اور اسپر بلا چون و چرا چلنا -

تیسري بات " هجرة " ہے - هجرة هجر سے ہے جسکے معنی ترک کردینے اور چهوڑ دینے کے هیں - اسلام کي اصطلاح میں جب کبهي کوئي فرد یا جماعت سعادت و صداقت کے کسي مقصد اعلی کیلیے اپني دنیوي محبوبات و مالوفات ترک کردے - مثلاً دولت کو' آرام و راحت کو' عزیز و اقرباء کے قرب کو' وطن و مکان کو' تو اسکا نام هجرة الی الله اور ذهاب الی الله ہے - خدا کے هر رسول اور انکے پیروؤں کو قیام حق کی راه میں یه منزل طے کرني پڑي : اني مهاجر الی ربي - اور اني ذاهب الی ربي - چونکه وطن و مکان کا علاقه ایک ایسا علاقه ہے جسکے

نقل کیا ھے " ھم الامراء " اور علامۂ ابن حزم نے اُن تمام صحابۂ و تابعین کو شمار کیا جن سے یہ تفسیر منقول ھے تو ۱۳ - سے زیادہ ثابت ھوے - باقی رھا بعض صحابۂ و تابعین کا یہ کہنا کہ مقصود اھل علم و نظر ھیں - مثلاً جابر بن عبد اللہ کا قول کہ " ھم اھل العلم و الخیر " اور مجاھد و عطاء و ابو العالیہ کا قول کہ " ھم العلماء " تو ان اقوال میں اور صحابہ کی مشہور تفسیر میں کوئي اختلاف نہیں ھے - در اصل اسلام کا نظام حکومت و جماعت تو یہي تھا کہ حکومت و ولایت کا منصب تمام شرعی و علمي قوتوں سے مرکب ھو ' اور اُسوقت تک قوتوں کے انتشار اور مناصب کے تفرقہ کی بنیادیں نہیں پڑي تھیں - پس جو شخص والی ملک اور حاکم مسلمین ھوتا تھا ' وہ بدرجۂ اولیٰ عالم و فقیہ بھی ھوتا تھا - پس جن صحابۂ و تابعین نے " اولو الامر " کي تفسیر میں علم و خیر کا ذکر کیا ' انھوں نے واقعی بہت صحیح تفسیر کی - گویا ظاھر کردیا کہ مسلمانوں کا اولو الامر ایسے ھي افراد کو ھونا چاھیے جو اھل علم و خیر ھوں - مگر اس سے یہ کہاں ثابت ھوا کہ اولو الامر سے مقصود علماء و فقہا کا وہ مخصوص و متعارف گروہ ھے جو اسلام کے نظام جماعت کے انقراض کے بعد پیدا ھوا ' اور جسکا صدر اول کے مفسرین کو وھم و گمان بھی نہ ھوا ھوگا ؟

امام ابن جریر نے عکرمہ کا ایک قول نقل کیا ھے " ابو بکر و عمر " اس سے بھي اُنکا مقصود یہي ھے کہ اولو الامر مسلمانوں کا خلیفۂ و امام ھے - جیسے ابوبکر و عمر - رضي اللہ عنہما

اصل یہ ھے کہ ظہور اسلام سے پہلے حجاز میں ایک طرح کي با قاعدہ طوائف الملوکي قائم تھي ' اور مکہ میں قریش کا قبیلہ بالکل خود مختار اور غیر مسئول تھا - اسلام کا جب ظہور ھوا تو اُس نے " جماعت " اور " امارت " کے نظام پر زور دیا ' اور بڑے بڑے گردن کشوں کو بھي مجبور کردیا کہ اطاعت امیر و التزام جماعت سے باھر نہوں - قریش کي نسلي فطرۃ اس اطاعت کیشي کے خلاف تھي ' اسلیے خصوصیت کے ساتھہ اُنکو اس بات کا خوگر بنانا تھا - حافظ عسقلاني نے امام شافعي کا قول نقل کیا ھے " و رجع الشافعي الاول و احتج بأن قریشا کانوا لا یعرفون الامارۃ و لا ینقادون الی امیر ' فامروا بالطاعۃ لمن ولي الامر ' و لذلک قال صلعم ' من اطاع امیري فقد اطاعني " (فتح ۸ : ۱۹۱)

" اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشي کان راسه زبیبة "
(صحیحین عن انس) اگر ایک حقیر صورت حبشي غلام بھي تمھارا امیر
بنا دیا جاے تو چاھیے که اسکي سنو اور اطاعت کرو -

معلوم ھوتا ھے که یه جمله بار بار اور کثرت سے خطبوں میں آپ فرماتے تھے - اسي لیے مختلف لفظوں میں اور مختلف مواقع کي نسبت مروی ھے - حجة الوداع کے عظیم الشان اور یادگار عالم موقعه پر جبکه دو تین ماہ کے بعد آپ دنیا سے تشریف لیجانے والے تھے اور ایک آخري اور وداعي پیام دنیا کو سنا رھے تھے ' فرمایا " و لو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب الله ' اسمعوا و اطیعوا " (مسلم) اگر ایک حبشي غلام بھي تم پر امیر بنادیا جاے اور وہ کتاب الله کے ساتھه تم پر حکومت کرے ' تو اُسکي سنو اور اطاعت کرو !

" من خرج من الطاعه و فارق الجماعه ' فمات ' مات میتة جاهلیة " و عن ابن عباس " من رای من امیره شیئا یکرهه ' فلیصبر ' فانه من فارق الجماعة شبرا ' فمات ' فمیتته میتة جاهلیة " و في لفظ " فانه لیس احد من الناس خرج من السلطان شبرا فمات علیه ' الا مات میتة جاهلیه " (متفق علیه) یعنی جس نے جماعت کا ساتھه چھوڑ دیا - خلیفه کي اطاعت سے باھر ھوگیا ' اور اسي حالت میں بغیر توبه کے مرگیا ' تو اُسکي موت جاهلیة کي موت ھوئي (اسلام سے پہلے اهل عرب پر جو زمانه گزرا ھے ' اسکو عہد جاهلیة کہتے ھیں - پس مطلب یه ھوا که عرب جاهلیة کي طرح گمراھي پر موت ھوئي) دوسري روایت میں ھے - اگر کوئي شخص اپنے امیر کو ایسي بات کرتے دیکھے جو اُسے پسند نه آے تو چاھیے که صبر کرے - اُسکي اطاعت سے باھر نہو - کیونکه جو کوئي سلطان اسلام کي اطاعت سے بالشت بھر بھي باھر ھوا اور اُسي حالت میں مرگیا ' تو اُسکي موت جاهلیة کي حالت پر ھوئي - حضرة ابن عمر کي روایت میں ھے " من خلع یدا من طاعة ' لقي الله یوم القیامه و لا حجة له ' و من مات و لیس في عنقه بیعة ' مات میتة جاهلیة " جس نے خلیفه کي اطاعت سے ھاتھه کھینچا ' یعنی اطاعت نه کي ' تو قیامت کے دن وہ الله کے سامنے حاضر ھوگا اور اسکے لیے کوئي بچاؤ نہوگا - اور جو مسلمان دنیا سے اس حال میں گیا که خلیفه کي بیعت و اطاعت کے حلقه سے اُسکي گردن خالي ھوئي ' تو یقین کرو که اسکي موت جاهلیة کي موت ھوئي -

تو اُسکا اطلاق عموماً حکومت و سلطنت هی کے معنوں پر هوتا هے - احادیث میں یہ استعمال اس کثرت سے موجود هے که ایک صاحب نظر کیلیے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں - نیز لغۃ کی بنا پر بھی ظاهر هے که " امر " کے معنی حکم کے هیں' اور " اولی الامر " کے معنی امام بخاری نے " ذوی الامر " کے کیے هیں - یعنی " حکم والا " اور معلوم هے که صاحب حکم وهی هوسکتا هے جو صاحب حکومت هو -

ثالثاً ' احادیث صحیحه سے ثابت هے که خود یہ آیت جس واقعه کی نسبت اُتری ' وہ امیر جماعت کی اطاعت هی کا معامله تھا - بخاری و مسلم میں هے " عن ابن عباس نزلت فی عبد الله بن حذافه بن قیس ابن عدی اذ بعثه النبی صلعم فی سریة " اور امام طبری نے تفسیر میں ایک روایت درج کی هےکه عمار بن یاسر اور خالد بن ولید کی باهمی نزاع کے بارے میں اُتری - خالد امیر تھے اور عمار نے بلا اُنکے حکم کے ایک شخص کو مزدوری پر رکھه لیا تھا " نزلت فی قصة جرت لعمار مع خالد وکان خالد امیراً فاجار عمار رجلا بغیر امره فتخاصما " دونوں روایتوں سے ثابت هوتا هے که معامله امیر کی اطاعت و عدم اطاعت کا تھا ' نه که احکام و مسائل کے حکم وافتاء کا -

رابعاً ' اکثر اقوال مرویۂ صحابۂ و تابعین سے بھی یہی تفسیر ثابت هوتی هے- بلکه صدر اول میں صرف یہی تفسیر مشہور و معلوم تھی - بہت سی موشگافیاں جو پیدا کی گئی هیں' سب بعد کے مفسرین کی طبع زاد هیں - حافظ ابن حجر نے ابن عیینه کا قول نقل کیا هے " سألت زید بن اسلم عنها و لم یکن بالمدینة احد یفسر القران بعد محمد بن کعب مثله - فقال اقرأ ما قبلها تعرف - فقرأت : ان الله یامر ان تؤدوا الامانات الی اهلها و اذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل - فقال هذه فی الولاة " (فتح ۱۳: ۹۹)

یعنی مدینه میں محمد بن کعب کے بعد زید بن اسلم سے بڑھکر قران کا کوئی مفسر نه تھا - میں نے انسے اس بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے کہا - اس آیت سے ما قبل آیت پڑھو - میں نے پڑھا " ان الله یامر ان تؤدوا الامانات الی اهلها و اذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل " پس کہا که مقصود اس سے حکام هیں - یعنی چونکه پہلے سے ذکر حکومت و قضا کا هو رها هے ' پس اولو الامر سے مقصود وهی ارباب اقتدار هیں جو حکومت رکھتے هوں - طبری نے بسند صحیح حضرة ابو هریرة اور میمون بن مهران وغیرہ سے

یہاں ایک اور اہم اور قابل غور امر یہ بھی ہے کہ اس حدیث اور نیز دیگر احادیث میں ہمیشہ جماعت اور اطاعت خلیفہ کی زندگی کو اسلامی زندگی قرار دیا ہے اور اسکے عکس کو جاہلیۃ - جاہلیۃ کی زندگی میں ہلاکت کا اصلی تخم کیا تھا؟ قرآن نے واضح کیا ہے کہ تفرقہ اور باہم دگر علحدگی، اور کسی ایک مرکزی قوت کے ماتحت نہونا - اسلام نے ظاہر ہوکر زندگی کی جو تخم ریزی کی، وہ کیا تھی؟ باہمی اتحاد و ائتلاف - تمام افراد کو ایک متحدہ جماعت بناکر نفس واحدہ کردیا اور سب کے سر ایک ہی چوکھٹ پر جھکادیے - و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء، فالف بین قلوبکم، فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا " الخ -

پس جاہلیۃ کا دوسرا نام تفرقہ ہوا، اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت - یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث میں یہ حقیقت واضح کی گئی، اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ ہوگیا تو گویا جماعت اسلام سے خارج ہوگیا - اسکی موت اسلام پر نہیں بلکہ جاہلیۃ پر ہوئی - اگرچہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو، اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو -

جمہور اہل اسلام کا یہ ایک ایسا متفقہ عقیدہ ہے کہ اسکو اسلامی عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش ایسی ہی کوشش ہوگی جیسی عقیدۂ توحید کے اثبات کی کوشش - جمہور اہل اسلام نے خوارج کے خلاف ابتدا سے جس چیز پر اجماع کیا، اور انکی سب سے بڑی علامت قرار پائی، وہ یہی التزام جماعت و اطاعت امام فی المعروف کا مسئلہ ہے - اگرچہ غیر مستحق خلافۃ مسلط ہوگیا ہو - البتہ اطاعت فیما وافق الشرع میں ہے - لا فی ما خالفہ -

" من اطاعنی فقد اطاع اللہ، و من اطاع امیری فقد اطاعنی، و من عصی امیری فقد عصانی " (صحیحین عن ابی ہریرہ) جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی (یعنی میرے نائب کی) اطاعت کی، اسنے خود میری اطاعت کی، اور جس نے امیر سے روگردانی کی، اس نے میری اطاعت سے انکار کیا - حاصل یہ کہ امیرالمومنین کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ہے - مسلم کی ایک روایت میں " امیری" کی جگہ صرف " الامیر" ہے - یعنی جو شخص مسلمانوں کا امام ہو اسکی اطاعت -

سے وسیع میدان ڈھونڈھتے ھیں اور ھر ممکن مفہوم کو بحث و نظر کی ورزش کیلیے اختیار کرلینا چاھتے ھیں - پس متاخرین کے اختلافات سے متاثر نہیں ھونا چاھیے - صرف اُسی تفسیر کو اختیار کرنا چاھیے جو حدیث و آثار سے ماخوذ ھو' اور لغۃ و عربیۃ اسکی تصدیق کرے - متاخرین کی کاوشیں دراصل ایک طرح کا منطقی تفنن ھے جس سے دماغ کو ورزش ملتی اور ذھن میں حدت پیدا ھوتی ھے - لیکن تفسیر قران نہیں ھے - قران کی تفسیر صرف وھی ھوسکتی ھے جو خود حامل قران کے علوم سے ماخوذ ھو' اور اُن لوگوں نے بتلائی ھو جنکے علم و عمل پر خود اللہ نے اپنی رضاء و پسندیدگی کی شہادت دی ھے : رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ! اگر سلف سے اعراض و انکار اس بنا پر ھے کہ اصول فقہ و علم کلام کی یونانی دقیقہ سنجیوں سے نا آشنا تھے' تو کم از کم قران کا علم تو اُنکے لیے چھوڑ دینا چاھیے - یہ کیا مصیبت ھے کہ قرآن نازل تو ھوا ھو محمد عربی (صلی اللہ علیہ و سلم) پر' لیکن اُسکے معانی و مطالب اُس وقت تک مسلمانوں کو معلوم نہوں جب تک ارسطوے یونانی اُنکی رھنمائی نہ کرے ؟

امام رازی (رح) وغیرہ کو زیادہ حیرانی اس بنا پر ھوئی ھے کہ اولو الامر کی اطاعت کا ذکر بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھہ کیا گیا ھے' اور عطف تسویہ پیدا کر رھا ھے' پس اولو الامر ایسا ھونا چاھیے جسکی اطاعت عین خدا کی اطاعت ھو' سلاطین و امراء کو یہ منصب کیونکر حاصل ھوسکتا ھے ؟ حالانکہ بات بالکل صاف تھی - حیرانی کی کوئی وجہ نہیں - قرآن و سنت قانون ھے' لیکن قانون بالکل بیکار ھے اگر کوئی قوت نافذہ نہو - یعنی اس قانون پر عمل کرانے والی قوت' اور ظاھر ھے کہ جو قوت نافذہ ھوگی' اسکی اطاعت عین قوت مقننہ کی اطاعت ھوگی - ایک دھقانی تک جانتا ھے' کہ گورنر اور نائب السلطنت کی اطاعت عین پادشاہ کی اطاعت ھے - بلکہ ایک سپاھی کی اطاعت بھی عین قانون اور پادشاہ کی اطاعت ھوتی ھے - اور اس سے مقابلہ کرنا عین قانون اور پادشاہ سے بغاوت کرنا - یہ ساری بحثیں اسلیے پیدا ھوگئیں کہ اسلام کے جماعتی نظام کی اھمیت پر نظر نہ ڈالی گئی - اگر یہ حقیقت پیش نظر ھوتی کہ شریعت کے نفاذ اور امت کے قوام و نظام کیلیے ایک مرکزی اقتدار ناگزیر ھے اور وھی امام اور اُسکے نائب امراء ھیں' تو اولی الامر کا مطلب بالکل صاف تھا - کسی کاوش و بحث کی ضرورت ھی نہ تھی -

نے کیا - خلیفۂ چہارم کے ہاتھہ پر خود تمام جماعت نے بیعت کی - نسل' خاندان' ولی عہدی' کو اسمیں کوئی دخل نہ تھا - اگر دخل ہوتا تو ظاہر ہے کہ خلافت خلیفۂ اول کے خاندان میں آجاتی' یا دوم و سوم کے خاندان میں' حالانکہ ایسا نہیں ہوا - خلیفۂ دوم نے یہ بات بھی گوارا نہ کی کہ آنکا فرزند اصحاب شوریٰ میں شامل ہو -

پس پہلی صورت یہ ہے کہ اگر صحیح نظام شرعی قائم ہو جو خالص جمہوری ہے' اور قوم کو اپنا خلیفہ منتخب کرنے کا موقعہ ملے' تو کیسا شخص منتخب کرنا چاہیے ؟ اور اسمیں کیا کیا اوصاف ہونا چاہیئیں ؟

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر یہ نظام باقی نہ رہا ہو - قوم کی راے اور انتخاب کو اسمیں دخل نہو - محض طاقت اور تسلط کی بنا پر کوئی خاندان یا کوئی ایک طاقتور فرد تخت خلافت پر قابض ہو جاے' تو اس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ اگر وہ اہل نہیں ہے' شرائط خلافت اسمیں نہیں پاے جاتے - یا ظالم و جابر ہے' تو اس صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے ؟ اسکی اطاعت کرنی چاہیے' یا اس پر خروج کرنا چاہیے ؟ وہ شرعاً خلیفۃ المسلمین ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اسکے ماتحت وہ تمام کام انجام پاسکتے ہیں یا نہیں جو ازروے شرع خلیفۂ اسلام کی موجودگی پر موقوف ہیں ؟ اسکو زکواۃ دینی چاہیے ؟ اسکے پیچھے جمعہ پڑھنا چاہیے ؟ اسکے تمام احکام کی اطاعت کرنی چاہیے ؟

یہ مسئلہ امت کی اجتماعی زندگی کا بنیادی مسئلہ تھا' اور ممکن نہ تھا کہ شریعت اسکی پوری پوری تشریح و توضیح سے خاموش رہتی - اس بارے میں نصوص سنۃ بے شمار اور بالکل واضح ہیں - اسی لیے جب خلافۃ راشدہ کے بعد بنوامیہ کی حکومت ظلم و جبر کے ساتھہ قائم ہوئی' تو صحابۂ کرام کو اپنے طرز عمل کے فیصلے میں ذرا بھی تامل و تذبذب نہ ہوا - بالکل اس شخص کی طرح جو پہلے سے ایک خاص وقت کا سمجھا بوجھا ہوا منتظر ہو' فوراً یکسوئی کے ساتھہ فیصلہ کرلیا - جو کچھہ انھوں نے بتلایا اور کیا' اسی پر اجماع امت کی مہر لگ گئی' اور تیرہ سو برس سے جمہور اہل اسلام کا وہی متفقہ اعتقاد و عمل قرار پایا - بلاشبہ پہلی صورت میں بعض اسلامی فرقوں کو اختلاف ہوا' مگر اس بارے میں سب متفق ہوگئے -

خامساً ' تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیہ یعني امام بخاري کا بھي مذھب یھي ھے - کتاب الاحکام میں باب باندھا ھے " اطیعوا اللــہ و اطیعوا الرسول و اولي الامر منکم " اور اس میں حضرت ابو ھریرۃ کی روایت درج کی ھے " من اطــاع امیري فقد اطــاعنی " الخ جس نے میرے امیر کی اطـاعت کی اسنے خود میري اطاعت کی - جس نے اُس سے انکار کیا اُس نے خود مجھسے انکار کیا - اس سے معلوم ھوا کہ اُن کے نزدیک اولی الامر کی اطاعت سے مقصود امیر و امام ھي کی اطاعت ھے - حافظ عسقلاني لکھتے ھیں " في ھذا اشارۃ من المصنف الی ترجیح القول الصائر الی أن الایۃ نزلت في طاعۃ الامراء ' خلافاً لمن قال نزلت في العلماء " (فتح ۱۳ : ۹۹)

سادساً ' سب سے زیادہ قدیم اور مکمل تفسیر جو اسوقت ھمارے پاس موجود ھے ' وہ امام ابن جریر طبري کي تفسیر ھے ' اور صحابۂ و تابعین کي تفاسیر پر اُنکا احاطۂ و نظر معــلوم ' انھوں نے بھي تمام اقوال نقل کرکے ترجیح اسی تفسیر کو دي ھے -

سابعاً ' اس نکتہ پر نظر رھني چاھیے کہ تفسیر قران کے معاملہ میں جسقدر اختلافات کي کثرت اور مذاھب و طرق کا تعدد و تنوع نظر آتا ھے ' وہ تمام تر متاخرین کي فلسفیانہ کاوش پسندي کا نتیجہ ھے جبکہ معقولات کے شیوع اور یونانیۃ کے غلبۂ و احاطہ سے علوم دینیہ میں اُس " تعمق " کي بنیادیں پوري طرح پڑ چکي تھیں جسکي نسبت کہا گیــا تھا کہ " ھلک المتعمقون " - فکر و نظر میں عجمیۃ کے ظھور ' عربیۃ خالصۂ و صالحہ کے بعد ' اور علوم سنۃ کے ترک و ھجر نے اس معاملہ کو اور زیادہ گہرا اور وسیع کر دیا - لیکن اوائل و سلف میں یہ تمام اختلافات یکقلم ناپید تھے - ھر آیت اور ھر لفظ کے ایک ھي صاف اور سادہ معني تھے جو عربي لغۃ و محاورہ میں ھوسکتے ھیں اور لوگ اُس پر قانع تھے - ابداع معــاني کثیرہ اور تفحص اشارات و مفھومات بعیدہ کي کاوش ھي نہیں کي جاتي تھي - نہ فرضی و تخمیني شکوک و ایرادات گڑھکر نئے نئے معاني فرض کیے جاتے تھے - " اولو الامر " کا لفظ جب کبھي ایک ایسے عرب کے سامنے کہا جائیگا جسکي عربیۃ خالص و صحیح ھو ' تو صــرف ایک ھي معني اُس کے ذھن میں آئینگے - یعني صــاحب حکومت - کسي دوسرے مفھوم کا اسے وھم بھي نہیں گزرے گا - صحابۂ و تابعین اسپر قانع تھے - لیکن امام رازي کي دقیقہ سنجي اس سھل پسندي اور لغوي سادگي پر قانع نہیں ھوسکتي - اس لیے وہ امکاني مطالب کا وسیع

" من فارق الجماعة شبرا فكانما خلع ربقة الاسلام من عنقه " (ترمذي) جو جماعت سے باهر هوا تو گويا وه اسلام کي پابندي سے باهر هوگيا - ايک روايت ميں هے " دخل النار " (اخرجه الحاکم علی شرط الصحيحين) يعنی جو خليفه کي اطاعت سے باهر هوا ' اُسکا ٹهکانا دوزخ هے -

" کانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء - کلما هلک نبي ' خلفه نبي - و انه لا نبي بعدي - و سيکون خلفاء فيکثرون - قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال - فوا بيعة الاول فالاول ' ثم اعطو هم حقهم فان الله سائلهم عما استرعا هم (متفق عليه) بني اسرائيل کي رهنمائي و رياست انبياء کرتے تهے - ايک نبي گيا تو دوسرا اُسکي جگه مامور هوا - ليکن ميرے بعد کوئي نبي نهيں هے - البته خلفاء هونگے - لوگوں نے عرض کيا - هم کو اُنکي نسبت کيا حکم هوتا هے ؟ فرمايا - جس سے پہلے بيعت کي يعنی جس کي حکومت پہلے مان لي گئي ' اُسکي اطاعت مقدم هے - پهر کسي دوسرے کو خليفه نه مانو - اور فرمايا - اُنکا تم پر جو کچهه حق هے ' وه اُنکے حوالے کرو - يعنی اُنکي طاعت کرو - زکواة و خراج وغيره اُنهي کو دو -

انکے علاوه بے شمار احاديث هيں - اجماع کے شواهد اور کتب عقائد و فقه کے اقوال نقل نهيں کرتا که مشهور و معروف هيں ' اور احاديث کے بعد اُنکي ضرورت نهيں -

(شرائط امامت و خلافة)

تمام نصوص و دلائل کتاب و سنة اور اجماع امة پر غور کرنے سے معلوم هوتا هے که شريعت نے شرائط امامت و خلافة کے بارے ميں دو صورتيں اختيار کی هيں - اور قدرتی طور پر يهی دو صورتيں اس مسئله کي هوسکتی تهيں -

اسلام نے اس بارے ميں نظام عمل يه مقرر کيا تها که امام کے انتخاب کا حق امت کو هے - اور طريق انتخاب جمهوري تها نه که شخصي و نسلي - يعنے قوم اور قوم کي اصحاب الرائے جماعت (اهل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خليفه منتخب کرنا چاهيے - بحکم و امرهم شوری بينهم بنياد تمام امور کي شرعاً شوری يعنی باهمي مشوره هے - نه که نسل و خاندان - خلافت راشده کا عمل اسي نظام پر تها - خليفهٔ اول کا انتخاب عام جماعت ميں هوا - خليفهٔ دوم کو خليفهٔ اول نے نامزد کيا اور اهل حل و عقد نے منظور کرليا - خليفهٔ سوم کا انتخاب جماعت شوری

غرضکه اس ایة کریمه میں قرآن نے اس قانون شریعت کا اعلان کیا هے که خلیفهٔ و امام کي اطاعت مسلمانوں پر فرض هے ' اور اسي کا وجود نظام جماعت کا مرکزي اقتدار هے -

فصل

(شرح حدیث حارث اشعري)

احادیث صحیحه سے اسکي مزید توضیح هوتي هے - اس باره میں اس کثرت کے ساتھه حدیثیں موجود هیں ' اور عهد صحابه سے لیکر عهد تدوین کتب تک مختلف طبقات روات و حفاظ میں اسقدر آنکی شهرت رهچکي هے که اسلام کے عقیدهٔ توحید و رسالت کے بعد شاید هي کوئي اور چیز اس درجه تواتر و یقین تک پہنچي هوگي -

سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیره کي ایک روایت نقل کرونگا جسمیں بالترتیب اسلام کا نظام عمل بیان کیا گیا هے :

قال صلی الله علیه وسلــم : " انا امرکم بخمس ' الله امرني بهن : الجماعـة ' و السمع ' والطاعـه ' والهجرة ' والجهاد في سبیل الله - فانه من خرج من الجماعة قید شبر ' فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان یراجع ' و من دعا بدعوي جاهلیة فهو من جثي جهنم - قالوا یا رسول الله و ان صام وصلي ؟ قال و ان صلی وصام و زعم انه مسلم " اخرجه احمد و الحاکم من حدیث " الحارث الاشعري علی شرط الصحیحین - قال ابن کثیر هذا حدیث حسن و له الشواهـد -

یعني فرمایا - میں تم کو پانچ باتوں کیلیے حکم دیتا هوں جنکا حکم الله نے دیا هے - جماعت ' سمع ' طاعة ' هجرة ' اور الله کي راه میں جهاد - یقین کرو که جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بهر بهي باهر هوا تو اس نے اسلام کا حلقه اپني گردن سے نکال دیا ' اور جس نے اسلام کي جماعتي زندگي کي جگه جاهلیة کي بے قیدي کي طرف بلایا تو اسکا ٹهکانا جهنم هے - لوگوں نے عرض کیا - کیا ایسا شخص جهنمي هوگا اگرچه روزه رکهتا هو اور نماز پڑهتا هو ؟ فرمایا هاں - اگرچه روزه رکهتا هو ' نماز پڑهتا هو ' اور اپنے زعم میں اپنے تئیں مسلمان سمجهتا هو -

اسي طرح جماعت امامیه اس طرف گئي که خلافت خاندان نبوت یعني بني فاطمه کے مخصوص آئمۂ اهل بیت میں رهني چاهیے - آنکے اعتقاد میں آنحضرة صلعم کے بعد حضرة علي علیه السلام کو خلیفه هونا چاهیے تها - اور آنکے بعد آنکي نسل کے آئمۂ عترة رضي الله عنهم کو-

زیدیه اسطرف گئے که بني فاطمه یعنے تمام سادات مستحق خلافت هیں - آئمۂ عترة کي خصوصیت ضروري نهیں - آور شرطوں کے ساتهه صرف اسقدر کافي هے که امام سید یعنی بني فاطمه میں سے هو-

لیکن دوسري صورت (یعنی اگر نظام شرعي کي جگه ملکي قبضۂ وتسلط کي صورت پیدا هو جاے ' اور جمهور کو انتخاب و نصب کا موقعه نه ملے ' تو اس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاهیے ؟) سو اسکي نسبت چونکه خود احادیث صحیحیه اور اجماع صحابه و عترة بالکل صاف صاف موجود تها ' اسلیے بلا اختلاف یه اسلامي اعتقاد قرار پایا که جب ایک مسلمان منصب خلافت پر قابض هوجاے اور اسکي حکومت جم جاے' تو هر مسلمان پر از روے شرع واجب هے که اسي کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے - اسي کے سامنے گردن اطاعت جهکادے - بالکل اسي طرح جیسے ایک اهل و مستحق خلیفه کے آگے جهکنا چاهیے - اطاعت و اعانت کی وہ تمام باتیں جو منصب خلافت کے شرعي حقوق میں سے هیں ' ایسے خلیفه کو حاصل هوجاتي هیں - اس سے روگرداني کسي مسلمان کیلیے جائز نهیں - اسکے مقابلے میں خروج اور دعوے کا حق کسي کو نهیں پهنچتا اگرچه کیسا هي افضل اور جامع الشروط هو- جو کوئي ایسا کرے ' مسلمانوں پر واجب هے که اسکے مقابلے اور قتل میں خلیفه کا ساتهه دیں - وہ شرعاً باغي هے - اسکو قتل کردینا چاهیے -

شریعت نے دوسري صورت میں یه حکم کیوں دیا ؟ اسکي علت و مصلحت اسقدر کهلي هے که شرح و تفصیل کي حاجت نهیں - شریعت اور امت کا قائم و باقي رهنا خلافت کے وجود و قیام پر موقوف تها - ساري باتیں شاخ هیں - جڑ یهي مقام و منصب هے - پس اسکے لیے ایک نظام شرعي مقرر کیا گیا جو بهتر سے بهتر اور افضل و اعدل نظام هو سکتا تها - یعني اسلامي حکومت کي بنیاد جمهور اور شوري کے انتخاب پر رکهي - شخص' نسل ' تسلط و اقتدار' اور پادشاهي و ملوکي کو اسمیں دخل نهیں - ساتهه هي اس منصب کي اهلیت کیلیے تمام ضروري شرطیں اور صفتیں

" فان تنازعتم " الخ سے یہ حقیقت بھي واضح ہوگئي کہ اسلامي خلیفہ کا وجود مسیحیت کے پوپ سے کس درجہ مختلف ہے جو اسلام کے نزدیک اربابا من دون اللہ میں داخل ہے - مسیحیت کا خلیفہ ' ارضی خلیفہ نہیں ہے - آسماني و دیني فرمانروا ہے جو مذہب کي آخري طاقت اپنے قبضہ میں رکھتا ہے - لیکن اسلامي خلافت کي اصلي بنا خلافت ارضي یعني حکومت و سلطنت ہے - وہ صرف شریعت اور اُمت کي حفاظت کرنے والا اور احکام شریعت نافذ کرنے والا ہے - یعني محض ایک قوت نافذہ ہے - نہ کہ مقننہ - اسکي ذات کو اصل شریعت اور اسکے احکام میں کوئي دخل نہیں - اگر ایسا نہ ہوتا تو فردوہ الی اللہ و الرسول نہ فرمایا جاتا - یعني اگر کوئي ایسي صورت پیش آجاے جسمیں نزاع و اختلاف پیدا ہو' تو پھر اسکے آخري فیصلہ کي قوت خلیفہ کا حکم نہیں ہے بلکہ مرکز اولیں و حقیقي کا - یعني قرآن و سنت کا - اور خود خلیفہ بھي اسکي اطاعت پر اسي طرح مجبور ہے جس طرح جماعت اُمت کا ہر عام فرد -

یہی وجہ ہے کہ " اطیعوا اللہ " کے بعد پھر اطیعوا الرسول " میں فعل کا اعادہ کیا گیا مگر " اولي الامر " میں نہیں کیا گیا - تاکہ واضح ہوجاے کہ اصل اطاعت جو مطلوب ہے وہ اللہ کي ہے اور رسول کي ہے - یعنی کتاب و سنت کي ' اور اولو الامر کي اطاعت صرف اسیلیے ہے تاکہ کتاب و سنت کي اطاعت کي جاے - بالاستقلال نہیں ہے - پھر " فان تنا زعتم " کہکر اور زیادہ واضح کردیا کہ اگر اولو الامر کتاب وسنت کے خلاف حکم دے تو پھر اُس حکم میں انکي اطاعت نہیں ہے - اللہ اور اسکے رسول هي کے حکم کي طرف لوٹنا چاهیے - قالہ الطیبي في الشرح -

بعض امراء بنو امیہ نے اپنے مظالم و بدعات کي اطاعت کرانے کیلیے جب اس آیت سے استدلال کیا اور کہا " الیس اللہ امرکم ان تطیعونا في قولہ و اولي الامر منکم " ؟ کیا خدانے تم لوگوں کو هماري اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے کہ و اولي الامر منکم ؟ تو بعض أئمۂ تا بعین نے کیا خوب جواب دیا " الیس قد نزعت عنکم بقولہ فان تنا زعتم " ؟ هاں' مگر پھر اس منصب سے تم محروم بھي تو کردیے گیے جب فرمایا کہ فان تنا زعتم في شی فردوہ الی اللہ والرسول -

پہلي صورت میں شریعت نے اهلیت و صلاحیت کے وہ تمام شرائط اپنے انتہائي اور کامل مرتبہ میں قرار دیے هیں جو ایک ایسے مرکزي اور اهم ترین منصب کیلیے قدرتي طور پر هونا چاهیئیں - کیا باعتبار قوت علمي کے - اور کیا بہ لحاظ قوت عملي کے - اور چونکہ یہ منصب متعدد حیثیتوں سے مرکب هے ' اسلیے هر حیثیت کے لحاظ سے ضروري اوصاف بتلاے گئے - مثلاً اسلام ' علم و نظر ' عمل و تقوی ' شجاعت و صولة ' عدالة و ایثار ' قدرت و نفوذ ' طاقت و شوکت - چنانچہ عام کتب عقائد میں صدیوں سے مسلمان پڑھتے پڑھاتے آے هیں : " و یشترط ان یکون من اهل الولایة المطلقة الکاملة بان یکون مسلماً ' حراً ' ذکراً ' عاقلاً ' بالغاً ' سائساً بقوة رائہ و رویتہ ' و معونة باسہ و شوکتہ ' قادراً بعلمہ و عدالتہ و کفایتہ و شجاعتہ علی تنفیذ الاحکام ' و حفظ حدود الاسلام ' و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم " الخ - (۱) کذا في شرح المواقف ' و النسفي ' و التمهید ' و شرح فقہ الاکبر للقاري ' و شرح المقاصد - و من کتب المحدثین شرح عقیدہ ابن عقیل ' و فتح الباري ' و شرح منظومة الاداب ' و خلاصہ ابن مفلح ' و نیل الاوطار ' و بلل المرام للشوکاني ' وغیرهم -

جس وقت تک خاندان عباسیہ کي خلافت باقي رهي ' یعنی خلافت خاندان قریش و عرب میں رهي (سنہ ۶۴۰ھ مطابق سنہ ۱۲۴۳ع - تک) علماء اسلام کي ایک بڑي جماعت کا یہ خیال رها کہ بہ موجب حدیث " ان هذا الامر في قریش " خلیفہ کو قرشي هونا چاهیے - یعنی اگر مسلمان خلیفہ مقرر کریں ' تو جہاں اور بہت سي باتیں اسمیں هونا چاهیئیں ' وهاں یہ بات بھي هو کہ خاندان قریش میں سے هو -

(۱) یعنی ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کرنا چاهیے جس میں حسب ذیل اوصاف پاے جائیں - مسلمان هو ' آزاد هو ' مرد هو ' عاقل و بالغ هو ' صاحب راے و نظر هو ' تدبیر و انتظام کي پوري قوت رکھتا هو ' احکام شریعت کا محافظ هو ' انکے جاري و نافذ کرنے اور اسلامي ممالک کي حفاظت اور دشمنوں کي روک تھام کیلیے جسقدر علمي و عملي قوتوں کي ضرورت هے ' وہ سب اُس میں موجود هوں - اتباع شریعت ' عدل و انصاف ' شجاعت و همت ' شوکت و صولت ' ساري صفتیں هوني چاهیئیں -

ملاؤ ' لیکن تیل اور پانی کی طرح ہمیشہ الگ الگ ہی نظر آئیں ' باہم ملکر ایک جان نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالی نے جس طرح عناصر کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ باہمدگر ملکر ایک نئے مرکب وجود میں متشکل ہوں ' اسی طرح افراد انسانی کو بھی اسلیے پیدا کیا تاکہ انکے باہم ملنے سے جماعت پیدا ہو۔ " جماعت " ایک مرکب وجود ہے - افراد اسکے عناصر ہیں - فرد بجاے خود کوئی کامل وجود نہیں رکھتا - محض ایک مثنی ہے ' اور جب تک اپنے بقیہ ٹکروں سے مل نہ جاے کامل وجود نہیں پاسکتا - لیکن یہ باہم ملنا " امتزاج " کے ساتھہ ہونا چاہیے - تا کہ ہر ٹکرہ اپنے صحیح و مناسب ٹکرہ کے ساتھہ ملکر اسطرح جڑ جاے کہ معلوم ہو ' یہ نگینہ اسی انگشتری کے لیے تھا !

" نظم " سے مقصود جماعت کی وہ ترتیبی و تقویمی حالت ہے جب اسکے تمام افراد اپنی اپنی جگہوں میں قائم ' اپنے اپنے دائرہ میں محدود ' اور اپنے اپنے فرائض و اعمال کے انجام دینے میں سرگرم ہوں -

اجتماع کے یہ خواص و اوصاف نہ تو حاصل ہوسکتے ہیں ' نہ قائم رہ سکتے ہیں ' جب تک کوئی بالا تر فعال و مدبر طاقت وجود میں نہ آے ' اور وہ منتشر افراد کو ایک متحد ' مؤتلف ' ممزوج ' اور منظم جماعت کی شکل میں قائم نہ رکھے - پس ایک " امام " کا وجود ناگزیر ہوا ' اور اسی لیے ضروری ہوا کہ سب سے پہلے تمام افراد ایک ایسے وجود کو اپنا امام و مطاع تسلیم کرلیں جو بکھرے ہوے اجزاء کو اتحاد و ائتلاف اور امتزاج و نظم کے ساتھہ جوڑ دینے اور اڑتے ہوے ذروں سے ایک حی و قائم جماعتی وجود پیدا کردینے کی قابلیت رکھتا ہو - اصل مرکز اس طاقت کا امام اعظم یعنی خلیفہ ہے - اور پھر ہر ملک ' ہر آبادی ' ہر گروہ میں اسکے ماتحت امام جماعت ہونے چاہئیں - مسلمانوں کے کسی چھوٹے سے چھوٹے گروہ کیلیے بھی شرعاً جائز نہیں کہ بلا قیام امام کے زندگی بسر کریں - حتی کہ اگر صرف تین مسلمان بھی ہوں ' تو چاہیے کہ ایک ان میں سے امام تسلیم کرلیا جاے - " اذا کان ثلاثۃ فی سفر ' فلیؤ مروا احدھم "

پانچ وقت کی جماعت نماز میں جماعتی نظام کا پورا پورا نمونہ مسلمانوں کو دکھلا دیا گیا - کیونکہ نماز ہی وہ عمل عظیم ہے جو اسلام کے تمام عقائد و اعمال کا جامع ترین نمونہ ہے - کس طرح سیکڑوں ہزاروں منتشر افراد مختلف مقاموں ' مختلف جہتوں ' مختلف شکلوں ' اور مختلف

ابو موسی کي روايت لاے هيں جس ميں آپنے فرمايا : " انا لا نولی هذا من سأله ، و لا من حرص عليه " جو شخص خود اس چيز کا طالب هو يا اسکي حرص رکهتا هو ، اسکو ميں يه کام سپرد نه کرونگا - يعنی امت کو اپنا عملي نمونه دکهلا ديا که جو دعويدار خود خلافت کا سائل و حريص هو ، اسکو خلافت کيليے منتخب نه کرو -

مسئلۂ خلافت کا اصلي نظام شرعي يه هے - اگر يه قائم هو تو دنيا امن و سکون کي بهشت بن جاے - ليکن چونکه معلوم تها که ابهي وه وقت نهيں آيا - يه نظام تيس برس سے زياده قائم رهنے والا نهيں ، اسليے شرع

[بقيه نوٹ صفحه ۳۶]

بالحکمة " افسوس اس باب کے ربط و ترتيب کي اصلي علت لوگ نه سمجهے - منصب خلافت کے اثبات کے بعد يه چيز سامنے آني تهي که اعمال خلافت کي بنياد کيا هے ؟ اور اسکا طريق کس منهاج سے ماخوذ هے ؟ امام صاحب واضح کرنا چاهتے هيں که بنياد اُسکي طريق " حکمت " پر هے - يعنی انبياء کرام کے طريق تربيت امم پر جو " سنت " کا اصلي اور وسيع مفهوم هے ، اور قرآن حکيم کي اصطلاح ميں " حکمت " سنة نبوة هي کا دوسرا نام هے - ترجمۂ باب ميں اسپر قرآن سے دليل بهي لاے : و من لم يحکم بما انزل الله فاولئک هم الفاسقون - حکم و قضا " ما انزل الله " کے مطابق هونا چاهيے - اگر خلاف هو تو فسق هے - " ما انزل الله " کتاب و سنة هے : و يعلمهم الکتاب والحکمة - پس ثابت هوا که اعمال خلافت کي بنياد حکمت و منهاج نبوة پر هوني چاهيے - اس بارے ميں جو زياده واضح و مفصل احاديث تهيں ، چونکه انکي شروط کے مطابق نهيں لي جاسکتي تهيں ، اور بنياد استدلال کي صرف مرفوع هي پر رکهتے هيں ، اسليے آثار و موقوفات بهي نهيں لے سکتے تهے ، پس مشهور حديث " لا حسد الا في اثنتين " الخ درج کرکے قضاء بالحکمة کي اهميت و مطلوبيت واضح کردي - جب يه مقدمات طے هوچکے ، تو اب دکهلانا تها که اس مرکز کي اطاعت کس طرح امت پر فرض کردي گئي هے ؟ پس باب باندها " السمع و الطاعة للامام ما لم تکن معصية " امت کا سننا اور اطاعت کرنا امام کے حقوق ميں سے هے - بجز اس حکم کے که معصيت هو - اسميں وه تمام حديثيں لاے هيں جن ميں صريح حکم موجود هے که خليفه اهل هو يا نا اهل ، جامع الشروط هو يا فاقد

اس حدیث میں پانچ باتیں بتلائی ھیں :

(۱) پہلی چیز "جماعت" ھے - یعنی تمام اُمت کو ایک خلیفہ و امام پر جمع ھوکر اور اپنے مرکز قومی سے جڑ کے رھنا چاھیے - الگ الگ نہیں رھنا چاھیے - آگے چلکر کثرت کے ساتھہ وہ حدیثیں ملینگی جن سے معلوم ھوگا کہ جماعت سے الگ ھوکر رھنے کو یا ایسی منتشر زندگی کو جو ایک بندھی اور سمٹی ھوئی جماعت کی شکل نہ رکھتی ھو اور کسی امیر کے تابع نہو' اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا ھے - انفرادی زندگی کو وہ زندگی ھی نہیں مانتا - اسلامی زندگی "جماعت" ھے -

"جماعت" سے مقصود افراد کا ایک ایسا مجموعہ ھے جس میں اتحاد ' ائتلاف ' امتزاج ' اور نظم ھو -

"اتحاد" سے مقصود یہ ھے کہ اپنے اعمال حیات میں منتشر نہوں - ایک دوسرے سے ملے ھوے ھوں اور انکے تمام اعمال مل جلکر انجام پائیں - کسی گوشۂ عمل میں بھی پھوٹ اور بیگانگی نہو -

"ائتلاف" کا مرتبہ "اتحاد" سے بلند تر ھے - "اتحاد" صرف باھم مل جانا ھے - ضرور نہیں کہ کسی تناسب کے ساتھہ ترکیب ھوئی ھو - لیکن "ائتلاف" سے مقصود ایسا اتحاد ھے جو محض اتحاد ھی نہ ھو بلکہ ایک صحیح و مناسب ترکیب کے ساتھہ اتحاد ھو - یعنے منتشر افراد اسطرح باھم ملے ھوں کہ جس فرد کو اسکی صلاحیت و قوت کے مطابق جو جگہ ملنی چاھیے ' وھی جگہ اُسے ملی ھو - اور ھر فرد کی انفرادی قوت کو جماعتی ترکیب میں اُتنا ھی دخل دیا جاے ' جتنی مقدار میں دخل پانے کی اسمیں استعداد ھو - ایسا نہو کہ زید کو سردار ھونا چاھیے اور اس سے چاکری کا کام لیا جاے ' اور عمرو کی قابلیت کا عنصر صرف چھٹانک بھر جزو جماعت ھونے کی صلاحیت رکھتا ھے - اسکو سیر بھر قرار دیدیا جاے -

"امتزاج" ترکیب کا تیسرا مرتبہ ھے - اسمیں کمیت سے زیادہ کیفیت کا اتحاد ھونا چاھیے - یعنی مختلف افراد کو باھم اسطرح ملایا جاے کہ جس فرد کا اجتماعی مزاج جس قسم کے مزاج کے ساتھہ ملکر ایک متحدہ کیفیت حاصل کرسکتا ھے ' ویسا ھی مزاج اسکے ساتھہ ملایا جاے - یہ نہو کہ دو ایسے آدمیوں کو ملا دیا گیا جنکی طبیعت و خصلت اور استعداد و صلاحیت باھمدگر میل نہیں کھا سکتی اور اسلیے خواہ کتنا ھی دونوں کو

بتلادیں کہ اپنا خلیفہ بناؤ تو ایسے شخص کو بناؤ - ایسے کو نہ بناؤ جو اسکی اہلیت نہ رکھتا ہو - پھر پورے زور کے ساتھہ اسکا بھی اعلان کردیا کہ لوگوں کو خود خلیفہ بننے اور امارت و سرداری حاصل کرنے کا خواہشمند نہ ہونا چاہیے - نہ دعویدار بنکر دوسروں سے لڑنا چاہیے - آنحضرۃ ہمیشہ اس عہد پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے کہ " لا ینازع الا مر اہلہ " جس کام کا جو اہل ہوگا اسی پر وہ کام چھوڑ دینگے - دنیا اگر اس چھوٹے سے جملہ پر عمل کرے تو روے زمین کے سارے جھگڑے ختم ہوجائیں - امام بخاری نے کتاب الاحکام میں باب باندھا ہے " ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ " (۱) اور

---

(۱) حق یہ ہے کہ بقول علامۂ ابن خلدون صحیح بخاری کی شرح و تفسیر کا قرض ابتک امت کے ذمہ باقی ہے - بے شمار شرحوں اور حاشیوں کے بعد بھی ابتک ابن خلدون کا قول ویسا ہی صحیح ہے' جیسا فتح الباری اور عینی وغیرہ سے پہلے تھا - اس کتاب کے عجائب و دقائق قیامت تک ختم نہونگے - ہر کتاب' ہر باب' ابواب کی ہر ترتیب' اور ہر ہر عنوان و ترجمہ' اس فقیہ الارض و اعجوبۃ الدہر کی فقاہۃ ربانی کی ایک آیۃ باہرہ و حجۃ قاہرہ ہے - اسی مسئلۂ خلافت کو سامنے لاؤ' اور دیکھو' کس دقۃ نظر کے ساتھہ محض ترتیب ابواب ہی میں اسلام کا نظام شرعی واضح کردیا ہے اور ساری مشکلات حل کردی ہیں ؟ سب سے پہلی بات یہ تھی کہ اسلام کا نظام مرکزیۃ اس بارے میں کیا ہے ؟ تو پہلا باب " اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم " کا باندھا ' اور " من اطاع امیری فقد اطاعنی " الخ کی روایت درج کرکے بتلا دیا کہ مرکز کتاب اللہ ہے' رسول ہے' اور پھر خلیفۂ و امام ہے - " اولو الامر " خلیفہ کے سوا کوئی نہیں - اسکی اطاعت (بشرطیکہ کوئی خلاف شرع حکم نہو) مثل خدا و رسول کی اطاعت کے فرض ہے - پھر باب باندھا " الا مراء من قریش " اور اسمیں ابن جبیر والی روایت لاے " ما اقاموا الدین " جب تک قریش دین کے قائم رکھنے کی اہلیت رکھینگے' خلافت انہی میں رہیگی - اسطرح واضح کردیا کہ ایک خاص مدت تک قرشی خلافت کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی' مگر خلیفہ کا قرشی ہونا کوئی شرط اصلی و تشریعی نہیں ہے - صرف پیشین گوئی اور ہونے والے واقعات کا بتلا دینا ہے جیساکہ بے شمار معاملات کی نسبت خبریں دی گئی ہیں - اور پھر جو کچھہ بھی ہے " ما اقاموا الدین " کے ساتھہ مشروط ہے - اسکے بعد ایک نہایت ہی اہم اور دقیق نکتہ کی طرف متوجہ ہوے اور باب باندھا " أجر من قضی

هجرة الی الله اور ذهاب الی الله هے - خدا کے هر رسول اور انکے پیرؤں کو قیام‌حق کی راه میں یه منزل طی کرني پڑي : انی مهاجر الی ربي - اور اني ذاهب الی ربي - چونکه وطن و مکان کا علاقه ایک ایسا علاقه هے جسکے ترک کرنے میں اهل و عیال ' مال و متاع ' دوست و احباب ' هر طرح کے علاقوں کو ترک کردینا پڑتا هے ' اور اسکي محبت و الفت کي زنجیر آور ساري زنجیروں سے بهاري هے ' اسلیے ترک وطن کي هجرة اعلی اور جامع قسم کي هجرة هوئي ' اور زیاده تر مهاجرة کا اطلاق تارکین وطن هي پر کیاگیا - " ولکل امرئ ما نوي - فمن کانت هجرته الی الله ورسوله ' فهجرته الی الله ورسوله ' و من کانت هجرته لدنیا یصیبها ' اوامرأة یتزوجها ' فهجرته الی ما هاجر الیه " (بخاري عن عمر رض) یعني هر شخص کیلیے وه هے جسکي اُس نے نیت کي - پس جس نے الله اور اسکے رسول کیلیے هجرة کي تو اسکي هجرة الله اور اسکے رسول کیلیے هوئي ' اور جس نے اسلیے گهر چهوڑا که دنیا کماے یا نکاح کرے ' تو اسکي هجـــرة اسي کام کیلیے هوئي جسکے لیے اس نے گهر چهوڑا - پهر هجرة کے بهي اقسام هیں اور مراتب - بعضها فوق بعض - کتاب و سنت اسکي تفصیل سے لبریز هیں - یه موقعه تفصیل کا نهیں -

پانچویں چیز "جهاد في سبیل الله " هے - "جهاد" جهد سے هے جسکے معني " استفراغ الوسع في مدافعة العدو ظاهراً و باطناً " هیں (مفردات راغب) یعني دشمن اور دشمن کي تمام قوتوں کے دور کرنے اور اپنے کو قائم وباقي رکهنے کیلیے انتها درجه کي کوشش کرنا - یه کوشش زبان سے بهي هوتي هے - مال سے بهي هوتي هے - جان سے بهي هوتي هے - جس قسم کي کوشش کي ضرورت هو - هر قسم جهاد في سبیل الله میں داخل هے :- " و جاهدوا المشرکین باموالکم و انفسکم و السنتکم " (رواه ابوداؤد ' و احمد ' و نسائي ' و ابن حبان ' عن انس)

یه کهنا ضروري نهیں که یهي پانچ چیزیں دنیا میں قوموں اور ملکوں کے بقاؤ قیام کي اصلي بنیاد هیں - دنیا میں کوئي قوم زنده نهیں رهسکتي جسکي قومي هستي ان پانچ عنصروں سے مرکب نهو - سعي و عمل کا کوئي گوشه هو ' کامیابي بغیر ان اصول خمسه کے نهیں مل سکتي - تم مٹهي بهر گیهوں کے طالب هو یا قطب شمالي کي تحقیق کے ' مگر کوئي چیز بهي بغیر

لیکن اگر ایسوں کي خلافت تسلیم نه کي جاے' اُن پر خروج کرنے کي اجازت دیدي جاے' اور اطاعت امت کا مستحق صرف اهل اور جامع الشروط خلیفه هی قرار دیا جاے' تو پھر دائمی کشت و خون' جنگ و قتال' دعوؤں کا ٹکرانا' قوتوں کا تزاحم' همیشگی کی بد امنی' کبھی ختم نه هونے والي طوائف الملوکی اور انارکی' امت کی تباهی' ملکوں کی خرابی' نظام جماعت کا اختلال' احکام شرع کی تعطیل' مسلمانوں کے جان و مال سے امن کا اُٹھه جانا' دشمنان اسلام کا اس با همدگر کشمکش سے فائده اٹھانا' اور اسي طرح کي بے شمار هلاکتوں اور بربادیوں کا پھیل جانا لازمي تھا - مگر ساتھه هی اسکی امید بھي تھي که شاید ان بربادیوں کے بعد اصلی نظام خلافت قائم هوجاے اور نا اهلوں کی جگه کسی اهل اور ساري شرطیں رکھنے والے آدمی کو خلافت دلائی جاسکے -

پہلی صورت میں مصلحت کا بقا و حصول' مگر خرابیوں کا امکان تھا -

دوسري صورت میں خرابیوں کا وقوع' مگر مصالح کا امکان تھا -

اسلام نے پہلي صورت اختیار کی' اور پوري قوت و اصرار کے ساتھه دوسري راه مسدود کردي - یعنی مصالح کے امکان پر اُنکے وقوع کو ترجیح دي -

---

[بقیه نوٹ صفحه ۳٦]

" حکمت " هے - پس ضرور هے که خلیفه کے تمام کاموں کي بنیاد طریق سنة پر هو - بدعة و احداث پر نه هو - یهي معني منهـاج نبوت کے هیں - (۴) جب خلافت منعقد هوگئي تو تمام امت پر اسکي اطاعت فرض هے - في ما احب و یکره' مالم یؤمر بمعصیة (۵) امت کو چاهیے که احق و اهل کو منتخب کرے - لیکن مستحق کو نه چاهیے که خود خلافت کي خواهش کرے - جس نے ایسا کیا' الله کے حضور شرمندگي پائیگا - نتیجه یه نکلا که جب لوگ خود خواهش نه کرینگے' اور حق انتخاب جمهور کو هے' تو کسي طرح کي بھي کشمکش نهوگي - نه بهت سے دعویداروں میں باهم جھگڑا هوگا - امن و سکون کے ساتھه یه معامله انجام پا جائیگا -

یه تھا صحیح نظام شرعي' جسکے علم و فهم کیلیے صرف صحیح بخاري هي کافي هے' اور اسلام کي کونسي حقیقت هے جسکے لیے صحیح بخاري کافي نهیں ؟ لیکن افسوس که نظام شرعي قائم نه رها - مجلس شوریٰ کي جگه میدان جنگ میں خلافت کا فیصله هوا' اور محض تسلط و جبر سے دعویدار قابض هونے لگے - چنانچه پہلے هي سے اسکي خبر دیدي گئي تھي -

ابدان میں آتے ہیں ' لیکن یکایک صداے تکبیر سب کے انتشار کو ایک کامل اتحادی جسم میں تبدیل کردیتی ہے - یہانتک کہ ہزاروں اجزاء کا یہ منتشر مواد بالکل ایک جسم واحد کی صورت اختیار کرلیتا ہے - سب کے وجود ایک ہی صف میں جڑے ہوے ' سب کے کاندھے ایک دوسرے سے ملے ہوے ' سب کے قدم ایک ہی سیدھہ میں ' سب کے چہرے ایک ہی کی جانب - قیام کی حالت ہے تو سب ایک جسم واحد کی طرح کھڑے ہیں ' جھکاؤ ہے تو تمام صفیں بہ یک وقت جھکی ہوئی ہیں - ظاہر کے ساتھہ باطن بھی یکسر متحد و ممزوج - سب کے دل ایک ہی کی یاد میں محو ' سب کی زبانیں ایک ہی کے ذکر میں مترنم - پھر دیکھو ' سب کے آگے صرف ایک ہی وجود امام کا نظر آتا ہے ' جسکے اختیار میں جماعت کے تمام اعمال و افعال کی باگ ہوتی ہے - جب چاہے سب کو جھکا دے - جب چاہے سب کو اُٹھا دے -

اسلام کی زبان میں " جماعت " سے مقصود ایسا اجتماع ہے - انبوہ اور بھیڑ کا نام جماعت نہیں ہے -

جماعت کے جن اوصاف و خواص کا اوپر ذکر کیا گیا ' وہ تمام تر قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں - لیکن شواہد کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں -

(۲) دوسری چیز " السمع " ہے - یعنی امام جو احکام دے ' اُسکو سننا ' اور اس سے تعلیم و ارشاد حاصل کرنا - " سمع " کے لفظ میں قبولیت احکام و طلب تعلیم ' دونوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور امام کی معلمانہ حیثیت کو نمایاں کیا ہے -

(۳) تیسری چیز " طاعت " ہے - یعنی امام کی کامل درجہ اطاعت و فرماں برداری ' اور اپنی تمام عملی قوتوں کو اُس کے سپرد کردینا ' اور اس کے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کرنا - البتہ اطاعت معروف میں ہے - نہ کہ معصیت میں کہ " انما الطاعة فی المعروف "

(۴) چوتھی بات " ہجرۃ " ہے - ہجرۃ ہجر سے ہے جسکے معنی ترک کردینے اور چھوڑ دینے کے ہیں " الهجر والهجران مفارقة الانسان غیرہ ' اما بالبدن او باللسان او بالقلب - و المهاجرة ' مصارمة الغیر و متارکة " (۵۵۸) اسلام کی اصطلاح میں جب کبھی کوئی فرد یا جماعت سعادت و صداقت کے کسی مقصد اعلی کیلیے اپنی دنیوی محبوبات و مالوفات ترک کردے - مثلاً دولت کو ' آرام و راحت کو ' عزیز و اقرباء کے قرب کو ' وطن و مکان کو ' تو اسکا نام

و ملت کي حفاظت کيليے ضروري تها که نظام اصلي پر زور دينے کے ساتهه آن وقتوں کيليے بهي صاف صاف احکام ديديے جائيں' جب انتخاب و نصب خلافت کے بارے میں شریعت کا ٹهرایا هوا طریقه باقي نه رهے' اور جمهوري حکومت کي جگه شخصي و استبدادي طریقه قائم هو جاے -

ظاهر هے که اس صورت میں دو هي راهيں سامنے آتي هيں - اگر ایسے لوگونکي خلافت تسليم کرلي جاے تو اس سے امت کي جمعية ' جان و مال کا امن ' ممالک اسلاميه کي حفاظت ' احکام شرع کا اجراء ' جماعت کا قيام و بقا ' اور اسي طرح کے مصالح و فوائد حاصل هوتے هيں کيونکه بلا کسي نزاع کے اسلامي حکومت قائم هو جاتي هے - مگر ساتهه هي غير مستحق کي خلافت اور غير نظام شرعي کے قائم هو جانے کي خرابياں بهي پيدا هو جاتي هيں -

---

[بقيه نوٹ صفحه ۳٦]

الشروط ' عادل هو يا جابر ' مکروهات کا حکم دے يا محبوبات کا ' جب تک وہ مسلمان هے - نماز قائم رکهتا هے ' اُسکی اطاعت کرني چاهيے - کسي مسلمان کيليے اُسکي اطاعت سے باهر هونا جائز نهيں - اسکے بعد بالترتيب تين باب آتے هيں - " من لم يسأل الامارة اعانه الله " دوسرا " من سأل الامارہ وکل اليها " تيسرا " ما يکرہ من الحرص على الامارة " حاصل ان تينوں عنوانوں کا يه هے که جهاں شارع نے امت کو خليفة و امام کي ضروري صفتيں اور شرطيں بتلا دي هيں ' وهاں اِس سے بهي روکديا هے که کوئي شخص خود امامت و سرداري کا خواهاں هو اور اسکے ليے کوشش کرے - حتى که عبد الرحمن بن سمرہ سے کہا " جو اهل اور احق هو ' اُسي کا ساتهه دو - خود اپنے ليے خواهاں نه هو - اگرچه اسکے ليے قسم توڑني اور کفارہ بهي دينا پڑے " پس ان تمام ابواب کي يکے بعد ديگرے ترتيب سے واضح هوگيا که اس بارے ميں نظام شرعي کي قدرتي ترتيب يه هے :

(۱) امت کيليے حسب نص " و اولى الامر منکم " مرکز اجتماع و جماعت خليفہ کا وجود هے - اسکي اطاعت فرض هے - (۲) خبر ديدي گئي تهي که جب تک عرب و قريش ميں صلاحيت رهيگي ' خلافت پر قابض رهينگے - چنانچه ايسا هي هوا - (۳) بنياد معاملۂ خلافت کي " حکمت " پر هے - وہ حکمت که " و يعلمهم الکتاب و الحکمة " يه نيابت نبوت هے ' اور اعمال و سنة نبوت هي کا نام قران کي اصطلاح ميں

و سلوک نے " مشہد وحدۃ " کي اصطلاح اختیار کي ھے جو سالک طریق کیلیے کشف حجب اور سیر حقائق کا سب سے بلند تر مقام ھے - مقصود اس سے وہ قوت نظر و فکر ھے جو ظواھر سے گزر کر حقیقت تک پہنچ جاے ' اور اسماء و تعبیرات کے اختلافات دور کرکے مقاصد و معاني کا اتحاد معلوم کرلے - بعدیکہ سارے نزاعات و اختلافات دور ھو جائیں ' اور سخت سے سخت متنازع و متضاد راھوں پر چلنے والے بھي دیکھہ لیں کہ اصل مطلوب دونوں کا ایک ھي ھے -

اس اصل کو پیش نظر رکھکر اگر غور کروگے تو واضح ھو جائیگا کہ جماعت' تعلیم ' اطاعت ' ھجرت ' اور جہاد ' دنیا کي وہ عالمگیر صداقتیں ھیں ' جنکي حقیقت سے کسي فرد بشر کو انکار نہیں ھوسکتا - دنیا کي کوئي صالح جماعت ایسي نہیں ھے جس نے انسے الگ رھکر کامیابي حاصل کي ھو - ھر عقل نے انکا اقرار کیا ھے ' ھر دل میں انکا اعتقاد موجود ھے ' اور ھر عامل جماعت شب و روز انپر عمل کر رھي ھے - البتہ ناموں کے اختلاف نے ساري اُلجھن ڈال دي ھے - اسلام نے جن ناموں سے انکو تعبیر کیا ھے ' انسے دنیا کو اختلاف ھے ' لیکن اسلام جن حقیقتوں کو پیش کرتا ھے ' انسے دنیا اختلاف نہیں کرسکتي - اگر کرے تو زندگي اور مراد سے محروم ھو جاے -

اس نظام میں پہلی چیز " جماعت " ھے جسکي مختصر تشریح اوپر گزر چکي - غور کرو ' دنیا کا کونسا کام ایسا ھے جسکو بلا اجتماع و جماعت کے انجام دیا جاسکتا ھے ؟ جماعت کي زیادہ دقیق اور فلسفیانہ تعریف چھوڑ دو - صاف اور سیدھے سادھے معني جو ھوسکتے ھیں' صرف اُنھیں پر غور کرلو - سوسائٹي ' پارٹي ' کمیٹي ' کلب ' انجمن ' کانفرنس ' پارلیمنٹ ' بلکہ قوم ' ملک ' فوج ' ان سب سے مقصود کیا ھے ؟ یہي کہ " جماعت " اور " التزام جماعت " - وحشي قوموں تک کو دیکھتے ھو کہ جنگل کے درختوں کے نیچے اکٹھے ھوجاتے ھیں' اور مل جلکر اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ھیں - پھر جماعت بے سود ھے اگر اسکا نظام نہو اور کوئي سردار و رھنما نہو - تم پانچ آدمیوں کي بھي کوئي مجلس منعقد کرتے ھو ' تو سب سے پہلے ایک پریسیڈنٹ کا انتخاب کرتے ھو اور کہتے ھو کہ جب تک کسي کو صدر مجلس نہ مان لینگے ' یہ پانچ آدمیوں کي مجلس بھي باقاعدہ کام نہ کرسکیگی - فوج ترتیب دیتے ھو تو دس آدمیوں کو بھي بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے -

یقیني اور هر طرح کے شک و شبہہ سے ما ورا ہے کہ اگر دنیا اس پر یقین لانے کیلیے طیار نہیں تو اسکے یہ معنی هیں کہ دنیا کے پاس ماضي کي جسقدر معلومات موجود ہے اُن میں سے کوئي بات بهي یقیني نہیں - نہ تو اس دنیا میں سکندر نامي کوئي پادشاہ کبهي گزرا ' نہ روما نامي کوئي سلطنت قائم هوئي ' اور نہ هم بیسویں صدي کے انسان اسکے لیے مجبور هیں کہ نپولین کا وجود اور واٹر لو کي جنگ کا وقوع تسلیم کریں !

بهر حال احادیث کے دیکهنے سے معلوم هوتا ہے کہ تمام هونے والے واقعات پیشتر سے معلوم تهے اور هر حالت اور هر وقت کیلیے صاف صاف حکم دیدیا گیا تها - احادیث کے اس حصہ کا نہایت دقت نظر کے ساتهہ مطالعہ کرنا چاهیے - هر دور کي خاص حالت ہے اور اسلیے خاص حکم -

سب سے پہلے وہ حدیثیں سامنے آتي هیں جن میں خلافۃ خاصۂ و راشدہ کا ذکر کیا ہے ' اور چونکہ یہ خلافۃ ٹهیک طریق نبوۃ و سنۃ پر قائم هونے والي تهي ' اسلیے امت کو وصیۃ کي ہے کہ نہ صرف اُنکي اطاعت کي جاے ' بلکہ اُنکے تمام اجماعي باتوں اور کاموں کو مثل اعمال نبوۃ کے " سنۃ " سمجها جاے اور اُسکي پوري طرح پیروي کي جاے -

مشہور حدیث عرباض بن ساریہ " قام فینا رسول اللہ صلعم ذات یوم فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ' وجلت منها القلوب . و ذرفت منها العیون ' فقیل یا رسول اللہ ! وعظتنا موعظۃ مودع فاعهد الینا بعهد - فقال علیکم بتقوی اللہ ' و السمع و الطاعہ و ان کان عبداً حبشیا ' و سترون من بعدي اختلافاً شدیدا ' فعلیکم بسنتي و سنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین - عضوا علیها بالنواجذ " (ابن ماجہ و ترمذي) اور حدیث " خیر القرون قرني ' ثم یلونهم " الخ اور " اما طبقتي و طبقۃ اصحابي فاهل علم و ایمان " الخ رواہ البغوي عن انس - یعني آنحضرۃ (صلعم) نے خطبہ دیا اور فرمایا - میں تم کو وصیت کرتا هوں کہ اللہ سے ڈرو ' اپنے امام کا حکم سنو اور مانو اگرچہ وہ ایک حبشي غلام هو - اور دیکهو ! میرے بعد بڑے سخت جهگڑے هونے والے هیں ' پس چاهیے کہ فتنوں سے بچو اور همیشہ میري سنت اور میرے بعد کے جانشینوں کي سنت پر کاربند رهو ' اور اسکو اسطرح مضبوطي سے پکڑ لو جیسے کوئي شخص دانتوں سے کوئي چیز پکڑ لیتا ہے - اور فرمایا : بہتر زمانہ میرا ہے ' پهر وہ جو میرے بعد کا ہے - اور فرمایا : میرا اور

جماعت' اطاعت' ھجرۃ' اور جہاد کے حاصل نہ ھو سکیگی - دنیا نے آجتک جو کچھہ پایا ھے' غور کروگے تو وہ سب انھی پانچ سچائیوں کے ثمرات و نتائج ھیں -

دنیا کے تمام نزاعات و اختلافات کی ایک سب سے بڑی علت حقیقت کی وحدت اور اسماء و مصطلحات کی کثرت ھے - طلب صداقت کے اکثر جھگڑے حکایت شہد و عسل سے زیادہ نہیں - یعنی سچائی ھر جگہ اور ھر گوشۂ عمل میں حقیقت و مسمی کے اعتبار سے ایک ھی ھے' لیکن بھیس مختلف ھوگئے ھیں اور نام متعدد - مصیبت یہ ھے کہ دنیا معانی کی جگہ لفظوں کی پرستش کرتی ھے' اور گو سب طلبگار و پرستار ایک ھی حقیقت کے ھیں' لیکن محض ناموں کے اختلاف کی وجہ سے باھمدگر لڑ رہے ھیں - ایک کہتا ھے شہد - دوسرا کہتا ھے عسل - مگر کوئی نہیں جو دونوں کو سمجھا دے کہ مقصود دونوں کا ایک ھی ھے - اختلاف مسمی میں نہیں ھے - صرف اسم میں ھے - ایک شخص شب و روز ایک حقیقت کو مانتا اور جانتا ھے' لیکن اپنی اصطلاح و رسم میں کسی خاص لقب سے پکارتا ھے - وھی حقیقت جب ایک دوسرے نام سے اسکے سامنے پیش کی جاتی ھے تو فوراً انکار کردیتا ھے اور اپنا فرض سمجھتا ھے کہ اس سے ھر طرح نفرت کرے - مذاھب کے اختلافات سے لیکر معاشرت و رسوم کے چھوٹے چھوٹے اختلافات تک' ھر جگہ یہی علت کام کر رھی ھے - اگر کبھی ایسا ھوسکے کہ ظواھر و اسماء کے تمام پردے اٹھادیے جائیں اور حقیقت بے نقاب ھوکر سب کے سامنے آ جاے' تو یکایک دنیا کے تمام نزاعات ختم ھو جائیں' اور تمام لڑنے والے دیکھہ لیں کہ سب کا مطلوب ایک ھی ھے اگرچہ بھیس مختلف ھیں' اور سب کا مقصود ایک ھی ھے اگرچہ نام بہت سے ھیں :

عباراتنا شتی و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر!

علوم و حقائق کے مشاھد و مناظر میں یہ مشہد سب سے اعلی و ارفع مقام رکھتا ھے - اسی کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "علم الجمع بین المختلفات" سے تعبیر کرتے ھیں (۱) اور عامۂ اصحاب اشارات

---

(۱) تفہیمات میں لکھتے ھیں "لما تمت بی دورۃ الحکمۃ' البسنی اللہ خلعت المجددیۃ' فعلمت علم الجمع بین المختلفات"

کیا دنیا میں ایک دماغ اور ایک عقل صحیح بھی ایسی ملسکتی ہے جو شریعت کے اس فیصلہ کو غلط بتلاے ؟ اللہ کی شریعت کا اصل اصول جلب مصالح اور دفع مفاسد ہے - یعنے ہمیشہ فوائد حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا - اور جب مصالح کے ساتھہ مفاسد بھی جمع ہو جائیں تو جس راہ میں مصالح زیادہ ہوں اور خرابیاں کم' اُسیکو اختیار کرنا - تمام احکام کا محور یہی اصل ہے - پس اگر پہلی راہ اختیار کی جاتی اور خلیفہ کی اطاعت کیلیے خلیفہ کا جامع الشروط اور بطریق صحیح منتخب ہونا شرط قرار دیدیا جاتا' تو اسکا کیا نتیجہ نکلتا ؟ نصب و انتخاب کیلیے نظام شرعی تو درہم ہوچکا تھا - ہر دماغ میں حرص و دعوا' اور ہر ہاتھہ میں تلوار تھی - یہی نتیجہ نکلتا کہ' ایک عام طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی - ہر شخص یہ کہکر کہ خلیفہ اہل و مستحق نہیں ہے' بغاوت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہوتا - تمام امت میں خون اور موت کی وبا پھیل جاتی - شہروں کا کوئی محافظ نہ رہتا - آبادیوں کا کوئی حاکم نہ ہوتا - نہ مجرموں کو کوئی سزا دینے والا' اور نہ ڈاکوؤں سے کوئی بچانے والا - زکواۃ کس کو دی جاتی ؟ جمعہ کون قائم رکھتا ؟ سرحدوں کی کون حفاظت کرتا ؟ باوجود اسلام کے اس صریح حکم اور مسلمانوں کے متفقہ اعتقاد کے' جو کچھہ تاریخ اسلام کا حال رہا ہے' ظاہر ہے - مدعیان سلطنت کی باہمی پیکار اور جماعتوں کے باہمی نزاع نے کسطرح اسلامی فتوحات کی بڑھتی اور پھیلتی ہوئی قوت روکدی ؟ اور پھر جو کچھہ حاصل ہوچکا تھا' اسکو بھی کھونا شروع کردیا ؟ حتی کہ جو قوم دنیا کی تمام قوموں کی وارث ہونے کیلیے آئی تھی' دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی قوم بھی اُسکی وارث بنگئی' اور اسلامی خلافت کے اجزاء حیات ٹوٹ ٹوٹ کر اور کٹ کٹ کر دنیا کی نئی نئی سلطنتوں اور ملکوں کیلیے سروسامان و مواد کا کام دینے لگے ! فما کان اللہ لیظلمھم' و لکن کانوا انفسھم یظلمون ! (۹ : ۳۹)

(نصوص سنۃ و اجماع امت)

سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالنی چاہیے - اگر داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کی نبوت کی صداقت کی اور کوئی دلیل نہ ہوتی' تو صرف یہی ایک بات بس کرتی تھی کہ آنے والے واقعات کی تمام تفصیلات کس طرح اول روز ھی بتلا دی گئی تھیں ؟ اور ایک ایک جزئی حالت کا کیسا کامل نقشہ صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا ؟ یہ معاملہ اسقدر

ملکوں کا عروج ' قوموں کي بالا دستي ' تمدن کي وسعت ' في الحقیقت انسان کے کس عمل حق کے نتائج و ثمرات هیں ؟ اگر کچھ نظري چھوڑ دو تو معلوم کراوگے کہ صرف عمل هجرت کے - اگرانسان اور انسانونکي جماعتوں نے طلب مقاصد و عزائم میں هزاروں قربانیاں نہ کي هوتیں ' هر طرح کے آرام و راحت سے مفارقت نہ کرجاتے ' اپني ساري خواهشوں اور ولولوں کو ترک نہ کردیتے ' گھر کے عیش ' اهل و عیال کي محبت ' خویش و یگانہ کي الفت ' اور ملک و وطن کي دامنگیریوں سے بالکل آزاد هوکر راہ هجرت میں قدم اُٹھاتے ' تو آج دنیا میں علم کي جگہ جہل هوتا ' تمدن کي جگہ وحشت هوتي ' آبادیون کي جگہ جنگل هوتے ' اور ان تمام ترقیوں میں سے ایک ترقي بھي کرۂ ارضي کي پیٹھہ پر نظر نہ آتي - دنیا میں جس قدر علوم وفنون موجود هیں ' اُن سب کي تکمیل کیونکر هوتي اگر ولولۂ هجرت سے انسان کا قلب خالي هوتا ؟ کتنے هي انسانوں نے اپنے گھروں اور وطنوں سے هجرتیں کي هیں ' دنیا کے ایک ایک گوشہ ایک ایک چپہ کو چھان مارا ھے ' جب کہیں جا کر فن طب کي تکمیل هوئي هے اور ادویۂ و اشیاء کے خواص کا علم مکمل هوا ھے - اگر مہاجرین علم کے قافلے اپنے اپنے گوشوں سے نہ نکلتے ' اور گھر کے آرام و راحت کي جگہ سفر و غربت کي صعوبتیں گوارا نہ کرلیتے ' تو اشیـــاء کي تحقیق کیونکر هوتي ؟ پیدا وار کي معلومات کیونکر تکمیل پاتي ؟ جغرافیـہ کیونکر وجود میں آتا ؟ علم الحیـــات کے تجارب کي جزئیـــات کیونکر جمع هوسکتیں ؟ نئي نئي ایجادات اور اکتشافات کي کس طـــرح راہ کھلتي ؟ کولمبس اگر هجرت نہ کرتا ' تو آج دنیا کا نصف تمدن ناپید تھا - یورپ اگر هجرت نہ کرتا تو آج نیویارک اور واشنگٹن کي سر بفلک عمارتوں کا وجود نہ هوتا - اگر یورپ کي قومیں اپنے ملکوں سے مہاجرت نہ کرتیں ' تو آج تمام دنیا کي دولت اُن کے گھروں میں کھنچکر نہ جاتي - یہ کیسي عجیب بات ھے کہ اگر صرف قطب شمالي کي تحقیق کے لیے مہـــاجرین کشف کے ڈیڑہ سو قافلے یکے بعد دیگرے نکلیں ' اور یکسر قربان و هلاک هو جائیں ' تو تم کہو کہ یہ تحقیق علم کا کمال اور جذبۂ نوع پرستي کي انتہـــا ھے ' لیکن اگر اُسي چیز کو اللہ کي شریعت ایک جامع تر لفظ " هجرت " سے تعبیر کرے ' تو تم اسکا انکار کردو ؟ تمھارے نزدیک یہ تو تمدن ھے کہ دریاے نیل کا مخرج دریافت کرنے کیلیے سیکڑوں انسان اپنا گھر بار چھوڑ دیں اور هلاک هو جائیں ' لیکن یہ وحشت ھے کہ قیام حق اور اشاعت

عن عبادة بن الصامت - قال " بايعنا رسول الله صلعم على السمع و الطاعه في منشطنا و مكرهنا و عسرنا و يسرنا و أثره علينا ' و ان لا ننازع الامر اهله

[بقيه نوٹ صفحه ۴۲]

مشترکات و مختلفات کو الگ الگ کردینا چاهیے - پهر هر حدیث اور هر حکم کو اسکي جگه دیني چاهیے - ایسا نه کرنے سے لوگوں کو بڑي بڑي غلط فهمیاں هوئیں - بهتوں کو یه لغـــزش هوئي که " اطـــاعت " اور " اقتدا " کا فرق نه سمجهے - جن حدیثوں میں " اقتـــداء " کي ممـــانعت بلکه خلاف کرنے کا حکم پایا ' اُنکو " منع اطاعت " اور جواز خروج پر محمول کرلیا - خوارج اور معتزله کے ایک گروه کو یهي دهوکا هوا - ایک دوسري جماعت نے یه غلطي کي که حکم اطاعت کو عام مطلق سمجهه لیا ' اور منع اقتداء و تأسي اور وجوب امر بالمعروف نے جو تخصیص کردي تهي ' وه اُنکي سمجهه میں نه آئي - یعني اس دهوکے میں پڑگئے که جب امراء و حکام کي اطاعت کا حکم دیا گیا هے ' خواه اُنکے اعمال کیسے هي خراب هوں ' تو پهر چاهیے که نه کسي برائي پر ٹوکیں ' نه منکرات کے خلاف جد و جهد کریں - هر حال میں چپ چاپ بیٹهکر اطاعت کرتے رهیں - یه جو صدیوں سے عام علماء اسلام نے اصحاب اقتدار کے خلاف امر بالمعروف یکقلم ترک کردیا هے ' تو نفس خادع اُنکو بهي یهي دهوکا دے رها هے - بعض حدیثوں میں آیا هے که اطاعت نه کرنے میں فتنه هے - ان لوگوں نے چونکه " اطاعت " اور " اقتداء " کا فرق نهیں سمجها تها ' اسلیے یه مطلب سمجهے که پادشاهوں اور امیروں کو برائي پر ٹوکنے اور اُنکے خلاف حق کے اعلان میں بڑي بڑي مصیبتیں جهیلني پڑتي هیں - یهي چیز فتنه هے - پس اس فتنه سے بچنا چاهیے - نتیجه یه نکلا که حق و باطل میں کوئي تمیز باقي نه رهي - تمام زبانیں گونگي اور - تمام دل مرده هوکر رهگئے - حالانکه دونوں جماعتوں نے ٹهوکر کهائي - دونوں نے حدیثوں کا صحیح مورد اور محل نه سمجها - ایک صورت یه هے که مسلمان کسي کو اپنا قومي پادشاه مان لیں ' اور ایک پادشاه کي جیسي فرماں برداري رعایا کو کرني چاهیے ' ٹهیک ویسي هي فرماں برداري کریں - کوئي بات ایسي نه کریں جس سے ثابت هو که اُسے اپنا حاکم نهیں سمجهتے - اسکا نام " اطاعت " هے - دوسري صورت یه هے که کسي انسان کو دیني و اخلاقي اعتقاد و عمل میں اپنا پیشوا مان لینا ' اور راستي و حق پرستي کے اعتبار سے اُسکي زندگي کو اپنے لیے

اسکي اطاعت ماتحتوں کيليے فرض سمجھتے هو اور يقين کرتے هو که بغير اسکے فوج کا نظام قائم نهيں رهسکتا - پانچ دس آدمي بهي اگر بغير امير کے کام نهيں کرسکتے تو قوميں کيونکر اپنے فرائض بلا امير کے انجام دے سکتي هيں ؟ اس سے بهي ساده تر مثال يه هے که اپنے اپنے گهروں اور خاندانوں کو ديکهو ! خود تمهارا گهر بهي تو ايک چهوٹي سي آبادي هے ؟ اگر بيوي تمهارا حکم نه مانے تو تم کيوں بگڑتے هو ؟ اگر گهر کے لوگ تمهارے کهنے پر نه چليں ' تو تم کيوں لڑتے هو ؟ تم کهتے هو که فلاں گهر ميں امن و انتظام نهيں - روز خانه جنگي هوتي هے - يه سب کيوں هے ؟ صرف اسليے که " الجماعة ' و السمع ' و الطاعة " کوئي جماعت امن و نظم نهيں پاسکتي جب تک اسکا کوئي امير نهو ' اور جب تک امير کي اطاعت نه کي جاے - گهر اور خاندان بهي ايک چهوٹي سي جماعت هے - تم گهر کے بڑے هو - يعني امير هو - پس گهر کي عافيت و کاميابي اسپر موقوف هے که سب تمهاري سنيں اور تمهارے کهے پر چليں -

" هجرت " کا لفظ کسقدر تمهارے ليے نا آشنا اور نا مانوس هے ؟ تم سمجهتے که يه دنيا کے اُس عهد جهل و وحشت کي يادگار هے جب مذهبي جذبات کي بر انگيختگي نے تمدني احساسات کو مغلوب کرديا تها ' اور انسان دين پرستي کے جنون ميں اپني عقلي و تمدني زندگي تک کو قربان کرديتا تها - ليکن بتلاؤ ' اب دنيا کي اعلى سے اعلى علمي و تمدني ترقياں بهي تم کو جس راه کي طرف بلا رهي هيں ' وه " هجرت " کي حقيقت سے کب خالي هيں ؟ اور خود علم و تمدن کا تمام ذخيرهٔ عروج بهي کس عملي حقيقت کا نتيجه هے ؟ " هجرت " سے مقصود يه هے که اعلى مقاصد کي راه ميں کمتر فوائد کو قربان کرديتا ' اور حصول مقاصد کي راه ميں جو چيزيں حائل هوں ' اُن سب کو ترک کرديتا - خواه آرام و راحت هو ' مال و دولت هو ' نفساني خواهشيں هوں ' حتى که قوم هو ' ملک هو ' وطن هو ' اهل و عيال هوں ' سب کو چهوڑ دينا - پهر بتلاؤ ' علم و عمل کا کون گوشه هے جس ميں کاميابي بغير اس جذبه کے ملسکتي هے ؟ انسان کي مطلوبات ميں سے کوئي چهوٹي سے چهوٹي چيز بهي ايسي بتلاسکتے هو جو بلا هجرت کے مقام سے گذرے اُسنے پالي هو ؟ يه دنيا کي علمي و تمدني ترقياں ' حيرت انگيز اکتشافات ' انقلاب انگيز ايجادات ' دولت کي فراواني ' تجارت کي عالمگيري ' نئي نئي آباديوں کا قيام ' طرح طرح کے وسائل معيشت و فلاح کا ظهور ' پهر

میرے یاروں کا طبقہ علم اور ایمان کا طبقہ ہے - اسی طرح حضرت ابن مسعود کی حدیث "ما من نبي بعثه الله في امته قبلي، الا كان له حواريون و اصحاب، ياخذون بسنته و يقتدون بامره" الخ (مسلم) و غیر ذٰلک -

غرضکہ اس پہلے دور کیلیے دو حکم دیے گئے تھے - ایک اطاعت کا، دوسرا اقتداء اور پیروی کا -

لیکن اسکے بعد وہ حدیثیں سامنے آتی ہیں جن میں خلافت کے دوسرے دور کا ذکر کیا گیا ہے - اس دور میں پہلا حکم تو بدستور باقی رہتا ہے، لیکن دوسرا حکم بالکل بدل جاتا ہے - یعنے امت کو اس دور کے خلفاء و سلاطین کی اطاعت کی تو ویسی ہی وصیت کی جاتی ہے، جیسے پہلے دور کیلیے کی تھی، لیکن انکے کاموں کی پیروی اور اقتداء کا حکم نہیں دیا جاتا، بلکہ بتدریج ترک و مخالفت کا حکم دیا جا رہا ہے - اس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ اس دور میں جو لوگ خلافت پر قابض ہو جائینگے، انکی خلافۃ شریعت کے مطلوبہ نظام پر نہ ہوگی، اور نہ انکا چلن قرآن و سنت کے مطابق ہوگا - ان میں اچھے بھی ہونگے - برے بھی ہونگے - اسلیے امت کو اب صرف اطاعت کا اور انکی خلافت کے آگے سر جھکا دینے کا حکم دیا جا رہا ہے - انکے طور طریقوں کی پیروی اور انکے کاموں کو شرعی کام سمجھہ لینے کا حکم نہیں دیا جاتا - صاف صاف وصیت کی جاتی ہے کہ جب وہ لوگ برائیاں پھیلائیں، تو جس کی طاقت جہاں تک کام دے، برائیوں کے روکنے کی پوری کوشش کرے - ہاتھہ سے کام لے - زبان کو حرکت میں لاے - یہ دونوں درجے نصیب نہ ہوں تو کم از کم دل ہی دل میں برائی کو برا سمجھے - "و ذلک اضعف الایمان" - لیکن برے کاموں کو انکی عظمت کے دباؤ سے اچھا نہ سمجھہ لے اور نہ انکا ساتھہ دے - "و لیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل" (۱)

---

(۱) احادیث کا یہ حصہ نہایت اہم اور غور طلب ہے - مختلف حدیثوں میں مختلف دوروں اور لوگوں کا ذکر ہے، اسلیے احکام بھی مختلف ہیں - اس نکتہ پر جسکی نظر نہ گئی وہ احکام و علائم کو مختلف و متضاد دیکھکر یا تو حیران ہوا - یا سخت غلطیوں میں مبتلا ہوگیا - عہد نبوۃ سے لیکر آخر تک مختلف دور آنے والے تھے - ہر دور کے خصائص و حالات دوسرے سے مختلف تھے - پس انکے احکام میں بھی اختلاف ہوا - پوری دقۃ نظر کے ساتھہ احادیث کا مطالعہ کرنا چاہیے - پہلے انکے باھمی

اُسي قوم کو باقي رهنا چاهیے جو حق و هدایت کے اعتبار سے اصلح هو۔ غیر اصلح عقائد و اعمال کو مٹ جانا چاهیے اور قانون الهي کا هاتهه بنکر مٹا دینا چاهیے - هدایت یافته اقوام کا یه حق هے که غیر هدایت یافته قوموں پر غالب آئیں : لیظهره علی الدین کله - پهر اس بات پر تم کیوں مضطرب هوتے هو؟ کیوں اس قدرتي قانون هستي کے ذکر میں تم کو قتل و غارتگری کي دهشت ناکي نظر آتي هے؟ یورپ کي قومیں تمام دنیا کو اپني نو آبادیوں سے بهر دیں ' اور کهیں که افریقه کے وحشیوں کي جگه هم متمدن اقوام زیاده خدا کي زمین کي حقدار هیں - اسکو تو تم گوارا کرلو' لیکن اگر اسلام کهے که " ان الارض لله و لرسوله " خدا کي زمین حق پرستوں کیلیے هے - کفر و ضلالت کے پرستاروں کیلیے نهیں هے ' تو تم اسکو وحشت اور خوفناکي کهو؟

فصل

(جماعت و التزام جماعت)

یهاں ایک اور اهم اور قابل غور امر یه بهی هے که اس حدیث اور نیز دیگر احادیث میں همیشه جماعت اور اطاعت خلیفه کي زندگي کو اسلامي زندگي قرار دیا هے اور اسکے عکس کو جاهلیة - جاهلیة کي زندگي میں هلاکت کا اصلي تخم کیا تها؟ قرآن نے واضح کیا هے که تفرقه اور باهم دگر علحدگي' اور کسي ایک مرکزي قوت کے ماتحت نهونا - اسلام نے ظاهر هوکر زندگي کي جو تخم ریزي کي ' وه کیا تهي؟ باهمي اتحاد و ائتلاف - تمام منتشر افراد کو ایک متحدهٔ جماعت بنا کر نفس واحده کردیا اور سب کے سر ایک هي چوکهٹ پر جهکادیے : واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداً ' فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمته اخوانا - و کنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها " الخ -

پس جاهلیة کا دوسرا نام تفرقة هوا ' اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت - یهي وجه هے که تمام احادیث میں یه حقیقت واضح کي گئي' اور اعلان کیا گیا که جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ هوگیا '

که هر حال اور هر طرح کي زندگي میں امام کي اطاعت کرینگے - حکومت و سرداري کو اسکے کرنے والوں پر چھوڑ دینگے ' اور کبھي اس بارے میں کوئي جھگڑا نہیں کرینگے - الا یه که بالکل کھلا کھلا کفر امام سے ظاهر هو - ایسي بات میں جسکے لیے الله کي کتاب میں حکم و دلیل موجود هے - سو اسوقت کسي کي اطاعت بھي الله کي اطاعت سے نه روک سکیگي - یعني جب تک امام سے صریح کفر نه سرزد هو ' هر حال میں اسکي اطاعت واجب هے -

" خیار ائمتکم الذین تحبونهم و یحبونکم ' وتصلون علیهم و یصلون علیکم ' و شرار ائمتکم الذین تبغضونهم و یبغضونکم ' و تلعنونهم و یلعنونکم ' قال قلنا - أفلاننابذ هم عند ذلک ؟ قال لا ' ما أقاموا فیکم الصلوة ' الا من ولي علیه وال فرآه شیئاً من معصیة الله فلیکره ما یأتي من معصیة الله ' و لا ینزع عن یداً من طاعة " رواه احمد و مسلم -

و عن حذیفة أنه (صلعم) قال " یکون بعدي أئمة لا یهتدون بهدی ولا یستنون بسنتي ' و سیقوم فیکم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین في جثمان انس - قال قلت - کیف اصنع یا رسول الله ان أدرکت ذلک ؟ قال - تسمع و تطیع و ان ضرب ظهرک و اخذ مالک فا سمع و اطع " رواه مسلم و احمد -

یعني فرمایا : تمهارے بہتر حاکم وہ هیں که انکي محبت تمهارے دلوں میں هو اور تمهاري انکے دلوں میں - تمهاري زبانوں سے انکے لیے رحمت کي صدا نکلے اور انکي زبانوں سے تمهارے لیے - اور بدترین حاکم وہ هیں که تمهارے دلوں میں انکي دشمني هو ' اور وہ تمهیں دشمن سمجھتے هوں - تم ان پر لعنت بھیجو - وہ تم پر - صحابه نے عرض کیا - یا رسول الله ! کیا ایسے حاکموں سے هم نه جھگڑیں ؟ فرمایا نہیں - جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں - انکي اطاعت هي کرو ! هاں جو بات گناہ کي دیکھو اسے پسند نه کرو مگر امام کي طاعت سے هاتھه نه کھینچو - نیز فرمایا - میرے بعد ایسے امام هونگے جو میرا طور طریق چھوڑ دینگے - میري سنة پر نہیں چلینگے - عنقریب تم پر ایسے لوگ حکمراں هونگے که انکا جسم تو انسانوں کا هوگا مگر دل شیطان کا سا - راوي نے پوچھا - اگر هم نے ایسا زمانه پایا تو کیا کریں ؟ فرمایا - سنو اور اطاعت کرو - اگر وہ تمهاري پیٹھه پر تازیانے لگائیں اور تمهارا مال چھین لیں ' تب بھي انکي سنو اور اطاعت کرو !

" ستکون بعدي اثرة و امور تنکرونها " قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال " تؤدون الحق الذي علیکم ' و تسألون الله الذي لکم " متفق علیه عن ابن مسعود '

صداقت کي راه ميں الله کے بندے ترک وطن کريں ؟ اگر نيوٹن اپني راتوں کي نيند اور بستر کي راحت چھوڑ دے تاکه " کشش ثقل " کا قانون دريافت کرلے ' تو تم اسکي پرستش کرو اور کہو که يه علم پرستي هے - ليکن اگر تم عزم و طلب کے ايسے هي پرستار هو تو اُس عازم صادق کيليے کيا کہتے هو جو قانون کشش ثقل کيليے نہيں بلکه قانون نجات عالم کيليے اپنا گھر بار چھوڑ ديتا هے اور کہتا هے که يه حق پرستي هے ؟

آج تمام يورپ قومي ترقي اور ملکي استحکام کي سب سے بڑي بنياد " کالونيل سستم " کو يقين کرتا هے - يعني نو آباديوں کے اصول کو ' اور اسکا اس درجه پرستار هے که صرف اسي کي خاطر پانچ سال تک دنيا کو عالمگير جنگ و قتال ميں مبتلا رکھتا هے - ليکن نو آباديوں کے اُصول کے کيا معني هيں ؟ يهي که ترک وطن کرکے اپني نئي نئي آباديان قائم کرنا ' اور قومي دولت و طاقت کو بڑھانے کيليے دنيا ميں دور دور تک پھيل جانا - اب غور کرو که يه وهي "هجرت" اور ترک وطن کي بات هوئي يا نہيں ؟ اور " الجماعة ' و السمع ' و الطاعة ' و الهجرة " پر دنيا عمل کر رهي هے يا نہيں ؟ نام مختلف هيں مگر حقيقت ايک هي هے -

"جہاد" کے معني يه هيں که دفع اعداء ميں اپني جان و مال سے کمال درجه سعي و محنت کرنا - کيا دنيا ميں کوئي قوم ' کوئي ملک ' کوئي جماعت ' کوئي قبيله ' کوئي خاندان ' کوئي گھر ' کوئي انسان ' بلکه کوئي وجود اور زندگي بغير جہاد کے زندۂ و قائم رهسکتي هے ؟ کون هے جو زنده رهنا چاهتا هے اور جہاد نہيں کرتا ؟ جس چيز کو تم هزاروں ناموں اور لفظوں ميں بولتے هو اور کارزار هستي ميں بقاؤ قيام کي اصلي بنياد سمجھتے هو ' اُسي کو اسلام نے ايک جامع لفظ " جہاد " سے تعبير کيا هے - اگر تم سے ڈارون اور رسل ويليس تنازع البقاء (Struggle for existence) اور انتخاب طبيعي (Natural Selectian) اور بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا ذکر کرتے هيں اور کہتے هيں که اس کارزار حيات ميں بقا صرف اصلح و امثل کيليے هے ' تو تم پوري طرح کان دھرتے هو ' اور فطرة کے قتل و غارت کا افسانۂ خونين تم کو پريشان خاطر نہيں کرتا - ليکن اُسي حقيقت کو قرآن و اسلام زيادہ مکمل شکل ميں بيان کرتا هے - وہ کہتا هے که جو قانون الهي زمين کے کيڑوں مکوڑوں تک پر نافذ هے ' اُس سے جمعيت بشري کيونکر بري هوسکتي هے ؟ پس دنيا ميں

الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیه من اللہ برھان " متفق علیہ - عبادہ بن الصامت کہتے ھیں - ھم سے رسول اللہ (صلعم) نے اس بات پر بیعت لي

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲]

نمونہ بنا لینا ' اور اُسکے قدم بہ قدم چلنے کي کوشش کرنا - اسکا نام " اقتداء " اور " تأسي " ھے - دونوں صورتیں الگ الگ ھیں - بلاشبہ " اطاعت " ایک عام حالت ھے اور اسمیں " اقتداء " کي حالت بھي داخل ھے ' لیکن " اقتداء " اطاعت سے زیادہ خاص ھے ' اور ضروري نہیں کہ ھر اطاعت اقتداء بھي ھو - احادیث میں خلفاء راشدین کي نسبت امت کو " اطاعت " اور " اقتداء " دونوں کا حکم دیا گیا ' لیکن بعد کے خلفاء و سلاطین کو صرف " اطاعت " کا مستحق بتلایا - " اقتداء " کا نہیں - کیونکہ معلوم تھا کہ اُنکے کام اچھے نہ ھونگے - شریعت و عدالت سے منحرف ھو جائینگے - اور چونکہ نظام جماعت کے قیام کے ساتھہ احکام کتاب و سنت اور عدل و صداقت کي حفاظت کا انتظام بھي ضروري تھا ' اسلیے امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا فرض ھر حال میں باقي رھا - اور حکم دیا گیا کہ ایسے وقتوں میں سلطان اسلام کو اپنا امام مانکر پوري پوري اطاعت کرو ' لیکن پادشاہ کي اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ سفید کو سیاہ ' اور دن کو رات مان لو - حق حق ھے - باطل باطل - برائي جب دیکھو ' ٹوکو - ظلم جب کیا جاے ' روکو - اس کام میں ایک پادشاہ اور ایک مزدور ' دونوں برابر ھیں - " لا طاعة لمخلوق في معصیة الخالق ' قاعدۂ کلیہ ھے ' اور و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر حکم عام و مطلق - کسي مخلوق کي ایسي اطاعت نہیں کي جاسکتي جس میں خالق کے حکم سے نافرماني کرني پڑے - اور یہ جو جابجا کہا کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ھے - تو یاد رھے کہ " اطاعت نہ کرنے میں ' نہ کہ " اقتداء " نہ کرنے میں ' اور امر بالمعروف و نہي عن المنکر میں - یعنی خلیفۂ اسلام سے بغاوت نہ کرو - اسمیں جمعیت امت کیلیے بڑا ھي فتنہ ھے - یہ مطلب نہیں کہ برائي کي مخالفت اور حق کے اعلان میں فتنہ ھے - حق کا اعلان تو ھمیشہ اور ھر حال میں دنیا کیلیے نظم و امن ھے - وہ کبھي فتنہ نہیں ھوسکتا - اگر حق کي پکار فتنہ ھوجاے تو پھر نظام ھستي منقلب ھو جاے : و لو اتبع الحق اھوائھم ' لفسدت السماوات و الارض و من فیھن ! (۲۳ : ۷۴)

گزرا هے ' اسکو عہد جاهلیة کہتے هیں - پس مطلب یه هوا که عرب جاهلیة کي طرح گمراهي پر موت هوئي) دوسری روایت میں هے - اگر کوئي شخص اپنے امیرکو ایسي بات کرتے دیکھے جو اُسے پسند نه آے تو چاهیے که صبرکرے - اسکي اطاعت سے باهر نهو - کیونکه جوکوئي سلطان اسلام کي اطاعت سے بالشت بهربهي باهر هوا اور اسي حالت میں مرگیا ' تو اسکي موت جاهلیة کي حالت پر هوئي - حضرة ابن عمر کي روایت میں هے :

" من خلع یدا من طاعة ' لقي الله یوم القیامة و لا حجة له ' و من مات ولیس في عنقه بیعة ' مات میتة جاهلیة " جس نے خلیفه کي اطاعت سے هاتهه کهینچا ' یعني اطاعت نه کي ' تو قیامت کے دن وہ الله کے سامنے حاضر هوگا اور اسکے لیے کوئي بچاؤ نهوگا - اور جو مسلمان دنیا سے اس حال میں گیا که خلیفه کي بیعت و اطاعت کے حلقه سے اُسکي گردن خالي هوئي ' تو یقین کرو که اسکي موت جاهلیة کي موت هوئي -

" من فارق الجماعة شبرا فکانما خلع ربقة الاسلام من عنقه " (ترمذي) جو جماعت سے بالشت بهر بهي باهر هوا ' اس کا حکم یه هے که گویا اس نے اسلام کي اطاعت کا حلقه اپني گردن سے نکال دیا - ایک روایت میں هے " دخل النار " (اخرجه الحاکم علي شرط الصحیحین) یعنے جو خلیفه کي اطاعت سے باهر هوا ' اُسکا ٹهکانا دوزخ هے -

" کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء - کلما هلک نبي ' خلفه نبي - و انه لا نبي بعدی - و سیکون خلفاء فیکثرون - قالوا - فما تامرنا ؟ قال - فوا بیعة الاول فا لاول ' ثم اعطوهم حقهم ' فان الله یسائلهم عما استرعا هم" (متفق علیه) بني اسرائیل کي رهنمائی و ریاست انبیاء کرتے تهے - ایک نبي گیا تو دوسرا اُسکي جگه مامور هوا - لیکن میرے بعد کوئي نبي نهیں هے - البته خلفاء هونگے - لوگوں نے عرض کیا - هم کو اُنکي نسبت کیا حکم هوتا هے ؟ فرمایا - جس سے پہلے بیعت کي یعني جس کي حکومت پہلے مان لي گئي ' اُسکي اطاعت مقدم هے - پهرکسي دوسرے کو خلیفه نه مانو - اور فرمایا - اُنکا تم پرجو کچهه حق هے ' وہ اُنکے حوالے کرو - یعني اُنکي اطاعت کرو - زکواۃ و خراج وغیرہ اُنهي کو دو-

انکے علاوہ بے شمار احادیث هیں - اجماع کے شواهد اور کتب عقائد و فقه کے اقوال نقل نهیں کیے گئے که مشهور و معروف هیں ' اور احادیث کے بعد اُنکي ضرورت بهي نهیں -

والجور " اور اسي ليے جمہور فقہا کا یہي مذهب قرار پايا که اگر حکام جور کو زکواة دي گئي تو ادا هوگئي - آئمۂ اهل بيت و عترة نے بهي قولاً و فعلاً اس سے اتفاق کيا جيسا که حضرة امام باقر (عليه و علیٰ آبائه السلام) سے اصول ميں منقول هے - اور اسي ليے محققين اماميه و فقهاء زيديه بهي اس فيصله مين جمہور کے ساتهه هيں -

(اذا بويع الخليفتين فاقتلوا اخرهما)

اگر ايک خليفه کي حکومت جم چکي هے اور قائم هے اور دوسرا مدعي کهڑا هو، تو اُسکا حکم يه هے که وه باغي هے - فرمايا اُسے قتل کردو - اُسکي زندگي تمام اُمت کے نظم و امن کيليے فتنه هے - وه امت ميں پهوٹ ڈالنا اور جمے هوے انتظام کو درهم برهم کرنا چاهتا هے - والفتنة اشد من القتل -

عن عرفجة الاشجعي - قال سمعت صلعم يقول " من أتاکم و امرکم جميع علیٰ رجل واحد ، يريد ان يشق عصاکم أو يفرق جماعتکم ، فاقتلوه " (احمد و مسلم)

اسي ليے جمہور اهل اسلام نے اتفاق کيا که خليفه خواه اهل هو يا نا اهل، ليکن اگر اسکي حکومت قائم هے تو جو اُس پر خروج کرے، اُسکا حکم باغي کا حکم هے - اُس سے لڑنا اور اُسکي جماعت کو قتل کرنا جائز هے بشرطيکه تبليغ و دعوة اور دفع شکوک کے بعد بهی باز نه آے - ايک گروه نے کها که نه صرف جائز بلکه بحکم فقاتلوا التي تبغي (۴۹ : ۹) واجب هے - " و قد حکي في البحر عن العترة جميعاً ان جهادهم افضل من جهاد الکفار الیٰ ديارهم ، اذ فعلهم في دالار الاسلام کفعل الفاحشة في المسجد " (نيل الا وطار - جلد ۷ صفحه ۸۰) يعني تمام آئمه اهل بيت و عترة سے منقول هے که ايسے باغيوں سے جهاد کرنا کفار پر حمله کرنے سے بهي افضل هے -

(اجماع امت و جمهور فقهاء و اعلام)

بنو اُميه کے امراء کي حکومت ظلم و بدعت کے ساتهه قائم هوئي اور اُسوقت ايک جم غفير صحابۂ کرام و ائمۂ اهل بيت نبوة کا موجود تها - عهد عباسيه کي پوري پانچ صدياں گذر گئيں، اور يهي زمانه تمام علوم شرعيه کي تدوين وترتيب کا تها - تمام آئمۂ و اعلام اور فقهاء مذاهب اسي عهد ميں پيدا هوے اور عقائد و مسائل نے آخري ترتيب و تنظيم پائي - ليکن ان تمام عهدوں ميں سب کا اتفاق اسي بات پر رها جو اوپر گزر چکي - عقائد ضروريه اور ارکان اربعه کے بعد شايد هي کسي اسلامي اعتقاد پر اس درجه محکم

گویا وہ اسلام سے خارج ہوگیا - اسکی موت اسلام پر نہیں بلکہ جاھلیۃ پر ھوگی- اگرچہ نماز پڑھتا ھو' روزہ رکھتا ھو' اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ھو- مزید احادیث میں سے بعض روایات صحاح یہ ھیں : -

" من اطاعنی فقد اطاع اللہ ' و من اطاع امیری فقد اطاعنی ' و من عصی امیری فقد عصانی " (صحیحین عن ابی ھریرہ) جس نے میری اطاعت کی ' اُس نے اللہ کی اطاعت کی ' اور جس نے میرے امیر کی (یعنی میرے نائب کی) اطاعت کی ' اسنے خود میری اطاعت کی ' اور جس نے امیر سے روگردانی کی' اس نے میری اطاعت سے انکار کیا - یعنی امیر المـــومنین کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ھے - مسلم کی ایک روایت میں " امیری " کی جگہ صرف " الامیر " ھے - یعنی جو شخص مسلمانوں کا امام ھو' اُسکی اطاعت -

" اِسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ " (صحیحین عن انس) اگر ایک حقیر صورت حبشی غلام بھی تمھارا امیر بنا دیا جاے ' تو چاھیے کہ اسکی سنو اور اطاعت کرو-

معلوم ھوتا ھے کہ یہ جملہ بار بار اور کثرت سے خطبوں میں آپ فرماتے تھے - اسی لیے مختلف لفظوں میں اور مختلف مواقع کی نسبت مروی ھے - حجۃ الوداع کے عظیم الشان اور یادگار عالم موقعہ پر (جبکہ دو تین ماہ کے بعد آپ دنیا سے تشریف لیجانے والے تھے اور ایک آخری اور وداعی پیام دنیا کو سنا رھے تھے) فرمایا " و لو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب اللہ ' اسمعوا و اطیعوا " (مسلم) اگر ایک حبشی غلام بھی تم پر امیر بنا دیا جاے اور وہ کتاب اللہ کے ساتھہ تم پر حکومت کرے ' تو اُسکی سنو اور اطاعت کرو !

" من خرج من الطاعۃ و فارق الجماعۃ ' فمات ' مات میتۃ جاھلیۃ " و عن ابن عباس " من رای من امیرہ شیئا یکرھہ ' فلیصبر' فانہ من فارق الجماعۃ شبرا ' فمات ' فمیتۃ میتۃ جاھلیۃ " و فی لفظ " فانہ لیس احد من الناس خرج من السلطان شبرا فمات علیہ ' الا مات میتۃ جاھلیۃ " (متفق علیہ) یعنی جس نے جماعت کا ساتھہ چھوڑ دیا ' خلیفہ کی اطاعت سے باھر ھوگیا ' اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے مرگیا ' تو اُسکی موت جاھلیـۃ کی موت ھوئی (اسلام سے پہلے اھل عـرب پر جو زمانہ

و اخرجه ایضاً الحرث بن وهب و أ ورده الحافظ فی التلخیص ' و عن جابر بن عتیک مرفوعاً عند ابي داؤد بلفظ " سیاتیکم رکب مبغضون ' فاذا أتوکم فرحبوا بهم وخلوا بینهم و بین ما یبتغون- فان عدلو' فلا نفسهم ' و ان ظلموا ' فعلیها"

و عن وائل بن حجر - قال سمعت رسول الله صلعم ورجل یسأله - فقال - أرایت إن کان علینا امراء یمنعونا حقنا ویسألونا حقهم ؟ قال " اسمعوا وأطیعوا ' فانما علیهم ما حملوا ' و علیکم ما حملتم " (مسلم والترمذي و صححه)

" علی المرء المسلم السمع والطاعه فیما أحب وکره ' الا ان یومر بمعصیة ' فان امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة " (شیخان وغیرهما عن ابن عمر)

سبکا خلاصه وهي هے جو اوپر گزرچکا - آخري روایت میں فرمایا - ایک مسلمان کا فرض هے که خواه گوارا هو یا ناگوار ' مگر امام کا کها سنے اور مانے - هاں اگر وه ایسا حکم دے جسکي تعمیل میں گناه هو ' تو پهر اُس حکم میں نه تو سننا هے اور نه ماننا - کسي بڑے سے بڑے مخلوق کي خاطر بهي خدا سے نافرماني نهیں کي جاسکتي - یه اسلام کا ' اور در اصل تمام سچي تعلیموں اور سچے انسانوں کا عالمگیر قاعدهٔ کلیه هے -

اور یهي وجه هے که صدقات و زکواة وغیره مالیات کي ادائیگي کي نسبت حکم دیا گیا که اگرچه وصول کرنے والے حکام ظالم و جابر هوں ' یا بیت المال کا روپیه نا جائز طور پر خرچ کر رهے هوں ' لیکن اگر امام کي طرف سے مامور هیں تو اُنکي اطاعت کرني چاهیے - جس شخص نے زکواة ایسے عامل کو دیدي ' اُسکي زکواة ادا هوگئي - البته قوم کو کوشش کرني چاهیے که ایسے عامل معزول کیے جائیں - لیکن جب تک معزول نهوں ' نظم شریعت کے قیام کیلیے ضروري هے که اُنکے احکام کي تعمیل کي جاے - بشیر بن خصاصیه کي روایت میں هے که لوگوں نے کها " ان قوماً من اصحاب الصدقة یعتدون علینا " عمال صدقه لینے میں هم پر ظلم کرتے هیں - کیا حق سے زیاده نه دینے میں اُنکا مقابله کریں ؟ فرمایا نهیں - (ابو داؤد) سعد بن وقاص کي روایت میں فرمایا " ادفعوا الیهم ما صلوا " ابن ابي شیبه میں حضرة ابن عمر کي نسبت هے که کسي نے کها - زکواة کسے دیں ؟ کها وقت کے حاکموں کو - سائل نے کها " اذا یتخذون بها ثیابا و طیبا " وه تو زکواة کا روپیه اپنے کپڑوں اور زینت میں خرچ کر ڈالتے هیں - فرمایا " و ان " اگرچه ایسا کرتے هوں مگر زکواة حاکم هي کو دو - اسي بنا پر محدثین نے باب باندها " براة رب المال بالدفع الی السلطان مع العدل

ھے' ظالم ھے' جابر ھے' شرائط خلافت اُسمیں نہیں پاے جاتے؟ تو اُسکي اطاعت کرني چاھیے' یا اُس پر خروج کرنا چاھیے؟ وہ شرعاً خلیفة المسلمین ھوسکتا ھے یا نہیں؟ اُسکے ماتحت وہ تمام کام انجام پاسکتے ھیں یا نہیں جو ازروے شرع خلیفۂ اسلام کي موجودگي پر موقوف ھیں؟ اُسکو زکواة دیني چاھیے؟ اسکے پیچھے جمعه پڑھنا چاھیے؟ اسکے تمام احکام کي اطاعت کرني چاھیے؟

یه مسئله امت کي اجتماعي زندگي کا بنیادي مسئله تھا' اور ممکن نه تھا که شریعت اسکي پوري پوري تشریح و توضیح نه کردیتي - اس بارے میں نصوص سنـــة بے شمار اور بالکل واضح ھیں - اسي لیے جب خلافة راشدہ کے بعد بنو امیه کي حکومت جبرو استبداد کے ساتھه قائم ھوئي' تو صحابۂ کرام کو اپنے طرز عمل کے فیصلے میں ذرا بھي تامل و تذبذب نہوا - بالکل اُس شخص کي طرح جو پہلے سے ایک خـــاص وقت کا سمجھا بوجھا منتظر ھو' فوراً یکسوئي کے ساتھه فیصله کرلیا - جو کچھه اُنھوں نے بتلایا اور کیا' اُسي پر اجماع امت کي مھر لگ گئي' اور تیرہ سو برس سے جمہور اھل اسلام کا وھي متفقه اعتقاد و عمل قرار پاگیا - بلا شبه پہلي صورت میں بعض اسلامي فرقوں کو اختلاف ھوا' مگر دوسري صورت میں قولاً و فعلاً سب متفق ھوگئے -

پہلي صورت میں شریعت نے اھلیت و صلاحیت کي وہ تمام شرائط اپنے انتہائي اور کامل مرتبه میں قرار دي ھیں جو ایک ایسے مرکزي اور اھم ترین منصب کیلیے قدرتي طور پر ھونا چاھیئیں - کیا باعتبار قوت علمي کے - کیا به لحاظ قوت عملي کے - اور چونکه یه منصب متعدد حیثیتوں سے مرکب ھے' اسلیے ھر حیثیت کے لحاظ سے ضروري اوصاف بتلاے گئے - مثلاً اسلام' علم و نظر' عمل و تقوی' شجاعت و صولة' عدالة و ایثار' قدرت و نفوذ' طاقت و شوکت - چنانچه تمام کتب عقائد میں صدیوں سے مسلمان پڑھتے پڑھاتے آے ھیں: " و یشترط ان یکون من اھل الولایة المطلقة الکاملة بان یکون مسلماً' حراً' ذکراً' عاقلاً' بالغاً' سائساً بقوة رائه و رویته' و معونة باسه و شوکته' قادراً بعلمه و عدالته و کفایته و شجاعته علی تنفیذ الاحکام' و حفظ حدود الاسلام' و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم " الخ - کذا في شرح المواقف' و النسفي' و التمھید' و شرح فقه الاکبر للقاري' و شرح المقاصد - و من کتب المحدثین شرح عقیدہ ابن عقیل' و فتح الباري'

اسی طرح تمام آئمۂ اهلبیت کا زمانہ خلفاء بنو امیۂ و عباسیہ کے عہدوں میں گزرا - یہ معلوم ہے کہ وہ خلافۃ کا مستحق صرف اپنے هي کو یقین کرتے تھے نہ کہ بنو امیۂ و عباسیہ کو - با ایں همہ کسي نے بھي اُنکے خلاف خروج نہ کیا اور نہ اطاعت سے انکار کیا - سب اسی پر متفق هوے کہ حکومت اُنکي قائم هوچکي هے ' اسلیے سلطان وقت وهي هیں - خاندان اهل بیت میں سے جس کسي نے خروج کیا ' آئمہ نے برابر اپني مخالفت اُن سے ظاهر کي - جیسا کہ حضرۃ زید کے واقعہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے انکار سے ثابت و معلوم هے - حضرۃ امام علي رضا کو مامون الرشید نے اپنا ولي عہد قرار دیا - امام موصوف نے ولي عہدي قبول کرلي - یعنے تسلیم کرلیا کہ مامون خلیفہ هے' اور اُسکو اپنے استخلاف اور ولي عہدي کا حق پہنچتا هے - اگر وہ خود خلیفہ نہ تھا تو دوسرے کو ولي عہدي کیونکر مل سکتي تھي ؟ آئمۂ اهل بیت کي پوري تاریخ میں ایک واقعہ بھي موجود نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو بنو امیۂ و عباسیہ کي اطاعت سے روکا هو - بلکہ برخلاف اسکے کتب حدیث امامیہ (مثلاً اصول کافي وغیرہ) میں بے شمار تصریحات موجود هیں کہ باوجود اظہار استحقاق خود ' و شکوۂ غصب و تعدي' عدم اطاعت و خروج سے همیشہ مانع رهے -

(سني اور شیعہ دونوں متفق هیں)

یہیں سے یہ حقیقت بھي واضح هوگئي کہ حضرات امامیہ اور اهل سنت میں مسئلۂ خلافۃ کي نسبت جو مشہور اختلاف هے ' وہ پہلي صورت میں هے ' نہ کہ دوسري صورت میں - یعنی اس بارے میں هے کہ اگر امت خلیفہ و امام منتخب کرے تو کس کو اور کیسے کو منتخب کرے ؟ شیعہ کہتے هیں کہ اسکا استحقاق صرف آئمۂ اهل بیت کو هے - وهي امام هوسکتے هیں - اهل سنۃ کہتے هیں کہ یہ شرط ضروري نہیں - لیکن اگر اصلي نظام باقي نہ رہا هو اور غلبۂ و تسلط سے کوئي شخص اور خاندان اسلام کي مرکزي سلطنت پر قابض هوگیا هو ' تو اُسکي اطاعت پر جسطرح اهل سنۃ کي تمام جماعتیں متفق هیں' ٹھیک اُسي طرح شیعہ بھي متفق هیں - اهل سنۃ کے نزدیک خلافۃ کي تمام شرطیں صرف خلفاء راشدین هي میں جمع تھیں اور اُنکا انتخاب صحیح نظام شرعي کے مطابق هوا تھا - اُنکے بعد پھر نہ هوا - امامیہ کے نزدیک ابتدا هي سے نہ هوا - لیکن اطاعت دونوں عہدوں میں اهل سنۃ نے بھي ضروري قرار دي - شیعوں نے بھي ضروري قرار دي

فصل

(شرائط امامت و خلافة)

تمام نصوص و دلائل کتاب و سنة اور اجماع امة پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شرائط امامت و خلافة کے بارے میں دو صورتیں اختیار کی ہیں - اور قدرتی طور پر یہی دو صورتیں اس مسئلہ کی ہوسکتی تھیں -

اسلام نے اس بارے میں نظام عمل یہ مقرر کیا تھا کہ امام کے انتخاب کا حق امت کو ہے - اور طریق انتخاب جمہوری تھا نہ کہ شخصی و نسلی - یعنی قوم اور قوم کی اصحاب الراے جماعت (اہل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرنا چاہیے - بحکم و امرهم شوری بینهم - بنیاد تمام امور کی شرعا شوری یعنی باہمی مشورہ ہے - نہ کہ نسل و خاندان - خلافت راشدہ کا عمل اسی نظام پر تھا - خلیفۂ اول کا انتخاب عام جماعت میں ہوا - خلیفۂ دوم کو خلیفۂ اول نے نامزد کیا اور اہل حل و عقد نے منظور کرلیا - خلیفۂ سوم کا انتخاب جماعت شوری نے کیا - خلیفۂ چہارم کے ہاتھہ پر خود تمام جماعت نے بیعت کی - نسل، خاندان، ولی عہدی، کو اسمیں کوئی دخل نہ تھا - اگر دخل ہوتا تو ظاہر ہے کہ خلافت خلیفۂ اول کے خاندان میں آجاتی، یا دوم و سوم کے خاندان میں، مگر ایسا نہیں ہوا - خلیفۂ دوم نے تو قوم کو بھی اسکا موقعہ نہ دیا کہ انکے لڑکے کو خلیفہ منتخب کرے - وصیت کردی کہ وہ کسی طرح منتخب ہی نہیں ہوسکتا -

پس پہلی صورت یہ ہے کہ اگر صحیح نظام شرعی قائم ہو جو خالص جمہوری ہے، اور قوم کو اپنا خلیفہ منتخب کرنے کا موقع ملے، تو کیسا شخص منتخب کرنا چاہیے ؟ اور اسمیں کیا کیا اوصاف ہونا چاہیئیں ؟

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر یہ نظام باقی نہ رہا ہو - قوم کی راے اور انتخاب کو اسمیں دخل نہو - محض طاقت اور تسلط کی بنا پر کوئی خاندان یا کوئی طاقتور فرد تخت خلافت پر قابض ہوجاے، تو اس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ اگر وہ اہل نہیں

و یقینی اجماع و تعامل ثابت کیا جاسکے - صحابہ کا حال معلوم ہے - مروان مدینہ کا گورنر تھا اور حضرت ابو ہریرہ مسجد نبوی میں موذن تھے - مروان کی عبادت سے بد ذوقی کا یہ حال تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا اور مقتدیوں کو شرکت کا موقعہ دینا بھی اسکی جلد بازی پر شاق گزرتا تھا - ابو ہریرہ اس سے وعدہ لے لیتے " لا تفتنی بآمین " قرأت میں ایسی جلدی نہ مچائیو کہ میری آمین ضائع جاے ' لیکن نماز اُسی کے پیچھے پڑھتے اور اُسکی اطاعت سے انکار نہ کرتے - اس سے بڑھکر یہ کہ امراء بنو امیہ علانیہ ظلم و ستم کرتے تھے - بدعات کا یہ حال تھا کہ جس سنت کو چاھتے ' اپنی ھواء نفس سے بدلڈالتے - لوگ اُنکی یاوہ گوئی سننا پسند نہیں کرتے تھے - عید کے دن خطبہ دیتے تو لوگ اُٹھکر چلے جاتے کہ خطبۂ عید کی سماعت واجب نہیں - یہ حال دیکھکر مروان نے چاھا - عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دیدے تا کہ نماز کے انتظار کی وجہ سے مجبوراً لوگوں کو خطبہ سننا پڑے - حالانکہ یہ صریح سنت مستمرۂ و اجماعی کے خلاف تھا - حضرت ابوسعید خدری نے بلا تامل اسپر ٹوکا - ایسی بے شمار باتیں کی جاتی تھیں - صحابۂ کرام نہایت بے باکی سے امر بالمعروف کا فرض ادا کرتے اور ھمیشہ ٹوکتے - لیکن خلیفہ اُنہی کو مانتے اور اطاعت اُنہی کی کرتے - کسی صحابی نے بھی اطاعت سے پہلے اسکی جستجو نہ کی کہ خلیفہ میں ساری شرطیں خلافت کی پائی جاتی ھیں یا نہیں ؟ اگر اسکی جستجو کرتے تو سب سے پہلی شرط یعنی بطریق انتخاب شرعی و شوری منتخب ھونا ھی مفقود تھا - باقی شرطیں تو سب اسکے بعد کے دیکھنے اور جانچنے کی ھیں - حضرۃ سید التابعین سعید بن المسیب کہا کرتے - بنی مروان انسانوں کو بھوکا مارتے ھیں اور کتوں کو کھلاتے ھیں (۱) اور پھر اُنکے ھاتھوں ھر طرح کے مظالم و شدائد بھی سہتے ' مگر ساتھہ ھی بہ حیثیت سلطان اسلام کے اُنہی کی اطاعت بھی کرتے - مامون و معتصم کے عہد میں علماء سنۃ پر جو جو مظالم و شدائد ھوے ' معلوم ھیں - حضرۃ امام احمد بن حنبل نے اسی کوڑوں کی ضرب اور برسوں تک قید خانے میں رھنا گوارا کرلیا لیکن مامون و معتصم کی دعوۃ بدعت کی پیروی نہ کی - با ایں ھمہ اطاعت کا مستحق اُنہی کو سمجھا ' اور اپنے نامۂ وصیۃ مین یہی لکھا " و الدعاء لائمۃ المسلمین بالصلاح ' و لا تخرج علیھم بالسیف ' و لا تقاتل ھم فی الفتنہ " کذا نقل عنہ ابن الجوزی فی سیرتہ -

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذھبی - ۱ : ۴۷ -

هر مسلمان پر واجب ہے کہ اُسي کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے ' اُسي کے سامنے گردن اطاعت جھکاے - بالکل اُسي طرح ' جیسے ایک اهل و مستحق خلیفہ کے آگے جھکنا چاهیے - اطاعت و اعانت کي وہ تمام باتیں جو منصب خلافت کے شرعي حقوق میں سے هیں ' ایسے خلیفہ کو حاصل هوجاتي هیں - اُس سے روگرداني کسي مسلمان کیلیے جائز نہیں - اُسکے مقابلے میں خروج اور دعوے کا حق کسي کو نہیں پہنچتا - اگرچہ کیسا هي افضل اور جامع الشروط کیوں نہ هو - جو کوئي ایسا کرے ' مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُسکے مقابلے اور قتل میں خلیفہ کا ساتھہ دیں - وہ شرعاً باغي ہے - اُسکو قتل کردینا چاهیے -

شریعت نے دوسري صورت میں یہ حکم کیوں دیا ؟ اسکي علت و مصلحت اسقدر واضح ہے کہ شرح و تفصیل کي حاجت نہیں - شریعت اور اُمت کا قائم و باقي رهنا حکومت کے وجود و قیام پر موقوف تھا - ساري باتیں شاخ هیں - جڑ یہي مقام و منصب ہے - پس اسکے لیے ایک نظام شرعي مقرر کردیا گیا جو بہتر سے بہتر نظـــام هوسکتا ہے - یعني اســـلامي حکومت کي بنیاد جمہور اور شوریٰ کے انتخاب پر رکھي - شخص ' نسل ' تسلط ' اقتدار ' اور پادشاهي و ملوکي کو اسمیں دخل نہیں - ساتھہ هي اس منصب کي اهلیت کیلیے تمام ضروري شرطیں اور صفتیں بھي بتلادیں کہ اپنا خلیفہ بناؤ تو ایسے شخص کو بناؤ - ایسے کو نہ بناؤ جو اُسکي اهلیت نہ رکھتا هو - پھر پورے زور کے ساتھہ اسکا بھي اعلان کردیا کہ لوگوں کو خود خلیفہ بننے اور امارت و سرداري حاصل کرنے کا خواهشمند نہ هونا چاهیے - نہ دعویدار بنکر دوسروں سے لڑنا چاهیے - آنحضرة همیشہ اس عہد پر لوگوں سے بیعت لیتے " لا ینازع الا مر اهلہ " سرداري کا جو اهل هوگا ' اسي پر سرداري چھوڑ دینگے - دنیا اگر اس چھوٹے سے جملہ پر عمل کرے تو روے زمین کے سارے جھگڑے ختم هوجائیں - امام بخاري نے کتاب الاحکام میں باب باندھا ہے " ما یکرہ من الحرص علی الامارہ " (۱) اور

---

(۱) حق یہ ہے کہ بقول علامۂ ابن خلدون صحیح بخاري کي شرح و تفسیر کا قرض ابتک اُمت کے ذمہ باقي ہے - بے شمار شرحوں اور حاشیوں کے بعد بھي یہ قول ویساهي صحیح ہے ' جیسا ابن خلدون کے عہد میں تھا - اس کتاب کے علوم و دقائق کا کوئي احاطہ نہ کرسکا - هر کتاب ' هر باب '

سب سے زیادہ مشرح بحث حافظ عسقلاني نے فتح الباري میں کي ھے " وقد اجمع الفقهاء على وجوب طاعة السلطان المتغلب والجهاد معه ' وان طاعته خير من الخروج عليه لما في ذلك من حقن الدماء وتسكين الدهماء ' ولم يستثنوا من ذلك الا اذا وقع من السلطان الكفر الصريح فلا يجوز طاعته في ذلك بل تجب مجاهدته لمن قدر عليها كما في الحديث " (جلد : ۲۱۲)

حافظ نواوي شرح مسلم میں لکھتے هیں " وهذه الاحاديث في الحث على السمع والطاعة في جميع الاحوال ' وسببهما اجتماع كلمة المسلمين ' فان الخلاف سبب لفساد احوالهم في دينهم ودنياهم -. وقوله صلعم : وان كان عبد امجدع الاطراف - يعني مقطوعها ' والمراد اخس العبيد - اے اسمع واطيع للامير وان كان دني النسب * * * * ويتصور امارة العبد اذ ولاه بعض الائمه ' او يغلب على البلاد بشوكته " الخ - (جلد ۲ : ۱۲۵)

اور قاضي شوكاني درر البهيه میں لکھتے هیں " وطاعة الائمة واجبة الا في معصية الله ' ولا يجوز الخروج عليهم ما اقاموا الصلوة " (شرح درر : ۴۱۴)

اور حجة الله البالغه میں ھے " ان الخليفة اذا انعقدت خلافته ' ثم خرج آخر ينازعه ' حل قتله "

اور ازالة الخفاء میں ایک مفصل اور دقیق بحث مسئلۂ خلافت وحقیقت خلافت پر کرتے ھوے (جس سے بہتر اور جامع بحث شاید ھي کسي دوسري جگه ملسکے) لکھتے هیں " وحرام ست خروج بر سلطان بعد ازان که مسلمین بر وے جمع شدند' مگر آنکه کفر بواح از وے دیده شود' اگرچه آں سلطان مستجمع شرائط نه باشد و ایں مضمون متواتر بالمعني ست" (جلد - ۱ : ۱۳۷)

حاصل ان تمام عبارتوں کا وھي ھے جو اوپر گزر چکا - یعني ھر زمانے میں امت کیلیے ایک خلیفه ھونا چاھیے جو صاحب طاقت و اقتدار ھو - اگر امت منتخب کرے تو اسکے لیے فلاں فلاں شرطیں هیں - لیکن اگر کسي مسلمان کي حکومت قائم ھوگئي ھے اور وھي صاحب اقتدار و شوکت ھے تو اُسي کو خلیفه ماننا چاھیے - خواہ تمام شرطیں اُسمیں پائي جائیں یا نه پائي جائیں ' اور اُسکي اطاعت و حمایت ھر مسلمان پر واجب ھے -

و شرح منظومة الاداب ' و خلاصه ابن مفلح ' و نيل الاوطار ' و وبل المرام الشوكاني ' والاقناع وشرحه' وغيرهم - يعني ايسے شخص كو خليفه منتخب كرنا چاهيے جس ميں حسب ذيل اوصاف پاے جائيں - مسلمان هو ' آزاد هو' مرد هو ' عاقل و بالغ هو ' صاحب راے و نظر هو ' تدبير و انتظام كي پوري قوت ركهتا هو ' احكام شريعت كا محافظ هو ' انكے جاري و نافذ كرنے اور اسلامي ممالك كي حفاظت اور دشمنون كي روك تهام كيليے جسقدر علمي و عملي قوتوں كي ضرورت هے ' وه سب اُس ميں موجود هوں - اتباع شريعت ' عدل و انصاف ' شجاعت و همت ' شوكت و صولت ' ساري صفتيں هوني چاهيئيں -

جس وقت تك خاندان عباسيه كي خلافت باقي رهي' يعني خلافت خاندان قريش و عرب ميں رهي (سنه ۶۴۰ ه مطابق سنه ۱۲۴۳ع - تك اور اس كے بعد بهي كچهه عرصه تك بوجه بقاء خلافت عباسيهٔ مصر) علماء اسلام كي ايك بڑي جماعت كا يه خيال رها كه بموجب حديث " ان هذا الامر في قريش "خليفه كو قرشي بهي هونا چاهيے - يعني اگر مسلمان خليفه مقرر كريں ' تو جهاں اور بهت سي باتيں اوسميں هوني چاهيئيں ' وهاں يه بات بهي هو كه خاندان قريش ميں سے هو -

اسي طرح جماعت اماميه اس طرف گئي كه خلافت آئمهٔ اهل بيت نبوة كيليے منصوص هے - اُنكے اعتقاد ميں آنحضرة صلعم كے بعد حضرة علي عليه السلام كو خليفه هونا چاهيے تها - اور اُنكے بعد اُنكي نسل كے آئمهٔ عترة رضي الله عنهم كو -

زيديه اسطرف گئے كه بني فاطمه يعنے تمام سادات مستحق خلافت هيں - آئمهٔ عترة كي خصوصيت ضروري نهيں - اور شرطوں كے ساتهه صرف اسقدر كافي هے كه امام سيد يعني بني فاطمه ميں سے هو -

ليكن دوسري صورت ميں (يعني اگر نظام شرعي كي جگه ملكي قبضهٔ وتسلط كي صورت پيدا هوجاے' اور جمهور كو انتخاب و نصب كا موقعه نه ملے' تو اُس صورت ميں از روے شرع مسلمانوں كو كيا كرنا چاهيے ؟) سو اسكي نسبت چونكه خود احاديث صحيحيه اور اجماع صحابهٔ و عترة بالكل صاف صاف موجود تها ' اسليے تمام اُمت بلا اختلاف اس پر متفق هوگئي كه جب ايك مسلمان منصب خلافت پر قابض هو جاے اور اُسكي حكومت جم جاے ' تو

نتیجہ یہ نکلا کہ ایک قائم و نافذ اسلامي سلطنت کي اطاعت پر سني و شیعہ ' دونوں متفق هیں - یہي حال زیدیہ وغیرہ فرقوں کا ھے ' اور بجز خوارج کے کسي اسلامي فرقہ کو اس سے اختلاف نہیں -

(بعض کتب مشہورۂ عقائد و فقہ)

بہتر هوگا کہ اس موقعہ پر چند مشہور کتب عقائد اور فقہ و حدیث کے اقوال بھي نقل کردیے جائیں' تاکہ جو لوگ علوم شرعیہ سے نا واقف هیں ' انکو معلوم هو جاے کہ یہ بات مسلمانوں کے عقائد کي ایک ماني هوئي بات ھے اور تمام اسلامي مدرسوں میں صدیوں سے پڑھي پڑھائي جا رهي ھے - شرح مقاصد میں ھے : " و اما اذا لم یوجد من یصلح ذالک ' او لم یقتدر علی نصبه لاستیلاء اهل الباطل و شوکة الظلمه و ارباب الضلال ' فلا کلام في جواز تقلید القضاء و تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود و جمیع ما یتعلق بالامام من کل ذي شوکة " اور شروط امامة بیان کرکے لکھتے هیں " نعم ' اذا لم یقتدر علی اعتبار الشرائط ' جاز الابتناء للاحکام المتعلقه بالامام ' علی کل ذي شوکه تغلب او استولي " اور اُسي میں ھے " فان لم یوجد من قریش من یجمع الصفات المعتبره ' ولي کناني ' فان لم یوجد ' فرجل من ولد اسماعیل ' فان لم یوجد فرجل من العجم " -

مرقات شرح مشکواة میں ھے " و اما الخروج علیهم و قتالهم ' فمحرم و ان کانوا فسقة ظالمین " اور حدیث " من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد " کي شرح میں لکھتے هیں " ای له اهلیة الخلافة ' او التسلط و الغلبه " -

شامي میں ھے " و یثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخلیفة ایاه کما فعل ابوبکر ' و اما ببیعة جماعة من العلماء او من اهل الراے " -

مسامرہ میں ھے " و المتغلب تصح منه هذه الامور (ای ولایة القضاء و الامارة و الحکم بالاستفتاء و نحوها) للضرورة ' و صار الحال عند التغلب کما لم یوجد قرشي عدل ' او وجد و لم یقدر (ای لم توجد قدرة علی تولیته لغلبة الجورة) اذ یحکم في کل من الصورتین بصحة ولایة من لیس بقرشي و من لیس بعدل للضرورة " -

اور شرح مواقف میں امامت کي شرطیں بیان کرکے لکھتے هیں : لکن للامة ان ینصبوا فاقدها ' دفعا للمفاسد التي تندفع بنصبه " (۶۱۴)

نہیں آیا - یہ نظامِ تیس برس سے زیادہ قائم رہنے والا نہیں ' اسلیے شرع و ملت کی حفاظت کیلیے ضروری تھا کہ نظام اصلی پر زور دینے کے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۵]

مفہوم ہے ' اور جسکو قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں " حکمت " سے تعبیر کرتا ہے - ترجمۂ باب میں اسپر قرآن سے دلیل بھی لاے " و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولائک ہم الفاسقون " حکم و قضا " ما انزل اللہ " کے مطابق ہونا چاہیے - اگر خلاف ہو تو فسق ہے - " ما انزل اللہ " کتاب و سنۃ ہے : " یعلمہم الکتاب والحکمۃ " پس ثابت ہوا کہ اعمال خلافت کی بنیاد حکمت و منہاج نبوۃ پر ہونی چاہیے - اس بارے میں جو زیادہ واضح و مفصل احادیث تھیں ' وہ چونکہ انکی شروط کے مطابق نہیں لی جا سکتی تھیں' اور بنیاد استدلال کی صرف مرفوع ہی پر رکھتے ہیں ' اسلیے آثار و موقوفات بھی نہیں لے سکتے تھے ' پس مشہور حدیث " لا حسد الا فی اثنتین " الخ درج کرکے قضاء بالحکمۃ کی اہمیت و مطلوبیت واضح کردی - جب یہ مقدمات طے ہوچکے ' تو اب دکھلانا تھا کہ اس مرکز کی اطاعت کس طرح اُمت پر فرض کردی گئی ہے ؟ پس باب باندھا " السمع و الطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ " اُمت کا سننا اور اطاعت کرنا امام کے حقوق میں سے ہے - بجز اُس حکم کے کہ معصیت ہو - اسمیں وہ تمام حدیثیں لاے ہیں جنمیں صریح حکم موجود ہے کہ خلیفہ اہل ہو یا نا اہل' جامع الشروط ہو یا فاقد الشروط' عادل ہو یا جابر' مکروہات کا حکم دے یا محبوبات کا' جب تک وہ مسلمان ہے ' نماز قائم رکھتا ہے ' اُسکی اطاعت کرنی چاہیے - کسی مسلمان کیلیے اُسکی اطاعت سے باہر ہونا جائز نہیں - اسکے بعد بالترتیب تین باب آتے ہیں - " من لم یسأل الامارۃ أعانہ اللہ " دوسرا " من سأل الامارۃ وکل الیہا " تیسرا " ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ " حاصل ان تینوں عنوانوں کا یہ ہے کہ جہاں شارع نے اُمت کو خلیفۂ و امام کی ضروری صفتیں اور شرطیں بتلا دی ہیں ' وہاں اِس سے بھی روکدیا ہے کہ کوئی شخص خود امامت و سرداری کا خواہاں ہو اور اسکے لیے مقابلہ کرے - حتیٰ کہ عبد الرحمن بن سمرۃ سے کہا " جو اہل اور احق ہو ' اُسی کا ساتھ دو - خود اپنے لیے خواہاں نہ ہو - اگرچہ اسکے لیے قسم بھی توڑنی اور کفارہ بھی دینا پڑے " پس ان تمام ابواب کی یکے بعد دیگرے ترتیب سے واضح ہوگیا کہ اس بارے میں نظام شرعی کی اصلی ترتیب یہ ہے :

كي جماعت سے خارج هو جاتا هے - لوگوں کا خواه کچهه هي قياس هو' ليکن الله کے رسول کا صريح فيصله يهي هے ' اور قرآن و سنت کے تمام احکام اسي کي تائيد ميں هيں -

(واقعه امام حسين عليه السلام)

بعض لوگوں کو يه شبه هوسکتا هے که اگر سلطان اسلام کو خليفه مان لينا چاهيے گو نا اهل هو' تو پهر حضرة امام حسين عليه السلام نے يزيد بن معاويه کي حکومت کے خلاف کيوں خروج کيا ؟ اور کيوں انکو برسر حق اور شهيد ظلم و جور تسليم کيا جاتا هے ؟

پس گو بحث کے اس حصے کا طول بقيه مطالب کي تشريح ميں مخل هو رها هے ' ليکن چونکه اس معامله ميں عام طور پر ايک سخت غلط فهمي پهيلي هوئي هے ' اسليے صاف کرديدا ضروري هے - يه بالکل غلط هے که حضرة امام حسين اس حالت ميں لڑے' جبکه وه يزيد کي حکومت کے مقابلے ميں خود مدعی امامت اور طالب خلافت تهے - جو لوگ ايسا سمجهتے هيں 'انهوں نے واقعهٔ کربلا کا دقت نظر کے ساتهه مطالعه نهيں کيا - حالات ميں اچانک ايسي تبديلياں هوئي هيں که اس غلط فهمي کا پيدا هوجانا عجيب نهيں - حضرة امام جب مدينه سے چلے ' تو انکي حيثيت دوسري تهي - جب کربلا ميں حق پرستانه لڑکر شهيد هوے ' تو انکي حيثيت دوسري تهي - دونوں حالتيں مختلف هيں - دونوں کا حکم شرعاً مختلف - جب وه مدينه سے چلے هيں تو حالت يه تهي که نه تو ابهي يزيد کي حکومت قائم هوئي تهي - نه اهم مقامات و مراکز نے اسکو خليفه تسليم کيا تها - ابتدا سے معاملهٔ خلافت ميں سب سے پهلي آواز اور قوة انعقاد اهل مدينه کي رهي هے' پهر حضرة علي کے زمانے ميں مدينه کي جگه کوفه دار الخلافة بنا - ليکن اهل مدينه اسوقت تک متفق نهيں هوے تهے - اور کوفه کا يه حال تها که تمام مخلوق يکقلم مخالف اور حضرة امام حسين سے بيعت کرنے کيليے پيهم اصرار و الحاح کررهي تهي - انهوں نے خود خلافت کي حرص نه کي ' بلکه ايک ايسے زمانے ميں جب تخت حکومت سابق حکمراں سے خالي هوچکا تها اور نئے کي حکومت ابهي قائم نهيں هوئي تهي ' ايک بهت بڑي مرکزي و موثر آبادي (يعني کوفهٔ و عراق) کے طلب و سوال کو منظور کرليا - البته اس منظوري ميں يه مصلحت بهي ضرور پيش نظر تهي، که

ابو موسى کي روايت لاے هيں جس ميں آپنے فرمايا : " انا لا نولي هذا من سأله ، ولا من حرص عليه " جو شخص خود اس چيز کا طالب هو يا اسکي حرص رکهتا هو ، اسکو ميں يه کام سپرد نه کرونگا - مقصود اس سے يه تها که جب لوگ خود طلب و حرص نه کرينگے تو کشمکش اور مقابله بهي نه هوگا ، اور امت کيليے نهايت آسان هوجائيگا که اهل و اصلح کو منتخب کرلے -

مسئلۂ خلافت کا اصلي نظام شرعي يه تها - اگر يه قائم هو تو دنيا امن و سکون کي بهشت بن جاے - ليکن چونکه معلوم تها که ابهي وه وقت

[بقيه نوٹ صفحه ۴۵]

ابواب کي هر ترتيب ، اور هر هر عنوان و ترجمه ، اس فقيه الارض و اعجوبة الدهر کي فقاهة ربّاني کي ايک آية باهره و حجة قاهره هے - اسي مسئلۂ خلافت کو سامنے لاؤ ، اور ديکهو ، کس دقت نظر کے ساتهه محض ترتيب ابواب هي ميں اسلام کا نظام شرعي واضح کرديا هے اور ساري مشکلات حل کردي هيں ؟ سب سے پهلي بات يه تهي که اسلام کا نظام مرکزية اس بارے ميں کيا هے ؟ تو پهلا باب " اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولي الامر منکم " کا باندها ، اور " من اطاع اميري فقد اطاعني " الخ کي روايت درج کرکے بتلاديا که مرکز کتاب الله هے ، رسول هے ، اور پهر خليفۂ و امام هے - " اولوالامر " خليفه کے سوا کوئي نهيں - اُسکي اطاعت (بشرطيکه کوئي خلاف شرع حکم نهو) مثل خدا و رسول کي اطاعت کے فرض هے - پهر باب باندها " الا مراء من قريش " اور اسميں ابن جبير والي روايت لاے " ما اقاموا الدين " جب تک قريش ميں دين قائم رکهنے کي اهليت رهيگي ، خلافت بهي اُنهي ميں رهيگي - يعني واضح کرديا که ايک خاص مدت تک قرشي خلافت کي پہلے سے خبر ديدي گئي هے ، مگر خليفه کا قرشي هونا کوئي شرط اصلي و تشريعي نهيں - صرف پيشين گوئی هے اور " ما اقاموا الدين " کے ساتهه مشروط - اسکے بعد ايک نهايت هی اهم اور دقيق نکته کی طرف متوجه هوے اور باب باندها " أجــر من قضى بالحکمـــة " افسوس اس باب کے ربط و ترتيب کي اصلي علت لـوگ نه سمجهے - منصب خـلافت کے اثبات کے بعد يه چيز سامنے آتي تهي که اعمال خلافت کي بنياد کيا هے ؟ اور اسکا طريق کس منهاج سے ماخــوذ هے ؟ امام صاحب واضح کرنا چاهتے هيں که بنياد اُسکي طريق " حکمت " پر هے - يعني انبياء کرام کے طريق تربيت امم پر جو " سنت " کا اصلي اور وسيع

(من حمل علينا السلاح فليس منا)

بخاري و مسلم ميں هے " من حمل علينا السلاح فليس منا " (رواه ابن عمر ' و سلمه ' و ابو موسى الاشعري - و في رواية سلمه " من سل علينا السيف ") يعنى جس مسلمان نے مسلمانوں كے مقابلے ميں هتيار أٹھايا (كفار كے ساتھه هوكر) يعنى حمله كيا يا لڑائي كي ' وه مسلمانوں ميں سے نہيں هے -

يه حديث نہايت اهم هے ' اور من جمله قواعد و كليات كے هے - اسي ليے امام مسلم كتاب الايمان ميں لاے تاكه حقيقت ايمان و كفر كي تحقيق ميں اس سے مدد ليں ' اور حافظ نواوي نے ايك مستقل عنوان قرار ديكر باب باندها -

آنحضرة صلعم كے طرز تكلم و خطاب پر غور كرنے سے معلوم هوتا هے كه " ليس منا " اور " ليس مني " وعيد كا ايك ايسا جمله تها جو أن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے ' جهاں صريح و قطعي كفر كي جگه كفر سے كوئي بہت هي قريب اور اسلامي زندگي سے بہت هي بعيد حالت كا بتلانا مقصود هوتا تها - عام معاصي و فسوق سے يه حالت زياده سخت مگر كفر قطعي سے كم هوتي تهي - جن جن احاديث ميں يه لفظ آيا هے ' أن سب پر غور كيا جاے ' اور ايمان و كفر كے عملي مراتب كي حقيقت بهي پيش نظر هو' تو يه بات واضح هو جائيگي - صاحب شريعت نے جن كاموں كيليے جو احكام ديے اور جو الفاظ استعمال كيے ' همیں حق نہيں هے كه تاويل و توجيهه كركے أنكے لغوي مفہوم كا اصلي زور و اثر گهٹانے كي كوشش كريں - ايسي كوششيں جن لوگوں نے كيں ' أنهوں نے مسلمانوں كو اسلام و ايمان كي عملي زندگي سے محروم كرديا (١) - " ليس منا " كے صاف معني يه هيں كه " وه هم ميں سے نہيں " يعنى مسلمانوں ميں سے نہيں - اس سے ثابت هوا كه مسلمانوں كي كسي جماعت پر بطور جنگ و قتال كے هتيار أٹهانا جبكه وه غير مسلمانوں سے لڑ رهے هوں ' ايك ايسا فعل هے جسكے كرنے كے بعد انسان مسلمانوں ميں شمار هونے كے قابل نہيں رهتا - مسلمانوں

---

(١) قال النواوي " و كان سفيان بن عيينه يكره قول من يفسره بليس منا بليس على هدينا ' و يقول بئس هذا القول - يعنى بل يمسك عن تاويله" (شرح مسلم مطبوعه احمدي - صفحه ٦٩

نزاع کے اسلامي حکومت قائم هو جاتي هے اور مزيد جنگ و جدال اور کشت و خون کا سدباب هوجاتا هے - مگر ساتهه هي غير مستحق کي خلافت اور غير نظام شرعي کے قائم هو جانے سے بہت سي خرابياں بهي پيدا هو جاتي هيں -

ليکن اگر خـــلافت تسليم نه کی جاے ' اُن پر خروج کرنے کی اجازت ديدي جاے ' اور اطاعت امت کا مستحق صرف اهل اور جامع الشروط خليفه هی کو قرار ديا جاے ' تو پهر دائمی کشت و خون ' جنگ و قتال ' دعوؤں ميں تصـــادم ' قوتوں ميں تزاحـــم ' هميشگی کی بد امنی ' کبهی ختم نه هونے والی طوائف الملوکی اور انارکی ' امت کی تباهی ' ملکوں کی خرابی ' نظام جماعت کا اختلال ' احکام شرع کی تعطيل ' مسلمانوں کے جان و مـــال کي بد امني ' اندروني خـــانه جنگي کي وجه سے دشمنوں کا حملهٔ و تسلط ' اور اسی طرح کی بے شمار هلاکتوں اور بربادیوں کا هميشه کيليے دروازه کهل جاتا هے - مگر ساتهه هی اسکی امید بهی کي جاسکتي هے که شاید ان بربادیوں کے بعد اصلی نظام خلافت قائم هوجاے اور نا اهلوں کی جگه کسی اهل اور جامع الشروط کو خلافت دلائی جاسکے -

پهلي صورت ميں مصلحت کا بقاؤ حصول ' مگر خرابيوں کا امکان تها -

دوسري صورت ميں خرابيوں کا وقوع ' مگر مصالح کا امکان تها -

اسلام نے پهلي صورت اختيار کي ' اور پوري قوت و اصرار کے ساتهه دوسري راه مسدود کردي - يعني مصالح کے امکان پر اُنکے وقوع کو ترجيح دي -

کيا دنيا ميں ايک عقل صحيـــح بهي ايسي ملسکتي هے جو شريعت کے اس فيصـــله کو غلط بتلاے ؟ اللـــه کي شريعت کا اصـــل اصول جلب مصالح اور دفع مفاسد هے - يعنے هميشه فوائد حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا - اور جب مصالح کے ساتهه مفاسد بهي جمع هو جائيں ' تو جس راه ميں مصالح زيادہ هوں اور خرابياں کم ' اُسيکو اختيار کرنا - تمام احکام کا محور يهي اصل هے - پس اگر پهلي راه اختيار کي جاتي اور خليفه کي اطاعت کيليے خليفه کا جامع الشروط اور بطريق صحيح منتخب هونا شرط قرار ديديا جاتا ' تو اسکا کيا نتيجه نکلتا ؟ نصب و انتخاب کيليے نظام شرعي درهم برهم هوچکا تها - هر دماغ ميں حرص و دعوا ' اور هر هاتهه ميں تلوار تهي - يهي نتيجه نکلتا که ايک عام طوائف الملوکی اور انارکي پهيل جاتي - هر شخص يه کهکر که خليفه اهل و مستحق نهيں هے ' بغاوت کيليے اُٹهه کهڑا هوتا - تمام امت

پائي جاتي تهي ' تو آور بهت سي اهم شرطيں مفقود تهيں - بنيادي شرط يه هے که حکومت تلوار کے زور سے نه منوائي جاے بلکه امت کے انتخاب و اجماع سے هو' سو يه شرط کسي کي خلافت ميں بهي نه تهي - پهر خليفه کو عادل و منصف هونا چاهيے - حکومت نظام شوریٰ کے ساتهه کرني چاهيے - سنة رسول الله اور سنت خلفاء راشدين پر عامل هونا چاهيے - بجز عمر بن عبد العزيز کے کوئي بهي ان سب کا جامع نه تها - عباسيه کے بعد حکومت عجميوں کے هاتهه آئي ' اور پهر مصر کے عباسي خلفاء کے بعد ترکوں کا خاندان عثمانيه خلافت پر قابض هوا - آخري مصري خليفه نے خود سلطان سليم کے هاتهه پر بيعت کي - يه خلافت بلا نزاع آجتک قائم اور تمام عالم اسلامي کيليے شرع و امت کا مرکزي اقتدار هے - اگر بنو أميه و عباسيه ميں پانچ شرطيں نهيں پائي جاتي تهيں تو ان ميں چهه نه سهي - يعني يه عرب بهي نهيں اور قرشي بهي نهيں - ليکن چونکه سوال خليفه کے انتخاب کا نهيں هے بلکه ايک قائم و نافذ خلافت کے ماننے کا ' اسليے شرائط کي بحث يهاں کوئي اثر هي نهيں رکهتي -

منجمله شروط خلافت کے ايک متفق عليه شرط حريت کي هے - يعني خليفه آزاد هو - غلام نهو - مصلحت و ضرورت بهي اسکي ظاهر هے' مگر معلوم هے که تمام دنيا کي تاريخ ميں صرف ايک مسلمانوں هي کي تاريخ اسکي مثال پيش کر سکتي هے که غلاموں نے امامت کي هے ' امارت کي هے' پادشاهت کي هے - اور تمام سادات و قريش اور عرب و عجم نے انکے آگے اطاعت کا سر جهکايا هے - خود مشهور حديث هے " اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليکم عبد حبشي کان راسه زبيبه " اور روايت ابوذر عند مسلم که " و ان کان عبدا مجدع الاطراف " اور روايت ابن حصين که " و لو استعمل عليکم عبد يقودکم بکتاب الله' اسمعوا له و اطيعوا " يعني اگر ايک ذليل سے ذليل حبشي غلام بهي تمهارا امير هو جاے تو اسکي سنو اور اطاعت کرو - حافظ نووي اسکي شرح ميں لکهتے هيں " و المراد أخس العبيد - اى اسمع و اطيع و ان کان دني النسب ' حتى لو کان عبد اسود مقطوع الاطراف ' فطاعته واجبة ' و يتصور امارة العبد اذا ولاه بعض الائمه ' او يغلب على البلاد بشوکته و اتباعه ' و لا يجوز ابتداء عقد الولاية له مع الاختيار ' بل شرطها الحرية " (جلد ۲ : ۱۲۵) يعني يه جو فرمايا که اگرچه حبشي غلام هو' تو مقصود اس سے يه هے که اگرچه امير نهايت ذليل نسب و خاندان کا هو ' ليکن اگر

ساتھہ اُن وقتوں کیلیے بھی صاف صاف احکام دیدیے جائیں ' جب انتخاب و نصب خلافت کے بارے میں شریعت کا ٹھہرایا ہوا طریقہ باقی نہ رہے ' اور جمہوری حکومت کی جگہ شخصی و استبدادی طریقہ قائم ہو جاے -

ظاہر ہے کہ اس صورت میں دو ہی راہیں سامنے آتی تھیں - اگر ایسے لوگونکی خلافت تسلیم کرلی جاے تو اس سے اُمت کی جمعیة ' جان و مال کا امن ' ممالک اسلامیہ کی حفاظت ' احکام شرع کا اجراء ' جماعت کا قیام و بقا ' اور اسیطرح کے بے شمار مصالح و فوائد حاصل ہو جاتے ہیں ' کیونکہ بلا کسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۵)

(الف) اُمت کیلیے حسب نص " و اولی الامر منکم " مرکز اجتماع و جماعت خلیفـہ کا وجود ہے - اسکی اطـاعت فرض ہے -

(ب) خبر دیدی گئی تھی کہ جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رهیگی ' خلافت پر قابض رهینگے - چنانچہ ایسا ہی ہوا -

(ج) بنیاد معاملۂ خلافت کی " حکمت " پر ہے - وہ حکمت کہ و یعلمهم الکتاب و الحکمة - یہ نیابت نبوت ہے ' اور اعمال و سنة نبوت ہی کا نام قرآن کی اصطلاح میں " حکمت " ہے - پس ضرور ہے کہ خلیفہ کے تمام کاموں کی بنیاد "سنة پر ہو - بدعة و احداث پر نہ ہو - یہی معنی خلافة علی منہاج النبوة ہیں -

(د) جب خـــلافت منعقد ہوگئی تو تمام امت پر اسکی اطاعت فرض ہے - فی ما احب و یکرہ ' ما لم یؤمر بمعصیة -

(ﻫ) امت کو چاہیے کہ احق و اہل کو منتخب کرے - لیکن مستحق کو نہ چاہیے کہ خود خلافت کی خواہش کرے - جس نے ایسا کیا ' اللہ کے حضور شرمندگی پائیگا - نتیجہ یہ نکلا کہ جب لوگ خود خواہش نہ کرینگے ' اور حق انتخاب جمہور کو ہے ' تو کسی طرح بھی کشمکش نہوگی - نہ بہت سے دعویداروں میں باہم جھگڑا ہوگا - امن و سکون کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا جائیگا -

یہ تھا صحیح نظام شرعی ' جسکے علم و فہم کیلیے صرف صحیح بخاری ہی کافی ہے ' اور اسلام کی کونسی حقیقت ہے جسکے لیے صحیح بخاری کافی نہیں ؟ لیکن افسوس کہ نظام شرعی قائم نہ رہا - مجلس شوریٰ کی جگہ میدان جنگ میں خلافت کا فیصلہ ہوا ' اور محض تسلط و جبر سے دعویدار قابض ہونے لگے - چنانچہ پہلے ہی سے اسکی خبر دیدی گئی تھی -

یزید جیسے نا اهل کي حکومت سے اُمت کو بچایا جاے - لیکن جب وہ کوفه پہنچے ' تو یکایک نظر آیا که حالت بالکل بدل چکي هے - تمام اهل کوفه ابن زیاد کے هاتهه پر یزید کیلیے بیعت کرچکے هیں ' اور سرزمین عراق کي وہ بے وفائي و غداري جو حضرة امیر کے عهد میں بارها ظاهر هوچکي تهي ' بدستور کام کر رهي هے - یه حال دیکهکر معاملهٔ خلافت سے وہ بالکل دست بردار هوگئے ' اور فیصله کر لیا که مدینه واپس چلے جائیں - لیکن ابن سعد کي فوج نے ظالمانه محاصرہ کر لیا اور مع اهل و عیال کے قید کرنا چاها - وہ اس پر بهي آمادہ هوگئے که مدینه کي جگه دمشق جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملے کا فیصله کرائیں ' مگر ظالموں نے یه بهي منظور نه کیا -

اب امام کے سامنے صرف دو راهیں تهیں - یا اپنے تئیں مع اهل و عیال قید کرادیں - یا مردانه وار لڑکر شهید هوں - شریعت نے کسي مسلمان کو مجبور نهیں کیا هے که ناحق ظالموں کے هاتهه اپنے تئیں قید کرادے - اُنهوں نے دوسري راہ کمال عزیمة دعوة کي اختیار کي ' اور خود فروشانه لڑکر حالت مظلومي و مجبوري میں شهید هوے - پس جس وقت کربلا میں میدان جنگ گرم هوا هے ' اُسوقت حضرة امام حسین مدعي خلافت و امامت نه تهے - نه اس حیثیت سے لڑ رهے تهے - اُنکي حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کي تهي جسکو ظالموں کي فوج ناحق گرفتار کرنا چاهتي هے - وہ اپنے آپکو زندہ گرفتار کرادینا پسند نهیں کرتا ' اور طاقتور ظلم کے مقابلے میں حق کي بے سروساماں استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکهلا دینا چاهتا هے - تعجب هے که یه غلط فهمي صدیوں سے پهیلي هوئي هے - جسکو مفصل اور محققانه بحث دیکهني هو ' وہ شیخ الاسلام ابن تیمیه کي منهاج السنه جلد ۲ - کا مطالعه کرے -

(شــرط قــرشیــة)

مندرجهٔ بالا فصول سے یه بات واضح هوگئي که انتخاب خلیفهٔ و امام کیلیے متعدد شرطیں هیں - ازانجمله ایک عرصه تک علماء کي راے رهي که خلیفه کو خاندان قریش میں سے هونا چاهیے - لیکن اگر امت کیلیے انتخاب کا موقعه باقي نه رها هو تو خلیفه تسلیم کر لینے کیلیے بجز اسلام اور انعقاد حکومت (یعني حکومت کے جماؤ اور جگه پکڑ لینے) کے اور کوئي شرط نهیں هے - خلفاء راشدین کے بعد سے جامع الشروط کوئي بهي سلسلهٔ خلافت قائم نه هوا - بنو امیه و عباسیه میں اگر ایک شرط قرشیة کي

سب سے پہلے وہ حدیثیں سامنے آتي هیں جن میں خلافة خاصة و راشدہ کا ذکر کیا گیا هے' اور چونکہ یہ خلافة ٹھیک ٹھیک طریق نبوۃ و سنة پر قائم هونے والي تھي' اسلیے امت کو وصیة کي هے کہ نہ صرف اُنکي اطاعت کي جاے بلکہ اُنکے تمام اجماعي باتوں اور کاموں کو مثل اعمال نبوۃ کے " سنة " سمجھا جاے اور اُسکي پوري طرح پیروي و تأسي کي جاے -

چنانچہ مشہور حدیث عرباض بن ساریہ " قام فینا رسول اللہ صلعم ذات یوم' فوعظنا موعظة بلیغة' وجلت منها القلوب و ذرفت منها العیون' فقیل یارسول اللہ ! و عظتنا موعظة مودع فاعهد الینا بعهد - فقال علیکم بتقوی اللہ' و السمع و الطاعه و ان کان عبداً حبشیا' و سترون من بعدي اختلافاً شدیدا' فعلیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین - عضوا علیها بالنواجذ " (ابن ماجه و ترمذی) اور حدیث " خیر القرون قرني' ثم یلونهم " الخ اور " اما طبقتي و طبقة اصحابي فاهل علم و ایمان " الخ رواہ البغوي عن انس و امثالها' اسي قسم میں داخل هیں -

خلاصہ انکا یہ هے کہ آنحضرة (صلعم) نے خطبہ دیا اور فرمایا - میں تم کو وصیت کرتا هوں کہ اللہ سے ڈرو' اپنے امام کا حکم سنو اور مانو اگرچہ وہ ایک حبشي غلام هو - اور دیکھو ! میرے بعد بڑے سخت اختلافات پڑنے والے هیں' پس چاهیے کہ فتنوں سے بچو اور همیشہ میري سنت اور میرے بعد کے جانشینوں کي سنت پر کاربند رهو' اور اسکو اسطرح مضبوطي سے پکڑ لو جیسے کوئي شخص دانتوں سے کوئي چیز پکڑ لیتا هے - اور فرمایا : بہتر زمانہ میرا هے' پھر وہ جو میرے بعد کا هے - اور فرمایا : میرا اور میرے یاروں کا طبقہ علم اور ایمان کا طبقہ هے - اسي طرح حضرت ابن مسعود کي حدیث " ما من نبي بعثه اللہ في امته قبلی' الا کان له حواریون و اصحاب' یاخذون بسنته و یقتدون بامرہ " الخ (مسلم) میں بھي اسي عہد خلافت کا ذکر کیا گیا هے -

غرضکہ اس پہلے دور کیلیے دو حکم دیے گئے - ایک اطاعت کا' دوسرا اقتداء اور پیروي کا -

لیکن اسکے بعد وہ حدیثیں سامنے آتي هیں جن میں خلافت کے دوسرے دور کا ذکر کیا گیا هے - اس دور میں پہلا حکم تو بدستور باقي رها' لیکن دوسرا حکم بالکل بدل گیا - یعنے اس دور کے خلفاء و سلاطین کی اطاعت کي

قائم کیا ہو ' بلکہ اس سے بڑھکر اسلام کے دامن صداقت پر کوئی دھبہ نہیں ہوسکتا کہ اسپر کسی طرح کے بھی اختصاص نسل و قوم کی تہمت لگائی جاے - یہ کیونکر ممکن ہے کہ امتیاز نسب کے جس بت کو توڑنا اسکا سب سے بڑا کارنامہ ہو ' اسی کے ٹکڑوں کو پھر جوڑنا اسکی طرف منسوب کیا جاے ؟

تفصیل و دلائل کی ضرورت نہیں - یہ بات ہر اس شخص پر جو اسلام سے کچھہ بھی واقفیت رکھتا ہے ' روشن ہے کہ نسلی و خاندانی امتیازات کی نسبت عام اسلامی احکام کا کیا حال ہے ؟ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا جنکے غرور قوم و نسب کا یہ حال تھا کہ وہاں کا ایک چرواہا اپنے نسبی و خاندانی شرف کے سامنے قیصر و کسری کو بھی ذلیل و حقیر سمجھتا تھا - - عرب کے علاوہ بقیہ دنیا بھی طرح طرح کے قومی و وطنی امتیازات کی پرستش کررہی تھی - اسلام نے اپنی دعوۃ کی سب سے پہلی اور کاری ضرب اسی غرور نسل و قوم کے بت پر لگائی ' اور اللہ کے اس قانون فطرۃ کی منادی بلند کی کہ بنیاد ہر طرح کی فضیلت کی عمل ہے نہ کہ کوئی اور شے :

یا ایہا الناس ! انا خلقناکم من ذکر و انثی ' و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (٤٩ : ١٤) اور فرمایا : لا تزر وازرۃ وزر اخری ' و ان لیس للانســـان الا ما سعی ' و ان سعیہ سوف یری (٥٣ : ٤٦)

آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زندگی بھر قول و فعل یہ رہا کہ " لیس منا من دعی الی عصبیۃ " اور " لیس منا من قاتل علی عصبیۃ " اور "لیس منا من مات علی عصبیۃ " و امثالہا - یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی خصوصیت کے تعصب کی طرف لوگوں کو بلاے - وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی حالت میں دنیا سے جاے - وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر لوگوں سے جنگ کرے ! دنیا کو چھوڑنے سے پہلے حجۃ الوداع میں جو آخری پیام امت کو سنایا ' اسمیں بھی سب سے پہلی چیز یہی تھی - یعنے نوع انسانی کی عام مساوات کا اعلان : " لا فضل لعربی علی عجمی ' و لا لعجمی علی عربی - کلکم ابناء آدم " اور فرمایا " لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی - الناس کلہم بنو آدم ' و آدم من تراب " یعنی اسلام کا ظہور و قیام نوع انسانی کی مساوات اور باہمدگر

میں خون اور موت کی وبا پھیل جاتی - شہروں کا کوئی محافظ نہ رہتا - آبادیوں کا کوئی حاکم نہ ہوتا - نہ مجرموں کو کوئی سزا دینے والا ' نہ ڈاکوؤں سے کوئی بچانے والا - زکواۃ کس کو دی جاتی ؟ جمعہ کون قائم رکھتا ؟ سرحدوں کی کون حفاظت کرتا ؟ تمام عالم اسلامی ایک دائمی خانہ جنگی و بد امنی میں مبتلا ہوجاتا - امن و نظم ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجاتا - دشمنان اسلام ہرطرف سے اُمنڈ آتے - اُنکو روکنے کے لیے کوئی طاقت موجود نہ ہوتی - پس اگرچہ ایک نا اہل مسلمان کا خلیفہ ہوجانا برائی ہے ' لیکن اس سے بھی بڑھکر برائی یہ ہے کہ تمام ملک برباد ہوجاے - اسلام نے ملک و شرع کی حفاظت کو مقدم رکھا جو کلی مصلحت کا حکم رکھتی ہے ' اور نا اہل و فاقد الشروط کا تسلط گوارا کرلیا جس کا فساد جزئی فساد ہے -

فصل

(نصوص سنۃ و اجماع امت)

سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالنی چاہیے - اگر داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کی نبوت کی صداقت کی اور کوئی دلیل نہ ہوتی ' تو صرف یہی ایک بات بس کرتی تھی کہ آنے والے واقعات کی تمام تفصیلات کس طرح اول روز ہی بتلادی گئیں ؟ اور ایک ایک جزئی حالت کا کیسا کامل نقشہ صدیوں پہلے کھینچ دیا گیا ؟ یہ معاملہ اسقدر یقینی اور ہرطرح کے شک و شبہ سے ما ورا ہے' کہ اگر دنیا اس پر یقین لانے کیلیے طیار نہیں' تو دنیا کے پاس ماضی کی جسقدر معلومات موجود ہیں اُن میں سے کوئی بات بھی یقینی نہیں ہوسکتی - نہ تو اس دنیا میں سکندر نامی کوئی پادشاہ گزرا ' نہ روما نامی کوئی سلطنت قائم ہوئی ' نہ ہم بیسویں صدی کے انسان اسکے لیے مجبور ہیں کہ نپولین کا وجود اور واٹر لو کی جنگ کا وقوع تسلیم کرلیں !

بہر حال احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہونے والے واقعات پیشتر سے معلوم تھے - ہر حالت اور ہر وقت کیلیے صاف صاف حکم دیدیا گیا تھا - احادیث کے اس حصہ کا نہایت دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ کرنا چاہیے - ہر دور کی خاص حالت ہے اور اسلیے اسی کے مطابق خاص حکم ہے -

امیر ہوگیا ہے تو اطاعت کرو۔ اور اسی بنا پر غلام امیر ہوسکتا ہے اگر کسی امام نے مقرر کردیا ہو۔ یا خود وہ شہروں پر غالب آکر مسلط ہوگیا ہو۔ البتہ جائز نہیں کہ ابتدا میں کسی غلام کو امیر منتخب کیا جاے۔ کیونکہ آزاد ہونا شرائط امامت میں سے ہے "

جب غلبۂ و تسلط کی صورت میں خود حافظ نواوی (جو شرط قرشیۃ کے سب سے بڑے حامیوں میں سے ہیں) نص حدیث کی بنا پر تسلیم کرتے ہیں کہ ایک دنی النسب ' خسیس الحال ' حبشی غلام امیر ہوسکتا ہے اگرچہ آزاد ہونا شرط ابتدائی ہے ' تو پھر ظاہر ہے کہ ایک غالب و مسلط اور منظم و قائم خلیفہ کی خلافت کیلیے شرط قرشیۃ کا موجود نہ ہونا کیوں مخل ہو اگرچہ قرشیۃ ایک شرط ابتدائی مان لی جاے ؟

پس یہ مان لینے کے بعد بھی کہ قرشی ہونا شرائط شرعیہ میں سے ہے ' ترکان عثمانی کی خلافۃ مسلمۂ و منعقدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' اور شرائط کی پوری بحث موجودہ مسئلہ سے یکقلم غیر متعلق ہے ' تاہم تحقیق مقام کے خیال سے بہتر ہے کہ اس شرط کی حقیقت پر بھی ایک فیصلہ کن نظر ڈال لی جاے۔

سو واضح ہو کہ جہانتک قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے دلائل کا تعلق ہے ' کوئی نص قطعی موجود نہیں ' جس سے ثابت ہو کہ اسلام نے معاملۂ خلافت و امامت صرف خاندان قریش کیلیے شرعاً مخصوص کردیا ہے۔ احادیث اس بارے میں جسقدر موجود ہیں ' سب صحیح ہیں۔ یہ بھی حق ہے کہ حضرۃ ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اسکو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا۔ یہ بھی حق ہے کہ صحابہ میں ہمیشہ اس بات کی شہرت رہی۔ یہ بھی غلط نہیں کہ جب تک خاندان عباسیہ باقی رہا ' لوگ اسکو بطور ایک شرط کے سمجھتے رہے۔ با ایں ہمہ ان ساری باتوں کی حقیقت وہ نہیں ہے جو اب سمجھی جاتی ہے۔ ان ساری باتوں کے سچ ہونے کے ساتھہ یہ بھی سچ ہے کہ اسلام نے خلافت کو نہ کسی قوم میں مخصوص کیا ' نہ کسی خاندان میں ' اور نہ کسی خاص نسل میں۔ اسلام جو اس طرح کی تمام قومی و نسلی امتیازات کے مٹانے اور ہمیشہ کیلیے صرف انسانیت کی بے قید و عام عظمت کے قائم کرنے اور " عمل " کے قانون الہی کے آخری اعلان کیلیے آیا تھا ' اسکی نسبت ساری باتیں مان لی جاسکتی ہیں لیکن یہ محال ہے کہ اسنے خاندان و نسل کا کوئی امتیاز

کہ ہر حال اور ہر طرح کي زندگي میں امام کي اطاعت کرینگے - حکومت و سرداري کو اسکے کرنے والوں پر چھوڑ دینگے ' اور کبھي اس بارے میں کوئي

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲)

بہتوں کو یہ لغزش ہوئي کہ " اطاعت " اور " اقتـــدا " کا فرق نہ سمجھے - جن حدیثوں میں " اقتدا " کي ممانعت بلکہ خلاف کرنے کا حکم پایا ' اُنکو منع اطــاعت اور جواز خروج پر معمول کرلیا - خوارج اور معتزلہ کے ایک گروہ کو یہي دھوکا ہوا - ایک دوسري جماعت نے یہ غلطي کي کہ حکم اطاعت کو عام مطلق سمجھہ لیا ' اور منع اقتداء و تأسي اور وجوب امر بالمعروف نے جو تخصیص کردي تھي ' وہ اُنکي سمجھہ میں نہ آئي - یعني اس دھوکے میں پڑگئے کہ جب امراء و حکام کي اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ' خواہ اُنکے اعمال کیسے ہي خراب ہوں ' تو پھر چاھیے کہ نہ کسي برائي پر ٹوکیں ' نہ منکرات کے خلاف جد و جہد کریں - ہر حال میں چپ چاپ بیٹھکر اطــاعت کرتے رھیں - یہ جو صدیوں سے علمـــاء و مشائخ نے اصحاب اقتدار کے خلاف امر بالمعروف یکقلم ترک کردیا ہے ' تو نفس خادع اُنکو بھي یہي دھوکا دے رہا ہے - بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ہے - ان لوگوں نے چونکہ " اطاعت " اور " اقتدا " کا فرق نہیں سمجھا ' اور دیکھا کہ بادشاہوں اور امیروں کو برائي پر ٹوکنے اور اُنکے خلاف حق کے اعلان میں بڑي بڑي مصیبتیں جھیلني پڑتي ھیں ' اسلیے اس دھوکے میں پڑگئے کہ یہي مصائب فتنہ ھیں - پس اس فتنہ سے بچنا چاھیے - نتیجہ یہ نکلا کہ حق و باطل میں کوئي تمیز باقي نہ رھي - تمام زبانیں گونگي اور تمام دل مردہ ہوکر رہگئے -

حالانکہ دونوں جماعتوں نے ٹھوکر کھائي - دونوں نے حدیثوں کا صحیح مورد اور محل نہ سمجھا -

ایک صورت یہ ہے کہ مسلمان کسي کو اپنا قومي بادشاہ مان لیں ' اور ایک بادشاہ کي جیسي فرماں برداري رعایا کو کرني چاھیے ' ٹھیک ٹھیک ویسي ہي فرماں برداري بجالائیں - کوئي بات ایسي نہ کریں جس سے ثابت ہو کہ اُسے اپنا حاکم نہیں سمجھتے - اسکا نام " اطاعت " ہے -

دوسري صورت یہ ہے کہ کسي انسان کو اپنے دیني و اخلاقي اعتقاد و عمل میں پیشوا مان لینا ' اور راستي و ھدایت کے اعتبار سے اُسکي

بلال حبشي ، صہیب رومي ، سلمان فارسي (رض) کا جو حال تھا، معلوم ہے - بلال کو عمر فاروق جیسے قرشي نے " ہمارا آقا و سردار " کہا - اور صہیب کو دیکھتے تو کہتے " نعم العبد صہیب ! لولم یخف الله لم یعصه " مرنے کے وقت وصیة کي کہ نماز جنازہ وهي پڑهائیں - سلمان کا یہ حال تھا کہ حضرة علي علیه السلام فرماتے " سلمان منا اهل البیت " اسي چیز کا نتیجہ تھا کہ ایک صدي کے اندر هي اندر عرب کي نسلي عصبیة کا نام و نشان باقي نہ رہا ، اور وہ زمانہ آ گیا جب بزرگي و فضیلت کے هر میدان میں سرداري و ریاست عجمیوں اور غلام زادوں کے هاتھہ میں تھي - عرب اُنکے علم و عمل کے آگے اسي طرح جھکے ہوے تھے ، جس طرح ایک قرشي و هاشمي کے آگے جھک سکتے تھے - حتی کہ خلیفۂ هشام بن عبد الملک کو امام زهري سے کہنا پڑا " والله لیسودن الموالي العرب ، و یخطب لهم علی المنابر ، و العرب تحتهم ! "

پھر کیا ایسي حالت میں ایک لمحہ کیلیے بھي باور کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کا داعي تمام دنیا کو تو قومي و نسلي امتیازات کي غلامي سے نجات دلانا چاهتا هو اور مساوات عامہ کي طرف بلا رہا هو، لیکن (نعوذ بالله) خود اسدرجہ خود غرض هو کہ قیامت تک کیلیے پادشاهي و خلافت کو صرف اپنے هي ملک کیلیے ، اور اپنے ملک هي کیلیے نہیں ، خاص اپنے هي وطن کیلیے، اور صرف اپنے وطن هي کیلیے نہیں، خاص اپنے قبیلے کیلیے ، اور پھر صرف قبیلہ هي کیلیے نہیں ، بلکہ صرف اپنے هي خاندان کیلیے مخصوص کردے ؟ وہ ساري دنیا سے کہے کہ تمھارے سارے بناے ہوے حق جھوٹے هیں - سچا حق صرف عمل اور اهلیت کا ہے - لیکن خود اپنے لیے یہ کر جاے کہ نہ تو عمل اور نہ اهلیت ، بلکہ صرف قوم ، صرف نسل ، اور صرف خاندان ؟

کیا اسلام کیلیے اس سے بھي بڑهکر کوئي عجیب بات هوسکتي ہے ؟

خیر، یہ بات کتني هي عجیب هوتي ، لیکن هم باور کرلیتے اگر في الحقیقت قرآن و سنت نے واقعي ٹھہرا دي هوتي - همارے نزدیک کسي اسلامي اعتقاد کي صحت و عدم صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت هو - نہ کہ هماري عقلوں اور

تو ویسي هي وصیت کي جاتي هے ' جیسے پہلے دور کیلیے کي گئي هے ' لیکن اُنکے کاموں کي پیروي اور اقتداء کا حکم نہیں دیا جاتا ' بلکه بتدریج ترک اقتداء و مخالفت کا حکم دیا جاتا هے - اس سے صاف واضح هو جاتا هے که اس دور میں جو لوگ خلافت پر قابض و متسلط هونگے ' اُنکي خلافة شریعت کے مطلوبه نظام پر نه هوگي - نه اُنکا چلن قرآن و سنت کے مطابق هوگا - اُن میں اچھے بھي هونگے - اور برے بھي - اسلیے امت کو اب صرف اطاعت کا اور اُنکي خلافت کے آگے سر جھکا دینے کا حکم دیا جاتا هے - اُنکے طور طریقوں کي پیروي کرنے اور اُنکے کاموں کو شرعي کام سمجھه لینے کا حکم نہیں دیا جاتا - بلکه اس بات کی بھي وصیت کي جاتي هے که جب وہ لوگ برائیاں پھیلائیں ' تو جس کي طاقت جہاں تک کام دے ' برائیوں کے روکنے کي پوري کوشش کرے - هاتھه سے کام لے - زبان کو حرکت میں لاے - یه دونوں درجے نصیب نه هوں تو کم از کم دل هي دل میں برائي کو برا سمجھے - " و ذلک اضعف الایمان " - لیکن برے کاموں کو اُنکي حکومت کے دباؤ سے اچھا نه سمجھه لے اور نه اُن کا ساتھه دے - " و لیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل " (۱)

عن عبادہ بن الصامت - قال " بایعنا رسول الله صلعم علی السمع والطاعه في منشطنا و مکرهنا و عسرنا و یسرنا و اثرة علینا ' و ان لا ننازع الامر اهله ' الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیه من الله برهان " متفق علیه - عبادہ بن الصامت کہتے هیں - هم سے رسول الله (صلعم) نے اس بات پر بیعت لي

---

(۱) احادیث کا یه حصه نہایت اهم اور غور طلب هے - مختلف حدیثوں میں مختلف دوروں اور لوگوں کا ذکر هے ' اسلیے احکام بھي مختلف هوے - اس نکته پر جسکي نظر نه گئي وہ احکام و علائم کو مختلف و متضاد دیکھکر یا تو حیران رهگیا - یا سخت غلطیوں سے دو چار هوا - عهد نبوة سے لیکر آخر تک مختلف دور آنے والے تھے - هر دور کے خصائص و حالات دوسرے سے مختلف تھے - پس اُنکے احکام میں بھي اختلاف ضروري تها پوري دقة نظر کے ساتھه احادیث کا مطالعه کرنا چاهیے - پہلے اُنکے باهمي مشترکات و مختلفات کو الگ الگ کردینا چاهیے - پھر هر حدیث اور هر حکم کو اُسکي صحیح جگه دیني چاهیے - ایسا نه کرنے سے لوگوں کو بڑي بڑي غلط فہمیاں هوري هیں -

برابري کا اعلان ھے - اب نہ کسي عرب کو عجمي پر ' اور نہ کسي عجمي کو عرب پر ملک و قوم کي وجہ سے فضيلت ملسکتي ھے - سب ایک ھي آدم کي اولاد ھیں ' اور وھي سب سے بڑا ھے جو عمل میں بڑا ھو -

عملاً یہ حال تھا کہ آپنے اپني زندگي میں سب سے آخري اور ذمہ داري کے لحاظ سے نہایت اھم فوجي مہم جو بھیجي ' اسکي سرداري آسامہ بن زید کو دي ' اور معلوم ھے کہ زید آپکے غلام تھے - بعضوں پر یہ بات گراں گزري تو فرمایا " لقد طعنتم في امارة ابيه و قد كان لها اهلاً ' و ان اسامه لها اهل " تم لوگ پہلے زید کي سرداري پر بھي طعن کرچکے ھو حالانکہ وہ اس کام کا اھل تھا ' اور اب آسامہ سردار بنایا گیا ھے اور وہ اس کام کا اھل ھے " - " اھل " کے لفظ پر زور دیا - یعني طعن بیکار ھے کیونکہ بنیاد معاملۂ امارت و سرداري کي صرف اھلیت و قابلیت ھے - اور کوئي نہیں - حضرۃ عائشہ کا قول مشہور ھے " لوکان زید حیاً ' ما استخلف رسول الله غیرہ "

(۱) آسامہ کو جس لشکر کي سرداري دي گئي ' جانتے ھو اسمیں کیسے کیسے لوگ ماتحت کیے گئے تھے ؟ بڑے بڑے مہاجرین و قریش - جن میں سب سے پہلے حضرۃ ابوبکر صدیق کا نام نظر آتا ھے - وھي ابوبکر (رض) جو چند دنوں کے بعد رسول الله کے جا نشیں ھونے والے ھیں !

بندۂ عشق شدي ' ترک نسب کن جامي
کیں دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست !

---

(۱) الله الله ! اس بارے میں اسلام و پیروان اسلام کے معاملات کیسے خود فروشانہ و عجیب رھے ھیں ؟ آج مسلمانوں کو جو طرح طرح کے خانداني امتیازات و تفریقات کي بت پرستانہ پرستش کررھے ھیں ' کیونکر یاد دلایا جاے کہ ایک زمانے میں بجز الله اور آسکے رسول کے رشتہ کے نہ کوئي رشتہ مقبول تھا ' نہ عمل کي بزرگي کے سوا کوئي بزرگي تسلیم کي جا سکتي تھي - حضرۃ عمر کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ مجھے نہیں بھولتا - آنکے لڑکے عبد الله نے ایک بار شکایت کي کہ تقسیم اموال وغیرہ میں آسامہ بن زید سے مجھے کم درجہ پر کیوں رکھا جاتا ھے ؟ حضرۃ عمر نے کہا " کان ابوہ احب الی رسول الله من ابوک ' و کان احب الی رسول الله منک " اسلیے کہ تیرے باپ سے زیادہ آسکا باپ الله کے رسول کو پیارا تھا ' اور اسلیے کہ وہ خود بھي تجھسے زیادہ رسول الله کے نزیک محبوب تھا !

كي اطاعت بهي اللـــه كي اطاعت سے نه روک سکيگي - يعني جب تک امام سے صريح کفر نه سرزد هو' هرحال ميں اُسکي اطاعت واجب هے -

" خيار ائمـــتکم الذين تحبونهم و يحبونکم ' و تصلون عليهم و يصـلون عليکم ' و شرار ائمتکم الذين تبغضونهم و يبغضونکم ' و تلعنونهم و يلعنونکم" قال قلنا أفلا ننا بذ هم عند ذلک ؟ قال " لا ' ما أقاموا فيکم الصلوة ' الا من ولي عليه وال فراه شيئاً من معصية الله فـليکره ما يأتي من معصية اللـه ' و لا ينزعن يداً من طاعة " رواه احمد و مسلم -

و عن حذيفة أنه (صلعم) قال " يکون بعدي أئمة لا يهتـــدون بهدي و لا يستنون بسنتي ' و سيقوم فيکم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس" - قال قلت "کيف اصنع يا رسول الله ان أدرکت ذلک" ؟ قال " تسمع و تطيع و ان ضرب ظهرک و اخذ مالك فاسمع و اطع " رواه مسلم و احمد -

يعني فرمايا : تمهارے بهتر حاکم وہ هيں که اُنکي محبت تمهارے دلوں ميں هو اور تمهاري انکے دلوں ميں - تمهاري زبانوں سے انکے ليے رحمت کي دعا نکلے اور اُنکي زبانوں سے تمهارے ليے - اور بدترين حـاکم وہ هيں که تمهارے دلوں ميں اُنکي دشمني هو' اور وہ تمهيں دشمن سمجهتے هوں - تم اُن پر لعنت بهيجو - وہ تم پر - صحابه نے عرض کيا - يا رسول الله ! کيا ايسے حاکموں سے هم نه جهگڑيں ؟ فرمايا نهيں - جب تک وہ تم ميں نماز قائم رکهيں - اُنکي اطاعت هي کرو - هاں جو بات گناہ کي ديکهو اُسے پسند نکرو مگر امام کی طاعت سے هاتهه نه کهينچو - نيز فرمايا - ميرے بعد ايسے امام هونگے جو ميرا طور طريق چهوڑ دينگے - ميري سنة پر نهيں چلينگے - عنقريب تم پر ايسے لوگ حکمراں هونگے که اُنکا جسم تو انسانوں کا هوگا مگر دل شيطان کا سا - راوي نے پوچها - اگر همنے ايسا زمانه پايا تو کيا کريں ؟ فرمايا - سنو اور اطاعت کرو - اگر وہ تمهاري پيٹهه پر تازيانے لگائيں اور تمهارا مال چهين ليں ' جب بهي اُنکي سنو اور اطاعت کرو !

" ستکون بعدي اثرة و امور تنکرونها " قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال " تؤدون الحق الذي عليکم ' و تسألون الله الذي لکم " متفق عليه عن ابن مسعود ' و اخرجه ايضاً الحرث بن وهب و أورده الحافظ في التلخيص ' و عن جابر بن عتيک مرفوعاً عند ابي داؤد بلفظ " سياتيکم رکب مبغضون ' فاذا اتوکم فرحبوا بهم و خلوا بينهم و بين ما يبتغون - فان عدلوا ' فلا نفسهم ' و ان ظلموا ' فعليهم"

ی نظریں اُسی پر اُٹھتی تھیں - جب تک مکہ فتح نہوا اور قریش مسلمان نہ ہوے' تمام عرب کے قدم رکے رہے - جونہی قریش مسلمان ہوے' سب نے اُنکی پیروی کی' اور اپنے اپنے وفد بھیجنا شروع کردیے - حتی کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا - پس فرمایا " الناس تبع لقریش " لوگ جاھلیة اور اسلام' دونوں حالتوں میں قریش کے تابع ہوے - وہ بگڑے رہے تو سارا عرب بگڑا رہا' وہ سنورے تو سب سنور گئے - اور یہ بالکل حق و معلوم ہے - ہمیشہ اور ہر ملک میں سردار جماعتوں اور بڑے لوگوں کا ایسا ہی اثر تمام ملک پر ہوتا ہے - اچھی بری' ہر طرح کی باتوں میں لوگ اُنھی کی پیروی کرتے ہیں - حضرة ابوبکر کی روایت سے یہی حدیث مسند امام احمد میں یوں مروی ہے " بر الناس تبع لبرھم' و فاجرھم تبع لفاجرھم " اور بیہقی نے حضرة علی سے روایت کیا " کان ھذا الامر فی حمیر فنزعه الله منھم و جعله فی قریش " لیکن اس سے یہ کہاں نکلا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بجز اُنکے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا ؟ اسلام صرف عرب ہی کا اسلام نہ تھا جس میں ممتاز قریش تھے - اسلام تمام عالم کیلیے اسلام ہے جسکی سرداری و ریاست صرف علم و عمل حق ہی کو ملسکتی ہے' اور یہ سرداری اسلام ہی نے دلائی ہے !

امام مسلم نے جابر بن سمرہ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے : " ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشرة خلیفة' ثم تکلم بکلام خفی علی - قال فقلت لابی ما قال ؟ قال کلھم من قریش " حاصل اسکا اور اسکی ہم معنی روایتوں کا یہ ہے کہ آپ آیندہ کی نسبت خبر دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں' ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں - سب قریش سے ہونگے - اس طرز بیان کی وضاحت نے ظاہر کردیا کہ اس بارے میں جو کچھہ کہا جا رہا ہے' اس سے صرف آئندہ کی نسبت اطلاع مقصود ہے - حکم و تشریع نہیں ہے -

ان سب کے بعد وہ حدیث آتی ہے جسکو امام بخاری نے باب " الامراء من قریش " کی بنیاد قرار دیا ہے - تمام روایات کے ساتھہ یہ حدیث سامنے رکھی جاے تو پوری طرح اصلیت روشن ہوجاتی ہے - امیر معاویہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ذکر آیا کہ عبد الله بن عمرو کہا کرتے ہیں " سیکون ملک من قحطان " قحطان میں سے ایک پادشاہ ہوگا - امیر معاویہ یہ سنکر غضب ناک ہوے اور خطبہ دیا : " بلغنی ان رجلاً منکم یحدثون احادیث لیست

جھگڑا نہیں کرینگے- الا یہ کہ بالکل کھلا کھلا کفر امام سے ظاہر ہو- اور ایسی بات میں جسکے لیے اللہ کی کتاب میں حکم و دلیل موجود ہے- سو اسوقت کسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ٥٢)

زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنالینا ' اور اسکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرنا - اسکا نام " اقتدا " اور " تأسی " ہے -

دونوں صورتیں الگ الگ ہیں - بلا شبہہ " اطاعت " ایک عام حالت ہے اور اس میں " اقتداء " کی حالت بھی داخل ہے ' لیکن " اقتداء " اطاعت سے زیادہ خاص ہے ' اور ضروری نہیں کہ ہر اطاعت اقتداء بھی ہو- احادیث میں خلفاء راشدین کی نسبت امت کو " اطاعت " اور " اقتداء " دونوں کا حکم دیا گیا ' لیکن بعد کے خلفاء و سلاطین کو صرف " اطاعت " کا مستحق بتلایا - " اقتداء " کا نہیں - کیونکہ معلوم تھا کہ انکے کام اچھے نہ ہونگے - شریعت و عدالت سے منحرف ہو جائینگے - اور چونکہ نظام جماعت کے قیام کے ساتھہ احکام کتاب و سنت اور عدل و صداقت کی حفاظت کا انتظام بھی ضروری تھا ' اسلیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ہر حال میں باقی رہا - یعنی حکم دیا گیا کہ ایسے وقتوں میں سلطان اسلام کو اپنا امام مانکر پوری پوری اطاعت کرو ' لیکن* پادشاہ کی اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ سفید کو سیاہ ' اور دن کو رات مان لو - حق حق ہے - باطل باطل - برائی جب دیکھو ' ٹوکو - ظلم جب کیا جاے ' روکو - اس کام میں ایک پادشاہ او ر ایک مزدور' دونوں برابر ہیں - " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " قاعدۂ کلیہ ہے' اور و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر حکم عام و مطلق - کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہیں کی جا سکتی جس میں خالق کے حکم سے نافرمانی کرنی پڑے -

اور یہ جو جابجا کہا گیا کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ہے - تو یاد رہے کہ " اطاعت " نہ کرنے میں فتنہ ہے - نہ کہ " اقتداء " نہ کرنے میں ' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں - یعنی خلیفۂ اسلام سے بغاوت نہ کرو - اسمیں جمعیت امت کیلیے بڑا ہی فتنہ ہے - یہ مطلب نہیں کہ برائی کی مخالفت اور حق کے اعلان میں فتنہ ہے - حق کا اعلان تو ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا کیلیے نظم و امن ہے - وہ کبھی فتنہ نہیں ہوسکتا - اگر حق کی پکار فتنہ ہو جاے تو پھر نظام ہستی کس بنیاد پر قائم رہے ؟

و لو اتبع الحق اهوائهم' لفسدت السماوات و الارض و من فيهن ! (٢٣ : ٧٤)

سمجھوں کا احاطہ و ادراک - لیکن استعجاب کي ساري بنیاد همارا عقلي و قیاسي استبعاد نہیں ھے - یہي ھے کہ کسي نص سے ایسا ثابت نہیں ' اور چونکہ ثابت نہیں ' اسلیے هم جانتے هیں کہ اسلام کیلیے کوئي ایسي بات ثابت بھي نہیں هوني چاهیے -

شارع کے بیانات ' انسان کي عام بول چال کي طرح مختلف قسموں کے واقع هوے هیں - ازانجملہ ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کي ھے - دوسري قسم اخبار و اطلاعات کي - یہ دوسري قسم مجرد بیان واقعہ و حال ھے' اور اگر آیندہ کي نسبت ھے تو پیشین گوئي ھے - حکم اور تشریع نہیں ھے - یعنی صرف ایک اطلاع ھے کہ ایسا هوگا - یہ نہیں ھے کہ ایسا کرنا چاهیے - قریش کي خلافت کي نسبت جسقدر روایات موجود هیں' سب دوسري قسم میں داخل هیں - نہ کہ پہلي قسم میں - اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کرکے دیکھا جاے ' تو بلا کسي اضطراب کے یہ حقیقت روشن هو جاتي ھے -

یہ حدیث صحاح میں حضرۃ ابو هریرہ ' جابر بن عبد اللہ ' جابر بن سمرہ ' معاویہ بن سفیان ' وغیرهم مختلف صحابہ سے مروی ھے ' اور عمدہ طریق وہ هیں جو بخاري و مسلم نے اختیار کیے هیں - لیکن کسي طریق سے بھي کوئي ایسا لفظ مروي نہیں جس سے ثابت هو کہ مقصود پیشین گوئي نہ تھا - تشریع و امر تھا - " تشریع " یعنی بہ حیثیت احکام شریعت کے کسي حکم کا دینا اور شرعي قانون ٹھرا دینا -

عن ابی هریرہ " الناس تبع لقریش في هذا الشان - مسلمهم لمسلمهم و کافرهم لکافرهم " (مسلم) دوسرے طریق میں زیادہ وضاحت ھے " مسلمهم تبع لمسلمهم ' و کافرهم تبع لکافرهم " (مسلم) جابر کي روایت میں " الناس تبع لقریش في الخیر و الشر " ھے : امام نواوي اسکي شرح میں لکھتے هیں " معناہ فی الاسلام و الجاهلیۃ - لانهم کانوا في الجاهلیۃ رؤساء العرب و اصحاب حرم اللہ و اهل الحج ' و کانت العرب تنتظر اسلامهم ' فلما اسلموا و فتحت مکہ ' تبعهم الناس ' و جاءت و فود العرب من کل جهۃ ' و دخل الناس في دین اللہ افواجا " (جلد ٢ : ١١٩) پس معلوم هوا کہ اس حدیث کو مسئلۂ خلافت کے اختصاص و شرائط سے کوئي تعلق نہیں - مقصود یہ ھے کہ عرب میں خاندان قریش حج کے اهتمام اور بیت اللہ کي مجاورۃ کي وجہ سے تمام قبائل کي سرداري رکھتا تھا ' اور هر کام میں سب

اسی بنا پر محدثین نے باب باندھا ہے " برآة رب المال بالدفع الی السلطان مع العدل و الجور " کما في المنتقی - یعنی صاحب مال نے جب اپنی زکواۃ عمال کے حوالے کردي تو وہ شرعاً بری الذمہ ہوگیا اگرچہ وہ ظالم و جابر ہوں - اور اسي لیے جمہور فقہا کا بھي یہي مذہب قرار پایا کہ اگر حکام جور کو زکواۃ دیدي گئي تو ادا ہوگئي - آئمۂ اہل بیت و عترۃ نے بھي قولاً و فعلاً اس سے اتفاق کیا جیسا کہ حضرۃ امام باقر (علیہ و علی آبائہ السلام) سے اصول میں منقول ہے - اور اسي لیے محققین امامیہ و فقہاء زیدیہ بھی اس فیصلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں -

فصل

(اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا اخرهما)

اگر ایک خلیفہ کي حکومت جم چکي ہے اور قائم ہے اور دوسرا مدعي کھڑا ہو ' تو اُسکا حکم یہ ہے کہ وہ باغي ہے - فرمایا اُسے قتل کردو - اُسکي زندگي تمام اُمت کے نظم و امن کیلیے فتنہ ہے - وہ امت میں پھوٹ ڈالنا

اور جمے ہوے انتظام کو درہم برہم کردینا چاہتا ہے - والفتنۃ اشد من القتل -

عن عرفجۃ الاشجعي - قال : سمعت صلعم یقول " من أتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد ' یرید ان یشق عصاکم أو یفرق جماعتکم ' فاقتلوہ " (احمد و مسلم)

اسي لیے جمہور اہل اسلام نے اتفاق کیا کہ خلیفہ خواہ اہل ہویا نا اہل ' لیکن اگر اسکي حکومت قائم ہے تو جو اُس پر خروج کرے ' اُسکا حکم باغي کا ہوگا اگرچہ کتنا ہي افضل اور جامع الشروط ہو - اُس سے لڑنا اور اُسکي جماعت کو قتل کرنا جائز ہے - بشرطیکہ تبلیغ و دعوۃ اور دفع شکوک کے بعد بھي باز نہ آے - ایک گروہ علماء نے کہا کہ نہ صرف جائز ہے بلکہ بحکم

فقاتلوا التي تبغي (۴۹ : ۹) واجب ہے - " وقد حکي في البحر عن العترۃ جمیعاً ان جہادہم افضل من جہاد الکفار الی دیارہم ' اذ فعلہم في دارالاسلام کفعل الفاحشۃ في المسجد " (نیل الاوطار - جلد ۷ صفحہ ۸۰)
یعني تمام آئمۂ اہل بیت و عترۃ سے منقول ہے کہ ایسے باغیوں سے جہاد کرنا کفار پر حملہ کرنے سے بھي افضل ہے -

الدين " کي قيد هے - اس سے ثابت هوا که جب قریش میں ایسے لوگ نه رهینگے جو دین قائم رکهه سکیں تو پهر کوئي غیر قرشي مسلط هو جائیگا -

صحیح بخاري کے ترجمۂ باب سے صاف واضح هوتا هے که امام بخاري کا بهی مذهب یهي هے - انهوں نے باب باندها هے " الامراء من قریش " قریش میں امارت اور امراء - اس مضمون کا باب نهیں باندها که امارت همیشه قریش هي میں هوني چاهیے -

امام بخاري نے ایک دوسري روایت بهي ابن عمر کي درج کي هے جو مسلم وغیره میں بهي هے " لا یزال هذا الامر في قریش ما بقی منهم اثنان " یعنی یه چیز قریش هي میں رهیگي جب تک دو آدمي بهي اُن میں باقي رهینگے -

اس روایت سے همارے بیان کي اور مزید تصدیق هوگئي - حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئي کا هے - اگر اسکا یه مطلب قرار دیا جاے که جب تک دو انسان بهي خاندان قریش میں باقي رهینگے خلافت اُنهي کے قبضه میں رهیگي ' تو یه واقعات کے بالکل خلاف هے - دو کي جگه هزاروں قرشي انسان موجود رهے اور خلافت قریش سے نکل گئي - پس ضرور هے که "ما بقی منهم اثنان" کے منطوق پر مفهوم کو ترجیح دي جاے - اور وه یهي هے که اگر قریش میں دو آدمي بهي ایسے باقي رهینگے ' جو خلافت کے اهل هونگے ' تو کبهي خلافت کے شرف سے یه خاندان محروم نه هوگا - مگر جب انقلاب حال سے ایسا وقت آ جائے که دو آدمي بهي اهل نه رهیں ' تو مشیت الهي اپنے قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرمادیگي ' اور قریش خلافت سے محروم هو جائینگے - چنانچه تاریخ شاهد هے که ایسا هي هوا - معتصم کے بعد سے عباسیه کا زوال شروع هوگیا تها - آخر میں یهانتک پهنچ گیا که حکومت دوسروں کي تهي ' عباسي خلیفه صرف اپنے عشرت کدوں کیلیے تها - تاهم اقتدار خلافت اُنهي کا رها - کبهي کو جرأت نه هوئي که خلافت کا دعوا کرسکے - کیسي کیسي طاقتور اور باجبروت عجمي و ترکي اور سلجوقي حکومتیں قائم هوئیں ؟ لیکن سب اپنا بڑا سے بڑا شرف یهي سمجهتے رهے که مقام خلافت سے اُنهیں خدمت و یاوري خلافت کا کوئي لقب ملجاے ' اور بس - ایک قرشي ' فاطمي ' عباسي بهي اگر کسي هنگامهٔ و قتال سے بهکر نکل جاتا ' تو جس گوشهٔ عالم میں تن تنها پهنچ جاتا ' ایک عالم

و عن وائل بن حجر - قال سمعت رسول الله صلعم و رجل یساله - فقال - ارایت اِن کان علینا امراء یمنعونا حقنا و یسألونا حقهم ؟ قال " اسمعوا و اطیعوا ' فانما علیهم ما حملوا ' و علیکم ما حملتم " (مسلم و الترمذي و صححه)

" علي المرء المسلم السمع و الطاعة فیما أحب و کره ' الا ان یومر بمعصیة ' فان امر بمعصیة فلا سمع و لا طاعة " (شیخان و غیرهما عن ابن عمر)

سب کا خلاصه وهي هے جو اوپر گزرچکا - آخري روایت میں فرمایا - ایک مسلمان کا فرض هے که خواه گوارا هو یا ناگوار ' مگر امام کا کہا سنے اور مانے - هاں اگر وه ایسا حکم دے جسکي تعمیل میں گناه هو ' تو پہر اُس حکم میں نه تو سننا هے اور نه ماننا -

بڑے سے بڑے مخلوق کي خاطر بهي خدا کا چهوتا سے چهوتا حکم نہیں تالا جا سکتا ' اور نه مخلوق کی خاطر خالق سے نافرماني کي جاسکتي هے - یه اسلام کا ' اور در اصل دنیا کي تمام سچي تعلیموں اور سچے انسانوں کا عالمگیر قاعدۂ کلیه هے -

اور یهي وجه هے که صدقات و زکواة و غیره مالیات کي ادائیگي کی نسبت حکم دیا گیا که اگرچه وصول کرنے والے حکام ظالم و جابر هوں ' یا بیت المال کا روپیه ناجائز طور پر خرچ کر رهے هوں ' لیکن اگر امام کي طرف سے مامور هیں تو اُنکي اطاعت هی کرنی چاهیے - جس شخص نے زکواة ایسے عامل کو دیدي ' اُسکی زکواة ادا هوگئی - بلاشبه قوم کو کوشش کرنی چاهیے که ایسے عامل معزول کیے جائیں - لیکن جب تک معزول نہوں ' نظام شریعت و حکومت کے قیام کیلیے ضروري هے که اُنکے احکام کي تعمیل کي جاے - بشیر بن خصاصه کي روایت میں هے که لوگوں نے کہا " ان قوماً من اصحاب الصدقة یعتدون علینا " عمال صدقه لینے میں هم پر ظلم کرتے هیں - کیا حق سے زیاده نه دینے میں اُنکا مقابله کریں ؟ فرمایا نہیں - (ابوداؤد) سعد بن وقاص کي روایت میں فرمایا " ادفعوا الیهم ما صلوا " ابن ابی شیبه میں حضرة ابن عمر کی نسبت هے که کسی نے کہا - زکواة کسے دیں ؟ کہا وقت کے حاکموں کو - سائل نے کہا " اذا یتخذون بها ثیابا و طیباً " وه تو زکواة کا روپیه اپنے کپڑوں اور زینت میں خرچ کرڈالتے هیں - فرمایا " و ان " اگرچه ایسا کرتے هوں مگر زکواة اُنهي کو دو -

في كتاب الله و لا تؤثر عن رسول الله " الخ - مجھه تک یه بات پهنچي هے که تم میں سے کچھه لوگ هیں جو ایسي باتیں کہتے هیں جو نه تو قرآن میں هیں نه رسول سے ثابت هیں - " اني سمعت رسول الله يقول : ان هذا الامر في قريش ' لا يعاديهم احد ' الا كبه الله على وجهه ' ما اقاموا الدين " میں نے رسول الله سے سنا هے که یه بات (یعني حکومت) قریش میں رهیگي جب تک وه دین قائم رکھینگے - جو اُنکي مخالفت کریگا ' اُلٹا رسوا هوگا - یعني کامیاب نهوگا -

اس روایت نے سارا معامله حل کردیا - معلوم هوگیا که ایک خاص وقت تک کیلیے یه پیشین گوئي تھي ' اور حرف به حرف پوري هوئي - یعنی آپنے بتلا دیا تھا که قریش میں جب تک دین قائم رکھنے کي قابلیت رهیگي ' حکومت اُنهي کے قبضے میں رهیگي - جو اُنکے خلاف اُٹھیگا ' ناکام رهیگا - چنانچه ایساهي هوا - جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رهي ' اسلامي خلافت کے وهي مالک رهے - جب اسکے اهل نه رهے ' عجم و ترک نے یه بار اُٹھالیا - بحکم ان يشا يذهبكم و يات بخلق جديد ' وما ذلك على الله بعزيز (١٦:٣٠) اور يستبدل قوما غيركم الخ - باقي رها امیر معاویه کا ابن عمرو پر انکار ' تو یه بھي صحیح نه تھا - وه صرف یه بات سنکر گھبرا اُٹھے که دوسري پادشاهت بننے والي هے - اصلیت پر غور نهیں کیا - قحطاني والي حدیث بطریق رفع ثابت هے ' اور قریش والي حدیث میں " ما اقاموا الدين " کی قید موجود هے - دونوں میں کوئي تعارض نهیں - اسي بنا پر ائمهٔ حدیث نے حدیث قحطاني اور حدیث قریش میں تطبیق دیتے هوے صاف صاف لکھدیا که امارة قریش والي روایت تشریع نهیں هے - محض خبر هے - اور وه بھي " ما اقاموا الدين " کے ساتھه مقید - شیخ الاسلام لکھتے هیں " هذا انكار من معاويه بلا تامل ' و الا ' فقد جاء حديث القحطاني مرفوعاً ' و ما ذكر في المعارضه ' فهو حجة لما فيه من التقليد بقوله : ما اقاموا الدين " اور حافظ عسقلاني نے فتح میں ابن التين کا قول نقل کیا هے " الذي انكره معاويه في حديث ما يقويه لقوله ما اقاموا الدين ' فربما كان فيهم من لا يقيمه فيتسلط القحطاني عليه و هو كلام مستقيم " یعنی امیر معاویه کا سرے سے انکار اُنکي بے غوري کا نتیجه تھا - ورنه قحطاني والی بات ثابت هے - امیر معاویه نے جو حدیث معارضه میں پیش کي ' اُسکا آخري ٹکرا خود اُنهي پر حجة هے اور ابن عمرو کي تصدیق کر رها هے - یعنی اُسمیں " ما اقاموا

کو شرکت کا موقعہ دینا بھی اسکی جلد بازی پر نہایت شاق گزرتا تھا - سورۃ فاتحہ ختم کرتے ھی بلا سکتہ کے قرأت شروع کردیتا حالانکہ احادیث میں آمین کہنے کی نہایت درجہ فضیلت وارد ھے " فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ " (بخاری) ابو ھریرہ اس سے وعدہ لے لیتے " لا تفتنی بآمین " قرأت میں ایسی جلدی نہ مچائیو کہ میری آمین ضائع جاے ' لیکن نماز اُسی کے پیچھے پڑھتے اور اُسکی اطاعت سے انکار نہ کرتے - (بخاری)

لوگ اُنکی یاوہ گوئی سننا پسند نہیں کرتے تھے - اسلیے اکثر ایسا ھوتا کہ عید کے دن نماز کے بعد ھی مجمع منتشر ھو جاتا - خطبہ کا لوگ انتظار نہ کرتے - یہ حال دیکھکر مروان نے ایک مرتبہ چاھا - عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دیدے تا کہ نماز کے انتظار کی وجہ سے لوگوں کو مجبوراً خطبہ سننا پڑے - حالانکہ یہ صریح سنت کے خلاف تھا - سنۃ ثابۃ خطبۂ عید کے بارے میں یہی ھے کہ نماز پہلے ادا کی جاے - پھر خطبہ دیا جاے - صحیح مسلم کی روایت میں ھے کہ اسپر فوراً ایک شخص نے ٹوکا اور حضرت ابو سعید خدری نے " من رای منکم منکراً فلیغیرہ " الخ - والی روایت بیان کی -

ایسی بے شمار باتیں کی جاتی تھیں - صحابۂ کرام نہایت بے باکی سے امر بالمعروف کا فرض ادا کرتے اور ھمیشہ ٹوکتے - لیکن خلیفہ اُنھی کو مانتے اور اطاعت اُنھی کی کرتے - کسی صحابی نے بھی اطاعت سے پہلے اسکی جستجو نہ کی کہ خلیفہ میں ساری شرطیں خلافت کی پائی جاتی ھیں یا نہیں ؟ اگر اسکی جستجو کرتے تو سب سے پہلی شرط یعنی بطریق انتخاب شرعی و شوری منتخب ھونا ھی مفقود تھا - باقی شرطیں تو سب اسکے بعد کے دیکھنے اور جانچنے کی ھیں -

حضرۃ سید التابعین سعید بن المسیب کہا کرتے - بنی مروان انسانوں کو بھوکا مارتے ھیں اور کتوں کو کھلاتے ھیں (۱) اور پھر اُنکے ھاتھوں ھر طرح کے مظالم و شدائد بھی سہتے ' مگر ساتھہ ھی بہ حیثیت سلطان اسلام کے اطاعت بھی اُنھی کی کرتے -

مامون و معتصم کے عہد میں بدعت اعتزال اور قول بخلق قران کی وجہ سے ایک فتنۂ عظیم برپا ھوا - علماء سنۃ پر جو جو مظالم و شدائد ھوے '

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذھبی - ۱ : ۴۷ -

صرف ملکي و وقتي مصالح کي بنا پر استدلال تھا کہ کس قبیلہ و خاندان سے امام ھونا چاھیے جسکي سرداري عرب کے تمام قبائل بلا چون و چرا تسلیم کر لیں ؟

اس امر کا کوئي ثبوت موجود نہیں کہ صحابہ خلافت کا شرعاً مستحق صرف قریش ھي کو یقین کرتے تھے ' بلکہ اسکے خلاف شواھد موجود ھیں - امام احمد نے حضرة عمر کا قول نقل کیا ھے کہ اگر معاذ بن جبل میري وفات تک زندہ رھے تو اپنے بعد اُنھي کو خلیفہ بناؤنگا - یہ ظاھر ھے کہ معاذ قرشي نہ تھے - انصار مدینہ میں سے تھے - اگر خلافت کیلیے قرشیة شرط ھوتی تو حضرة عمر جیسا محرم اسرار خلافت کیونکر اُنکي خلافت کا تصور بھی کرسکتا تھا ؟ مسند امام احمد میں حضرة عمر کا ایک اور قول بھی ابو رافع کی روایت سے موجود ھے " لو أدرکني احد رجلین ثم جعلت ھذا الامر الیہ ' لوثقت بہ - سالم مولی حذیفہ و ابو عبیدة الجراح " اگر سالم مولی حذیفہ اور ابو عبیدة الجراح میں سے کوئي ایک میري وفات تک زندہ رھتا اور خلافت اُسکے سپرد کردیتا ' تو مجھے اس بارے میں پورا اطمینان و اعتماد ھوتا - اگر حضرة عمر صدھا صحابۂ و مہاجرین قریش کی موجودگي میں سالم مولي حذیفہ کو خلافت سپرد کردینے کا ارادہ کر سکتے ھیں ' تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ھے کہ شرعاً خلافت غیر قرشي کو نہیں ملسکتی اور صحابہ کا اس پر اجماع ھوگیا تھا ؟

(دعوائے اجماع)

اب صرف ایک بات رھگئی - یعنی علماء اسلام کا شرط قرشیة پر زور دینا ' اور قاضي عیاض کا دعوئے اجماع ' تو اس بارے میں چند امور قابل غور و نظر ھیں :

اولاً ' یہ ظاھر ھے کہ قریش میں خلافت ھونے کي نسبت جو کچھ فرمایا گیا ' وہ محض آیندہ کي پیشتر سے اطلاع تھي - یعنی پیشین گوئي تھي - اور پیشین گوئیوں کا یہ حال ھے کہ جب تک اُنکا ظہور کامل طور پر نہ ھو جاے ' اُنکے معاني و مطالب کي نسبت کسي قطعي بات کا اختیار کرنا مشکل ھے - اجتہاد و قیاس کیلیئے کسي چیز میں اتني وسعت نہیں جسقدر پیشین گوئیوں میں ھوتي ھے - علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیاں نہایت اجمال و اختصار کے ساتھہ ھوتي ھیں ' اور اس باب میں اُنکا ایک خاص مبہم اندازبیان ھے - پس چونکہ یہ پیشین گوئي تھي ' اسلیے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوري طرح ظاھر نہ ھو جائیں ' اُنکا ٹھیک

مصلحت و حکمت اس حکم کي ظاهر هے - اگر اول روز هي سے دعوؤں اور خروج کا دروازہ بند نہ کردیا جاتا ، توکوئي بهتر سے بهتر اسلامي حکومت بهي خروج و شورش سے محفوظ نہ رهسکتي - ایک جامع الشـــروط خلیفہ کي موجودگي میں بهي صدها دعویدار اُٹهہ کهڑے هوتے اور کهتے کہ جمع شرائط و اهلیت میں هم زیادہ احق و افضل هیں - اوصاف و فضائل کا قطعي فیصلہ کرنا نهایت مشکل هے ، اور نہ افضل و مفضول کے امتیاز کیلیے کوئي قطعي معیار هوسکتا هے- نتیجہ یہ نکلتا کہ همیشہ کشت و خون کا بازارگرم رهتا اور امت کا نظام جمعیت کبهي نہ سدهرتا - پس ناگزیر تها کہ خلافت قائمہ کي موجودگي میں هرطرح کے دعوے کو بغاوت و جرم قرار دیدیا جاے ، اور اسکے لیے ایسي سزا تجویزکي جاے جو سخت سے سخت سزا هوسکتي هے - یعنے قتل - ایک انسان کو قتل کردینا بهتر هے - بمقابلۂ اسکے کہ هزاروں انسان قتل هوں - یهي وجہ هے کہ حدیث میں حکم کي علت کي طرف واضح اشارہ کردیا گیا کہ " یرید ان یشق عصا کم "

یہ مضمون مختلف الفاظ و اسناد سے صحاح میں مروي هے - هم نے صرف ایک روایت پر اختصاراً اکتفا کیا -

فصل

(اجماع امت و جمهور فقهاء و اعلام)

امراء بنو اُمیہ کي حکومت جبر و استبداد کے ساتهہ قائم هوئی اور اُسوقت ایک جم غفیر صحابۂ کرام و ائمۂ اهل بیت نبوة کا موجود تها - عهد عباسیہ کي پوري پانچ صدیاں گذرگئیں ، اور یهي زمانہ تمام علوم شرعیہ کي تدوین و ترتیب کا هے - تمام آئمۂ و اعلام اور فقہاء مذاهب اسي عهد میں پیدا هوے اور عقائد و مسائل نے آخري ترتیب و تنظیم پائي - لیکن ان تمام عهدوں میں سب کا اتفاق اسي اعتقاد و عمل پر رها - عقائد ضروریہ اور ارکان اربعہ کے بعد شاید هي کسي اسلامي اعتقاد پر اس درجہ محکم و یقیني اجماع و تعامل امت ثابت کیا جاسکے -

صحابۂ کرام و ائمۂ تابعین کا حال معلوم هے - مروان مدینہ کا گورنر تها اور حضرت ابو هریرہ مسجد نبوي میں مؤذن تهے - مروان کي عبادت سے بد ذوقي کا یہ حال تها کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کهنا اور مقتدیوں

اُسکے ساتھہ ہو جاتا اور اپني حکومت قائم کر لیتا - گویا ہر قرشي کے وجود میں ایک خلافت پنہاں تھي - ایک اموي شہزادہ شام کے قتل عام سے بچکر نکلا اور افریقہ ہوکر یورپ جا پہنچا - وہاں پانچ صدیوں تک کیلیے اسپین کي عظیم الشان اسلامي سلطنت قائم ہوگئي - لیکن جب عرب و قریش کے تنزل و ادبار کا وہ آخري وقت آ گیا کہ دو قرشي بھي دنیا میں حکمراني کے اہل و لائق باقي نہ رہے تو تاریخ خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا ' اور یکقلم غیر عربي و غیر قرشي خلافت کا دور شروع ہوگیا - و کان وعداً مفعولا !

باقيْ رہي مشہور حدیث " الائمة من القریش " اور یہ استدلال کہ حضرة ابوبکر نے سقیفۂ بني ساعدہ کے مجمع میں برخلاف انصار پیش کي اور سب نے تسلیم کرلیا ' تو اس سے بھي شرعاً اختصاص قریش کے دعوے کو کوئي مدد نہیں ملسکتي - اولاً ' یہ الفاظ اور حضرت ابوبکرؓ والي روایت بطریق اتصال ثابت ھي نہیں - فتح الباري میں ہے " الائمة من القریش - رجالہ رجال الصحیح و لکن في سندہ انقطاع " ثانیاً ' اس سے بھي یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کا شرعاً حق بجز قریش کے اور کسي مسلمان کو نہیں ؟ یہ بھي آیندہ کي نسبت خبر ہے ' اور اُنھي حدیثوں کا ایک ٹکڑہ جو دوسرے طریقوں سے صریح پیشین گوئي کے لفظوں میں پڑھ چکے ہو - حضرة ابوبکر نے یہ بات اس لیے پیش کي کہ پیشتر سے ہونے والے واقعات کي خبر دیدي گئي ہے - پس ایسا ھي ہونا ضروری ہے - اسکے خلاف بات نہ اُٹھاؤ - یہ سنکر انصار مایوس ہوگئے اور تسلیم کرلیا - ثالثاً " الناس تبع لقریش " والي روایت سے مدد لي جاے تو بالکل کھل جاتا ہے کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکر کا استدلال صرف قریش کي بزرگي و عظمت اور عرب میں اُنکي ریاست و سرداري سے تھا - نہ کہ شرعاً شرائط امامت سے - وہ بتلانا چاھتے تھے کہ خود آنحضرت نے فرمادیا ہے کہ جاھلیة اور اسلام ' دونوں میں لوگ قدرتي طور پر قریش کي سرداري سے متاثر ہیں اور رہینگے ' اسلیے یہ معاملہ بھي اُنھي کے قبضہ میں رہیگا - چنانچہ حضرة ابوبکر کا یہ مشہور جملہ اس مطلب کو زیادہ واضح کر رہا ہے جو سقیفہ میں کہا تھا " ان العرب لا تعرف ھذا الامر لغیر ھذا الحـــي " یعنے اہل عرب قریش کے سوا اور کسي قبیلہ کي سرداري سے آشنا نہیں - پس یہاں سرے سے شرائط شرعیہ کا سوال ھی نہ تھا -

تھا - لیکن اسکے بعد جو سلسلۂ خلافت شروع ہونے والا تھا ' وہ اپنے متضاد خصائص وحالات کي وجہ سے امت کیلیے ایک بڑي هي سخت کشمکش اور ابتلا رکھتا تھا - وہ ایک هي وقت میں سیاہ بھي تھا اور سفید بھي' نور بھی تھا اور ظلمت بھي' حق بھي تھا اور باطل بھي - حب و بغض ' ھجر و وصل' ترک و طلب' اطاعت و مخالفت' دونوں چیزیں ایک هي وجود میں جمع ہوگئي تھیں' اور حکم شریعت یہ تھا کہ بہ یک وقت دونوں کو نبھاؤ' اور اپني اپني جگھوں پر دونوں باتیں بجالاؤ - ایک طرف تو اسپر زور دیا گیا کہ وہ خلیفہ و امام ھیں - اسلیے واجب الاطاعت ھیں - جب تک کفر صریح ظاهر نہو ' انکي فرمانبرداري سے منہ نہ موڑو - دوسري طرف یہ بھي کہدیا گیا کہ اُنکے اعمال اچھے نہ ہونگے- پس اطاعت کرو - مگر پیروي و اقتداء نہ کرو - برائیوں کي طرف بلائیں تو هاتھہ سے' زبان سے' دل کے اعتقاد سے' جس طرح بھي بن پڑے' پوري طرح مخالفت کرو اور اُنکے قہر و تسلط سے دب کر حق کا ساتھہ نہ چھوڑو غور کرو ! معاملہ کسدرجہ کٹھن اور جذبات انساني کیلیے کیسا پر از امتحان تھا ؟

انسان ایک وقت میں ایک هی جذبہ کام میں لاسکتا ھے - یا محبت کریگا یا دشمني - یا اطاعت کریگا یا نافرماني - جسکو اطاعت کا مستحق سمجھیگا ' اسکي هر بات اسکي نظروں میں محبوب ھوجائیگي - جسکو برا سمجھیگا ' اُسکي فرمانبرداري کبھی اُسکے نفس کو گوارا نہ ھوگي - لیکن یہ وہ منزل عمل تھي جس میں ایک هي وجود ممدوح و مذموم اور محبوب و مبغوض' دونوں صورتیں رکھتا تھا - ایک هي انسان کے آگے جھکنا بھي تھا ' اور پھر اُسي کے سامنے سرکشي بھی کرني تھی - البتـــہ جھکنے کا موقعہ دوسرا تھا - سرکشی کی گھڑی دوسري - جـــذبات و عواطف کیلیے سخت آزمایش اسمیں آ پڑی تھی کہ هر جذبہ اپنے صحیح موقعـــہ پر کام میں لایا جاے - ورنہ ذرا سي بے اعتدالی بھي سخت گمـــراهي و هلاکت کا موجب ھوجاتی - اطاعت کیشي میں اگر بے اعتدالی ھوتی' تو وہ اقتداء اور تأسی ھوجاتي جسکا نتیجہ باطل پرستی اور حق سے انحراف تھا - عدم اقتداء اور امر بالمعروف میں اگر بے اعتدالي ھوتي ' تو وہ خروج و بغاوت تک پہنچادیتي' جسکا نتیجہ بد امنی و خونریزي ھوتا اور سخت معصیت و فسق کا وقوع - اس تیرہ سو برس میں کتنے هی فتنے صرف اسی بے اعتدالي اور افراط و تفـــریط سے پیدا ھوے - کتنوں هي نے جوش حق پرستي میں

خلافت قریش کے خاندان سے نکل چکي تھي ' تو یہ حالات دیکھکر اُنکي راے
بدل گئي ' اور قاضي عیاض والے اجماع کا دعوا باقي نہ رہا - علامۂ ابن خلدون
(المتوفی سنہ ۷۳۲) مقدمۂ تاریخ میں شرط قرشیۃ پر بحث کرتے ہوے لکھتے
ھیں : " لما ضعف امر قریش ' و تلاشت عصبیتھم بما نالھم من الترف و النعم
و بما انفقتھم الدولۃ في سائر اقطار الارض ' عجزوا عن حمل الخلافۃ ' و تغلبت
علیھم الاعاجم و صار الحل و العقد لھم ' فاشتبه ذلک علی کثیر من المحققین '
حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیۃ و عولوا علی ظواھر في ذلک مثل قوله
صلعم : إسمعوا و اطیعوا و ان امر علیکم عبد حبشي ما اقام فیکم کتاب اللہ "
یعنی جب قریش کي قوت کمزور ہوگئي - عیش پرستیوں میں پڑکر
اپني عصبیۃ مٹا دي - خلافت کا بوجھ اُٹھانے سے عاجز آ گئے ' تو عجمیوں
نے اُنپر غلبہ حاصل کرلیا ' اور خلافت کا فیصلہ اُنھي کے ھاتھوں میں چلا گیا -
یہ انقلاب دیکھکر بہت سے محققین کے نزدیک قرشیۃ کي شرط مشتبہ
ہوگئي - یہانتک کہ انہوں نے اس شرط سے انکار کردیا - انتہی -

اشاعرہ کے امام الائمہ قاضي ابوبکر باقلانی نے یہی مذھب اختیار کیا تھا
کہ قرشیۃ کي شرط ضروري نہیں ھے - یہي ابن خلدون لکھتے ھیں " و من
القائلین بنفي اشتراط القرشیۃ ' القاضي ابوبکر الباقلاني "

تیرھویں صدي کے مشہور مجدد فقہ و حدیث ' و مجتہد العصر '
و مصلح امت ' امام شوکاني یمني کي بھي یہی تحقیق ھے - وبل الغمام
میں شرط قرشیۃ کے دلائل نقل کرکے لکھتے ھیں " لا ریب ان في بعض ھذہ
الالفاظ ما یدل علی الحصر ' و لکن قد خصص مفہوم الحصر احادیث
وجوب الطاعۃ لغیر القرشي " الی ان قال " و الاخبار منه صلعم بان الائمۃ
من قریش ' ھو کالاخبار منه بان الاذان فی الحبشه و القضاء فی الازد ' و ما
ھو الجواب عن ھذا ' فھو الجواب عن ذلک - و تخصیص کون الائمۃ من
قریش ببعض بطونھم ' لا یتم الا بدلیل ' والاخذ بما وقع علیه الاجماع لا شک
انه احوط ' و اما انه یتحتم المصیر الیه ' فلیس بواضح ' و لو صح ذلک ' لزم
بطلان اکثر ما دونوہ من المسائل و المقام و المراکز ' و ما احقه بان لا یکون
کذلک " یعني اگرچہ امامۃ قریش کي روایات میں ایسے الفاظ ھیں جنسے قریش
کي خصوصیت معلوم ہوتي ھے ' لیکن وجوب طاعت امام کے عام احکام
کتاب و سنۃ میں موجود ھیں - وہ دلالت کرتے ھیں کہ غیر قرشي کي بھي
اطاعت امت پر قرشي ھي کي طرح واجب ھے - باقي رہي یہ بات کہ آنحضرة

معلوم هیں - حضرۃ امام احمد بن حنبل نے اسي کوڑوں کي ضرب اور برسوں تک قید خانے میں رهنا گوارا کرلیا ' اور مامون و معتصم کي دعوۃ بدعت کي پیروي نہ کي - لیکن اطاعت کا مستحق اُنهي کو سمجها ' اور اپنے نامۂ وصیۃ میں لکھا تو یہي لکھا " والدعاء لائمة المسلمین بالصلاح ' ولا تخرج علیهم بالسیف ' ولا تقاتل هم في الفتنه " کذا نقل عنه ابن الجوزي في سیرته -

حافظ عسقلاني نے ابن التین کا ایک قول نقل کیا هے " قد اجمعوا انه (ای الخلیفه) اذا دعی الی کفر أو بدعة ' انه یقام علیه " یعني علما نے اسپر اجماع کیا کہ اگر خلیفه کفر اور بدعت کي طرف بلاے تو اسپر خروج کرنا چاهیے - پھر اس قول کي نسبت لکھتے هیں " ما ادعاه من الاجماع علی القیام في ما اذا دعا الی البدعة ' مردود ' الا اذا حمل علی بدعة تؤدي الی صریح الکفر ' والا ' فقد دعا المامون والمعتصم والواثق الی بدعة القول بخلق القرآن و عاقبوا العلماء من اجلها بالقتل والضرب والحبس وأنواع الاهانة ' ولم یقل أحد بوجوب الخروج علیهم بسبب ذالک ' و دام الامر بضع عشرة سنة حتی ولی المتوکل الخلافة فابطل المحنه " (فتح - ۱۳ : ۱۰۳) یعنی یه جو ابن التین نے کہا کہ اگر خلیفه بدعت کي طرف بلاے تو اسپرخروج کرنا جائز هے اور اسپر اجماع هوچکا هے ' تو یه قول مردود هے - الا یه کہ بدعت سے اسکا مقصود ایسي بدعت هو جو صریح طور پر کفر تک پہنچ جاتي هو - کیونکہ یه معلوم هے کہ مامون ' معتصم ' الواثق ' تینوں خلیفوں نے بدعت خلق قرآن کي طرف دعوت دي ' اور اسکي وجه سے علماء سنة کو طرح طرح کے مصائب و شدائد جھیلنے پڑے - قتل هوے ' پیٹے گئے ' قید کیے گئے ' لیکن پھر بھي کسي نے انپر خروج واجب نہیں بتلایا ' اور برابر انکي اطاعت کرتے رهے - حتی کہ تقریباً دس برس تک یہي حالت رهي - خلیفه متوکل نے تخت نشین هوکر اس مصیبت کو دور کیا - انتهی -

حقیقت یه هے کہ صاحب شریعت صلی الله علیه وسلم نے خلافت و اطاعت کے بارے میں جو کچھه فرمایا تھا ' عهد سلف کے مسلمانوں نے کرکے دکھلا دیا کہ اسکا اصلي مفهوم و مقصد کیا هے ؟ وہ اپنے طرز عمل میں احکام خلافت کے هر ٹکڑہ اور هر قسم کي ایک عملي تفسیر و شرح تھے - گذشته فصول میں اُن احادیث پر نظر ڈال چکے هو جن میں آنے والے وقتوں کي نسبت امت کو احکام دیے گئے هیں - خلافۃ راشدہ کا عهد فتنوں فسادوں سے محفوظ

ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے - خلافت کا یہ حال رہا کہ گو ابتدا سے بہت مدعی اُٹھے ' مگر ساتویں صدی ھجری تک قریش ھی میں رھی ' اور اسی بات کی احادیث میں خبر بھی دی گئی تھی - جن علماء کی راے پیش کی جاتی ھے ' وہ سب وھی ھیں جنکا ظہور ساتویں صدی اور اُس سے پیشتر یعنی عہد خلافت قریش میں ہوا - پس ضرور تھا کہ معاملۂ خلافت کو ابتدا سے قریش ھی میں محدود دیکھکر یہ خیال پیدا ھو جاتا کہ خلافت اسی خاندان سے شرعاً بھی مخصوص ھے اور یہی مطلب تمام احادیث کا ھے - اگر وہ بعد کا حال دیکھتے تو معلوم کر جاتے کہ مقصود تشریع و حکم نہ تھا - محض خبر دی گئی تھی - وہ ان حدیثوں کا مقصود صرف اپنے وقت تک کے حالات کی روشنی ھی میں دیکھہ رھے تھے ' اور اسکے لیے ہر طرح مجبور و معذور تھے -

حافظ نووی شرح مسلم میں لکھتے ھیں " و قد ظہر ما قالہ صلعم فمن زمنہ الی الان الخلافۃ فی قریش من غیر مزاحمۃ لہم فیہا ' و تبقی کذالک ما بقی منہم اثنان " (جلد ۲ : ۱۱۹) یعنی جیسا فرمایا تھا ' ویسا ھی ہوا - آنحضرۃ صلعم کے زمانے سے ابتک خلافت بغیر کسی رکاوٹ کے قریش ھی میں رھی ' اور آیندہ بھی ھمیشہ اُنھی میں رھیگی جبتک دو قرشی بھی دنیا میں باقی رھینگے -

حافظ نووی کا سال وفات سنہ ۶۷۶ھ ھے - اور سال پیدایش سنہ ۶۳۱ - یا اس سے بھی پہلے - آخری خلیفۂ بغداد المستعصم کو ھلاکو نے سنہ ۶۵۶ میں قتل کیا - پس گو اُنکی وفات فتنۂ تاتار کے بعد ہوئی ' لیکن تصنیف و تالیف کا زمانہ مستعصم کی خلافت ھی کا زمانہ ھے - اسلیے وہ اپنے زمانے تک خلافۃ کو صرف قریش ھی میں قائم دیکھکر احادیث باب کے اِسی مطلب پر قانع اور جمے ہوے ھیں ' اور اسی لیے " ما بقی منہم اثنان " کا بھی یہی مطلب سمجھتے ھیں کہ جب تک خاندان قریش کے دو انسان بھی دنیا میں باقی رھینگے ' خلافت اُنھی میں رھیگی - لیکن اگر اُنکو اپنے بعد کا حال معلوم ہوتا تو کیا ایسا دعوا کرسکتے تھے ؟ کیا اُس صورت میں اپنی تمام راے پر نظر ثانی نہ کرتے ؟ وہ کیا جانتے تھے کہ عنقریب صفحہ اُلٹنے والا ھے اور خلافۃ نہ صرف قریش سے ' بلکہ عرب ھی سے رخصت ھو جانے والی ھے - جو علماء اس انقلاب کے بعد پیدا ہوے ' اور انہوں نے وہ زمانہ پایا جب " ما اقاموا الدین " کا ظہور پوری طرح ھوچکا تھا - یعنی

انھوں نے جس طرح اس حکم کي پیروي کي کہ " تسمع و تطیع و ان ضرب ظهرک و اخذ مالک فاسمع و اطع " رواہ مسلم - ٹھیک ٹھیک اُسي طرح اس فرمان کي بھي کي کہ " فان امر بمعصیة فلا سمع و لا طاعة " اور " من رای منکم منکرا فلیغیره بیده، فان لم یستطع فبلسانه ، و ان لم یستطع فبلقبه ، و ذلک اضعف الایمان " رواہ مسلم -

حضرة امام احمد بن حنبل کي پیٹھہ پر نو جلاد تازیانے مار رہے تھے - خود المعتصم سر پر کھڑا تھا - تمام پیٹھہ سے خون کے فوارے بہہ رہے تھے - اور یہ سب کچھہ صرف اتني بات کیلیے هو رہا تھا کہ قرآن کي نسبت ایک ایسے سوال کا جواب دیدیں جسکا جواب اللہ کے رسول اور اُسکے یاروں نے نہیں دیا ہے اور نہ دینے کا حکم دیا ہے - وہ سب کچھہ سہہ رہے تھے مگر جواب نہیں دیتے تھے - اگر کوئي صدا نکلتي بھي تھی تو یہي نکلتي " اعطوني شیئاً من کتاب اللہ او سنة رسوله حتي اقول " درے مارنے سے کیا هوتا ہے ؟ اللہ کي کتاب اور اسکے رسول کي سنت سے ثابت کر دکھاؤ تو اقرار کرلوں - اسکے سوا اور کوئي چیز نہیں ہے جسکے آگے اقتداؤ اتباع کا سر جھک سکے -

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس !

فصل

(سني اور شیعہ دونوں متفق هیں)

اسي طرح تمام آئمۂ اهلبیت کا زمانہ خلفاء بنو اُمیۂ و عباسیہ کے عہدوں میں گزرا - یہ معلوم ہے کہ وہ خلافة کا مستحق صرف اپنے هي کو یقین کرتے تھے نہ کہ بنو اُمیۂ و عباسیہ کو - با ایں همہ کسي نے بھي اُنکے خلاف خروج نہ کیا اور نہ اطاعت سے انکار کیا - سب اسي پر متفق هوے کہ حکومت اُنکي قائم هوچکي ہے ، اسلیے سلطان وقت وهي هیں -

خاندان اهل بیت میں سے جس کسي نے خروج کیا ، آئمہ نے برابر اپني مخالفت اُن سے ظاهر کي - جیساکہ حضرت زید کے خروج اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے انکار سے ثابت و معلوم ہے -

ثانیاً ، میرا یقین هے که یه بات بهي اور بے شمار باتوں کي طرح وقت کے سیاسي اثرات کا نتیجه تهي - یه ظاهر هے که معاملهٔ خلافت ابتدا سے سخت کشمکش و تزاحم میں رها - جو خاندان قابض هوا ، اُسکو رقیبوں اور دعویداروں کي طرف سے همیشه کهٹکا رها - پس جبکه خلافت اهل عرب کے هاتهه میں تهي ، تو وہ کیسے گوارا کرسکتے تھے که عجمیوں کے ولولوں کي اس بارے میں جرأت افزائي کي جاے ؟ اور عرب میں سے بهي جب خاص خاندان قریش میں تهی جو هر طرح سیادة و بزرگي رکھتا تھا ، تو وہ کیسے پسند کر سکتے تھے که غیر قرشی خلافت کا وجود تسلیم کرکے غیر قرشیوں کو همتیں دلائي جائیں اور مادی طاقت کے ساتهه شریعت کی حمایت کا سہارا بھی اُنھیں حاصل هوجاے ؟ بخاری کی روایت میں پڑھچکے هو که امیر معاویه نے قحطانی پادشاہ کے ظہور کی روایت سنی تو کس درجه مضطرب اور غضب ناک هوے ؟ اور کسطرح فوراً قریش والي روایات کا اعلان کردیا تا که پہلے هي سے سد باب هوجاے ؟ جن علماء کے اقوال پر متاخرین فقہاء و متکلمین کا اعتماد هے ، وہ سب کے سب وهي هیں جنکا ظہور اواخر عہد عباسیه میں هوا هے جب قرشی خلافت قائم تهی - مثلاً قاضي عیاض و امام نواوی وغیرهم - پس وقت کی حکومت کا جو پولیٹکل اثر سب پر پڑ رها تها ، وہ بھی یہي تھا که خلافت کو حکمران خاندان کی قوم اور خاندان سے مخصوص سمجها جاے اور تمام ایسي باتوں میں جس میں اجتہاد و راے کو دخل هو ، فکر و قیاس کا میلان قدرتي طور پر اِسي جانب هو جاے - علی الخصوص جبکه اِسکے لیے کسي غلط بیاني یا تحریف احکام کي ضرورت نه تهي - واقعي احادیث موجود تهیں - صرف مفهوم کے تعین میں اجتہاد کو کام کرنا تها - اسي مسئله پر موقوف نہیں ، وقت کے پولیٹکل اثرات بے شمار چیزوں میں اندر هي اندر کام کرچکے هیں ، اور آج اُنکا پته لگانا بہت دشوار هوگیا هے - ساتویں صدي هجري میں جب عربي خلافت کا خاتمه هوگیا ، تو آهسته آهسته اس اثر سے افکار خالي هونے لگے ، اور بتدریج بحث و نظر کي صورت دوسري هوگئي - حافظ عسقلاني اور قاضي عیني جو آٹھویں صدي میں بخاري کي شرح لکهه رهے هیں ، اُنکے مباحث پڑھو تو قاضي عیاض اور نواوي سے اُنکا رنگ مختلف نظر آئیگا - قاضي عیني تو صاف صاف وهي کہنا چاهتے هیں جو همارا بیان هے اگرچه اُسپر زیادہ زور نہیں دیتے -

بغاوت و خروج کرکے جمعیت امت و استحکام خلافت کو نقصان پہنچایا ' اور کتنوں ھی نے افراط اطاعت کیشي میں حق کو باطـــل اور باطل کو حق بنا کر امت کا نظام حق و عدل درھم برھم کردیا -

دنیا میں کوئي قوم نہیں جسکے اجتماعي اعمال کي تاریخ میں کوئي ایسي نظیر مل سکے کہ ایسے سخت و نازک حکم پر عمل کیا گیا ھو' اور پوري کامیابي کے ساتھہ اسکے دونوں پہلوؤں کو سنبھالا ھو - لیکن عہد صحابۂ و سلف کے مسلمانوں نے صدیوں تـک عمل کرکے ثابت کردیا کہ سچائي اور اخلاق کي کوئي عملي مشکل ایسي نہیں جو پیروان اسلام کیلیے مشکل ھوسکے - انھوں نے نہ صرف اسپر عمل کیا ' بلکہ پوري کامیابي کے ساتھہ اس اخلاقي امتحان سے عہدہ برا ھوکر نکلے - انھوں نے ایک ھي وقت میں دونوں متضاد عمل کر دکھلاے - اطاعت بھي کي اور مخالفت بھي - لیکن اطاعت اُسي بات میں کي جو مستحق اطاعت تھي ' اور مخالفت وھیں کي جہاں مخالفت کرني تھي - " اطاعت " اور " اقتداء " کے اُس نازک فرق کو جسکو فلسفۂ اخلاق بڑي بڑي دقیقہ سنجیوں کے بعد حل کرسکتا ھے ' انھوں نے اپني عملي زندگي کي سادگي سے حل کر دکھایا ' اور دنیا پر ثابت کردیا کہ اخـــلاق کے فلسفہ کیلیے جو چیز سب سے زیادہ مشکل ھے ' وھي ایک مومن کے عمل کیلیے سب سے زیادہ آسان ھے !

قومي حکومت کي اطاعت اور فرماں برداري اس سے بڑھکر اور کیا ھوسکتي ھے جو صحابۂ و تابعین نے بنو امیہ کے امراء جور کي کي ؟ اور اُنکے بعد علماء سلف نے بنو عباس کے دعاۃ بدعت کي ؟ ھر طرح کے مظالم سہے' ھر طرح کي مصیبتیں جھیلیں ' قید کیے گئے ' دروں سے مارے گئے ' قتل ھوے ' مگر پھر بھي اطاعت سے باھر قدم نہ رکھا ' اور ھمیشہ یہي کہتے رھے " ینصب لکل غادر لواء یوم القیامہ ' و نحن بائعنا ھم " وہ جو فرمایا تھا کہ " قیـــد شبر " بالشت بھر بھي اطاعت سے الگ نہو ' سو واقعي ویسا ھي عمل کرکے دکھا دیا !

مگر ساتھہ ھي استقامت حق اور امر بالمعروف و دعوۃ الی السنۃ کا بھي یہ حال تھا کہ نہ تو عبد الملک کي بے پناہ تلوار اسپر غالب آ سکتي تھي ' نہ حجاج کي خون آشامي ' اور نہ مامون و معتصم کي قہرمانیۃ - قدم جب اُٹھتا تھا تو حق کي طرف ' زبان جب کھلتي تھي تو سچائي کیلیے ' اور دل میں کسي کی گنجائش نہ تھي مگر عشق کتاب و سنۃ کي -

نے قریش میں امامت کی خبر دی ' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنکے سوا کوئی دوسرا امام نہیں ہوسکتا - یہ ویسی ہی خبر ہے جیسی اس بارے میں خبر دی کہ اذان کا کام اهل حبش میں ہے اور قضاء ازدیوں میں - جس طرح ان روایتوں سے یہ بات نہیں نکلتی کہ موذن اور قاضی صرف حبشی اور ازدی ہی ہونے چاهئیں' اُسی طرح یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی کہ امام صرف قرشی ہی ہوسکتا ہے - جو جواب اُنکا دیا جایگا ' وہی اسکا ہوگا -

یہ واضح رہے کہ جن جن علماء حدیث و کلام کے اقوال سے یہ اجماع ثابت کیا جاتا ہے' وہ سب کے سب اُسی عہد کے ہیں جبکہ خلافت عباسی قائم تھی - بعد والوں نے جو کچھہ لیا ہے ' اُنہی سے لیا ہے - سب سے زیادہ اعتماد اس بارے میں قاضی عیاض کے بیان پر کیا جاتا ہے جنکا قول نواوی نے شرح مسلم اور منہاج میں نقل کیا ہے - انکا سال وفات سنه ۵۴۴ ھ ہے - پھر یہ بھی واضح رہے کہ اجماع کے دعوے نے عام طور پر جو وسعت اختیار کرلی ہے ' اور جس طرح بتدریج اس لفظ کا استعمال اپنے لغوی و اصولی معنی سے ہٹ کر مختلف مصطلحہ معنوں میں ہونے لگا ہے' اسکو فراموش نہیں کرنا چاہیے - علی الخصوص فقہاء مذاهب کے استعمالات متکلمین اور ارباب اصول کے مصطلحہ اجماع سے بالکل مختلف ہیں - ہر مذہب کے فقہا بلا تامل اپنے مسلک کو " جمہور " اور " اجماع " کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں - اسمیں کسی کا مطلب کچھہ ہوتا ہے کسی کا کچھہ - صاحب ہدایہ وغیرہ کے نزدیک عدم وجوب قراۃ فاتحہ خلف امام اور افضلیت اسفار جمہور کا قول ہے - بعضوں نے اجماع تک کہدیا - لیکن شوافع و محدثین کہتے ہیں کہ قراۃ فاتحہ ہی جمہور کا مذہب ہے اور اسی پر جماهیر علماء کا اتفاق ہے - اِنہی حافظ نواوی کی (جو اشتراط قرشیۃ کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں) شرح مسلم دیکھہ لی جاے - کس طرح شافعیہ کا ہر مذہب اُنکے نزدیک " جمہور " کا مذہب ہے' اور مخالف کا ہر قول شاذ - شافعیہ اور حنفیہ کی خلافیات میں تقریباً دو تہائی مسائل تو ضرور ایسے ہونگے جنکی نسبت ہر جگہ شرح مسلم میں پاؤگے " هذا مذهب الشافعی و الجماهیر' و خالف فیه ابو حنیفه" امام شافعی اور جمہور کا مذہب یہی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے اس سے خلاف کیا - اگر ہمارے علماء احناف حافظ نواوی کی ان تمام جمہوریات و اجماعیات کو تسلیم کرلینے کیلیے طیار ہیں' تو خیر' شرط قرشیۃ کا ایک اجماع اور سہی !

اهل سنة کي تمام جماعتیں متفق هیں، ٹھیک اُسي طرح شیعه بھي متفق هیں۔ اهل سنة کے نزدیک خلافة کي تمام شرطیں صرف خلفاء راشدین هي میں جمع تھیں اور اُنھي کا انتخاب صحیح نظام شرعی کے مطابق هوا - اُنکے بعد پھر نه هوا - امامیه کے نزدیک ابتدا هي سے نه هوا- لیکن اطاعت دونوں عهدوں میں اهل سنة نے بھي ضروري قرار دي -شیعوں نے بھي ضروري قرار دي- نتیجه یه نکلا که ایک قائم و نافذ اسلامي سلطنت کی اطاعت پر سني و شیعه ، دونوں متفق هیں - یهي حال زیدیه وغیره فرقوں کا ہے -

فصل

(بعض کتب مشهورۂ عقائد و فقه)

تمام اسلامي مدرسوں میں صدیوں سے جو کتابیں پڑھي پڑھائي جا رهي هیں، ان میں سے بعض کي عبارتیں هم نقل کرینگے :

شرح مقاصد میں ہے : " و اما اذا لم یوجد من یصلح ذالک ، او لم یقدر علی نصبه لاستیلاء اهل الباطل و شوکة الظلمة و ارباب الضلال ، فلا کـلام في جواز تقلید القضاء و تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود و جمیع ما یتعلق بالامام من کل ذي شوکة " اور شروط امامة بیان کرکے لکھتے هیں " نعم، اذا لم یقدر علی اعتبار الشرائط ، جاز الابتداء للاحکام المتعلقة بالامامة علي کل ذي شوکة یقتدر، تغلب او استولي " اور اُسي میں ہے " فان لم یوجد من قریش من یجمع الصفات المعتبرہ ، ولي کناني، فان لم یوجد ، فرجل من ولد اسماعیل ، فان لم یوجد فرجل من العجم " -

مرقات شرح مشکواة میں ہے " و اما الخروج علیهـم و قتالهم ، فمحرم و ان کانوا فسقة ظالمین " اور حدیث " من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد " کي شرح میں لکھتے هیں " ای له اهلیة الخلافة ، او التسلط و الغلبه " -

شامي میں ہے " و یثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخلیفة ایاه کما فعل ابوبکر ، و اما ببیعة جماعة من العلماء او من اهل الرا‌ے " -

باللہ کے خون نے بھکر ہمیشہ کیلیے عربي و قرشي حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا - مستعصم کا قتل عربي خـلافت کا قتل تھا : (۱)

و مـا کان قیـس هلکہ هلک واحـد
و لکنــہ بنیـان قــوم تهــدما !

یہ سب کچھہ ھوچکا ' مگر ابھی پیشین گوئي کي ایک آخري سطر باقي تھي - یعنی " ما بقی منهم اثنان " قریش سے حکومت نکل جائیگي - پر نکل جانے پر بھي اُنکی عظمت رفتہ کا یہ اثر باقي رهیگا کہ اگر دو قرشي بھی کسي گوشہ میں نکل آئینگے تو لوگ خلافت کا اُنھي کو مستحق مانینگے - بغداد میں قرشی خلافت مٹي ' لیکن مٹتے مٹتے بھی ایک آخري نقش چھوڑ گئی - وہ بغداد کی خون آلود خاک سے اُکھڑا اور تین سو برس تـک کیلیے مصر میں جا کر جم گیا - البتہ یہ جماؤ قرشي حکومت کا جماؤ نہ تھا - محض اُسکے نقش قدم کا تھا :

گو کہ هم صفحۂ هستی پہ تھے ایک حرف غلط
لیکن اُٹھے بھي تو ایک نقش بٹھا کے اُٹھے !

عباسی خاندان کے دو چار آدمي بغداد کے قتل عام سے بچکر نکل گئے تھے - اُنھی میں مستعصم کا چچا احمد بن ظاھر عباسی بھی تھا - وہ سنہ ۶۶۰

(۱) فتنہ تا تار کا ظہور مسلمانوں کیلیے وهی معاملہ تھا جو بنی اسرائیل کیلیے بخت نصر کا ظہور - ثم بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار - و کان وعداً مفعولا (۱۷ : ۶) بحکم " یأتی علی اُمتي ما اتي علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل " (صحیحین) اس اُمت پر بھی وہ سب کچھہ گذرنے والا ھے جو بنی اسرائیل پر گزر چکا - بني اسرائیل پر غفلت و ضلالت کے دو سب سے بڑے دور آئے - اس لیے دو ھی مرتبہ عام بربادي بھی چھائی : و قضینا الی بنی اسـرائیـل في الکتـاب لتفسـدن في الارض مرتین و لتعلن علواً کبیرا (۱۷ : ۵) پہلي بربادي بخت نصر کے ھاتھوں ھوئي : عباداً لنا اولي باس شدید - اور دوسري ٹیٹس قیصر روم کے ھاتھوں - معلوم ھوتا ھے کہ اسي طرح اس امت کیلیے بھي دو انقلاب لکھے گئے - ایک فتنۂ تاتار - دوسرا فتنۂ یورپ - پہلا ھوچکا - دوسرا ھو رھا ھے -

حضرة امام علي رضا کو مامون الرشید نے اپنا ولي عہد قرار دیا - امام موصوف نے ولي عہدي قبول کرلي - یعنے تسلیم کرلیا کہ مامون خلیفه ھے ' اور اُسکو اپنے استخلاف اور ولي عہدي کا حق پہنچتا ھے - اگر وہ خود خلیفه نه تھا تو دوسرے کو ولي عہدي کیونکر مل سکتي تھي ؟

آئمۂ اھل بیت کي پوري تاریخ میں ایک واقعه بھي موجود نہیں که انھوں نے لوگوں کو بنو اُمیۂ و عباسیه کي اطاعت سے روکا ھو - بر خلاف اسکے کتب حدیث امامیه (مثلاً اصول کافي وغیرہ) میں ایسي تصریحات موجود ھیں که با وجود اظہار استحقاق خود و شکوۂ غصب و تعدي ' عدم اطاعت و حکم خروج سے ھمیشه مانع رھے -

سب سے زیادہ قاطع اور فیصلـــه کن اسوۂ حسنه اس بارے میں خود حضرة علي علیه السلام کا ھے - حضرات امامیه انکي خلافت کو منصـــوص تسلیم کرتے ھیں ' اور کہتے ھیں که انکي موجودگي میں اور کوئي جائز خلیفه نہیں ھوسکتا تھا - با ایں ھمه ظاھر ھے که یکے بعد دیگرے تین خلیفه ھوے ' اور حضرة علي نے نه تو خروج کیا ' نه بیعت سے انکار کیا ' نه علحدگي اختیار کي - متصل بیس برس تک اُنکا یہي طرز عمل قائم رھا - اس سے بڑھکر قاطع و فاصل دلیل اس بات کیلیے اور کیا ھوسکتي ھے که جب امت ایک سلطان پر مجتمع ھو جاے ' تو پھر کسي طرح بھي اسکي مخالفت جائز نہیں - اور اسکي اطاعت کرنا ھر فرد پر واجب ھے ؟ جب ایک خلیفۂ و امام منصوص من الله کیلیے انکار جائز نه تھا ' تو عامۂ امت کیلیے کب جائز ھوسکتا ھے ؟

غرضکه اس بارے میں اھل سنت و امامیه دونوں متفق ھیں -

یہیں سے یه حقیقت بھي واضح ھوگئي که حضرات امامیه اور اھل سنت میں مسئلۂ خلافۃ کي نسبت جو مشہور اختلاف ھے ' وہ صرف پہلي صورت میں ھے ' نه که دوسري صورت میں - یعني اس بارے میں ھے که اگر امت خلیفه و امام منتخب کرے تو کس کو اور کیسے کو منتخب کرے ؟ شیعه کہتے ھیں که اسکا استحقاق صرف آئمۂ اھل بیت کو ھے - وھي امام ھوسکتے ھیں - اھل سنۃ کہتے ھیں که یه شرط ضروري نہیں :

لیکن اگر اصلي نظام باقي نه رھا ھو اور غلبۂ و تسلط سے کوئي شخص اسلام کي مرکزي سلطنت پر قابض ھوگیا ھو ' تو اُسکي اطاعت پر جسطرح

بخاري کي حديث معاويه " ما اقاموا الدين " کي شرح ميں لکھتے هيں " اى مدة اقامتهم امور الدين - قيل يحتمل ان يكون مفهومه فاذا لم يقيموه لا يسمع لهم" يعني يه جو حديث ميں هے که " جب تک دين قائم رکهينگے" تو اسکا يه مطلب بهي هوسکتا هے که جب وه وقت آ جاے که قريش اقامت دين نه کريں تو اُنکي بات نهيں سني جائيگي -

غرضکه جهاں تک تمام احاديث و دلائل پر نظر ڈالي جاتي هے ' اشتراط قرشية کيليے کوئي نص موجود نهيں ' اگرچه بصورت اشتراط بهي موجوده مسئله خلافت پرکوئي اثر نهيں پڑ سکتا - موجوده مسئله انتخاب امام کا نهيں هے - امام قائم و نافذ کي امامت و اطاعت کا هے -

(چند لمحــات تاريخيــه)

اب بهتر هوگا که تهوڑي دير کيليے هم آگے بڑهنے سے رک جائيں ' اور چند لمحوں کے ليے گذشته تيره صديوں کي طرف مڑ کے ديکهيں که خلافت اسلاميه کے مختلف دوروں کا کيا حال رها هے ؟

" الخلافة بعدى ثلاثون سنة " (ميرے بعد خلافة خاصه ۳۰ برس تک رهيگي) کي خبر کے مطابق خلفاء راشدين کا دور ۳۰ - برس تک رها - سنه ۱۱ - هجري سے شروع هوا ' اور ٹهيک سنه ۴۱ - تک باقي رها - اسي سنه سے بنو اميه کي خلافت کا دور شروع هوتا هے اور سنه ۴۱ - ھ سے سنه ۱۳۲ - ھ تک قائم رهتا هے - اسکے بعد خلافت نے ايک نيا ورق اُلٹا ' اور خاندان عباسيه کا سلسله شروع هوا - خلافت کا سب سے بڑا سلسله يهي هے جو سنه ۱۳۲ - سے ۶۵۶ - ھ تک قائم رها - چونکه کامل پانچ صديوں تک حکمراني ايک هي گهرانے ميں رهي ' اسليے وه تمام ذهني و جسماني اور اجتماعي و مدني فسادات کمال درجه تک پيدا هوگئے ' جو هميشه امتداد سلطنت و عروج تمدن کے لازمي نتائج رهے هيں - قريش کي نسبت فرمايا تها " ما اقاموا الدين " جب تک وه دين قائم رکهينگے ' حکومت انهي ميں رهيگي - سو اب ٹهيک ٹهيک وه وقت آ گيا تها - قريش و عرب ميں دين قائم رکهنے کي صلاحيت مفقود هوگئي تهي - قيام دين کا کام دوسري قوميں اور طاقتيں انجام دے رهي تهيں - پس وهي هوا جو تاريخ عالم هر ايسے زمانے ميں دهراتي آئي هے - سنه ۶۵۶ - ميں هلاکو خاں نے بغداد پر حمله کيا اور آخري خليفۂ عباسي المستعصم

اور حجة الله البالغه میں ہے "ان الخلیفة اذا انعقدت خلافته ثم خرج آخر ینازعه حل قتله"

اور ازالة الخفاء میں ایک مفصل اور دقیق بحث مسئلۂ خلافت و حقیقت خلافت پر کرتے ہوے (جس سے بہتر اور جامع بحث شاید ہي کسي دوسري جگه ملسکے) لکھتے ہیں "و حرام ست خروج بر سلطان بعد ازان که مسلمین بر وے جمع شدند، مگر آنکه کفر بواح از وے دیده شود، اگرچه آن سلطان مستجمع شرائط نه باشد و این مضمون متواتر بالمعنی ست" (جلد - ۱ : ۱۳۷)

حاصل ان تمام عبارتوں کا رهي ہے جو اوپر گزرچکا - یعني هر زمانے میں امت کیلیے ایک خلیفه هونا چاهیے جو صاحب طاقت و اقتدار هو - اگر امت منتخب کرے تو اسکے لیے فلاں فلاں شرطیں هیں - لیکن اگر کسي مسلمان کي حکومت قائم هوگئي ہے اور وهي صاحب اقتدار و شوکت ہے، تو اُسي کو خلیفه ماننا چاهیے - خواه تمام شرطیں اُسمیں پائي جائیں یا نه پائي جائیں - قرشي هو یا غیر قرشي، ظالم هو یا عادل، عالي خاندان هو یا دني النسب، حتی که ایک حبشي غلام هي کیوں نهو، لیکن اُسکي اطاعت و حمایت هر مسلمان پر واجب ہے - جب تک کفر صریح اس سے ظاهر نهو - لیکن اگر ایسا هوا، تو پهر نه بیعت قائم رهی نه عهد اطاعت باقي رها - اُس حالت میں مسلمانوں پر واجب هو جائیگا که اسکا مقابله کریں - جو شخص مقابله کي طاقت اپنے میں نه دیکھے، وه اسکے ملک سے هجرت کر جاے - "فمن قام علی ذلک فله الثواب - و من داهن، فعلیه الاثم - و من عجز، وجبت علیه الهجرة من تلک الارض" کذا في الفتح (۱۳ : ۱۰۹)

فتح الباري کي اس عبارت سے ضمناً یه بات بهي معلوم هوگئي که جس ملک میں کفار کي سلطنت قائم هو جاے، وهاں مسلمانوں کو خروج کرنا چاهیے، اور حق کے اظهار و اعلان میں کسي طرح کي مداهنت گوارا نه کرني چاهیے - لیکن اگر اسکي طاقت اپنے اندر نه دیکھیں، تو پهر اس ملک سے هجرت کر جائیں - یعني یه کسي حال میں جائز نهیں که تسلط کفر پر قانع و رضامند هوکر زندگي بسر کریں -

خلافت کا منصب عثمانی سلاطین ھي کے قبضہ میں آجاے - وقت کي جو اسلامي سلطنت سب سے بڑي اور سب سے زیادہ شرع و ملت کي حفاظت کي طاقت رکھتي ھو' وھي شرعاً خلافت کا منصب رکھہ سکتي ھے - گذشتہ چار صدیوں کے اندر اسلامي حکومتوں کے انقلابات کا جو حال رھا ھے' انکو دیکھتے ھوے کون کہہ سکتا ھے کہ یہ حق بجز اس سلطنت کے اور کسي سلطنت کو ملسکتا تھا ؟ خود ھندوستان میں سلاطین مغلیہ کي حکومت قائم تھی - وہ ھندوستان کے اندر اپنے ھي کو امام سمجھتے تھے' لیکن عالم اسلامي کي خلافت کا انھیں کبھي وھم و خیال بھي نہیں گزرا' اور اگر گزرتا تو دنیا ماننے کیلیے طیار نہ تھي - ابتدا سے لیکر آخر تک مقام خلافت کي جو عام و مشترک خصوصیات رھی ھیں اور جنکو تمام دنیا کے مسلمانوں نے عملاً علائم خلافت تسلیم کر لیا ھے' وہ خلفاء عباسیہ کے بعد صرف عثمانی سلاطین ھي کو حاصل ھوئیں - کوئي دوسري اسلامي حکومت اس عام اقتدار و اختیارات کے ساتھہ قائم نہ ھوسکي -

(خلافت و امامت سلاطین عثمانیہ)

اس عارضي وقفہ کے بعد اب ھم پھر آگے بڑھتے ھیں - سلطان سلیم خاں اول کے عہد سے لیکر آجتک بلا نزاع سلاطین عثمانیۂ ترک تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام ھیں - ان چار صدیوں کے اندر ایک مدعي خلافت بھي انکے مقابلہ میں نہیں اُٹھا - بنو امیہ اور عباسیہ کے عہدوں میں بے شمار رقیبوں اور دعویداروں کي کشمکش نظر آتي ھے' لیکن سلاطین عثمانیہ کی خلافت کي پوري تاریخ میں کسی ایک مدعی خلافت کا نام بھي ڈھونڈھکر نہیں نکالا جا سکتا - حکومت کے دعویدار سیکڑوں اُٹھے ھوں' مگر اسلام کي مرکزي خلافت کا دعوی کوئی نہ کرسکا -

صدیوں سے اسلام و بلاد اسلام کي حفاظت کي تلوار صرف اُنھی کے ھاتھوں میں ھے - صدیوں سے صرف اُنھي کا سینہ اسلام کي راہ میں زخمي ھے' صرف اُنھي کي لاشیں اسلام کیلیے خاک و خون میں تڑپتي ھیں' صرف اُنھي کي ذمہ داري پر تمام کرۂ ارضي کے مسلمانوں نے اسلام کي مرکزي حفاظت کا کاروبار چھوڑ رکھا ھے - دنیا کے خواہ کسي گوشے میں کوئي مسلمان ھو' اگر وہ بہ حیثیت ایک مسلمان کے اسلام کا چوتھا رکن حج ادا کرنے کیلیے نکلتا ھے' تو عرفات کے میدان میں کھڑے ھوکر اسکو

مسامرہ میں ہے " و المتغلب تصح منه هذه الامور (ای ولاية القضاء و الامارة و الحكم بالاستفتاء و نحوها) للضرورة ، و صار الحال عند التغلب كما لم يوجد قرشي عدل ، او وجد و لم يقدر (ای لم توجد قدرة على توليته لغلبة الجورة) اذ يحكم في كل من الصورتين بصحة ولاية من ليس بقرشي و من ليس بعدل للضرورة "

اور شرح مواقف میں امامت کی شرطیں بیان کرکے لکھتے ہیں : " لكن للامة ان ينصبوا فاقد ها ، دفعا للمفاسد التي تندفع بنصبه " (٦١٤)

سب سے زیادہ مشرح بحث حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں کی ہے : " و قد اجمع الفقهاء على وجوب طاعة السلطان المتغلب و الجهاد معه ، و ان طاعته خير من الخروج عليه لما في ذلک من حقن الدماء و تسكين الدهماء ، و لم يستثنوا من ذلک الا اذا وقع من السلطان الكفر الصريح، فلا يجوز طاعته في ذلک بل تجب مجاهدته لمن قدر عليها كما فی الحديث " (جلد ١٣ : ٧)

اور روایت حذیفہ " فاعتزل تلک الفرق كلها " الخ مندرجۂ کتاب الفتن کی شرح میں لکھتے ہیں " قال ابن بطال : فيه حجة لجماعة الفقهاء في وجوب لزوم جماعة المسلمين و ترک الخروج على آئمة الجور ، لانه وصف الطائفة الاخيرة بانهم دعاة على ابواب جهنم، مع ذالک امر بلزوم الجماعة " (١٣ : ٣١)

اور حدیث " اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي " کی شرح میں لکھتے ہیں " و اما لو تغلب عبد حقيقة بطريق الشوكة ، فان طاعته تجب اخماداً للفتنه " (١٣ : ١٠٩)

حافظ نواوی شرح مسلم میں لکھتے ہیں " و هذه الاحاديث في الحث على السمع و الطاعة في جميع الاحوال ، و سببها اجتماع كلمة المسلمين ، فان الخلاف سبب لفساد احوالهم في دينهم و دنيا هم - و قوله صلعم : و ان كان عبد مجدع الاطراف - يعنی مقطوعها ، و المراد اخس العبيد - اے اسمع و اطيع للامير و ان كان دني النسب * * * * و يتصور امارة العبد اذ ولاه بعض الائمه ، او يغلب على البلاد بشوكته " الخ - (جلد ٢ : ١٢٥)

اور قاضی شوکانی درر البهيه میں لکھتے ہیں " و طاعة الائمة واجبة الا في معصية الله، و لا يجوز الخروج عليهم ما اقاموا الصلوة ". (شرح درر: ٤١٤)

میں مصر پہنچا - وهاں ایوبي خاندان کے ممالیک کي حکومت قائم تهي اور ملک ظاهر بیبرس حکمراں تها - اُسکو احمد کے خاندان کا حال معلوم هوا تو منصب خلافت کا حقدار اُسي کو تسلیم کیا اور خود اُسکے هاتهه پر بیعت کرلي -

احمد بن ظاهر نے المستنصر بالله کا لقب اختیار کیا اور بیبرس کي معیت و اعانت میں چاها که دار الخلافة بغداد کو تاتاریوں کے تسلط سے نجات دلاے - لیکن کامیابي نه هوئي اور لڑائي میں شهید هوا - اب پهر وه وقت آگیا تها که قریش سے خلافت کا انتساب بالکل معدوم هو جاے ' لیکن " ما بقي منهم اثنان " کي پیشین گوئي آخر تک اپنے عجائب دکهلانے والي تهي - قتل عام بغداد سے ایک اور عباسي ابو العباس احمد بن علي بچکر نکل گیا تها اور حلب میں مخفي تها - اُسکا حال بیبرس کو معلوم هوا تو بڑے اعزاز و اکرام سے مصر لایا اور اُسکے هاتهه پر بیعت کرلي - حاکم بامر الله لقب قرار پایا - اسي کي نسل میں مصر کي عباسي خلافت ۲۹۱ - برس تک قائم رهي - یعني سنه ۶۶۰ ه سے سنه ۹۲۳ ه تک - اس عرصه میں عالم اسلامي دو صدیوں تک طرح طرح کے انقلابات و حوادث سے ته و بالا هوکر بالاخر ایک نئے دور میں منتقل هو چکا تها - عثماني ترکوں کي حکومت قسطنطنیه میں قائم هوکر یورپ و ایشیا کے اندر هر طرف پهیل رهي تهي - سنه ۹۲۳ - ه (۱۵۱۷ - مسیحي) میں سلطان سلیم خاں اول نے مصر و شام پر قبضه کیا ' اور آخري عباسي خلیفه المتوکل نے اُسکے هاتهه پر بیعت کرکے تمام حقوق و امتیازات خلافت سپرد کردیے - اختیار و حکومت کے علاوه جو چیزیں اس سلسله میں سلطان سلیم کو دي گئیں ' اُن میں سب سے بڑي چیز مقامات مقدسه و حرمین کي کنجیاں تهیں ' اور بعض آثار نبویه - مثلاً آنحضرة صلی الله علیه و سلم کي تلوار - جهنڈا - ایک چادر - یه آثار اسوقت تک قسطنطنیه میں ' بطور سند خلافت کے موجود هیں - اسي تاریخ سے عثماني سلاطین نمایاں طور پر " خلیفه " کے لقب سے دنیا میں مشهور هوے ' اور حجاز اور مصر و شام کے منبروں پر اُنکا ذکر به حیثیت امیر المومنین کے هونے لگا - حج کي امارت بهي اُنهي کے قبضه میں آگئي جو شرعاً خلافت کے اهم ترین فرائض میں سے هے -

سلسلۂ خلافت کي یه ایک مجمل تاریخ هے - بالفرض خلیفۂ متوکل عباسي نے سلطان سلیم کے هاتهه پر بیعت نه کي هوتي ' جب بهي آینده پیش آنے والے واقعات کا قدرتي نتیجه یهي تها که تمام عالم اسلامي کي

اور ابن ابي شيبه نے ابو هريره سے مرفوعاً روايت كيا هے " الملائكة تلعن أحدكم اذا أشار الى الاخر بحديدة و ان كان اخاه لابيه و امه " اور امام ترمذي نے ايک دوسري اسناد سے موقوفاً روايت كيا هے "من اشار الى اخيه بحديدة لعنه الله الملائكة " (قال حسن صحيح غريب - وكذا صححه ابوحاتم من هذا الوجه) يعني فرمايا - جب كبهي كوئي مسلمان دوسرے مسلمان كي طرف هتيار سے اشاره كرتا هے تو فرشتے اسپر لعنت بهيجتے هيں - فتح الباري ميں هے " قال ابن العربي اذا استحق الذي يشير بالحديدة اللعن ' فكيف الذي يصيب بها ؟ و انما استحق اللعن اذا كانت اشارته تهديداً ' سواء كان جاداً أم لاعباً " (جلد ١٣ : ٢١) يعنے ابن العربي نے كها : جب صرف هتيار أتهاكر اشاره كرنے كي نسبت ايسي شديد وعيد آئي كه فرشتے لعنت بهيجتے هيں' تو اُس بد بخت كا كيا حال هوگا جو صرف اشاره هي نه كرے' بلكه سچ مچ اپنے هتيار سے ايک مسلمان كو قتل كر ڈالے ؟ اور يه جو فرمايا كه اشاره كرنے والا مستحق لعنت هوتا هے' تو اس سے مقصود وهي شخص هوگا جو ڈرانے كيليے ايسا كرے - خواه غصه سے هو خواه هنسي سے - انتهى - اس سے معلوم هوا كه اگر هنسي دل لگي سے بهي كوئي شخص هتيار أتهاكر كسي مسلمان كو ڈراے' تو وه لعنت كا مستحق هوگا - يعني كسي حال ميں بهي يه بات مسلمانوں كيليے جائز نهيں - اور يه فعل اسدرجه شريعت كے نزديک مبغوض هے كه اُسكي هنسي دل لگي بهي لعنت كا موجب ٹهري !

حضرة عبد الله بن عمر سے مرفوعاً مروي هے " زوال الدنيا كلها اهون على الله من قتل رجل مسلم " (اخرجه الترمذي و قال حديث حسن ' و اخرجه النسائي بلفظ " لقتل المومن اعظم عند الله من زوال الدنيا ") يعني آنحضرة نے فرمايا - الله كي نظروں ميں تمام دنيا كے زائل هوجانے سے بهي بڑهكر جو چيز هے ' وه ايک مسلمان كا قتل هونا هے - اور اسي بنا پر فرمايا " اول ما يقضي بين الناس في الدماء " (رواه البخاري عن ابن مسعود و زاد مسلم " في يوم القيامه ") قيامت كے دن سب سے پهلے جس معامله كا فيصله چكايا جائيگا وه انسان كا خون هے - (١)

(١) يهان يه شبه وارد نهو كه يه حديث محاسبۂ صلوات كي مشهور حديث سے معارض هے ' كيونكه نمازكي نسبت قضاء كا لفظ نهيں آيا هے - حساب كا آيا هے - بخاري كي روايت ميں هے " اول ما يحاسب به المرء

میں سے سمجھتي ھو - اللہ اور اللہ کے رسول کي شہادت ' اُسکي شریعت کي اَن گنت اور بے شمار دلیلیں ' ایک ھزار تین سو برس سے مانا ھوا اسلام کا حکم و عقیدہ ' اسلام کي سیکڑوں نسلوں اور لا تعداد گھرانوں کا تعامل و اجماع ' اور سورج کي کرنوں کي طرح یقیني اور قطعي حقیقت ' یہي بتلا رھي ھے - ایک مسلمان کیلیے (بشرطیکہ وہ ساري باتوں سے مقدم اپنے اسلامي تعلق کو سمجھتا ھو ' اور دنیا سے ایک مومن اعتقاد و عمل ساتھہ لے جانا چاھتا ھو) اس میں کسي طرح کے شک وشبہہ کي گنجایش نہیں - جاھل سے لیکر عالم تک ' ایک مزدور سے لیکر نظام دکن تک ' مسلمانوں کے ایک ایک فرد ' ایک ایک بچے کے دل پر یہ اعتقاد اسطرح کھدا ھوا ھے کہ تلوار کي نوک سے بھي چھیلا نہیں جاسکتا - یہ بہت ممکن ھے کہ دنیا کي چند روزہ زندگي کا عشق اور انساني طاقتوں کا خوف کسي زبان کو گونگا یا کسي ھاتھہ کو شل کردے - لیکن ھندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک دل ایک بھي ایسا نہیں ملسکتا جو اس اعتقاد میں تمام مسلمانوں کا شریک نہو - زندگي کا عشق اور دنیوي تکلیفوں کا غم جس انسان سے چوري کراتا ھے ' ڈاکے دلواتا ھے ' قتل کراتا ھے ' دل کے خلاف ھزاروں دعوؤں سے ' اور اعتقاد و ضمیر کے خلاف لاکھوں اقراروں سے اُسکا حلق و دھن بھر دیتا ھے ' اُس انسان سے کیا بعید ھے کہ آج کسي طمع یا خوف سے عثماني خلافت کا انکار کردے ' یا عثماني خلیفہ کي اطاعت و حمایت کے نام سے کانوں پر ھاتھہ دھرنے لگے ؟ دنیا کي پوري تاریخ انساني کمزوریوں کي ایک غم آلود اور ندامت انگیز داستان ھے - پس جہاں انساني کمزوري کي بے شمار مثالیں اُسکے ھر عہد و باب میں ملتي ھیں ' وھاں آج چند مثالوں کا اضافہ اور سہي - لیکن حقیقت ھر حال میں حقیقت ھے - اُس سے انکار کیا جا سکتا ھے لیکن چھپایا نہیں جاسکتا - اُس سے اغماض کیا جاسکتا ھے ' لیکن اُس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا - آج مسلمانوں کیلیے اس سے بڑھکر بدبختي کي کوئي ماتم انگیز مثال نہیں ھو سکتي کہ ایک ایسي سچائي کے اثبات کیلیے دلیلوں کي تلاش ھے اور بحث و نظر کي ضرورت - اگر ایسي مسلم و معروف باتوں کیلیے بھي دلائل و اثبات کي ضرورت ھے ' تو شاید وہ وقت آ گیا جب توحید کے عقیدہ کو اسلامي عقیدہ ثابت کرنے کیلیے فتوے لکھوانے پڑینگے ' اور کتابیں چھاپکر شائع کرني پڑینگي !

فصل

(من حمل علينا السلاح فليس منا) .

سورۂ نساء میں ہے :

ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها و غضب الله عليه و لعنه و اعدله عذاباً عظيما - (۴ : ۹۵)

جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھکر قتل کرڈالے تو اسکی سزا دوزخ کی ہمیشگی ہے ' الله کا غضب ہے ' اسکی پھٹکار ہے ' اوربڑاهی دردناک عذاب ہے جو ایسونکے لیے طیار ہوچکا ہے -

یه آیت اس بارے میں نص قطعي و ظاہر ہے که جو مسلمان دانسته بلا کسی حق شرعی کے دوسرے مسلمان کو قتل کرے ' وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا ' الله کے غضب و لعنت کا مورد ہوگا ' اور عذاب الیم کا مستحق -

بخاری و مسلم میں ہے " سباب المسلم فسوق و قتاله کفر " (و رواه الترمذي و صححه و لفظه " قتال المسلم اخاه کفر و سبابه فسوق ") یعنی مسلمان کو دشنام دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی لڑنا کفر -

آنحضرة نے آخری حج کے موقعه پر جو یادگار عالم خطبه دیا تھا ' اور جو خطبۂ حجة الوداع کے نام سے مشہور ہے ' اسمیں ہمیشه کیلیے تمام امت کو وصیت فرمائی " لا ترجعوا (وفي رواية لا ترجعون) بعدي کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض " (بخاری) میرے بعد کافروں کی طرح نه ہوجانا که تم میں سے ایک دوسرے کی گردن اڑاے - .

اور بخاری میں حضرة ابو ہریرہ سے مروی ہے " لایشیر احد کم علی اخیه بالسلاح فانه لا یدري لعل الشیطان ینزغ فی یده (و في رواية ينزع بالعين) فيقع في حفرة من النار " (و ایضاً اخرجه مسلم عن ابن رافع ' و ابو نعیم في المستخرج من مسند ابن راهویه) یعنی فرمایا : کبھی اپنے بھائی مسلمان کی طرف ہتیار سے اشارہ نه کیا کرو - ممکن ہے که ہتیار لگ جاے اور تم جہنم کے گڑھے میں گر پڑو - یعنی اگر اشارہ کرنے میں تلوار کام کرگئی اور مسلمان کا خون ہوگیا ' تو ایک ایسے فعل کا ارتکاب ہوجائیگا جسکی پاداش عذاب جہنم ہے -

عثماني امامت کي ديني رياست قبول کرني پڑتي هے اور حج کا فريضه عثماني خليفه هي کے بهيجے هوے نائب کے ماتحت انجام دينا پڑتا هے - شريف حسين نے غير مسلم محاربين کا ساتهه ديکر اگر بغاوت کي اور حجاز کو قسطنطنيه کے اقتدار حکومت سے الگ کر ليا ' تو يه بغاوت فساد کي ايک عارضي حالت هے جو شرعاً معتبر نهيں - حجاز حکماً اب بهي خليفۂ قسطنطنيه کي حکومت هي کا ايک جزء هے - اور تمام مسلمانان عالم کا شرعاً فرض هے که حرمين شريفين کو باغيوں کے تصرف سے نکالنے کي کوشش کريں ' اور اسوقت تک کرتے رهيں جب تک بغاوت اور باغيوں کا بالکل استيصال نهو جاے - نه کرينگے تو هر مسلمان اسکے ليے عند الله جوابده هوگا -

تمام کرۂ ارضي کے مسلمان آرام و عيش کے دن بسر کرنے اور فارغ البالي کے بستر پر سونے کيليے هيں ' ليکن صرف وهي ايک هيں جو سارے مسلمانوں کي عزت و زندگي کے بچاؤ کيليے صديوں سے تلواروں کے سايے ميں دن کاٹ رهے هيں ' اور چاروں طرف سے دشمنوں کي زد ميں هيں - ايک چوتهائي صدي بهي آجتک انهيں ايسي نهيں ملي که آرام و چين سے بيٹهه سکے هوں - انکا جرم اسکے سوا کچهه نهيں که جب اسلام کا محافظ دنيا ميں کوئي نه رها - ساري تلواريں ٹوٹ گئيں - سارے بازو شل هوگئے - تو پانچ صديوں سے وہ کيوں اسلام کے بچاؤ کيليے باقي هيں ؟ کيوں وہ وقت نهيں آنے ديتے که اسلام کي پوليٹکل طاقت کا بالکل خاتمه هو جاے ؟

بدوستي تو خصمند عالمے با من
هزار دشمن و يک دوست مشکل افتاد است !

پس تيرہ سو برس کے متفقه عقيدۂ و عمل کے مطابق وهي آج تمام مسلمانان عالم کے خليفۂ و امام اور " اولو الامر " هيں - انکي اطاعت و حمايت الله اور اسکے رسول کي اطاعت و حمايت هے - انسے پهرنا اور انکو اپنے جان و مال سے مدد نه دينا ' الله اور اسکے رسول سے پهرنا اور الله اور اسکے رسول کو اپني جان و مال کے طرف سے صاف جواب ديدينا هے - جو انکي اطاعت سے باهر هوا ' اگرچه صرف بالشت بهر باهر هوا هو ' اور اسي حالت ميں مرگيا ' تو اسکي موت اسلامي زندگي کي موت نهوگي بلکه جاهلية کي - اگرچه نماز پڑهتا هو ' اگرچه روزه رکهتا هو ' اگرچه اپنے زعم باطل ميں اپنے تئيں مسلمان سمجهتا هو - جس نے انکے مقابله ميں تلوار اٹهائي ' وہ مسلمانوں ميں سے نهيں اگرچه دنيا اسکو مسلمانوں

شریعت نے مسلمانوں کی جمعیت و قومیت کی بنیاد باهمی مواخات پر رکھی ھے - یعنی هر مسلمان کا شرعی رشته دوسرے مسلمان سے بھائی کا رشته ھے : فاصبحتم بنعمته اخوانا (۳ : ۱۰۳) انما المومنون اخوة ' فاصلحوا بین اخویکم (۴۹ : ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی بھائی هیں - پس جب دو بھائیوں میں رنجش هوجاے تو صلح کرادو - مسلمانوں کی قومی سیرة جا بجا یه بتلائی - اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین (۵ : ۵۹) اشداء علی الکفار رحماء بینهم (۴۸ : ۲۹) اُن میں جس قدر بھی نرمی ھے ' مسلمانوں کے ساتھه ھے - جسقدر بھی سختی ھے ' غیروں کے ساتھه - وہ سب سے زیادہ نرم بھی هیں اور سب سے زیادہ سخت بھی - نرم اپنوں کے لیے ' سخت غیروں کے لیے - اُنکے پاس محبت بھی ھے ' عداوت بھی - لیکن محبت پرستاران حق کے ساتھه کرتے هیں ' عداوت دشمنان حق کے ساتھه -

احادیث میں اس حقیقت کی جو بے شمار تشریحات و تمثیلات ملتی هیں ' وہ مشہور و معلوم هیں ' اور مہاجرین و انصار اور عموم صحابهٔ کرام نے انکی عملی تصویر بنکر همیں بتلا دیا ھے که اخوت دینی کے معنی کیا هیں ؟ هر مسلمان پر اسکی نماز اور روزہ سے بھی بڑھکر جو چیز فرض کردی گئی ' وہ یہی ھے که مسلمانوں سے محبت کرے ' جہانتک بن پڑے اُنکی بھلائی چاھے ' اور کوئی بات ایسی نه کرے جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچے - اگر یه چیز نہیں ھے تو ایمان و اسلام بھی نہیں - پہاڑوں جتنا بھی زهد و عبادت هو اور سمندر جتنی بھی دولت خرچ کرڈالی جاے ' لیکن اگر یه چیز نہیں تو بالکل بیکار و عبث ھے -

فرمایا " لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه " (رواہ الشیخان) کوئی شخص مومن نہیں هوسکتا جب تک اس میں یه بات پیدا نه هوجاے که جو بات اپنے لیے پسند کرے ' وهی اپنے بھائی مسلمان کے لیے بھی پسند کرے -

اور فرمایا " لا تدخلون الجنة حتی تومنوا و لا تومنون حتی تحابوا " (شیخان) تم کبھی جنت میں داخل نہیں هوسکتے جب تک ایمان نه لاؤ ' اور کبھی مومن نہیں هوسکتے جب تک آپس میں محبت و پیار نه کرو -

میں قومي عظمت و عصبیة کے جذبات ان لوگوں کے دلوں سے بھي کھینچ لیے جنکے آباؤ اجداد ساتھہ ستر برس پہلے اسي سر زمین میں حکمراں تھے - صرف یہي ایک چیز یورپ کے طرز حکومت ' اور ترکوں کے طرز حکومت کا فرق واضح کردینے کیلیے کافي ھے - ترکوں کے وھم و خیال میں بھي ظلم و خونخواري کي وہ ھیبت ناک صورتیں اور قومي تعصب و نفرت کي وہ وحشت ناک ھلاکیاں نہیں آسکتیں ' جو یورپ کے تمدن و تہذیب کا مغرور بت عین انیسویں اور بیسویں صدي کے سورج کي روشني میں ایشیاؤ افریقه کے اندر کر چکا ھے - ان دو صدیوں کے اندر جنگل کے درندے آرام کي نیند سوے ' اور سانپوں کو انکي غاروں سے باھر نہیں نکالا گیا ' لیکن ایشیاؤ افریقه کیلیے یورپ کےھاتھوں زمین کا ایک ٹکرہ بھي ایسا نہ بچ سکا جسکو وھاںکي بد بخت مخلوق اپني زمین کہہ سکے ' اور جہاں ایک مالک و مختارکي طرح امن و عزت کي زندگي بسر کرسکے ! خود اسي آخري جنگ میں یورپ کے ھر درندے نے دوسرے درندے کو جس طرح پھاڑا ' اور ھر سفید بھیڑیے نے دوسرے سفید بھیڑیے پر جس طرح پنجہ مارا ' نہ صرف ترکوں کي تاریخ بلکہ تمام ایشیا کي تاریخ ویسي وحشت اور شرمناک درندگي کي مثال پیش نہیں کرسکتي - با ایں ھمہ ترک خونخوار اور وحشي ھیں ' اور یورپ تہذیب و تمدن اور امن و رحم کا پیغمبر ! علی الخصوص برطانیہ کے مقدس جزیرہ میں تو جسقدر فرشتے بستے ھیں ' وہ صرف انساني آزادي کي حفاظت اور چھوٹي قوموں کي حمایت ھي کیلیے آسمان سے اُتارے گئے ھیں ! یہ کرۂ ارضي کي تاریخ میں حق و باطل کا سب سے بڑا مقابلہ ھے - آج اسکي فتح و شکست کا اصلي فیصلہ نہیں ھوسکتا - زمین فوجوں کے بوجھہ سے دبي ھوئي ھے - فضاء ھوائي جہازوں کي قطاروں سے بھري ھوئي - اسکا فیصلہ کل ھوگا جب خدا کا دائمي قانون نتائج وعواقب کي زبان میں حقیقت کا اعلان کریگا ' اور مورخ کا قلم لکھے گا کہ یہ طاقت اور گھمنڈ کا سب سے بڑا چیلنج تھا جو سچائي کو دیا جا سکتا ھے - تا ھم سچائي ھي سب سے بڑي طاقت ھے - اور بالاخر فیصلہ اُسي کا فیصلہ ھے - سنة اللہ في الذین خلوا من قبل ' و لن تجد لسنة اللہ تبدیلا (۳۳ : ۲۲)

بہر حال ھماري صحبت سے یہ موضوع باھر ھے - ترکوں کي حکمراني جیسي کچھہ بھي رھي ھو - ھر ترک سلطان حجاج بن یوسف اور خالد قسري

حضرة عبد الله بن عمر کے سامنے جب ایک قاتل لایا گیا تو آپنے فرمایا "تزود من الماء البارد، فانك لن تدخل الجنة" (رواه البیهقي) بن پڑے تو اچھي طرح ٹھنڈے پاني کي طیاري کرلے کیونکہ تیرا ٹھکانا دوزخ ھے - تو یقینا جنت میں نہ جائیگا !

حقیقت یہ ھے کہ ایک مسلمان کے لیے شرک کے بعد اس سے بڑھکر اور کوئي کفر نہیں ھوسکتا کہ اپنے مسلمان بھائي کے خون سے ھاتھہ رنگین کرے -

---

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۹)

صلاته " قیامت میں سب سے پہلے آدمي سے جس عمل کا حساب لیا جائیگا وہ نماز ھے - اس سے معلوم ھوا کہ جن کاموں میں محاسبہ ھوگا ' اُن میں سب سے پہلا کام نماز ھے - لیکن جن کاموں میں فیصلہ چکایا جائیگا ' اُن میں سب سے پہلا معاملہ خون کا ھوگا - پس دونوں میں کوئي تعارض نہیں - چنانچہ نسائي نے یہ دونوں ٹکڑے ایک ھي متن و اسناد سے روایت کیے ھیں "اول ما یحاسب به العبد الصلاة ' و اول ما یقضي بین الناس في الدماء" امام بخاري نے مندرجۂ متن حدیث ابن مسعود سے بہ طریق اعمش عن ابي وائل روایت کي ھے اور منجملہ ثلاثیات بخاري کے ھے - نسائي بھي یہ روایت ابو وائل ھي کے طریق سے لاے ھیں - پس سنداً و متناً روایت ایک ھي ھوئي - باقي رھا محاسبہ و قضاء کا فرق ' تو وہ بالکل ظاھر ھے - بعض اعمال انسان کي ذات خاص سے تعلق رکھتے ھیں - بعض دوسروں کے حقوق سے - شریعت نے اسي فرق کو حقوق الله اور حقوق العباد سے تعبیر کیا ھے - پہلي قسم کے کاموں میں قضاء اور فیصلہ کي ضرورت نہیں کیونکہ ھر شخص کي ذات خاص سے تعلق رکھتے ھیں - کوئی دوسرا نفس مدعي نہیں ھوتا - البتہ پرسش ھو سکتي ھے کہ وہ فرائض انجام دیے گیے یا نہیں ؟ لیکن دوسري قسم کے لیے پرسش کافي نہیں - فیصلہ چکانے کي ضرورت ھے - کیونکہ وہ ایسے کام ھیں جن میں دوسروں کے حقوق تلف ھوے ھیں اور وہ بہ حیثیت مدعي کے کھڑے ھونگے - نماز پہلي قسم کے اعمال میں سب سے زیادہ اھم ھے ' اور قتل نفس کا معاملہ دوسري قسم میں سب سے زیادہ اھم - پس جب حساب ھوگا تو سب سے پہلے نماز کي نسبت پوچھا جائیگا ' اور جب فیصلہ چکایا جائیگا تو سب سے پہلے قتل نفس کا معاملہ پیش ھوگا -

فان کنت لا تدري فتلک مصیبة
وان کنت تدري، فالمصیبة اعظم !

میں یہاں قصداً ترکوں کي سیاسي و تمدني لیاقت و نالائقي کي بحث نہیں چھیڑونگا - یہ ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کي تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں ہی کي جماعت وہ جماعت ہے، جسکے لیے کوئي یوروپین دماغ منصف نہیں ہو سکتا - یورپ کا مورخ ہو، خواہ موجودہ عہد کا کوئی مدبر، وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کی مدح و توصیف کرسکتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں، لیکن اُن ترکوں کی نہیں کرسکتا جنکي تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کیلیے زندہ موجود ہیں - وہ بنو امیہ کي خلافت کی ایک بہتر تاریخ لکھہ سکتا ہے - عباسیہ کے دور علم و تمدن کي مدحت سرائي کرسکتا ہے - صلاح الدین ایوبي تک کو ایک بت کي طرح پوج لے سکتا ہے جسکي تنہا تلوار شام و فلسطین میں یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد (کروسیڈ) کا مقابلہ کرتي رهي، لیکن وہ اُن ترکوں کیلیے کیونکر انصاف کرسکتا ہے جو نہ تو عرب پر قانع رہے، نہ ایران و عراق پر - نہ شام و فلسطین کي حکومت اُنکو خوش کرسکي، نہ وسط ایشیا کي، بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہوکر یورپ کي طرف بڑھے، اسکے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا، اور اُسکی اندروني آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کي طرح در آے - حتی کہ دار الحکومت اسٹریا کي دیواریں اُنکے جولان قدم کي ترکتازیوں سے بارها گرتے گرتے بچ گئیں !

ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو کبھي یورپ معاف نہیں کرسکتا - مسلمانوں کا کوئي موجودہ حکمراں خاندان اس جرم (فتح یورپ) میں اُنکا شریک نہیں - اسلیے ہر حکمراں مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہوسکا، مگر ہر ترک وحشي و خونخوار ہے اسلیے کہ یورپ کا طلسم اُسکی شمشیر سے ٹوٹ گیا - ترکوں نے پانچ صدیوں تک جس آزادي و عدالت گستري کے ساتھہ حکومت کي ہے، اُسکا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتا ہے کہ چار صدیوں کي متصل حکمراني کے بعد بھي محکوم عیسائیوں کي مذهبي و قومي عصبیت ایسي زندہ و توانا رهي کہ خود کسي مسیحي حکومت کے ماتحت نہیں رهسکتي تھی - حتی کہ وہ ترکوں کی کمزوري کے ساتھہ ہي آزاد و خود مختار ہوگئے - ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے پورے تسلط کو ابھي پورے سو سال بھي نہیں ہوے ہیں - اتنے ہي عرصہ کي حکومت نے ہندوستان

شریعت کا کون مجرم ہوسکتا ہے ؟ اور اگر انسان کي برائیاں اور بد عملیاں اللہ کي لعنت کا مستحق ہوسکتي ہیں ' تو اس فعل سے بڑھکر اور کونسا فعل ہے جو اللہ کے عرش جـــلال و غیرت کو ہلا دے ' اور اسکي لعنتیں بارش کي بوندوں کي طرح آسمانوں سے زمین پر برسنے لگیں ؟

جس مومن کا وجود اللہ کو اس قدر محبوب و محترم ہو کہ تمام دنیا کا زوال اُس کي ہـــلاکت کے مقابلے میں ہیچ بتلاے ' اُسي کا خون خود ایک مسلمان کے ہاتھوں بہے ؟ اس سے بڑھکر شریعت الہي کي کیا توہین ہوسکتي ہے ؟ اور اُن سارے گناہوں میں جو انسان کے ہاتھہ پانوں کرسکتے ہیں ' کونسا گناہ ہے ' جو اس سے زیادہ ملعون و مردود ہوسکتا ہے ؟

دنیا کی کونسی بڑائی اور عظمت ہے جو کلمۂ لا الہ الا اللہ سے بڑھکر خدا کی نظروں میں عزت رکھتی ہو؟ اور کونسی محبـوبیت ہے جو اس کلمۂ عزیز کے اقرار کرنے والے کو اللہ کے حضور نہیں ملجاتی ؟ پس جس بد بخت کا احساس ایماني یہانتک مسخ ہوجاے کہ با وجود دعوئے اسلام مسلمانوں کا خون بہانے لگے ' وہ یقیناً مسلمانوں کا خون نہیں بہاتا' بلکہ اللہ کے کلمۂ توحید کو ذلیل و خوار کرتا ' اور اسکي عزت و اجـــلال کو بٹہ لگانا چاہتا ہے -

صحیح بخاري و مسلم میں حضرۃ اسامہ کی روایت ہے کہ اُنکو آنحضرۃ نے بنو الحرقہ کي طرف ایک فوجي مہم دیکر بھیجا تھا - لڑائي میں اُسامہ نے ایک آدمی پر حملہ کیا - ساتھہ ہی ایک انصاري بھی حملہ آور ہوا - اُسامہ کہتے ہیں کہ جب میري تلوار اُسکے سر پر چمکي تو وہ پکار اُٹھا " لا الہ الا اللہ " - میں نے کچھہ پروا نہ کی اور قتل کرڈالا - لیکن کلمہ کي صدا سنکر انصاري نے تلوار روک لی - آنحضرۃ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نہایت ناراض و غمگین ہوے اور فرمایا " أقتلته بعد ما قال لا اله الا الله " ؟ تونے اُسے قتل کردیا بارجودیکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا ؟ میں نے عرض کیا " انما كان متعوذا " وہ تو اس نے محض میري تلوار سے بچنے کیلیے کہدیا تھا - فی الحقیقت مسلمان نہیں ہوا تھا - " فما زال يكررها علی حتی تمنيت انی لم اکن اسلمت قبل ذلك اليوم " لیکن آنحضرۃ برابر یہي جملہ دہراتے رہے " تونے قتل کرڈالا بارجودیکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا " یہانتک کہ آنحضرۃ کا حزن و ملال اور اس واقعہ کا تاثر دیکھکر مجھے اسقدر ندامت ہوئي کہ دل نے کہا ' کاش آج کے دن

نمي دانم ز منع گـــريه مطلب چيست ناصح را ؟
دل از من ' ديده از من' آستين از من' كنار از من !

جب تک بغداد کي خلافت باقي رهي ' هندوستان کے تمام حکمران خاندان آسي کے زير اثر اور فرمانبردار رهے - عباسيۂ بغداد کي خلافت جب مٹ گئي ' اور سنه ٦٦٠ ھ ميں مصر کي عباسي خلافت کا سلسله شروع هوا ' تو اگرچه يه عباسيه کے کاروان رفته کا محض ايک نمود غبار تها ' تاهم تمام سلاطين هند اسکي حلقه بگوشي و غلامی کو اپنے ليے موجب صد فخر و امتياز سمجهتے رهے' اور مرکزي خلافت کی عظمت ديني نے مجبور کيا که اپني حکومت کو شرعي طور پر منوادينے کيليے مقام خلافت سے پروانۂ نيابت و امارت حاصل کرتے رهيں - سلطان محمد بن تغلق شاه کے غرور حکومت کا يه حال تها که ضياء الدين برني اسکو " همت فرعوني و نمرودي " سے تعبير کرنا چاهتا هے - تاهم اس معامله ميں زياده سے زياده غرور جو وه کرسکا ' يهي تها که اپنے تئيں خليفۂ مصر کا زياده سے زياده فرمانبردار غلام اور چا کر ظاهر کرے ' اور کہے که بلا اسکے حکم کے ميں تم پر حکومت نهيں کرسکتا - تاريخ برني ميں هے :

" امير المومنين خليفه را بنده ترين همه بندگان بود ' و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولو الامری نه زد " (مطبوعه ايشياٹک سوسيٹي - صفحه - ۴٦۰)

برني نے سلطان فيروز شاه کے فضائل و سوانح کيليے گيارہ مقدمے ترتيب دیے هيں - اُن ميں نوواں مقدمه يه هے " مقدمه نهم در آنکه دوکرت از حضرت امير المؤمنين خلعت اولو الامری و منشور اذن و لواء شاهي بر سلطان عصر فيروز شاه رسيده ' و بادشاهي و اولو الامری خداوند عالم بدان استحکام گرفته " پهر اس مقدمه ميں لکهتا هے " در مدت شش سال دوکرت از امير المومنين منشور اولو الامری و خلعت شاهي و لواء سلطنت بدو رسيد ' و حق جل و علی پادشاه دين پرور ما را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگان توفيق بخشيد ' و شرائط حرمت مراحم امير المؤمنين بالغاً ما بلغ بجا آورد ' و هم چنين دانست که منشور و خلعت امير المؤمنين از آسمان منزل شده ' و از درگاه مصطفی صلعم رسيده - عرضداشتے با تحفه و هدايا در نهايت تواضع بندگي امير المؤمنين روان کرد" الخ (صفحه ۵۹۸)

اور فرمایا " لا تحسسوا ' ولا تجسسوا ' ولا تناجشوا ' ولا تباغضوا ' ولا تدابروا ' ولا تنابزوا ' وکونوا عباد اللہ اخوانا " (شیخان) ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو ' باہم کینہ اور عناد نہ رکھو ' بدگوئی نہ کرو ' اور ایسا کرو کہ آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ -

حضرۃ جابر کو وصیت کی " ان تصبح و تمسی و لیس فی قلبک غش لاحد " (مسلم) تجھپر صبح کا سورج چمکے تو اس حالت میں چمکے کہ اسکی کرنوں کی طرح تیرا دل بھی صاف ہو ' اور شام آے تو اسطرح آے کہ کسی کے طرف سے تیرے اندر کھوٹ نہو -

اور فرمایا " المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ " (بخاری) مسلمان وہ ہے کہ اسکے ہاتھہ اور زبان سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے -

اور فرمایا " المسلم اخو المسلم ' لا یظلمہ ' و لا یخذلہ ' ولا یحقرہ " (مسلم) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے - پس اپنے بھائی کے ساتھہ نہ تو ظلم کرے ' نہ اُسے ذلیل کرے ' نہ اُسکو حقیر جانے -

اور فرمایا " لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث " (شیخان) کسی مسلمان کیلیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے روٹھا رہے -

اور فرمایا " ملعون من ضار مومنا او مکر بہ " (ترمذی) اللہ کی اسپر پھٹکار جس نے مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اسکو دھوکا دیا -

ایک حدیث میں یہانتک زور دیا کہ " من کان یومن باللہ و الیوم الاخر ' فلا یحد النظرالی اخیہ " (رواہ الحاکم و صححہ) جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے ' اسکو نہ چاہیے کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف تیز نظروں سے گھورے - یعنی جب مسلمان بھائی کو دیکھے تو محبت اور پیار کی نظروں سے دیکھے -

پس جب اللہ کی شریعت حقہ نے مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد ہی باہمی محبت و برادری پر رکھی ' اسی کو ایمان کی جڑ قرار دیا ' وہی اسلام کی اصلی پہچان ہوئی ' اسی پر ایمان کی تکمیل موقوف ٹھہری ' تو ظاہر ہے کہ جو مسلمان خدا کے اس جوڑے ہوے رشتے کو توڑ دے ' اور اپنے اُنہی ہاتھوں سے جو مسلمانوں کی دستگیری و مددگاری کیلیے بناے گئے ' مسلمانوں کی گردنیں کاٹے ' اس سے بڑھکر خدا کی زمین پر اُسکی

جیسے اشر بنو اُمیہ سے بھي بدتر کیوں نہ رہا ہو (۱) لیکن مسلمانوں کو اپنے مسلمان حاکموں کي اطاعت کا ہر حال میں حکم دیا گیا ہے - اور اُنکا از روے شرع یہي عقیدہ ہے کہ وہ خلیفۂ اسلام ہیں - اسمیں کسي دوسرے کو دخل دینے کا حق نہیں :

---

(۱) جبکہ آج ترکوں کي وحشت و تمدن کا فیصلہ علم و تحقیق کے ہاتھہ میں نہیں ہے - حریف حکومتوں کے اُن مغرور وزراء کے قبضہ میں ہے جو میدان جنگ سے واپس آکر اپنے ایک جنگي دشمن کي قسمت کا فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں ' تو اُمید نہیں ڈریپر (Draper) جیسے زمانہ حال کے مورخوں کي شہادت اس بارے میں سني جاے - یہ امریکن مصنف اپني مشہور کتاب History of The Couflict Between Religiuon And Seience میں لکھتا ہے کہ انصاف و عدالت اور مذہبي بے تعصبي میں اپنے عہد کي تمام عیسائي دنیا پر ترکوں کو وہي فوقیت رہي ہے جو چھٹي صدي عیسوي میں عربوں کو تنزل یافتہ بیزنطائن کے مقابلے میں تمام یورپ پر حاصل تھي - ایڈ ورڈ کریسي نے تاریخ روم میں ترکوں کو تہذیب و تمدن اور علمي ایجادات و اختراعات کے لحاظ سے پندرھویں اور سولھویں صدي کے تمام یورپ میں سب سے برتر قوم تسلیم کیا ہے - وہ کہتا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا کے قسم کي کتابیں لکھنے کا یورپ میں ترکوں ہي کي تقلید سے رواج ہوا - یورپ کي زبانوں میں سب سے پہلي انسائیکلوپیڈیا ڈالائمبرٹ (Dalambert) نے لکھي - لیکن ایک ترک مصنف کلبي بے کي قاموس العلوم ہي کے مطالعہ سے اسکو رہنمائي ملي تھي - کمسریٹ ' رسد رساني ' فوجي شفا خانوں کا با قاعدہ انتظام ' ترکوں ہي سے یورپ نے سیکھا - قلعہ کي تعمیرات میں تمام یورپ ترکوں کا شاگرد ہے - فوجي باجا تمام یورپ نے ترکوں ہي سے حاصل کیا - چیچک کے ٹیکہ کا اصلي موجد ایک ترک تھا - یہ ڈریپر' کریسي ' اور کنگدم' کلفرڈ وغیرہ مورخوں کي تحقیق ہے جنھوں نے اپنے کتب خانوں میں بیٹھکر ترکوں کے اعمال پر نظر ڈالي تھي - قدرتي طور پر مسٹر ایسکویتھہ اور مسٹر لائڈ جارج کي راے اس سے مختلف ہوني چاہیے جو ابھي گیلي پولي اور عمارہ میں ترکوں کي تلوار کا کاري زخم کھا کر نکلے ہیں ' اور میدان جنگ سے واپس آکر کتب خانوں کي جگہہ نظارت خانوں کے اندر فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں !

قتل ہو جانا گوارا نہ ہوا کیونکہ اُس نے خوف جان سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہدیا تھا ' اور اسپر اسقدر رنج و افسوس فرمایا کہ عرصہ تک صداے الم زبان مبارک سے نکلتی رہی ' تو پھر غور کرو کہ جو مسلمان اُن مسلمانوں کو قتل کرے ' جنکی ساری زندگیاں اسلام و ایمان میں بسر ہوئی ہیں ' اور جنھوں نے محض خوف جان سے ایک مرتبہ ہی نہیں ' بلکہ دل کے یقین و ایمان سے لاکھوں مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار اور ورد کیا ہے ' اسکی شقاوت و خسران کا کون اندازہ کرسکتا ہے ؟ اور شریعت کے نزدیک اس فعل سے بڑھکر اور کون سا فعل ہے جو ایک مسلمان کیلیے عذاب الیم کا مستوجب ہو ؟

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس فعل کیلیے وہ وعید فرمائی جو کسی معصیت کیلیے نہیں فرمائی - یعنے فجزاءہ جہنم خالداً فیہا ' وغضب اللہ علیہ و لعنہ - اسمیں خلود فی النار ' غضب ' لعنت ' تین چیزوں کا ذکر کیا ہے ' اور تمام قرآن و سنت میں یہ تینوں کلمات وعید کفار کیلیے مخصوص ہیں - مسلمانوں کی نسبت کہیں استعمال نہیں کیے گئے - اس سے معلوم ہوگیا کہ عام معاصی و فسوق سے اس فعل کی برائی کہیں زیادہ ہے - کفر صریح و قطعی کے بعد ' اور عام معاصی سے اشد ' کوئی فعل ہوسکتا ہے تو وہ یہی ہے - اور اسی لیے تمام احادیث میں اس فعل کو کفر فرمایا کہ " و قتالہ کفر " اور " لا ترجعوا بعدی کفارا " معصیت و فسوق کا لفظ اسکی ناپاکی و ملعونیت ظاہر کرنے کیلیے کافی نہ تھا - جب مسلمان کو صرف دشنام دینا فسق ہوا کہ " سباب المسلم فسوق " تو پھر اسکو قتل کردینا صرف فسق ہی کیوں ہو ؟

ثانیاً ' جس طرح ایمان و اسلام کی ستر سے کچھہ اوپر شاخیں ہیں ' اور اُن میں سے ہر شاخ ایمان و اسلام ہے - " الایمان بضع و سبعون شعبة ' اعلاھا لا الہ الا اللہ و أدناھا اماطة الاذي عن الطریق " (رواہ مسلم و اصحاب السنن الثلاثہ ' و رواہ البخاری " بضع و ستون ") اسی طرح کفر کی بھی شاخیں ہیں اور اعلی و ادنی مراتب ہیں ' جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہوچکا ہے ' اور اسی لیے صحابۂ و سلف سے مروی ہے " کفر دون کفر و ظلم دون ظلم " (۱) - اور پھر جس طرح ایمان و اسلام اعتقادی بھی ہے

---

(۱) امام بخاری نے کتاب الایمان میں باب باندھا ہے " کفران العشیرۃ و کفر دون کفر " - لیکن در اصل یہ خود صحابۂ کرام کے آثار سے

بعض یورروپین اخبارات کے مشرقي نامہ نگاروں نے بار بار یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ترکي حکومت سے باہر بسنے والے مسلمانوں میں ترکي خلافت کا اعتقاد زیادہ تر سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کي سعي سے پیدا ہوا ' اور انکا مقصود اس سے یہ تھا کہ نام نہاد " پان اسلامزم " تحریک کو تمام مسلمانان عالم میں پھیلایا جاے - یہاں ہم یورپ کے متخیلۂ و متوھمہ " پان اسلامزم " کي حقیقت سے بحث کرنا نہیں چاھتے " پان اسلامزم " سے مقصود اگر مسلمانوں کي بلا امتیاز وطن و قومیت باھمي برادري ہے ' تو اسکي تاریخ سلطان عبد الحمید کے زمانے سے نہیں بلکہ نزول قران و ظہور اسلام سے شروع ہوتي ہے - لیکن عثماني خلافت کے عالمگیر اسلامي اعتقاد کو سلطان عبد الحمید سے منسوب کرنا ایک ایسي بات ہے جو یا تو حد درجہ جہل کا نتیجہ ہو سکتي ہے یا حد درجہ دروغ گوئي کا - اور ہم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس چیز کو محققین یورپ کیلیے پسند کریں ؟

سنہ ۹۲۳ھ میں جب بعہد سلطان سلیم خاں سلاطین عثمانیہ خلیفۃ المسلمین تسلیم کیے گئے ' تو اسوقت عالم اسلامي کا یہ حال تھا کہ ایران میں سلاطین صفویہ کي حکومت تھي ' ہندوستان میں مغلیہ کي ' اندرون یمن میں آئمۂ زیدیہ کي ' اور اندرون عرب میں خود مختار قبائل اور بعض شیوخ کي - پس جہاں جہاں اسلامي حکومتیں موجود تھیں ' وہاں کے مسلمانوں کي اطاعت و انقیاد کا محل و مرکز خود مقامي اسلامي حکومت ہوگئي تھي ' اور احکام شرعیہ کے نفاذ و اجراء کیلیے بھي وہ کسي بیروني حکومت کے محتاج نہ تھے - ظاہر ہے کہ ان ممالک میں مرکزي خلافت کا تعلق کسي نمایاں شکل میں یکایک ظاہر نہیں ہوسکتا تھا - سلطنت کے رقیبانہ جذبات بھي اپني انتہائي حالت میں سب پر چھاے ہوے تھے - صدیوں پہلے سے تفرقۂ و انتشار کي عالمگیر مصیبت تمام عالم اسلامي کو ٹکڑے ٹکڑے کرچکي تھي - لیکن ان ممالک کے علاوہ اور جہاں کہیں بھي مسلمان آباد تھے اور اپني مقامي اسلامي حکومت نہیں رکھتے تھے ' وہ اگرچہ ترکي حکومت سے کتنے ھي دور دراز گوشوں میں واقع ہوں ' لیکن عثماني سلاطین ھي کو اسلام کي مرکزي خلافت عظمی پر قابض و متصرف تسلیم کرتے تھے اور اسلیے جمعۂ و عیدین کے خطبوں میں انکے لیے خاص طور پر دعا مانگنا اپنا فرض سمجھتے تھے - خود ہندوستان کے قرب و جوار اور بحر چین کے جزائر میں مسلمانوں کا ایک ایک فرد خلیفۂ قسطنطنیہ کي اس حیثیت

سے پہلے میں مسلمان ھی نہ ہوا ھوتا - ایک روایت میں ھے " افلا شققت عن قلبه حتی تعلم " تونے اسکا دل چیر کر کیوں نہ دیکھہ لیا کہ واقعی دل سے اقرار کیا ھے یا نہیں ؟ یعنی جب زبان سے یہ کلمہ نکلا تو اُسکا احترام واجب ہوگیا - خواہ تلوار کے ڈر سے کہا ہو یا سچ مچ دل سے اقرار کیا ہو - دل کا حال صرف اللہ ھی کو معلوم ھے -

یہی واقعہ صحیح مسلم میں جندب بن عبد اللہ کی روایت سے بھی مروی ھے اور اسمیں بعض زیادات ھیں - وفیه ان النبی صلعم قال له " فکیف تصنع بلا اله الا الله اذا أتتک یوم القیامه " ؟ قال یا رسول الله استغفرلی - " قال فکیف تصنع بلا اله الا الله " ؟ فجعل لا یزیده علی ذلک - یعنی آنحضرۃ صلعم نے اُسامہ سے کہا " قیامت کے دن جب وہ لا اله الا الله کے ساتھہ تیرے سامنے آئیگا تو اسوقت تو کیا کریگا ؟ یعنے اللہ کو کیا جواب دیگا ؟ اُسامہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ ! ابتو مجھہ سے یہ قصور ہوگیا - میری بخشش کیلیے دعا کیجیے - لیکن آنحضرۃ یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن لا اله الا الله کا جب دعوا ہوگا تو تم کیا جواب دوگے ؟ اور اس جملہ کے سوا کوئی بات نہ فرمائی -

بخاری میں ھے کہ آپ سے مقداد بن عمرو الکندی نے پوچھا " ان لقیت کافراً فاقتتلنا ، فضرب یدی بالسیف فقطعها ، ثم لاذ بشجرۃ و قال أسلمت لله ، أ أقتله بعد ان قالها ؟ " اگر ایسا ہو کہ ایک کافر سے مقابلہ کریں ، اور وہ تلوار میرے ھاتھہ پر اسطرح مارے کہ ھاتھہ کٹ جاے - پھر الگ ہوکر کہے میں اللہ پر ایمان لایا ، تو یہ کہنے کے بعد اُسے قتل کروں یا نہ کروں ؟ فرمایا " لا تقتله " مت قتل کر - " قال فانه طرح احدی یدی ثم قال ذلک بعد ما قطعها " مقداد نے عرض کیا - اس نے تو میرا ھاتھہ کاٹ ڈالا اور اسکے بعد اسلام لانے کا اقرار کیا - پھر کیوں نہ میں اُس سے اپنا بدلا لوں ؟ فرمایا " لا تقتله ، فان قتلته ، فانه بمنزلتک قبل أن تقتله ، و انت بمنزلته قبل ان یقول کلمته التی قال " جو کچھہ بھی ہوا ہو ، لیکن جب کلمۂ توحید کا اقرار کرلیا تو پھر قتل نہ کر - اقرار کرنے سے پہلے وہ کافر تھا ، اور تو مسلمان ، لیکن اگر تونے اقرار کے بعد اُسے قتل کردیا تو وہ تیری جگہ ہو جائیگا اور تو اسکی جگہ -

یہ دو روایتیں اس بارے میں نہایت ھی عبرت انگیز ھیں - جب اللہ کے رسول کا یہ حال تھا کہ ایک مشرک دشمن کا جنگ کی حالت میں بھی

یعنی سلطان فیروز شاہ کے فضائل و مفاخر میں سے ایک بڑي بات یہ سمجھي گئي کہ خلیفۂ مصر نے اجازت حکومت کا پروانہ اور لواء و خلعت بھیجا، اور پادشاہ کو اسکي اطاعت و حرمت کي توفیق ملي - فیروز شاہ نے اس بات کي اس درجہ قدر کي گویا آسمان سے یہ عزت نازل ہوئي ھے، اور خود بارگاہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم سے اسکو قبولیت کي سند ملگئي ھے ! شمس الدین سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاھي میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل سے لکھا ھے - جب خلیفہ کے سفراء شہر سے قریب پہنچے تو فیروز شاہ خود استقبال کیلیے پیدل نکلا - فرمان خلافت کو دونوں ھاتھوں میں لیا - پھر بوسہ دیکر سر پر رکھا ، اور اسي طرح سر پر دھرے ھوے دربار حکومت تک واپس آیا -

غور کرو ! مقام خلافت کي عظمت کا ھمیشہ کیا حال رہا ؟ خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھي خلافت کي صرف ایک اسمي نسبت اسدرجہ ھیبت و جبروت رکھتي تھي کہ ھندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرماں رواے اقلیم، مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ھو جانے پر فخر کرتا ھے - مٹنے پر بھي اس مقام کي عظمت تمام عالم اسلامي پر اسطرح چھائي ھوئي ھے کہ وھاں کا فرمان آسماني فرمان ، اور وھاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ھے !

مغلیہ سلطنت خلفاء مصر کے آخري عہد میں قائم ھوئي - ھندوستان میں شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا جب سلطان سلیم خاں کے ھاتھہ پر خلیفۂ متوکل عباسي نے بیعت کي اور حجاز و شام میں سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا اعلان ھوا - شاھان مغلیہ اگرچہ ھندوستان میں خود اپنے ھي کو امام سمجھتے تھے ، اور باعتبار حکومت کے یہ حق انہیں حاصل بھي تھا - تاھم عام اسلامي خلافت کا انھوں نے کبھي دعوا نہ کیا - ھمیشہ عرب و شام کے مسلمہ خلفاء ھي کو خلیفہ تسلیم کرتے رھے - خود شہنشاہ اکبر اور شاھجہاں بھي اگر حج کیلیے مکہ جاتے ، تو وھاں انکو قسطنطنیہ کے خلیفہ ھي کي امارت میں حج ادا کرنا پڑتا - میدان عرفات میں وہ خود خطیب نہ ھوتے - قسطنطنیہ کا نائب السلطان خطبہ دیتا وہ کھڑے ھوکر اسي طرح سنتے ، جس طرح ایک عام مسلمان انکے بغل میں کھڑا سن رھا ھوتا - شرعاً و عقلاً تسلیم خلافت کیلیے اس سے زیادہ اور کونسي بات ھو سکتي ھے ؟

پس اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں پر ہتیار اُٹھانا شریعت کے نزدیک اُن انتہائی معاصی میں سے ہے، جو عملی کفریات کا حکم رکھتی ہیں - اس لیے اُس کفر کے بعد جو مسلمان کو قطعاً کافر و مرتد کردیتا ہے، اس کفر سے بڑھکر عند اللہ کوئی برائی نہیں، اور قریب ہے کہ اِس کا مرتکب اُس کفر کے حـــدود میں بھی داخل ہوجاے - کتاب و سنت نے جن جن لفظوں اور وعید و امتناع کے جیسے جیسے پیرایوں میں اس فعل کا ذکر کیا ہے، وہ عام معـــاصی و فسوق کے لیے کبھی اختیار نہیں کیے گئے، اور وہ ایسے سخت و شدید ہیں کہ جس دل میں رائی برابر بھی اللـہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، اس کو لرزا دینے اور خوف الہی سے بد حال کر دینے کے لیے بس کرتے ہیں - اگر ایک مسلمان کا ایمان بالکل مردہ نہیں ہوگیا ہے، تو وہ سارے گناہ جو زمین پر کیے جاسکتے ہیں، اس سے سر زد ہو جا سکتے ہیں، مگر اس کفر کے ارتکاب کا کبھی دھیان بھی نہیں کر سکتا -

قرآن میں "لعنت" اور "غضب" کا لفـــظ کفار و منافقین کے لیے مخصوص ہے - "لعنت" کے معنی یہ ہیں کہ رحمت الہی سے مہجوری اور ہر طرح کی کامیابیوں اور فلاح سے محرومی - یہودی ملعون و مغضوب ہوے اور عزت و حکومت سے ہمیشہ کیلیے محروم ہوگئے - سورۂ احزاب میں "منافقین" پر لعنت وارد ہوئی : ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرہ - الخ - چنانچہ وہ سب نابود و مخذول ہوگئے - چونکہ ایمان و اسلام کے خصائص بالکل اس سے متضاد ہیں - وہ رحمت الہی کا مورد اور فلاح و مراد کا سر چشمہ ہے - اس لیے کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ جہاں ایمان ہو، وہاں لعنت الہی کا بھی ورود ہوسکے - احادیث میں جا بجا ایسے واقعات ملینگے کہ سخت سے سخت معاصی و فسوق کا جن لوگوں سے ارتکاب ہوگیا تھا، ان پر بھی "لعنت" کرنے سے آنحضرۃ نے روکا -

امام بخاری نے باب باندھا ہے "ما یکرہ من لعن شارب الخمر" یعنی جو مسلمان شراب پینے کی معصیت میں مبتلا ہو جاے، اسپر لعنت کی ممانعت - اسمیں عبد اللہ ملقب بہ "الحمار" کا واقعہ بروایت حضرۃ عمر لاے ہیں - یہ شخص بار بار شراب نوشی کے جرم میں ماخوذ ہوچکا تھا - سزائیں پاتا تھا، توبہ کرتا تھا، پھر مبتلا ہوجاتا تھا - ایک مرتبہ جب ماخوذ ہوا، تو بعض مسلمان بول اُٹھے "اللھم العنہ - ما اکثر ما یوتی بہ" اسپر خدا کی لعنت ہو - لیکن انحضرۃ نے نہایت سختی سے روکا "لا تلعنوہ

کے بعد مجبور ہوگئے کہ بلا واسطہ خلافت قسطنطنیہ سے اپنا رشتۂ انقیاد و عقیدت قائم کریں - تاہم سلاطین عثمانیہ کا اسلام کي مرکزي خلافت پر قابض ہونا ایک ایسي مسلم و معروف بات ہے جو ہمیشہ علماء ہند کے علم و اعتقاد میں رہي ہے - حضرۃ شاہ ولي اللہ کا سال وفات سنہ ۱۱۷۴ - ہجري ہے - اُنکا زمانہ احمد شاہ ابدالي کي آمد و رفت کا زمانہ تھا اور ہندوستان میں اسلامي حکومت ابھي قائم تھي - انھوں نے تفہیمات الاھیہ میں دو جگہ سلاطین روم کا ذکر کیا ہے - ایک جگہ لکھتے ہیں :

" از زمان سلطان سلیم خاں کہ در اوائل سنہ الف بود ' اکثر بلاد عرب و مصر و شام تحت تصرف سلاطین روم اند ' و خدمت حرمین الشریفین زاد ہما اللہ شرفا و کرامۃ ' و امارت موسم ' و ریاست حجاج ' و اہتمام معامل و قوافل بر ایشان استقرار یافت - و بہ ہمین جہت بر منابر عرب و شام خصوصا حرمین شریفین ہر یکے از ایشان بہ لقب امیر المومنین مذکور ست "

یمن میں اگرچہ آئمۂ زیدیہ سلاطین عثمانیہ کے رقیب و حریف تھے ' اور انھوں نے اندرون ملک میں کبھي اُنکي حکومت جمنے نہ دي - با ایں ہمہ گیارھویں سے تیرھویں صدي تک کے علماء یمن کي مصنفات کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے ' اُنسے پوشیدہ نہیں کہ اکثروں نے سلاطین عثمانیہ کي مرکزي حیثیت تسلیم کي ہے جسکے معني بجز خلافت اسلامیہ کے اور کچھہ نہیں ہوسکتے - علامۂ صالح مقبلي صاحب العلم الشامخ المتولد سنہ ۱۰۴۷ ھ ' علامۂ فلاني صاحب ایقاظ الھمم ' شیخ عبد الخالق زبیدي صاحب صفوۃ الاخبار و غیرہم اپني کتابوں میں جا بجا ترکي گورنروں کے جبر و ستم کي شکایتیں کرتے ہیں ' مگر ساتھہ ہي سلاطین عثمانیہ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کرتے ہیں جس سے اُنکي اسلامي خلافت و امامت کا مسلمہ ہونا ثابت ہوتا ہے - مثلاً سلطان کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ جو شخص آج روے زمین پر تمام مسلمانوں کا خلیفہ و امام کہلاے ' اسکے گورنر اس طرح رعایا کے ساتھہ سلوک کریں ؟ یہ موقعہ مزید اطناب و تفصیل کا نہیں - سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا زمانہ ہزار صدي کے بعد شروع ہوتا ہے - پس اگر اسکا ذکر ملسکتا ہے تو پچھلي دو تین صدیوں کي مصنفات میں - چونکہ ان عہدوں کي تصنیفات عام طور پر علماء ہند کے مطالعہ میں نہیں آئي ہیں ' اسلیے مسئلہ کے تاریخي شواہد سے عموماً لوگ بے خبر ہیں - تلاش کیا جاے تو ایک بڑا ذخیرہ تاریخي شواہد کا فراہم ہوسکتا ہے

اور عملي بهي - يعنے اعتقاديات و معنويات ميں بهي هے ' اور عمليات و ظواهر ميں بهي - فكر ميں بهي هے اور فعل ميں بهي - ايمان بالله و الرسل بهي اسلام هے اور نماز بهي اسلام هے - ٹهيک اسي طرح كفر اور نفاق كي بهي دو قسميں هيں - اعتقادي اور عملي - ايک كفر و نفاق اعتقاديات و افكار كا هے - ايک اعمال و افعال كا - شرک كفر اعتقـــادي هے ' اور ترک صلواة متعمداً كفر عملي - پس يه جو فرمايا كه " سباب المسلم فسوق و قتاله كفر "

اور فجزاره جهــــنم خالداً فيهــــا اور " لا ترجعوا بعدی كفارا " اور " فليس منا " تو ان ميں اور عموم احكام كفر و اسلام ميں كوئي تعارض نهيں - نه لفظ " كفر " كي يهاں كوئي تاويل كرني چاهيے ' اور نه نفي اسلام كو نفي كمال پر محمول كرنے كي ضرورت - شارع نے جس فعل كو كفر كها ' وه كفر كے سوا اور كچهه نهيں هوسكتا ' اور جب تــک دنيا باقي هے وه كفر هي هے اور كفر هي رهيگا - البته يه كفر بهي مثل ديگر اعمال كفريه كے عملي كفر هے ' نه كه كفر اعتقادي و مخرج عن الملة - اسكا كرنے والا ويسا هي فعل كفر كا مرتكب هوگا ' جيسا نماز چهوڑ دينے والا مسلمان جسكے كفر پر صحابهٔ كرام كو اتفاق تها " و كان اصحاب رسول الله صلعم لا يرون شيئاً من الاعمال تركه كفر غير الصلواة " (ترمذي) " من الاعمال " كي قيد اسي حقيقت كي طرف اشاره هے كه عمل كي باتوں ميں جو بات كفر هوسكتي هے ' وه بات ترک صلواة سمجهي جاتی تهی - ليكن بلاشبه يه وه كفر نهيں هے جو مخرج عن الملة هے - جبتک ايک شخص اعتقاد كے اُس دروازه سے پلٹ نه جاے ' جس دروازه سے اسلام ميں داخل هوا تها ' اُسوقت تک اُس معنی ميں كافر نهيں هوسكتا -

ان الله لا يغفر ان يشرک به و يغفر ما دون ذلك لمن يشاء اور حديث ابو سعيد خدري كه " اخرجوا من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من الايمان " (رواه البخاري)

[بقيه نوٹ صفحه ٧٥]

ماخوذ هے - جيسا كه امام احمد نے كتاب الايمان ميں عطاء بن أبي رباح وغيره كے طرق سے روايت كيا هے - اور امام ابو الحسن اشعري نے بهي مقالات طوائف اسلاميه ميں لكها هے كه يه قول متعدد صحابه سے منقول هے ' اور سلف ميں عام طور پر زبان زد تها - (كمانقل عنه شيخ الاسلام ابن تيميه في كتاب الايمان)

دیني کا پورا اعتقاد رکھتا تھا - جزائر سیلون ھندوستان ھي کا ایک بحري گوشہ ھیں - سنہ ۱۱۷۵ ھ (سنہ ۱۷٦۱ع) میں دکن کے ایک مشہور عالم سید قمر الدین اورنگ آبادي حج سے واپسي میں کولمبو پہنچے اور وھانکي سیر کي - میر غلام علي آزاد بلگرامي انکے معاصر ھیں - اپني کتاب سبحۃ المرجان میں انکي زباني نقل کرتے ھیں کہ ساحلي مقامات میں پرتگالیوں کي حکومت ھے - اندروني جزائر میں ھندو راجہ ھے - کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے ھیں - جمعہ کي نماز تین مرتبہ سید موصوف نے وھاں پڑھي - خطبہ میں امام نے بادشاہ ھند اور سلطان روم کیلیے دعا مانگي - " لکونہ خادما للحرمین الشریفین " یعني اسلیے کہ وہ خادم حرمین ھیں - (سبحۃ المرجان مطبوعہ بمبئي صفحہ ۲۳) یہ اب سے ڈیڑہ سو برس پیشتر کا واقعہ ھے - سیلون کے جزیروں میں اگر مسلمان ایک غیر مسلم حاکم کے ماتحت رھکر شاہ ھند کا ذکر کرتے تھے ' تو یہ کوئي غیر معمولي بات نہ تھي کہ ھندوستان بالکل انسے متصل تھا - لیکن قسطنطنیہ کے سلطان کیلیے دعا مانگنا جو بحر ھند سے اسقدر بعید فاصلہ پر واقع ھے ' کیا معني رکھتا ھے ؟ کیا اسکے سوا کوئي معني ھوسکتے ھیں کہ تمام عالم اسلامي میں وھي خلیفۃ المسلمین ھے ' اور اسلیے گو اور بھي بہت سي اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود ھوں ' مگر ھر گوشۂ عالم کے مسلمانوں کے دلي تعلق و اطاعت کا اصلي مرکز صرف وھي ھوسکتا ھے ؟

صاحب تحفۃ العالم چین کوچک کے ایک سیاح سے اپني ملاقات کا حال لکھتے ھیں جس نے عجیب عجیب جزیروں اور وھاں کے رسم و رواج کا مشاھدہ کیا تھا - " چین کوچک " سے مقصود بحر چین کے جزائر سماٹرا ' ملایا ' جاوا ' وغیرہ ھیں - سیاح مذکور کہتا ھے کہ اکثر جزائر میں مسلمان آباد ھیں - مسجدیں معمور - جمعہ کے خطبوں میں سلطان روم کیلیے دعا مانگتے ھیں اور وھاں کے حالات سے خوب باخبر ھیں - یہ واقعہ بھي بارھویں صدي کے اوائل کا ھے -

باقي رھا یہ خیال کہ ھندوستان کے مسلمانوں میں سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا اعتقاد حال کي پیداوار ھے ' تو یہ بھي صحیح نہیں - یہ ظاھر ھے کہ جب تک خود ھندوستان میں اسلامي حکومت قائم تھي ' کسي بیروني اسلامي حکومت سے مسلمانوں کو بلا واسطہ تعلق رکھنے کي کوئي ضرورت ھي پیش نہ آئي - البتہ سلطنت مغلیہ کے انقراض

یہ حدیث نہایت اهم هے‘ اور من جملہ قواعد و کلیات شریعت کے هے - اسي لیے امام بخاري نے کتاب الفتن میں ایک خاص عنوان باب قرار دیا ‘ اور امام مسلم کتاب الایمان میں لاے تا کہ حقیقت ایمان و کفر کي تحقیق میں اس سے مدد لیں‘ اور حافظ نواوي نے ایک مستقل عنوان قرار دیکر باب باندھا -

” لیس منـــا “ کے معنی هیں ” هم میں سے نہیں هے “ یعنی هم مسلمانوں میں سے نہیں هے - آنحضرۃ صلعم کے طرز تکلم و خطاب پر غور کرنے سے معلوم هوتا هے کہ ” لیس منا “ رعید کا ایک ایسا جملہ تھا جو اُن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے (۱) جہاں صریح و قطعي کفر کي جگہ کفر سے کوئي بہت هي قریب اور اسلامي زندگي سے بہت هي بعید حالت کا بتلانا مقصود هوتا تھا - عام معاصي و فسوق سے یہ حالت زیادہ سخت مگر کفر قطعي سے کم هوتي تھي - جن جن احادیث میں یہ لفظ آیا هے‘ اُن سب پر غور کیا جاے‘ اور ایمان و کفر کے عملي مراتب کي حقیقت بھي پیش نظر هو جو اوپر گزر چکی‘ تو یہ بات واضح هو جائیگي - پس کچھہ ضروري نہیں هے کہ ” لیس منا “ کے یہ معني کیے جائیں کہ ” لیس علی هدینا “ یا ظاهر منطوق کو چھوڑکر کوئي اور تاویل کي جاے - یا نفي کو نفي کمال پر محمول کیا جاے -

صاحب شریعت نے جن کاموں کیلیے جو احکام دیے اور جو الفاظ استعمال کیے‘ همیں حق نہیں هے کہ تاویل و توجیہہ کر کے اُنکے لغوي مفہوم کا اصلي زور و اثر گھٹانے کي کوشش کریں - ایسي کوششیں جن لوگوں نے کیں‘ اُنھوں نے مسلمانوں کو اسلام و ایمان کي عملي زندگي سے محروم کردیا -

---

(۱) احادیث میں بعض اعمال کي نسبت ” لیس منا “ آیا هے اور بعض کي نسبت ” لیس مني “ - جیسے ” النکاح من سنتي فمن رغب عنها فلیس مني “ دونوں میں فرق هے - ” لیس منا “ میں جمع کا صیغہ هے جس سے مقصود امت هے - اور ” لیس مني “ میں اپنی ذات خاص کا ذکر هے‘ جس سے مقصود ترک سنت هے - پس جن احادیث میں ” لیس منا “ کی رعیـــد آئی هے‘ اُنسے مقصود وهی هوگا جو متن میں لکھا هے‘ اور جن میں ” لیس منی “ هے ان سے مقصود صرف ترک اتباع سنت و اسوۂ نبوت هوگا -

میں انحراف اور تفرقۂ و انتشار ہوا ' وہاں یہ بات بھي جاتي رہي - خلفاء راشدین کے بعد صرف بنو امیہ کے ابتدائي عہد تک یہ وحدۃ نظر آتي ہے - اسکے بعد کوئي زمانہ ایسا نہ آیا جب تمام عالم اسلامي کي حکومت کسي ایک طاقت میں جمع رہي ہو - مختلف گوشوں میں مختلف دعویدار اٹھے ' اور جسکا قدم جہاں جم گیا ' خود مختارانہ فرمانروائي کرنے لگا - یہي وجہ ہے کہ مورخین نے بنو امیۂ مروانیہ کے عہد کو تاریخ اسلام کا بہترین زمانہ قرار دیا ہے جب کرۂ ارضي کے تمام اسلامي خطے پر صرف ایک ہي خلیفہ کي حکومت قائم تھي - علی الخصوص عبد الملک بن مروان کا زمانہ کہ تمام مشرق و مغرب و افریقہ کے منبروں پر بجز ایک حکمراں کے اور کسي کا ذکر نہ تھا - اسي لیے حافظ ذہبي نے کہا - بنو امیہ نے خلافت راشدہ کي برکتیں نہ پائیں لیکن بنو عباس کو بنو امیہ کي بھي برکات نہ ملیں - خلفاء عباسیہ کے زمانے میں تفریق کلمۂ و حکومت کا معاملہ آخري حد تک پہنچ گیا - تمام اسلامي دنیا مختلف حکمرانوں میں بٹ گئي -

با ایں همه ایک خاص مرکزي اقتدار ہر زمانے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور مورخ کي بصیرۃ محسوس کرلیتي ہے کہ اس تفرقۂ و انتشار کي عام سطح میں ایک مرکزي قوت ابھري ہوئي ہے - اسلامي حکومتیں ہر گوشۂ عالم میں قائم ہوگئي تھیں ' مگر همیشه ایک خاص مقام ایسا ضرور رہا ' جہاں کي حکمراني دنیا کي تمام اسلامي حکمرانیوں میں ایک مرکزي اقتدار کي حیثیت رکھتي تھي - دوسرے مقامات کے فرمانروا اپنے دائرۂ حکومت سے باہر کوئي اثر نہیں رکھتے تھے ' لیکن وہاں کا حکمراں باہر کے مسلمانوں کیلیے بھي ایک خاص کشش و دعوۃ اپنے اندر رکھتا تھا - یہ بلاد شام و عراق اور عرب و حجاز کي حکومت تھي - عرب اسلام کا اصلي سرچشمہ و مبدء ہے - حجاز اسلامي قومیت کا دائمي مرکز اور اسلام کے رکن حج کا کارگاہ - شریعت نے عرب ہي کو یہ شرعي خصوصیت دي ہے کہ همیشه غیر مسلم اقوام کے اثر سے محفوظ رکھا جاے - شریعت کے اس حکم کي تعمیل بغیر حکومت کے ممکن نہیں - جو حکومت اسپر قابض ہوگي ' وہي اس شرعي حکم کي تعمیل و نفاذ کي ذمہ دار ' اور اقامۃ حج کي بھي کفیل ہوگي - پس قدرتي طور پر یہ بات ہوئي کہ یہاں کي حکومت کو تمام اسلامي حکومتوں میں ایک مرکزي اقتدار اور

(و في لفظ لا تلعنه) فو الله ما علمت انه يحب الله و رسوله " (و في رواية - فانه يحب الله و رسوله) اسپر لعنت نه بهیجو - یه الله اور اسکے رسول کو دوست رکهتا هے ! حافظ عسقلاني نے حافظ ابن عبد البر کا قول نقل کیا هے " انه اتى به اکثر من خمسين مرة " فتامل !

اسي طرح حضرة ابو هريرة کي روايت مندرجهٔ کتاب الديات بخاري که ایک شخص اسي جرم میں ماخوذ هوا اور اسکو پیٹنے کا حکم دیا گیا - کسي نے کہا " اخزاک الله " خدا تجھے رسوا کرے - فرمایا " لا تقولوا هكذا - لا تعينوا عليه الشيطان " اور سنن ابوداؤد میں ابن وهب کے طریق سے هے " و لکن قولوا اللهم اغفر له - اللهم ارحمه " بد دعا نه دو - بلکه یوں کهو - خدایا اسپر رحم کر - خدایا اُسے بخشدے ! قلت و ما املح في هذ المقام قول الشاعر العـــارف :

فداے شیوهٔ رحمت ، که در لباس بهار
بعذر خواهي رندان بادہ نوش آمد !

لیکن صرف قتل مسلم هي ایک ایسي معصیت هے جسکے لیے قران نے " لعنت " اور " غضب " کے الفاظ استعمال کیے ، اور احادیث میں بهي جا بجا لعنت و ملعون کا لفظ وارد هوا - صرف اسي ایک بات سے فیصله کرلو - خواہ یه فعل کفر قطعي و مخرج عن الملة هو یا نهو ، لیکن الله کي شریعت کے نزدیک اُسکا ارتکاب کس درجه مبغوض و ملعـــون هے ؟ اور جو مسلمان اسکا ارتکاب کرتا هے ، وہ الله کے حضور کس طرح اپنے اسلام و ایمان کي ساري رحمتیں اور برکتیں کهو دیتا هے ؟

ثالثاً ، اس باب میں فیصله کن حدیث وہ هے جسکو هم نے به اتباع تبویب بخاري ، اس فصل کا عنوان قرار دیا هے - اور جسکو امام موصوف اور امام مسلم نے مختلف طریقوں سے روایت کیا هے - یعنی " من حمل علينا السلاح فليس منا " (رواہ ابن عمر ، و سلمه ، و ابو موسى الاشعري - و في رواية سلمه " من سل علينا السيف ") جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلے میں هتیار اُٹهایا - یعنی حمله کیا یا لڑائي کي ، وہ مسلمانوں میں سے نهیں هے - " و معني الحديث حمل السلاح علي المسلمين لقتالهم به بغير حق " (فتح ۱۳ : ۲۰)

خود یورروپین حکومتیں علی الخصوص برٹش گورنمنٹ سلطان عثمانی کی اس دینی حیثیت کا همیشه اقرار کرتی آئی هے اور جب کبھی ضرورت هوئی هے ' قسطنطنیه کی طاقت سے به حیثیت خلیفۂ اسلام کام لیا گیا هے - غدر سنه ۵۷ کے موقعه پر سلطان عبد المجید سے جو فرمان مسلمانان هند کے نام حاصل کیا گیا تھا اور جسمیں انکو انگریزی حکومت کے ساتھه بہتر سلوک کرنے کی هدایت کی تھی ' اُسکی بنا یہی تھی که سلطان قسطنطنیه کو به حیثیت خلیفۂ اسلام مسلمانان هند کی ارشاد و هدایت کا حق حاصل هے - کوئین وکٹوریا کے عہد میں بارها حج اور حاجیوں کی مشکلات کا سوال گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اُٹھایا گیا ' اور پھر امپریل گورنمنٹ نے باب عالی کو اس احتجاج کے ساتھه توجه دلائی که به حیثیت خلیفۂ اسلام هونے کے حجاج کی تکالیف دور کرنا اُنکا مذهبی فرض هے - فرانس اور روس کی جانب سے بھی سلطان عبد الحمید خاں کے زمانے میں متعدد مرتبه ایسے اظہارات و اعترافات هوچکے هیں -

(قرون متوسطۂ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی)

هم نے جا بجا " اسلام کی مرکزی حکمرانی " اور " خلافت عظمیٰ " کا لفظ استعمال کیا هے - تشریح اس اجمال کی یه هے که اسلام کے تمام احکام کا محور و اساس مسئلۂ " توحید " هے - " توحید " کے معنی یه هیں که ایک هونا - صرف الله کی ذات و صفات هی میں یه حقیقت محدود نہیں هے جیسا که بد قسمتی سے لوگوں نے سمجھه رکھا هے - بلکه عقائد و اعمال کی هر شاخ اور هر شکل میں اسلام کا اصل الاصول توحید هی هے - وہ مسلمانوں کی تمام اُن باتوں میں جو فرد و اجتماع سے تعلق رکھتی هیں ' ایک کامل توحیدی حالت پیدا کردینی چاهتا هے - خدا کی ذات کی طرح اُسکی خلقت اور قوانین خلقت میں بھی هر چیز پر اور هر جگه یگانگی و یک عملی اور وحدت و واحدیة کار فرما هے - ما تریٰ فی خلق الرحمن من تفاوت - فارجع البصر هل تریٰ من فطور ؟ (ملک - قال ابن عباس " تفاوت " ای الاختلاف اخرجه البخاری) پس اس بنا پر اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی ساری باتیں ایک قرار دی تھیں - اُنکی شریعت ' اُنکا قانون ' اُنکی کتاب ' اُنکا نام ' اُنکی زبان ' اُنکی قومیت ' اُنکا قبله ' اُنکا کعبه ' اُنکا مرکز اجتماع ' اُنکا مرکز ارض ' اُسی طرح اُنکی حکومت بھی ایک هی قرار دی تھی - یعنی تمام روے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک هی فرمانرواء و خلیفه هو - لیکن جہاں ساری باتوں

" لیس منا " کے صاف معنی یہ هیں کہ " وہ هم میں سے نہیں "
یعنی مسلمانوں میں سے نہیں - اس سے ثابت هوا کہ مسلمانوں کی کسی جماعت پر بطور جنگ و قتال کے هتیار اُتهانا ایک ایسا فعل هے جسکے کرنے کے بعد انسان مسلمانوں میں شمار هونے کے قابل نہیں رهتا -

فصل

(اقسام ثلاثۂ قتل مسلم و حمل سلاح)

البتہ واضح رهے کہ قتل مسلم و حمل سلاح کی متعدد صورتیں هیں ' اور هر صورت کا حکم شرعی دوسرے سے مختلف هے :

(۱) ایک صورت یہ هے کہ مسلمان مسلمان کو قتل کرے ' لیکن اس فعل کو جائز نہ سمجھے - اُسکی حرمت کا معترف هو ' اور اس کے ارتکاب پر شرمندۂ و متاسف ' تو اسکا حکم وهی هے جو گذشتہ فصل میں گزر چکا - یعنی وہ عملی کفر هے ' مگر اُسکا کرنے والا ملت سے خارج نہیں هو جائیگا - دنیا میں اسلام کے قومی احکام و معاملات اُس پر جاری هونگے - عاقبت کا معاملہ اللہ کے هاتھہ میں هے -

باقی رهی یہ بات کہ قاتل مسلم کی توبہ قبول هوسکتی هے یا نہیں ؟ تو اس بارے میں خود صحابۂ و سلف سے اختلاف منقول هے - ایک جماعت اس طرف گئی کہ سورۂ فرقان میں هے : و الذین لا یدعون مع اللہ الها آخر و لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق الخ - پھر فرمایا : الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیئاتهم حسنات پس اس سے معلوم هوا کہ تمام معاصی کی طرح قتل نفس کے مرتکب کی توبہ بهی مقبول هوسکتی هے - لیکن حضرة عبد اللہ ابن عباس سے بخاری و مسلم و غیرهما میں مروی هے کہ جو مسلمان مسلمان کو قتل کرے ' اسکی توبہ مقبول نہیں - وہ فجزاوہ جهنم خالداً فیها الخ کے یہی معنی کرتے هیں کہ " لا توبة لہ " اور صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سعید بن جبیر سے مروی هے کہ ابن عباس سے " الا من تاب " الخ کی نسبت پوچها گیا تو کہا " هذہ مکیة - نسختها آیة مدنیة التي فی النساء "

کے حملوں سے اسلامي ممالک اور مسلمانوں کي حفاظت کرسکے - اسلام و ملت کے دشمنوں کا استیصال و انسداد ہو - کلمۂ حق دنیا میں بلند اور دور دور تک جاري و نافذ ہو جاے - کلمۂ کفر و فساد کو خسران و ناکامي نصیب ہو - یہي مقصد پہلا مقصد ہے - باقي سب فروع و توابع ہیں -

یہي وجہ ہے کہ تمام کتب عقائد و اصول میں خلافت کي تعریف کرتے ہوے " اقامة الدین باقامة ارکان الاسلام ' والقیام بالجہاد ' و حفظ حدود الاسلام ' و ما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتله " کے جملے سب سے پہلے ملتے ہیں - یعني وہ مسلمانوں کي ایسي حکومت ہے جو ارکان اسلام کو قائم رکھے ' جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے ' اسلامي ملکوں کو دشمنوں کے حملوں سے بچاے ' اور ان کاموں کیلیے فوجي قوت کي ترتیب اور لڑائي کا سامان وغیرہ جو کچھہ مطلوب ہو' اُسکا انتظام کرے - مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمراں ہوسکتا ہے جو اسلام و ملت کیلیے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دیسکے - ساري باتیں ان دو لفظوں میں آگئیں -

اب فیصلہ کرلو کہ گذشتہ چار صدیوں کے اندر کس حکومت اور کس قوم نے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دي ہے ؟ اسلام کا جب ظہور ہوا ' تو دشمنوں کي پہلي جماعت قریش مکہ کي جماعت تھي - اُنکے مٹ جانے کے بعد اس پوري تیرہ صدیوں میں صرف عیسائي قومیں ہي مسلمانوں کي دائمي حریف رہي ہیں - دوسري غیر مسلم قوموں میں سے کوئي قوم ایسي نہ تھي جس میں اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا داعیہ ہو - ایران کي مجوسي قوت کا ابتدا ہي میں خاتمہ ہوگیا - یہودیوں کي کوئي پولیٹکل قوت نہ تھي - ہندوستان کے ہندؤں اور بدھہ مذہب کے پیروؤں نے ہندوستان سے نکلکر کبھي مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا اور نہ انمیں کوئي داعیانہ قوت تھي - چین کے تاتاري اُٹھے اور بلا شبہہ سب سے بڑي ہلاکت کا باعث ہوے لیکن بالآخر خود اسلام کے محکوم ہوگئے - یعنے ایک صدي کے اندر ہي اندر مسلمان ہوگئے -

پس تمام روے زمین پر بجز مسیحي اقوام کے اور کوئي حملہ آور حریف اسلام کا نہ تھا - نہ ہے - مشرقي عیسائیوں کي قوت ابتدا ہي میں شکست ہوگئي تھي - صرف یورپ کي حکومتیں اور قومیں تھیں جنکو خواہ مسیحیت کے نام سے موسوم کرو خواہ یورپ کے نام سے - یہي آخري چار صدیاں ہیں جن میں بتدریج یورپ کي طاقت ترقي کرتي گئي ' اور

یہ جو آج تمام عالم اسلامی میں تقریباً دو تہائی مسلمان عملاً یکقلم مرجی و جہمی زندگی بسر کر رہے ہیں اگرچہ اعتقاداً اہل سنت ہونے کا دعوا کرتے ہوں ' اور اسلام کی تعریف میں " عمل بالارکان " کا لفظ صرف درسی کتب عقائد کے صفحات پر رہگیا ہے ' عمل میں اسکا کوئی وجود نظر نہیں آتا ' تو اسکے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہی بدعت تاویل ہے - اسی بدعت کی وجہ سے اعمال کی اہمیت و مطلوبیت بالکل جاتی رہی اور ادعاء اسلام کا سارا دارومدار صرف چند جزئیات عقائد کے تحفظ و نزاع پر رہگیا - یہ کیا بات ہے کہ ایک شخص کتنا ہی فاسق و فاجر ہو ' لیکن اگر چند نزاعی عقائد میں ہمارا ہم داستان ہوتا ہے تو ہم اسکو دنیا کی سب سے بہتر مخلوق یقین کرتے ہیں ؟ اور ایک شخص کتنا ہی صاحب عمل و صلاح ہو ' لیکن اگر چند اختلافی جزئیات عقائد میں ہم سے متفق نہیں ' تو پھر اس سے زیادہ شر البریہ ہماری نظروں میں اور کوئی نہیں ہوتا ؟ وہی عملی مرجیۃ و جہمیۃ اگرچہ زبان سے ادعاء اتباع سنت و سلف !

یہی وجہ ہے کہ آئمۂ سلف نے ہمیشہ ایسی تاویلوں سے انکار کیا ' اور ان تمام راہوں سے بچتے رہے جو رائے اور تعمق کی بدعتوں تک لیجانے والی تھیں - اسی حدیث کی نسبت امام نواوی اور حافظ عسقلانی وغیرہما لکھتے ہیں " و کان سفیان بن عیینہ یکرہ قول من یفسرہ بلیس منا بلیس علی ہدینا ' و یقول بئس ہذا القول - یعنی بل یمسک عن تاویلہ " (شرح مسلم مطبوعہ احمدی : ۶۹ - و فتح الباری ۱۳ : ۲۰) یعنی سفیان بن عیینہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ " لیس منا " کی تفسیر یوں کی جاے کہ " لیس علی ہدینا " اور اس تفسیر کی نسبت کہا کرتے کہ کیا ہی برا قول ہے - مقصود انکا یہ تھا کہ ان نصوص کی تاویل نہ کرنی چاہیے -

اسی طرح شیخ عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں امام سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے " و من الادب اجراء الاحادیث التی خرجت مخرج الزجر و التنفیر علی ظاہرہا من غیر تاویل ' فانہا اذا اولت ' خرجت من مراد الشارع ' کحدیث : من غشنا فلیس منا - و لیس منا من لطم الخدود و شق الجیوب و دعی بدعوۃ الجاہلیہ : فان العالم اذا اولہا بان المراد لیس منا فی تلک الخصلۃ فقط ' ای و ہو منا فی غیرہا ' ہان علی الفاسق الوقوع فیہا ' و قال مثل المخالفۃ فی خصلۃ واحدۃ امر سہل "

تمام مسلمانان عالم کے قلوب کیلیے ایک انجذابي اثر حاصل هو جاے - اسلام کے ازمنۂ متوسطۂ و اخیرہ میں یہي مرکزي اقتدار خلافت عظمی کا قائم مقام تھا - خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھي ان مقامات کي حکومت خلفاء مصر هي کے قبضہ میں رهي - " مرکزي حکومت " سے مقصود یہي مرکزي اقتدار هے - خلفاء مصر کے بعد جب سلاطین عثمانیہ تمام بلاد عرب و حجاز اور مصر و شام پر قابض هوگئے تو باوجود متعدد اسلامي حکومتوں کي موجودگي کے ' اسلامي خلافت عظمی کا مرکزي اقتدار بلا نزاع أنهي کو حاصل هوگیا - یہي وجہ هے کہ هزار صدي کے بعد سے تیرهویں صدي کے اوائل تک اگرچہ بڑني بڑي اسلامي حکومتیں دنیا میں قائم رهیں ' لیکن خلافت عظمی کے اعتقاد کے ساتهہ جب کبهي کسي مسلمان کي نظر اُٹھتي تو وہ صرف قسطنطنیہ هي کي طرف دیکھہ سکتا تھا -

(ترکان عثمانیہ اور عالم اسلامي)

اب هم چاهتے هیں کہ اس پوري تاریخ سے قطع نظر کرلیں - صرف اس اعتبار سے مسئلہ پر ایک آخري نظر ڈالیں کہ احکام شرعیہ کي بنا پر سلاطین عثمانیہ کے اعمال خلافت کا کیا حال رها هے ؟ بحث کا یہ سب سے زیادہ قطعي اور سب سے زیادہ سہل فیصلہ هوگا - اسلام نے خلیفہ کے نصب و تقرر کے خاص مقاصد قرار دیے هیں - پچھلي پانچ صدیوں کے اندر متعدد اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود تھیں اور بعض ابتک موجود هیں - قوم و جماعت کے اعتبار سے متعدد مسلمان قوموں میں حکومت رهي اور بعض حکمراں قومیں اب بھي باقی هیں - گو اُنکي حکومت محض براے نام هو - سوال یہ هے کہ ان تمام حکمراں قوموں میں کونسی حکومت اور قوم ایسي هے جس نے شریعت کے ٹھہراے هوے مقاصد خلافت انجام دیے ؟ اور جو غرض شرعي خلیفہ کے قیام اور بحکم الذین ان مکناهم فی الارض الخ تمکین فی الارض سے هے ' وہ اُنکے هاتھوں پوري هوئي ؟ جس حکومت اور جس حکمراں قوم نے ایسا کیا هو' صرف وهي حکومت اور قوم تمام مسلمانان عالم کي خلافت و امامت کا دعوا کرسکتي هے -

اس اهم سوال کا فیصلہ چند سطروں میں هو جا سکتا هے - " خلافت اسلامیہ " کا مقصد شرعي پچھلي صحبتوں میں صاف هوچکا هے - سب سے پہلا مقصد اس کا یہ هے کہ ایک ایسي طاقتور حکومت قائم هو جو دشمنوں

سوا کچھہ نہیں ہو سکتا - اور منطوق مفہوم پر مقدم ھے جب تک اسکے خلاف کوئي سبب قوي موجود نہ ہو - کما تقرر في الاصول -

ثانیاً ' یہ کہنا کہ سورۂ فرقان کي آیت نے اسکو منسوخ کردیا ' صحیح نہیں ہو سکتا - کیونکہ آیۂ فرقان مکي ھے اور ایۂ نساء مدني - خود ترجمان القرآن اور حبـــر الامۃ یعنی ابن عباس شہادت دے رہے ہیں کہ " نزلت في آخر ما نزل وما نسخها شئ " اور معلوم ھے کہ ناسخ کیلیے تقدم زماني ہونا ضروري ھے -

ثالثـــاً ' دونوں آیتوں میں حکم مشترک نہیں ھے کہ متـــاخرین کا مصطلحـــہ نسخ مانا جاسکے - دونوں کا مـــورد الگ الگ ھے - پس اگر نســـخ ہو سکتا ھے تو سلف کي اصطـــلاح میں ہو سکتا ھے جیسا کہ ابن عباس نے کہا - یعني عام و خاص کا نسخ - سورۂ فرقان کی آیت میں ذکر کفار کا ھے - اور حکم بھی جو دیا گیا ھے وہ انھي کفار کی نسبت ھے جو کفر سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں - اور چونکہ " الایمان یھدم ما قبلہ " ھے - یعني اسلام تمام پچھلي برائیوں کو نابود کردیتا ھے' اسلیے جب شرک سے توبہ ہوسکتی ھے تو قتل نفس سے کیوں نہو ؟ قریش میں جو لوگ فتح مکہ کے بعد ایمان لاے ' اُن میں کون تھا جس نے خود مسلمـــانوں سے قتال نہیں کیا تھا ؟ یہي وجہ ھے کہ " الا من تاب " کے بعد " و امن " کا لفظ بھی موجود ھے - یعنے " توبہ کي اور ایمان لایا " جس سے واضح ہوگیا کہ یہ توبہ اسلام لانے والے کافر کی توبہ ھے' نہ کہ ایک مومن کی توبۂ معصیت بعد از اسلام - سورۂ فرقان کا آخري رکـــوع " و عبـــاد الرحمن " سے پڑھو تو تمام آیات کا ٹھیک ٹھیک محل و مورد واضح ہوجایگا - وہاں ذکر خدا کے نیک بندوں کے اسلامی و ایماني اوصاف کا ھے - انھي میں اِن اوصاف کو بھي داخل کیا ھے کہ " نہ تو شرک کرتے ہیں ' نہ کسي نفس کو قتل کرتے ہیں ' نہ زنا کا اُنسے ارتکاب ہوتا ھے " - پھر بتلایا ھے کہ مسلمان جن برائیوں سے بچتے ہیں ' یہ وہ برائیاں ہیں جنکا نتیجہ عـــذاب جھنـــم ھے - اسکے بعد فرمایا " الا من تاب و امن " ہاں ' لیکن جو لوگ مسلمان ہو جائیں ' تو انہوں نے کفر کي حالت میں اسطرح کے جسقدر افعال کیے ہوں ' اُنکا مواخـــذہ نہ ہوگا - اسلام اُنکي برائیوں سے آلودہ زندگي کو نیکیوں اور خوبیوں سے بھر دیگا -

پس اس آیت میں توبۂ کفر کي قبـــولیت کا ویسا ھي ایک حکم ھے جیسا صدھا مقامات میں وارد ھے - اس کو مسلمان قاتل مسلم اور مرتکب

دي هو - اور جو فرض تمام مسلمانان عالم کے ذمے عائد هوتا تھا ' اُسکو سب کي طرف سے تن تنہا پورا کرتے رهے هوں ؟

حقیقت یه هے که ترکوں کا یه وہ عظیم الشان کارنامه هے جسکي نظیر قرون اولی کے بعد مسلمانوں کي کسي حکمراں قوم کي تاریخ پیش نہیں کرسکتي - صرف صلاح الدین ایوبي کي دعوة اس سے مستثنی هے جس نے تمام یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد کو شکست دي - تاهم وہ بھي ایک محدود زمانے کا جہاد تھا - مسلسل تین چار صدیوں تک صرف ترکوں هي کي اسلامي مدافعت قائم رهي هے - ان پوري چار صدیوں میں تمام روے زمین کے مسلمان اس اولین قومي فرض سے غافل رهے - کسي قوم نے ایک زخم بھي اس مقدس راہ میں نہیں کھایا - کسي پادشاہ نے ایک قدم بھي اسکے لیے نہیں اُٹھایا - صرف تن تنہا ترک هي دنیا بھر کے مسلمانوں کي جانب سے یه پورا کام انجام دیتے رهے - انہوں نے تمام مسلمانان عالم کو عیش و راحت کے بستروں پر چھوڑ دیا - خود اپنے لیے خاک و خون کي دائمي زندگي پسند کي - اگر اِن قرون اخیرہ میں که مسلمانوں کا تنزل و ادبار آخري درجه تک پہنچ چکا تھا ' اور علی الخصوص فرض دفاع و جہاد کو که سنام دین ' و عماد ملت ' و اساس شرع هے ' تمام روے زمین کے مسلمان چھوڑ بیٹھے تے ' ترکوں کي جانفروش و سرباز جماعت تن تنہا نه سنبھال لیتي ' تو نہیں معلوم آج جغرافیۂ عالم میں مسلمانوں کي آبادیوں کا کیا حال هوتا ؟ اور جو مصیبت اسوقت درپیش هے ' وہ کب کي آچکي اور مسلمانوں پر سے گزر چکي هوتي ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ترکوں کا یه وہ احسان عظیم هے که اگر اسکے معاوضه میں مسلمانان عالم اپنا سب کچھه اُن پر سے قربان کردیں ' جب بھي اُنکے بار احسان سے سبکدوش نہیں هوسکتے - اگر گذشته صدیوں میں مسلمانوں نے پادشاهتیں کي هیں تو صرف اُنهي کي بدولت ' اور اگر آج اپني پاد شاهتیں کھو کر بھي کچھه نه کچھه عزت کي پونجي اپنے ساتھه رکھتے هیں تو صرف اُنهي کي بدولت - مسلمان خواہ دنیا کے کسي حصه میں بستا هو ' چین میں یا افریقه کے بعید گوشوں میں ' لیکن صدیوں سے اُسکي قومي زندگي ' قومي عزت ' قومي عیش و آرام ' اور وہ سب کچھه جو ایک قوم کیلیے هے اور هوسکتا هے ' صرف ترکوں هي کے طفیل هے اور اُنهي کا بخشا هوا - یہي

یعنی اس آیت کو سورۂ نساء کي آیت " من یقتل مومناً " نے منسوخ کردیا - پس قبولیت توبہ پر اس سے استدلال نہیں ہوسکتا - مسلم کي روایت زیادہ مفصل ہے: " لمــا أنزلت التي فی الفرقان قال مشرکوا مکہ قد قتلنا النفس ودعونا مع الله الهـــا آخر و اتینا الفواحش - فنزلت الا من تاب و امن الخ - قال فهذه لاولائک ' و أما التي فی النساء ' فهو الذي قد عرف الاسلام ثم قتل مؤمنا متعمداً ' فجزاؤہ جهنم لا توبة له " یعنی جب سورۂ فرقان کي آیت و الذین لا یدعون مع الله الها آخر و لا یقتلون النـفس اتري تو مشرکین مکہ نے کہا - ہم تو یہ سب کام کرچکے ہیں - اب مسلمان ہوے بھي تو نجات کب ملیگي ؟ اسپر یہ آیت اتري کہ " الا من تاب و امن " یعنی ہاں - لیکن جس شخص نے توبہ کي ' ایمان لایا ' اچھے کام کیے' تو الله اسکي برائیوں کو محو کردیگا - لیکن " من یقتل مومناً " والي آیت مشرکین کیلیے نہیں ہے - مسلمانوں کیلیے اتري ہے - یعنی جوشخص مسلمان ہونے کے بعد مسلمان کو قتل کرے ' تو اسکي سزا جهنم ہے اور اسکے لیے توبہ نہیں - انتهی

اور امام احمد و طبراني نے سالم بن أبي الجعد سے بطریق یحیي الجابر' اور نسائي و ابن ماجہ نے بطریق عمار ذہبي روایت کی ہے - ایک شخص نے ابن عباس سے اس بارے میں سوال کیا تو جواب دیا " لقد نزلت في آخر ما نزل و ما نسخها شي حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم و ما نزل وحي بعد رسول الله " اسپر سائل نے کہا " أفرأیت ان تاب و امن و عمل عملاً صالحاً ثم اهتدی" ؟ کہا " و أني له التوبة و الهدی"؟ یہ لفظ یحیي الجابر کا ہے - نسائي و ابن ماجہ کے الفاظ بھي قریب قریب ایسے ہي ہیں - حاصل ان تمام روایات کا یہ ہوا کہ ابن عباس سورۂ فرقان کي آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں ' اور اس بارے میں آخر تنزیل سورۂ نساء کي آیت " فجزاوہ جهنم خالداً فیها " ہے - اور اسلیے وہ کہتے ہیں کہ مسلمان قاتل مسلم کیلیے توبہ نہیں -

اسمیں شک نہیں کہ حضرۃ ابن عباس کا مذہب کئي پہلوؤں سے قوي نظر آتا ہے:

اول تو اس بنا پر کہ سورۂ نساء کي آیت کا منـــطوق عدم قبولیت کیلیے ظاہر و نص ہے - خالداً فیها و غضب الله علیه و لعنته کا مطلب اسکے

اُسکي ترقي کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اسلام کي پولیٹکل طاقت کو روز افزوں تنزل ھوا - اب فیصلہ کرلو کہ تمام کرۂ ارضي کے مسلمانوں میں سے کونسي قوم اور کونسي حکومت ھے جس نے اِن چار صدیوں کے اندر یورپ کا مقابلہ کیا ھے ' اور دفاع و جہاد جاري رکھکر اسلام اور مسلمانوں کي حفاظت کي ھے ؟ سولھویں صدي عیسوي ھي میں یورپ کي اُن تمام طاقتوں نے جو مشرقي ممالک کے دروازوں سے قریب تھیں ' بتدریج قدم بڑھانا شروع کردیا تھا - اگر کوئي طاقتور اور مقاوم روک موجود نہ ھوتي تو ابسے دو صدي پیشتر ھي تمام وسط ایشیا ' شام ' عرب ' اور اسلامي افریقہ یورپ کے استیلاء سے پامال ھوچکا ھوتا -

پھر وہ کونسي نا قابل تسخیر فوجي قوت تھي جس نے پہلے تو اپنے پے درپے حملوں سے تمام یورپ کو اس طرح پامال کردیا کہ پوري دو صدیوں تک سنبھلنے اور قدم اُٹھانے کي مہلت ھي نہ ملي ' اور پھر تمام ایشیا و بلاد اسلامي کے عین دروازہ پر مغربي مدافعت کي ایک آھني دیوار قائم کردي' اور اسطرح حکم جہاد کے فرض ھجوم اور فرض دفاع ' دونوں کو تن تنہا انجام دیا ؟

کیا ھندوستان کي سلطنت مغلیہ نے جس نے اپني پوري تاریخ میں ایک بار بھي ھندوستان سے باھر قدم نہ نکالا ؟ اور جسکي تلوار پانچ صدیوں کے اندر ایک مرتبہ بھي کسي حریف ملت کے خون سے رنگین نہ ھوئي ؟ عین اکبر اعظم کے زمانے میں ھندوستان کے حاجیوں کو پرتگالیوں اور ڈچوں کے جرگے ساحل ھند کے سامنے لوٹ رھے تھے اور وہ اُنکے انسداد سے عاجز تھا !

کیا ایران کے سلاطین نے ' جنکے عقبي حملوں نے ھمیشہ سلاطین عثمانیہ کو مجبور کیا کہ یورپ کا فتح مندانہ اقدام ترک کرکے ایشیاء کي طرف متوجہ ھوجائیں اور جسکي وجہ سے یکایک یورپ کو ترکي تلواروں سے مہلت ملگئي اور تمام وسط یورپ فتح ھوتے ھوتے رھگیا ؟

کیا یمن کے خود مختار قبائل اور عرب ائمہ نے ' جنکو اسلام کے اس سب سے بڑے حریف کا شاید حال بھي معلوم نہ تھا ؟

ھر انسان جو دو اور دو کو صرف چار ھي کہنا چاھتا ھو ' اسکا اقرار کریگا کہ بجز سلاطین عثمانیہ اور ترکوں کے مسلمانوں کي کوئي حکومت اور قوم نہیں ھے جس نے قرون اخیرہ میں حفظ اسلام و ملت کي یہ خدمت انجام

رابعـا ' احادیث سے بھي اس مذھب کي تائید ھوتي ھے - مثلاً امام احمد و نسائي کی روایت معاریه بطریق ادریس خولاني مرفوعاً "کل ذنب عسی الله أن یغفره الا الرجل یموت کافراً ' او الرجل یقتل مؤمنا متعمداً " یعنی تمام گناه الله بخشدیسکتا ھے لیکن وہ شخص جو حالت کفر میں مرے ' یا وہ جس نے جان بوجھکر مومن کو قتل کرڈالا -

باقی رھیں وہ احادیث جن میں وسعت رحمت ' و عموم عفوو بخشش' و عدم جواز یاس و قنوط وغیرہ کا ذکر ھے ' تو اِس مــذھب کي بنا پر کہا جا سکتا ھے که وہ بھي مثل تمام عمومات قران کے ھیں' جنکي تخصیص آیۂ نساء اور اسکی مویدات في السنة نے کردي - دونوں میں کوئي تعــارض نہیں - قبل از اسلام معاصي کي بخشش تو مسلم ھي ھے- بحث بعد از اسلام ارتکاب قتل میں ھے - اسی طرح اگر حدیث اسرائیلي " الذي قتل تسعة و تسعین نفساً ثم اتی تمام المــائه ثم تاب " پیش کي جاے ' تو جواب یه ھوگا که اس کا محل بھی توبۂ اسلام ھے - نه که توبۂ مسلم' اوروہ بھي مثل عمومات بشارات رحمت و بخشش کے ھے - مخصصات پر اسکا کوئي اثر نہیں پڑتا -

غرضکــه اس مذھب کي قوت میں کوئي شبه نہیں ' لیکن عام طور پر علماء نے دوسرے مذھب کو اختیار کیا - یعني قبولیت توبه کو - اور خوارج و معتزله کے غلو کي وجه سے اھل سنت کا رجحان اسي کی طرف بڑھتا گیا - وہ کہتے ھیں که ایسے شخص کا معامله بڑا ھی سخت ھے لیکن توبه قبول ھو سکتی ھے - الله کے ھاتھه میں ھے - چاھے بخشدے چاھے نه بخشے - اس میں شک نہیں که احتیاط حکم امید ھی میں ھے نه که پیام یاس وقنوط میں - ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذالك لمن یشاء کے حکم کا عموم بڑا ھي امید افزا ھے ' اور اگر اس پر نظر ڈالي جاے ' تو کچھه شک نہیں که دوسرا مذھب ھی محتاط معلوم ھوتا ھے -

(۲) قتل مسلم کی دوسري صورت یه ھے که اس فعل کو حلال سمجھے - اور اس پر نادم و متاسف نه ھو - مثلاً کوئي مسلمان فوج ھو - وہ یه سمجھے که لڑائی لڑنا تو ھمارا کام ھی ھے - مسلمان سامنے ھونگے تو اُنھی سے لڑینگے - یعنی مسلمانوں پر تلوار اُٹھانا کوئی گناہ کی بات نہیں - یا یوں سمجھیں که ھمارے مالکوں کا یہی حکم ھے - ھمنے اُنکا نمک کہایا ھے' اسلیے ھمیں ایسا ھی کرنا چاھیے - یعني اگر کوئی اپنا نمک کھلاکر حکم دے که مسلمانوں کو قتل کردو' تو قتل کرنے میں کوئی مضائقه نہیں - تو اس صورت میں تمام امت

جو مسلمان یورپ کے مسیحی و سیاسی اثر سے مختل ہوکر ترکوں پر اعتراض کرتے ہیں ' انکو چاہیے کہ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں کہ صدیوں سے انکی منافقانہ غفلت و اعراض کا کیا حال رہا ہے ؟ علی الخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کو جو تعداد میں ہر جگہ کے مسلمانوں سے زیادہ ہیں ' غور کرنا چاہیے کہ جس اولین فرض دینی کیلیے ترک چارسو برس سے اپنا خون بہا رہے ہیں' انہوں نے اسکے لیے کیا کیا ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ کبھی کبھار چند لاکھ سکے ترک زخمیوں کی مرہم پٹی کیلیے بھیجدیے جو ایک ترک بیوہ کی مصیبت اور ایک ترک یتیم کے آنسوؤں کی قیمت بھی نہیں ہوسکتے ؟ کیا ایسے لوگوں کو جو رات بستروں پر اور دن آرام و بے فکری کی چھتوں کے نیچے بسر کرتے ہوں ' یہ حق پہنچتا ہے کہ ان لوگوں پر زبان طعن کھولیں جو چارسو برس سے اپنی لاشیں خاک و خون میں تڑپا رہے ہیں ؟

بہرحال منصب خلافت کا پہلا مقصد دفاع و جہاد ہے - وہ پچھلی چار صدیوں میں بجز ترکوں کے اور کسی اسلامی حکومت نے انجام نہیں دیا - پس اگر اور دلائل و شواہد نہ ہوتے ' جب بھی صرف یہی ایک بات سلاطین عثمانیہ کی خلافت و امامت کیلیے کفایت کرتی تھی -

اور پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ تمام مبحث اس سوال سے تعلق رکھتا تھا کہ گذشتہ صدیوں میں متعدد اسلامی حکومتوں کے رہتے ہوے سلاطین عثمانیہ ھی کیوں خلافت عظمی کے حقدار تسلیم کیے گیے ؟ لیکن موجودہ زمانے میں جبکہ تمام اسلامی حکومتیں مٹ چکی ہیں ' مسلمانان عالم کیلیے بجز سلطان عثمانی کے کسی دوسری خلافت کا وجود ھی نہیں -

---

[بقیہ نوٹ صفحہ ۹۰]

تجارت کرتے ' ایک سال جہاد میں شرکت فرماتے - حضرۃ فضیل اُس عہد کے مشہور عباد و زہاد میں سے ہیں - حاصل ان اشعار کا یہ ہے " اے حرمین کے گوشہ نشین عابد ! اگر تو نے ہمارا حال دیکھا ہوتا تو معلوم کرلیتا کہ جس زہد و عبادۃ میں مشغول رہتا ہے وہ تو ایک طرح کا کھیل ہے - جو شخص اپنے رخسار آنسوؤں سے (عبادت میں) ترکرتا ہے ' اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری عبادت وہ ہے جسمیں رخسار آنسوؤں سے نہیں بلکہ گردنیں خون سے رنگین ہوا کرتی ہیں " ! حضرۃ فضیل نے جب یہ اشعار پڑھے تو انکی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور فرمایا " صدق ابو عبد الرحمن " عبد اللہ بن مبارک نے سچ کہا !

حمـــل سلاح علی المسلم کے معاملہ سے کیا تعلق ؟ اور اگر اُسکا ذکر کسي درسري آیت میں آیا ھے تو کیوں ناسخ و منسوخ ھونے کي ضـــرورت پیش آے ؟ دونوں صورتیں بالکل مختلف ھیں -

لیکن سورۂ نساء میں قتل نفس کي ایک خاص حالت کا ذکر ھے- یعنی اگر ایک مسلمان بارجود مسلمان ھونے کے مسلمانوں کو قتل کرڈالے تو اسکا کیا حکم ؟ فرمایا جزاءہ جھنم خالدا فیھا چنانچہ اس آیت سے پہلے ھے - وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطا - الخ پس زیادہ سے زیادہ دونوں آیتوں میں عام و خاص کا تعلق ھے- یعنی اس آیت نے آیت فرقان کي تخصیص کردي - اسي لیے حضرۃ ابن عباس نے کہا " نسختھا آیۃ مدنیۃ فی النساء " کیونکہ سلف کي اصطلاح میں " نسخ " کا اطلاق ھر طرح کی تخصیص و تقیئد پر ھوتا تھا - وہ معني نہ تھے جو بعد کو اصولیوں نے قرار دیے- اور اسي اختلاف حالت و حکم کو واضح کرنے کیلیے انھوں نے کہا " فھذہ لاولئك "یعنی آیت فرقان میں حکم کفار کیلیے ھے - اور امام بخاري کي روایت ابن جبیر بطریق شعبہ مندرجۂ کتاب التفسیر میں کہا " کانت ھذہ فی الجاھلیۃ " یہ حکم مشرکین جاھلیۃ کیلیے تھا - نہ کہ مسلمانوں کیلیے -

اور یہ جو انھوں نے کہا کہ والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر و لا یقتلون النفس الخ کے نزول پر مشرکین مایوس ھوگئے تھے ' اسلیے - " الا من تاب" اتري ' تو اسکي تائید مفسرین کي اِس روایت سے بھي ھوتي ھے کہ " نزلت في قوم ییسوا من التوبۃ " یعني اُن لوگوں کے حق میں اُتري جو زمانۂ کفر کي بد عملیوں کي بخشش سے مایوس ھوگئے تھے- ایک دوسري روایت میں ھے کہ یہ آیت اور سورۂ نساء کي ان اللہ لا یغفـر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء اور سورہ زمر کي آیۂ رحمت: یا عبادي الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ وحشي قاتل حمزہ کے بارے میں اُتریں - وہ کہتا تھا کہ شرک میں ساري عمر کٹي' پیغمبر کے چچا کو قتل کیا ' فواحش میں ھمیشہ مبتلا رھا - انھي تین برائیوں سے اجتناب کا خاص طور پر آیت فرقان میں ذکر ھے - اب اگر میں مسلمان بھي ھوگیا تو کیا فائدہ ؟ مجھے تو نجات مل ھي نہیں سکتي - اسپر " الا من تاب و امن " اتري ' اور پھر مزید بشارت امید کیلیے سورہ نساء اور سورۂ زمر کي آیات نازل ھوئیں- تعجب ھے کہ بعض شارحین حدیث کو مذھب ابن عباس کي شرح و تطبیق میں مشکلات کیوں پیش آئیں ؟ انکا بیان تو بالکل صاف اور واضح ھے -

وجه هے که تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض هوا که ترکوں کي مدد کریں - لیکن ترکوں کیلیے یه کچهه ضروري نهیں که وه هندوستان یا افریقه میں بانٹنے کیلیے روپیه بهیجتے رهیں - وه تو چار صدیوں سے وه کام انجام دے رهے هیں جسکے تصور سے بهي هم مسلمانان هند کے دل کانپتے اور جسکے وهم سے هي هم پر موت طاري هو جاتي هے ؟ یعنے اپني جانیں اسلام کي حفاظت کي راه میں قربان کر رهے هیں - اس سے بڑهکر اور کونسا کام هے جو اسلام اور مسلمانوں کیلیے کیا جا سکتا هے ؟ اور اسکے بعد کیا رهگیا جسکي طلب اور سوال هو ؟ بهت ممکن هے که کسي دوسرے حصے کے مسلمانوں نے ترکوں سے زیاده نمازیں پڑهي هوں ' لیکن نماز کے بقا کي راه میں اُنسے زیاده اپنا خون کسي نے نهیں بهایا - بهت ممکن هے که عرب اور هندوستان کے مسلمانوں کي زبانوں نے انسے زیاده قرآن کي تلاوت کي هو ' لیکن قرآن کی حفاظت کي راه میں چار سو برس سے زخم صرف اُنهي کے سینے کها رهے هیں - اگر الله کي شریعت حق هے ' اور اگر قرآن و سنت کا فیصله باطل نهیں ' تو همیں یقین کرنا چاهیے که دوسرے ملکوں کے هزاروں عابد و زاهد مسلمانوں سے جنکے دلوں میں کبهي جهاد في سبیل الله کا خطره بهي نهیں گذرتا ' ترکوں کا ایک گناهگار و معصیت آلود فرد الله کے آگے کهیں زیاده فضیلت و محبوبیت رکهتا هے - هماري مدة العمر کي عبادتیں بهي اُنکے سینے کے ایک خونچکاں زخم اور اس سے بهنے والے ایک قطرۂ خون کي عظمت نهیں پاسکتیں - " حرس لیلة في سبیل الله افضل من الف لیلة یقام لیلها و یصام نهارها " (١) یعني آنحضرة نے فرمایا : جهاد في سبیل الله کي ایک رات هزار دنوں کے روزوں اور هزار راتوں کي عبادت سے بهي افضل هے ! ان الله یحب الذین یقاتلون في سبیله صفا کانهم نبیان مرصوص - حضرة عبد الله بن مبارک نے حضرة فضیل بن عیاض کو ایک مرتبه یه اشعار لکهکر بهیجے تهے :

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا * لعلمت انک في العبادة تلعب !
من کان یخضب خده بدموعه * فنحورنا بدمائنا تتخضب !
ریح العبیر لکم ' و نحن عبیرنا * رهج السنابک والغبار الاطیب (٢)

---

(١) اخرجه الامام احمد عن مصعب بن زبیر -

(٢) حافظ ابن عساکر نے امام موصوف کے ترجمه میں یه اشعار نقل کیے هیں - امام موصوف ایک سال درس حدیث دیتے ' ایک سال

معاویہ کي حکومت کے خلاف کیوں خروج کیا ؟ اور کیوں اُنکو برسرحق اور شہید ظام و جور تسلیم کیا جاتا ہے ؟

پس گو بحث کے اس حصے کا طول بقیہ مطالب کي تشریح میں مخل ہوگا ' لیکن چونکہ اس معاملـــہ میں عام طور پر ایک سخت غلط فہمي پھیلي ہوئي ہے ' اسلیے صاف کردینا ضروري ہے - یہ بالکل غلط ہے کہ حضرۃ امام حسین اُس حالت میں لڑے ' جبکہ وہ یزید کي حکومت کے مقابلے میں خود مدعي امامت اور طالب خلافت تھے - جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں' اُنھوں نے واقعۂ کربلا کا دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ نہیں کیا - حالات میں اچانـک ایسي تبدیلیاں ہوئي ہیں کہ اس غلط فہمي کا پیدا ہوجانا عجیب نہیں - حضرۃ امام جب مدینہ سے چلے ' تو اُنکي حیثیت دوسري تھي - جب کربلا میں حـق پرستانہ لڑکر شہــید ہوے ' تو اُنکي حیثیت دوسري تھي - دونوں حـــالتیں مختلف ہیں - اس لیے دونوں کا حکم بھی شرعاً مختلف -

جب وہ مدینہ سے چلے ہیں تو حالت یہ تھي کہ نہ تو ابھي یزید کی حکومت قائم ہوئي تھي ' نہ اہم مقامات و مراکز نے اسکو خلیفہ تسلیم کیا تھا ' نہ اہل حل و عقد کا اسپر اجماع ہوا تھا - ابتدا سے معاملۂ خلافت میں سب سے پہلي آواز اہل مدینہ کي رہي ہے ' پھر حضرۃ علي کے زمانے میں مدینہ کي جگہ کوفہ دارالخـــلافۃ بنا - اہل مدینہ اسوقت تـک متفق نہیں ہوے تھے - کوفـــہ کا یہ حال تھا کہ تمام آبادي یکقلم مخالف تھي اور حضرۃ امام حسین سے بیعت کرنے کیلیے پیہم اصرار و الحاح کر رہي تھي - انھوں نے خود خلافت کي حرص نہ کي ' بلکہ ایک ایسے زمانے میں جب تخت حکومت سابق حکمراں سے خالي ہوچکا تھا اور نئے حکمران کي حکومت قائم نہیں ہوئي تھي ' ایک بہت بڑي مرکزي و موثر آبادي (یعني کوفۂ و عراق) کے طلب و سوال کو منظور کرلیا - البتـــہ اس منظوري میں یہ مصلحت ضرور پیش نظر تھي کہ یزید جیسے نا اہل کي حکومت سے اُمت کو بچایا جاے -

اگر کہا جاے کہ امیر معاویہ نے اپني زندگي میں یزیـــد کو ولي عہد مقرر کردیا - تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً اولاد کي ولي عہدي کوئي شے نہیں ہے - اصلي شرط خلافت کي انعقاد حکومت ہے - یزید کو گو ولي عہد

بعض مفسرین نے سورۂ بقرہ کي حسب ذیل آیت کو اذن قتال کا پہلا حکم قرار دیا ھے :

وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ' ولا تعتدوا - ان الله لا يحب المعتدين - واقتلوهم حيث ثقفتموهم ' واخرجوهم من حيث أخرجوكم - والفتنة اشد من القتل - (۲ : ۱۸۷)

اللہ کي راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے لڑائي لڑ رھے ھیں - مگر زیادتي نہ کرو - اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا - اور ایسا کرو کہ جہاں کہیں بھي رہ جمے ھوے ملیں ' قتل کردو - اور جہاں کہیں سے انہوں نے مسلمانوں کو نکالا ھے ' تم بھي نکال باھر کرو - ایسا کرنا اگرچہ خونریزي ھے ' مگر خونریزي کي برائي سے بھي بڑھکر برائي ظلم و فساد کا فتنہ ھے -

امام ابن جریر نے ابو العالیہ کا قول نقل کیا ھے کہ جنگ کي نسبت یہي پہلي آیت ھے جو نازل ھوئي " انها اول آية نزلت في القتال بالمدينة فلما نزلت كان رسول الله صلعم يقاتل من قاتله و يكف عمن كف عنه ' حتى نزلت سورة براءة " پس اذن قتال کي پہلي آیت یا سورۂ حج کي ھے یا بقرہ کي -

ان دونوں آیتوں اور انکے ھم مطلب آیات میں قران حکیم نے حکم قتال کے اُس حصہ کو صاف صاف مسلمانوں پر فرض کردیا ھے جسکا مقصد دفاع (ڈیفنس) ھے (۱) - یعني جب کبھي غیر مسلموں کي کوئي جماعت مسلمانوں کي کسی حکومت اور آبادي پر حملہ کرے ' یا اُس پر خود قابض ھوجانا چاھے ' تو مسلمانوں کو چاھیے کہ وہ اپنے بھائیوں کي مدد کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں - جس طرح حملہ آوروں نے حملہ کیا ھے ' یہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۹۲]

ليهلكن " فانزل الله اذن للذين يقاتلون الخ و هي اول آية نزلت في القتال - اسناده على شرط الصحيحين -

(۱) یعني حکم جہاد کي مختلف قسموں اور صورتوں میں سے ایک قسم قتال ھے - پھر قتال کي بھي دو قسمیں ھیں - دفاع اور ھجوم - ان آیات میں دفاع کا حکم ھے - ھجوم کا حکم دوسري آیتوں میں ھے - اور اسکے مواقع و بواعث اور شرائط دوسرے ھیں -

کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ وہ شخص قطعاً و حتماً کافر ہے - یعنی اُس کفر کا مرتکب ہوا ہے جو ملت سے خارج کردیتا ہے - اسکا حکم شرعاً وہی ہوگا جو تمام کفار و مشرکین کا ہے - دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی - کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کو مسلمان سمجھے ' اور اس سلوک کا حقدار رکھے جو مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھہ کرنا چاہیے - یہ حکم خاص اس مسئلہ ہی پر موقوف نہیں ہے - ہر محلل حرام غیر ماول کے لیے یہی حکم ہے -

(۳) تیسری صورت قتل مسلم کی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کے ساتھہ ہوکر اُنکی فتح و نصرت کیلیے مسلمانوں سے لڑے ' یا لڑائی میں اُنکی اعانت کرے - اور جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہو رہی ہو ' تو وہ غیر مسلموں کا ساتھہ دے - یہ صورت اس جرم کے کفر و عدوان کی انتہائی صورت ہے ' اور ایمان کی موت اور اسلام کے نابود ہوجانے کی ایک ایسی اشد حالت ' جس سے زیادہ کفر و کافری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا - دنیا کے وہ سارے گناہ ' ساری معصیتیں ' ساری نا پاکیاں ' ہر طرح اور ہر قسم کی نا فرمانیاں ' جو ایک مسلمان جسم دنیا میں کرسکتا ہے ' یا انکا وقوع دھیان میں آسکتا ہے ' سب اسکے آگے ہیچ ہیں - جو مسلمان اسکا مرتکب ہو ' وہ قطعاً کافر ہے ' اور بدترین قسم کا کافر - اسکی حالت کو قتل مسلم کی پہلی صورت پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا - اس نے صرف قتل مسلم ہی کا ارتکاب نہیں کیا ہے ' بلکہ اسلام کے برخلاف دشمنان حق کی اعانت و نصرت کی ہے - اور یہ بالاتفاق و بالاجماع کفر صریح و قطعی مخرج عن الملة ہے - جب شریعت ایسی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھہ کسی طرح کا علاقۂ محبت رکھنا بھی جائز نہیں رکھتی ' تو پھر صریح اعانت فی الحرب اور حمل سلاح علی المسلم کے بعد کیونکر ایمان و اسلام باقی رہسکتا ہے ؟

فصل

(واقعۂ امام حسین علیہ السلام)

بعض لوگوں کو یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ اگر سلطان اسلام کو خلیفہ مان لینا چاہیے گو نا اہل ہو ' تو پھر حضرۃ امام حسین علیہ السلام نے یزید بن

(فريضۀ عظيمۀ دفاع)

نتائج بحث تک پہنچنے میں اب صرف ایک منزل اور باقي رهگئي هے - أميد هے که آپ صبر و سکون کے ساتهه میرا ساتهه دینگے - اسلام کے شرعي واجبات و فرائض میں ایک نہایت اهم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصله کر دینے والا فرض " دفاع " هے - تشریح اسکي یه هے که جب کبهي کسي مسلمان حکومت یا کسي مسلمان آبادي پر کوئي غیر مسلم گروه یا حکومت حمله کرے ' تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض هو جاتا هے که دفاع (ڈیفنس - Defence) کیلیے أتهه کهڑے هوں ' اس حکومت اور آبادي کو غیر مسلم قبضه سے لڑ کر بچائیں - اگر فوري قبضه هوگیا هے تو اس سے نجات دلائیں ' اور اس کام کیلیے اپني ساري قوتیں اور هر طرح کي ممکن کوششیں وقف کردیں - اس بارے میں قرآن و حدیث کے احکام اس کثرت سے موجود هیں ' اور اسلامي فرائض میں سے یه اسدرجه مشهور فرض هے که شاید هي دنیا میں کوئي مسلمان اس سے نا واقف نکلے - یهي باهمي مددگاري و یاوري اور دفاع اعداء کا قانون هے جس پر اسلام نے شریعت و امت کي حفاظت کي ساري بنیادیں استوار کي هیں - لڑائي لڑنے کي نسبت سب سے پهلي آیة جو نازل هوئي ' وه سورۀ حج میں هے :

ان الله یدافع عن الذین آمنوا ' ان الله لایحب کل خوان کفور - أذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا ' و ان الله علی نصرهم لقدیر' الذین أخرجوا من دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله - (۲۲ : ۴۲)

الله تعالی مومنوں پر سے أنکے دشمنوں کو هٹاتا رهتا هے - وه أن لوگوں کا ساتهي نہیں جو أسکي بخشي هوئي طاقت کے امانت دار نہیں هیں' اور شکرگزاري کي جگهه کفران نعمت میں سرشار هیں - جن مسلمانوں سے کافر لڑ رهے هیں ' اب أن مسلمانوں کو بهي کافروں سے لڑنے کي اجازت دي جاتي هے کیونکه أنپر ظلم هو رها هے' اور الله مظلوموں کي مدد کرنے پر قادر هے - یه وه لوگ هیں که بلا کسي حق کے اپني آبادیوں سے نکالدیے گئے - انکا کوئي قصور نه تها - صرف یه که اپنے پروردگار کے ماننے والے هیں - (۱)

---

(۱) روي الحاکم من حدیث الاعمش عن ابن عباس - قال : لما خرج رسول الله صلعم من مکه قال ابوبکر " اخرجوا نبیهم - انا لله و انا الیه راجعون -

فصل

(شـرط قـرشيـة)

مندرجۂ بالا فصول سے یه بات واضح هوگئي که انتخاب خلیفۂ و امام کیلیے متعدد شرطیں هیں - از انجمله ایک عرصه تک علماء کي راے رهي که خلیفه کو خاندان قریش میں سے هونا چاهیے - لیکن اگر امت کے لیے انتخاب کا موقعه باقي نه رها هو تو خلیفه تسلیم کرلینے کیلیے بجز اسلام اور انعقاد حکومت (یعني حکومت کے جماؤ اور جگه پکڑ لینے) کے اور کوئي شرط نہیں هے - خلفاء راشدین کے بعد جامع الشروط سلسلۂ خلافت کوئي بهي قائم نه هوا - بنو امیه و عباسیه میں اگر ایک شرط قرشیۃ کي پائي جاتي تهي ' تو اور بہت سي اهم شرطیں مفقود تهیں - بنیادي شرط یه هے که حکومت تلوار کے زور سے نه منوائي جاے بلکه امت کے انتخاب و اجماع سے هو' سو یه شرط کسي کي خلافت میں بهي نه تهي - پهر خلیفه کو عادل و منصف هونا چاهیے - حکومت نظام شوریٰ کے ساتهه کرنی چاهیے - سنۃ رسول اور سنت خلفاء راشدین پر عامل هونا چاهیے - بجز عمر بن عبدالعزیز (رح) کے کوئي بهي ان سب کا جامع نه تها - عباسیه کے بعد حکومت عجمیوں کے هاتهه آئي - پهر مصر کے عباسي خلفا کے بعد ترکوں کا خاندان عثمانیه خلافت پر قابض هوا - آخري مصري خلیفه نے خود سلطان سلیم کے هاتهه پر بیعت کي - یهخلافت بلا نزاع آجتک قائم اور تمام عالم اسلامي کیلیے شرع و امت کا مرکزي اقتدار هے - اگر بنو امیه و عباسیه میں پانچ شرطیں نہیں پائي جاتي تهیں تو ان میں سات نه سهي - یعني یه عرب بهي نہیں اور قرشي بهي نہیں - لیکن چونکه سوال خلیفه کے انتخاب کا نہیں هے بلکه ایک قائم و نافذ خلافت کے ماننے کا ' اسلیے شرائط کي بحث کا یہاں کوئي سوال هي پیدا نہیں هوسکتا -

منجمله شروط خلافت کے ایک متفق علیه شرط حریت کي هے - یعني خلیفه آزاد هو - غلام نهو - مصلحت و ضرورت بهي اسکي ظاهر هے ' مگر معلوم هے که تمام دنیا کي تاریخ میں صرف مسلمانوں هي کي تاریخ اسکي

لہذا حکم دیا کہ جب تک دنیا جنگ اور بواعث جنگ سے باز نہ آجاے ' جنگ کرتے رہو - کبھی اس سے نہ تھکو - یہانتک کہ دنیا میں جنگ کا نام و نشان ھي باقي نہ رہے " تضع الحرب اوزارھا " جنگ اپنے ہتیار ڈالدے - یعني جنگ بالکل موقوف ھو جاے - فساد و بطلان کي وہ قوتیں ھي باقي نہ رھیں جو خدا کي زمین کو ھمیشہ انساني خون سے رنگتي رھتي ھیں - قرآن کا دعوا ھے کہ عالمگیر امن کا یہ وقت دنیا پر ضرور آئیگا - مگر اُسي وقت آئیگا جب تمام دنیا اسلام کي دعوۃ امن و اخوت کے آگے جھک جائیگي : ھو الذي ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق ' لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون (۹ : ۶۱)

اسلامي احکام میں یہ حکم " دفاع " جو اھمیت رکھتا ھے ' وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسی حکم ' کسي فرض ' کسي رکن ' کسي عبادت کو حاصل نہیں - قرآن و حدیث میں بار بار یہ بات بتلائي گئي ھے کہ قومي زندگي اسي عمل کے بقاء پر موقوف ھے - جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ باقي رھیگا اور اس کام کي راہ میں ھر فرد اپني زندگي اور اپنا مال قربان کردینے کیلیے طیار رھیگا ' اُسوقت تک دنیا کي کوئي قوم اُنپر غالب نہ آسکیگي - جس دن یہ جذبہ مردہ ھوجایگا ' اُسي دن سے مسلمانوں کي قومي موت شروع ھوجائیگي - چنانچہ قرآن نے مثال میں یہودیوں کي تاریخ پیش کي ھے - جب تک یہودیوں میں اعتقاداً و عملاً یہ جذبہ باقي رھا ' حکومت و عزت اُنھي کیلیے تھي - جب چند گھڑیوں کے عیش و راحت کا عشق قومي زندگي و عزت کے دائمي عیش کي طلب پر غالب آگیا ' اور اس چیز کو چھوڑ بیٹھے ' ذلت و محکومي کا داغ ھر یہودي کي پیشاني پر لگ گیا ' اور ھمیشہ کیلیے خوار و ذلیل ھوکر رھگئے : ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ و باؤا بغضب من اللہ !

الم تر الی الملاء من بني اسرائیل من بعد موسی ؟ اذ قالوا لنبي لھم " ابعث لنا ملکا نقاتل في سبیل اللہ " قال " ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا " قالوا " و ما لنا

کیا بني اسرائیل کا حال نہیں دیکھتے کہ موسی کے بعد کیا ھوا ؟ پہلے تو خود ھي اپنے عہد کے نبي سے درخواست کي " کسي کو ھم پر پادشاہ بنادو کہ اُسکے ماتحت اللہ کي راہ میں لڑیں " انھوں نے کہا " اگرچہ تم ایسا کہتے ھو لیکن امید نہیں کہ وقت پر پورے اُترو - اگر تم کو لڑائي کا حکم دیا گیا تو

مقرر کردیا ہو' لیکن جب تک اسکی خلافت بالفعل قائم نہ ہوجاتی صرف یہ بات کوئی حجۃ نہ تھی - یہی وجہ ہے کہ جب یزید کی ولی عہدی کے لیے حضرۃ عبد اللہ بن عمر سے بیعت طلب کی گئی تو اُنھوں نے صاف انکار کردیا اور کہا " لا أبایع لامیرین " میں دو امیروں سے بہ یک وقت بیعت نہ کرونگا - یعنی خلیفہ کا اپنی زندگی میں ولی عہدی کے لیے بیعت لینا ایک وقت میں دو امیروں کی بیعت ہے جسکی شرعاً کوئی اصل نہیں - (رواہ ابن حبان و نقلہ فی الفتح)

لیکن جب وہ کوفہ پہنچے ' تو یکایک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکی ہے - تمام اہل کوفہ ابن زیاد کے ہاتھہ پر یزید کیلیے بیعت کرچکے ہیں' اور سر زمین عراق کی وہ بے وفائی و غداری جو حضرۃ امیر کے عہد میں بارہا ظاہر ہوچکی تھی' بدستور کام کر رہی ہے - یہ حال دیکھکر وہ معاملۂ خلافت سے دست بردار ہوگئے ' اور فیصلہ کرلیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں - لیکن ابن سعد کی فوج نے ظالمانہ محاصرہ کرلیا اور مع اہل و عیال کے قید کرنا چاہا - وہ اس پر بھی آمادہ ہوگئے تھے کہ مدینہ کی جگہ دمشق چلے جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملے کا فیصلہ کرالیں ' مگر ظالموں نے یہ بھی منظور نہ کیا -

اب امام کے سامنے صرف دو راہیں تھیں - یا اپنے تئیں مع اہل و عیال قید کرادیں - یا مردانہ وار لڑکر شہید ہوں - شریعت نے کسی مسلمان کو مجبور نہیں کیا ہے کہ ناحق ظالموں کے ہاتھہ اپنے تئیں قید کرادے - پس اُنھوں نے دوسری راہ کمال عزیمۃ دعوۃ کی اختیار کی' اور خود فروشانہ لڑکر حالت مظلومی و مجبوری میں شہید ہوے -

پس جس وقت کربلا میں میدان کار زار گرم ہوا ہے' اُسوقت حضرۃ امام حسین مدعی خلافت و امامت نہ تھے - نہ اس حیثیت سے لڑ رہے تھے - اُنکی حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کی تھی جسکو ظالموں کی فوج ناحق گرفتار کرنا چاہتی ہے - وہ اپنے آپکو زندہ گرفتار کرادینا پسند نہیں کرتا ' اور چاہتا ہے کہ طاقتور ظلم کے مقابلے میں بے سر و سامان حق کی استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکھلادے - تعجب ہے کہ یہ غلط فہمی صدیوں سے پھیلی ہوئی ہے - جسکو مفصل اور محققانہ بحث دیکھنی ہو' وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی منہاج السنہ جلد ۲ - کا مطالعہ کرے -

بھي کریں - قتل و جنگ کي وہ جو جو چال چلے ھیں ' یہ بھي چلیں - البتہ یہ جائز نہیں کہ اس بارے میں رحم و عدل کے جو حدود شریعت نے باندھدیے ھیں (مثلاً ضعیفوں ' بوڑھوں ' بچوں ' عورتوں ' راھبوں ' مذھبي عبادتگاھوں وغیرہ سے تعرض نہ کرنا) اُنسے قدم باھر نکالیں - پھر اس حکم کي علت بھي بتلادي کہ الفتنة اشد من القتل - بلا شبہ یہ جنگ قتل ھے اور انساني قتل بہت بڑي برائي ھے ' لیکن اس برائي سے بھي بڑھکر برائي یہ ھے کہ لوگ اپني آبادیوں اور حکومت پر قانع نہیں رھتے - دوسروں کے حقوق آزادي و حکومت چھیننا چاھتے ھیں - توحید کي جگہ کفر و شرک کے ماننے مسلمانوں کو لانا چاھتے ھیں ' قوموں کا قدرتي حق حریت پامال کر رھے ھیں - اگر اسکے دفع کا انتظام نہ کیا جاے ' تو پھر دنیا میں کوئي قوم زندہ و باقي نہیں رھسکتي - پس بڑي برائي کے دور کرنے کیلیے چھوٹي برائي اختیار کر لیني چاھیے - یہ خود نیچر کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمي عمل ھے - اگر ایسانہ ھوتا تو خدا کبھي جنگ کا حکم نہ دیتا -

سورۂ محمد (ص) میں قرآن نے حکم قتال اور جواز جنگ کي اصلي علت بھي بتلادي ھے :

حتی تضع الحرب اوزارھا - (۴۷ : ۶)	لڑتے رھو ' یہانتک کہ لڑائي موقوف ھو جاے -

یعني اسلام کا اصلي مقصد یہ ھے کہ دنیا میں عالمگیر صلح و امن قائم ھو جاے - ساري دنیا ایک قوم ' اور تمام نوع انساني ایک گھرانے کي طرح زندگي بسر کریں - لیکن جب تک جنگ کرنے والي ظالم و حریص قوتیں باقي ھیں ' یہ مقصد حاصل نہیں ھو سکتا - پس پہلے مفسد و جابر قوتوں کا مقابلہ کرنا اور اُنکو فنا کر دینا ضروري ھوا - مضبوط اور مستقل امن اُسی وقت قائم ھوگا ' جب پہلے امن کي خاطر اچھي طرح جنگ کر لي جاے :

حتی اذا اثخنتموھم (۴۷ : ۵)	یہانتک لڑو کہ جنگ آزما دشمن چور چور ھو جائیں -

قاتلوں کا جب تک خون نہ بہایا جائیگا ' مقتولوں کا خون بہنا بند نہ ھوگا :

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب - (۲ : ۱۷۹)	تمہارے لیے قصاص کي موت میں امن کي زندگي پوشیدہ ھے !

باب

" الائمة من قریش "

فصل

(تحقیق امارة قریش و شرط قرشیة)

جہانتک قرآن و سنت' آثار صحابہ' اور تمام دلائل شرعیہ و عقلیہ کا تعلق ھے' کوئي نص قطعي موجود نہیں ' جس سے ثابت ھو کہ اسلام نے معاملۂ خلافت و امامت صرف خاندان قریش کیلیے شرعـاً مخصوص کردیا ھے - احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ھیں' سب صحیح ھیں - یہ بھي مروي ھے کہ حضرة ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اسکو پیش کیا اور کسي نے انکار نہ کیا - یہ بھي درست ھے کہ صحابہ میں ھمیشہ اس بات کي شہرت رھي - اور یہ بھي غلط نہیں کہ جب تـک خاندان عباسیۂ باقي رھا ' لوگ اسکو بطور ایک شرط کے سمجھتے رھے - با ایں ھمہ ان ساري باتوں کي حقیقت وہ نہیں ھے جو اب سمجھي جاتي ھے - ان ساري باتوں کے سچ ھونے کے ساتھہ یہ بھي سچ ھے کہ اسلام نے خلافت کو نہ کسي قوم میں مخصوص کیا ھے ' نہ کسي خاندان میں - اسلام جو اس طرح کي تمام قومي و نسلي امتیازات مٹانے ' اور ھمیشہ کیلیے صرف انسانیت کي بے قید و عام عظمت کو قائم کردینے' اور " عمل " کے قانون الهي کے آخري اعلان کیلیے آیا تھا ' اُسکے نام سے ساري باتیں مان لي جا سکتي ھیں ' لیکن اسکا وھم و گمان بھي نہیں کیا جاسکتا کہ اُسنے خاندان و نسل کا کوئي امتیاز تسلیم کیا ھو - یہ کیونکر ممکن ھے کہ امتیاز نسب کے جس بت کو خود اس نے توڑا ھو' اُسي کے ٹکڑوں کو پھر جوڑ کر از سر نو ایک نیا بت خانہ قائم کر جاے ؟

تفصیل و دلائل کي ضرورت نہیں - یہ بات ھر اُس شخص پر جو اسلام سے کچھہ بھي واقفیت رکھتا ھے' روشن ھے کہ ھر طرح کي نسلي و خانداني

محبوب هو اور کرنے والے کو اسکي دائمي محبوبيت سے سرفراز کردے - هزاروں نمازيں اور هزاروں روزے بهي اُس ايک قطرۂ خون کي فضيلت و تقديس نهيں پاسکتے جو اس راه ميں بهايا گيا ' اور عمر بهر کي صدقات و خيرات بهي اُس ايک درهم کے اجر کا مقابله نهيں کرسکتيں جو اس راه ميں خرچ کيا گيا - حتى که يهي عمل اسلام و ايمان کي اصلي پهچان قرار پايا - جس مسلمان کا دل اسکے ولولۂ و طلب سے خالي هوا ' وه ايمان و اسلام کي روشني سے محروم هوگيا - نفاق کي ظلمت اُسپر چها گئي - صحيح مسلم ميں هے :

من مات ولم يغـز ولم يحدث نفسه به ' مات علي شعبـــة مـــن النفـــاق (عن ابي هريرة)	جو مسلمان اس حالت ميں دنيا سے گيا که نه تو کبهي الله کي راه ميں لڑائي لڑي ' اور نه اُسکے دل ميں اس بات کي طلب رهي ' تو اُسکي موت ايسي حالت ميں هوئي جو نفاق کي شاخوں ميں سے ايک شاخ هے -

قرطبي نے اسکي شرح ميں کها " فيه دليل علي وجوب العزم " اس حديث سے ثابت هوا که جهاد کا عزم اور اراده هر مسلمان پر واجب هے - اسکے عزم اور طلب سے بهي اگر دل خالي هوگيا تو وه مومن نهيں هے ' منافق هے -

ترمذي ميں هے - ايک مرتبه صحابه کي ايک جماعت مين اس بات کا چرچا هوا " اى الاعمال احب الى الله " ؟ ساري نيکيوں اور عبادتوں ميں سب سے زياده کونسا عمل الله کے نزديک محبوب و مقبول هے ؟ اسپر سورۂ صف نازل هوئي (۱)

ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا کانهـم بنيـان مرصوص	الله تعالى تو اُن لوگوں کو محبوب رکهتا هے جو اُسکي راه ميں صف

باندهکر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے هيں ' گويا ايک ديوار هے جو تلواروں کے سامنے کهڑي کردي گئي هے ' اور ديوار بهي کيسي ؟ ايسي جسکي هر اينٹ دوسري اينٹ سے سيسه ڈالکر جوڑدي گئي هو !

(۱) و اخرجه ايضا امام احمد عن عبد الله بن سلام ' و ابن ابي حاتم و ابن حبان ' و الحاکم و قال صحيح على شرط الصحيحين ' و البيهقي في شعب الايمان و السنن ' و الطبري فى التفسير -

نظیر پیش کرسکتي هے که غلاموں نے امامت کي هے' پادشاهت کي هے' اور تمام سادات و قریش اور شرفاء عرب و عجم نے انکے آگے اطاعت کا سر جهکایا هے- خود حدیث میں وارد هے " اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشي کان راسه زبیبه" اور روایت ابوذر عند مسلم که " و ان کان عبدا مجدع الاطراف " اور روایت ابن حصین که " و لو استعمل علیکم عبد یقود کم بکتاب اللـــه ' اسمعوا له و اطیعوا " یعني اگر ایک ذلیل سے ذلیل حبشي غلام بهي تمهارا امیر هوجاے تو اسکي سنو اور اطاعت کرو- حافظ نواوي اسکي شرح میں لکهتے هیں " و المراد اخس العبید - ای اسمع واطیع وان کان دني النسب' حتی لو کان عبد اسود مقطوع الاطراف ' فطاعته واجبة ' و یتصور امارة العبد اذا ولاه بعض الائمه' او یغلب علی البلاد بشوکته و اتباعه' و لا یجوز ابتـــداء عقد الولایة له مع الاختیار' بل شرطها الحریـة " (جلد ۲ : ۱۲۵) یعني یه جو فرمایا که اگرچه حبشي غلام هو' تو مقصود اس سے یه هے که اگرچه امیر نهایت ذلیل نسب و خاندان کا هو' لیکن اگر خلیفه هوگیا هے تو اطاعت کرو' اور اسي بنا پر غلام امیر هو سکتا هے اگر کسي امام نے مقرر کردیا هو - یا خود وه شهروں پر غالب آکر مسلط هوگیا هو - البته جائز نهیں که ابتدا میں کسي غلام کو امیر منتخب کیا جاے کیونکه آزاد هونا شرائط امامت میں سے هے " اور فتح الباري میں هے " لو تغلب حقیقة بطریق الشوکة ' فان طاعته تجب اخماداً للفتنه" (۱۳ : ۱۰۹)

جب غلبهٔ و تسلط کي صورت میں خود حافظ نواوي (جو شرط قرشیة کے سب سے بڑے حامیوں میں سے هیں) نص حدیث کي بنا پر تسلیم کرتے هیں که ایک دني النسب ' خسیس الحال ' حبشي غلام ' امیر هوسکتا هے اگرچه آزاد هونا شرط ابتدائي هے ' تو پهر ظاهر هے که ایک غالب و مسلط خلیفه کي خلافت کیلیے شرط قرشیة کا موجود نه هونا کیوں مخل هو اگرچه قرشیة ایک شرط ابتدائي مان لي جاے ؟

پس یه مان لینے کے بعد بهي که قرشي هونا شرائط شرعیه میں سے هے' ترکان عثماني کي خلافة مسلمهٔ و منعقده پر کوئي اثر نهیں پڑتا ' اور شرائط کي پوري بحث موجوده مسئله سے یکقلم غیر متعلق هے' تاهم تحقیق مقام کے خیال سے بهتر هوگا که اس شرط کي حقیقت پر بهي ایک فیصله کن نظر نظر ڈال لي جاے -

الا نقاتل في سبيل الله وقد أخرجنا من ديارنا وابنائنا ؟ " فلما كتب عليهم القتال' تولوا الا قليلاً منهم' والله عليم بالظالمين - (۲ : ۲۲۲)

بزدلي دکھلا کے نافرماني کرجاؤگے " ان لوگوں نے جواب دیا " نہیں ایسا نہیں ہو سکتا - ہمکو کیا ہوگیا ہے کہ حق کي راہ میں ظالموں سے جنگ نہ کریں ؟ حالانکہ انہوں نے ہم کو اور ہماري اولاد کو ہمارے شہروں سے نکال دیا ہے " لیکن دیکھو' جب لڑائي کا حکم دیا گیا تو بجز چند حق پرستوں کے سب اپنے قول و قرار سے پھر گئے - وقت پر اُنکا دعوا سچا ثابت نہ ہوا -

سنن ابوداؤد میں ہے " اذا ضن الناس بالدینار والدرهم و تبایعوا بالعین واتبعوا أذناب بقر' و ترکوا الجهاد في سبیل الله ' انزل الله بهم بلاء ' فلم یرفعه حتی یراجعوا " یعني جب کوئي جماعت جہاد في سبیل الله ترک کردیتي ہے تو اسپر بلائیں نازل ہوتي ہیں جو کبھي دور نہیں ہوسکتیں - الا یہ کہ وہ اس معصیت سے باز آئیں -

چونکہ شریعت و ملت کے قیام کي اصلي بنیاد یہي چیز تھي ' اسلیے ہر حیثیت اور ہر اعتبار سے اس پر زور دیا گیا ' اور سارے عملوں اور نیکیوں سے جو ایک مسلمان دنیا میں کرسکتا ہے ' اس عمل کا مرتبۂ و اجر افضل و اعلی ٹھہرایا - جس عمل میں جسقدر زیادہ ایثار و قرباني ہوگي ' اُتنا ہي زیادہ اُسکا اجر و ثواب بھي ہوگا - ظاہر ہے کہ اس عمل سے بڑھکر اور کس عمل میں مال و جان کا ایثار ہوسکتا ہے ؟

کوئي خاص وقت اور عہد اسکے لیے مخصوص نہیں - ہر حال اور ہر زمانے میں ایک مسلم و مومن زندگي کے ایمان و صداقت کي بنیاد یہي چیز اور اسي کا سچا عشق و ولولہ ہے - یہي سنام دین ہے - یہي عماد ملت ہے - یہي اساس شرع ہے - یہي ملاک اسلام ہے - یہي' ایمان و نفاق کي اصلي کسوٹي ہے - یہي مومن کو منافق سے الگ کردینے کیلیے اصلي پہچان ہے - نماز اسي سے ہے - روزہ اسي سے ہے - حج اسي سے ہے - زکواۃ کا سب سے پہلا اور افضل مصرف یہي ہے - سب اسکے لیے ملتوي ہو جاسکتے ہیں - اسکو کسي کي خاطر نہیں چھوڑا جاسکتا - نماز دین کا ستون ہے اور روزہ برائیوں سے بچنے کي ڈھال ' لیکن یہ دین کي بنیاد ہے اور برائیوں کو معدوم کردینے والي تلوار - پس اسکي فضیلت کو نہ نماز پہنچ سکتي ہے نہ روزہ - نہ اس سے بڑھکر کوئي دوسرا عمل ہے جو الله کي نظروں میں

معمـــورۂ دلے اگرت ہست ' بازگـــوے
کین جا سخن بہ ملک فریدون نمي رود

عملاً یہ حال تھا کہ آپنے اپنی زندگی میں سب سے آخری فوجی مہم جو بھیجی ' اسکی سرداری اُسامہ کو دي جنکے والد زید آپکے غلام تھے - بعض ظاہر بینوں پر یہ بات گراں گزري تو فرمایا " لقد طعنتم فی امارۃ ابیہ و قد کان لہا اھلاً ' و ان اسامہ لہا اھل " تم لوگ پہلے زید کي سرداري پر بھی طعن کرچکے ہو ' حالانکہ وہ اس کام کا اہل تھا ' اور اب اُسامہ سردار بنایا گیا ہے اور وہ اس کام کا اہل ہے - " اہل " کے لفظ پر زور دیا - یعنی طعن بیکار ہے - کیونکہ بنیاد معاملۂ امارت و سرداري کی صرف اہلیت و قابلیت ہے - اور کچھ نہیں - حضرۃ عائشہ کا قول مشہور ہے " لو کان زید حیاً ' ما استخلف رسول اللہ غیرہ " اگر آنحضرۃ کے غلام زید زندہ رہتے تو آپ اُنکے سوا اور کسي کو اپنا جانشین نہ بناتے - (۱) اُسامہ کو جس لشکر کی سرداری دي گئی تھي ' جانتے ہو اسمیں کیسے کیسے لوگ شریک تھے ؟ بڑے بڑے مہاجرین و قریش اور سادات عرب - جن میں سب سے پہلے حضرۃ ابوبکر صدیق کا نام نظر آتا ہے - وہی ابوبکر (رض) جو چند دنوں کے بعد رسول اللہ کے جانشین اور تمام امت کے امیر ہونے والے ہیں !

بنـدۂ عشق شـدي ' ترک نسب کن جامی
کین دریں راہ فـلاں ابن فـلاں چیـزے نیست !

---

(۱) اللہ اللہ ! اس بارے میں اسلام و پیروان اسلام کے معاملات کیسے عجیب و غریب رہچکے ہیں ؟ آج مسلمانوں کو جو طرح طرح کے خاندانی امتیازات و تفریقات کی بت پرستانہ پرستش کر رہے ہیں ' کیونکر یاد دلایا جاے کہ کسي زمانے میں اللہ اور اُسکے رسول کے رشتہ کے سوا نہ کوئی رشتہ مقبول تھا - نہ عمل کی بزرگی کے سوا کوئی بزرگی تسلیم کي جاتی تھی - حضرۃ عمر کا ایک واقعہ اِنھي اُسامہ کي نسبت ناقابل فراموش ہے - اُنکے لڑکے عبد اللہ نے ایک بار شکایت کی کہ تقسیم اموال میں اُسامہ بن زید سے مجھے کم درجہ پر کیوں رکھا جاتا ہے ؟ حضرۃ عمر نے کہا " کان ابوہ احب الی رسول اللہ من ابوک ' و کان احب الی رسول اللہ منک " اسلیے کہ تیرے باپ سے زیادہ اُسکا باپ اللہ کے رسول کو پیارا تھا ' اور اسلیے کہ وہ خود بھی تجھسے

اور فرمایا " حرمت النار علی عین دمعت من خشیة الله' و حرمت النار علی عین سہرت في سبیل الله " (ایضاً) جو آنکھ الله کے خوف سے اشکبار ہوئي' یا جہاد میں کام کرتے ہوے جاگي' اسپر دوزخ کي آگ حرام ھے !

ایک شخص نے پوچھا - یا رسول الله ! کوئي ایسا عمل بتلادیجیے کہ مجاھدین کا ثواب حاصل ہو - فرمایا " هل تستطیع ان تصلی فلا تفتر' و تصوم فلا تفطر؟ " اسکي طاقت رکھتے ہو کہ برابر نماز پڑھتے رہو اور قضا نہو' برابر روزہ رکھتے رہو' اور کبھي بیچ میں افطار نہ کرو؟ عرض کیا " انا اضعف من ان استطیع ذلک " یہ تو میري طاقت سے باہر ھے - فرمایا " فو الذي نفسي بیدہ ! لو طوقت ذلک ' ما بلغت فضل المجاھدین في سبیل الله - اما علمت ان فرس المجاھد لیستن في طوله فیکتب له بذلک الحسنات ؟ " خدا کي قسم ! اگر تم ایسا کرنے کي طاقت بھي رکھتے اور کر دکھاتے' جب بھي اُن لوگوں کي فضیلت کہاں پاسکتے تھے جو الله کي راہ میں جہاد کرتے ھیں ؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ مجاھد کا گھوڑا بندھا رھتا ھے' اور اسکے لیے بھي اسکے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ھوتي رھتي ھیں ؟ (رواہ احمد و الحاکم و قال علی شرط الصحیحین)

بخاري و مسلم میں ھے - تین مرتبہ آپ سے پوچھا گیا - " ما یعدل الجہاد في سبیل الله ؟ تینوں مرتبہ فرمایا " لا تستطیعونہ " پھر فرمایا " مثل المجاھد کمثل الصائم القائم القانت بایات الله لا یفتر عن صلاته ولا صیامه حتی یرجع "

اور فرمایا " من اغبرت قد ماہ في سبیل الله ساعة من نہار' فہما حرام علی النار" (رواہ احمد) جس کے پاؤں الله کي راہ میں ایک گھنٹہ کیلیے بھي گرد آلود ھوے' دوزخ کي آگ اُن قدموں پر حرام ھے -

اور فرمایا " ما من میت یموت الا ختم عمله ' الا من مات مرابطا في سبیل الله ' فانه ینمو له عمله الیٰ یوم القیامة و امن من فتنة القبر" (رواہ اصحاب السنن) کوئي ایسي موت نہیں جسکے ساتھہ اعمال کا سلسلہ بھي ختم نہ ھو جاتا ھو' الا وہ شخص کہ جہاد کي راہ میں دشمن کے حملے کا انتظار کرتا ھوا دنیا سے گیا - سو اُسکا عمل ایسا ھے جو مرنے کے بعد بھي قیامت تک بڑھتا رھیگا - یعني عمل جہاد بھي حسنات جاریہ میں سے ھے - حسنات جاریہ بموجب نص حدیث مسلم تین ھیں -

امتیازات کے مٹانے میں اسلامي احکام و اعمال کا کیا حال رہا ھے ؟ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا جنکے غرور قوم و نسب کا یہ حال تھا کہ وہاں کا ایک چرواہا اپنے نسبي و خانداني شرف کے سامنے قیصر و کسری کو بھي ذلیل و حقیر سمجھتا تھا - عرب کے علاوہ بقیہ دنیا بھي طرح طرح کے قومي و وطني امتیازات کي پرستش کر رهي تھي - اسلام نے اپني دعوة کي سب سے پہلي اور کاری ضرب اسي غرور نسل و قوم کے بت پر لگائي' اور اللہ کے اس قانون فطرة کي عام منادي بلند کي کہ : یا ایها الناس ! انا خلقنا کم من ذکر و انثی' و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۴) یعنی بنیاد هر طرح کی فضیلت و بزرگي کي صرف عمل ھے' اور کوئي شے نہیں - قوموں اور خاندانوں کي تفریق صرف اسلیے ھے کہ باھمدگر پہچان اور تمئیز کا ذریعہ ھو - اسلیے نہیں ھے کہ ایک دوسرے پر اپني بڑائي جتلاے - سب سے بڑا انسان وهی ھے جو سب سے زیادہ متقي ھو - اور فرمایا : لا تزر وازرة وزر اخری' و ان لیس للانسان الا ما سعی' و ان سعیہ سوف یری - (۵۳ : ۴۶) هر انسان اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ھے' اور انسان کي تمام کامیابیوں اور سعادتوں کي بنیاد صرف اسکي کوشش اور اسکا عمل ھے - آنحضرة (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زندگي بھر قول و فعل یہ رہا کہ " لیس منا من دعی الی عصبیة " اور " لیس منا من قاتل علی عصبیة " اور " لیس منا من مات علی عصبیة " یعنی وہ هم میں سے نہیں جو نسل و قوم کي خصوصیت کے تعصب کي طرف لوگوں کو بلاے - وہ هم میں سے نہیں جو اس تعصب کي حالت میں دنیا سے جاے - وہ هم میں سے نہیں جو اس تعصب کي بنا پر لوگوں سے جنگ کرے ! دنیا کو چھوڑنے سے پہلے حجة الوداع میں جو آخری پیام امت کو سنایا' اسمیں بھي سب سے پہلي چیز یہي تھي - یعنی نوع انساني کي عام مساوات کا اعلان : " لا فضل لعربي علی عجمي' و لا لعجمي علی عربي - کلکم ابناء آدم " (شیخان) اور فرمایا " لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی - الناس کلھم بنو آدم' و آدم من تراب " (رواہ الجماعہ) یعنی اسلام کا ظہور و قیام نوع انساني کي مساوات اور باھمدگر برابری کا اعلان ھے - اب نہ کسي عرب کو عجمي پر اور نہ کسي عجمي کو عرب پر ملک و قوم کي وجہ سے فضیلت ملسکتي ھے - سب ایک هی آدم کی اولاد هیں' اور وهي سب سے بڑا ھے جو عمل میں بڑا ھو :

پھر اسي سورۃ میں آگے چلکر فرمایا - یھي وہ عمل ھے جسکے کرنے کے بعد تمام گناہ بخشدیے جاتے ھیں - کوئي خطا ' کوئي معصیت ' کوئي برائي باقي نہیں رھتي - ابدي نجات کا دروازہ ھمیشہ کیلیے کھل جاتا ھے : یا ایھا الذین آمنـوا - ھـل ادلکم علی تجـارۃ تنجیکم من عـذاب الیم ؟ تؤمنون باللہ و رسولہ ' و تجاھدون في سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ' ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - یغفر لکم ذنوبکم ' و یدخلکم جنات تجري من تحتھا الانھار ' و مسا کن طیبة في جنات عدن - ذلک الفوز العظیم !

بخاري و مسلم میں حضرۃ ابو ھریرہ سے مروي ھے - آنحضرۃ سے سوال کیا گیا - " ای العمل افضل " ؟ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ھے ؟ فرمایا " ایمان باللہ و رسولہ " اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا - پوچھا - " ثم ما ذا " ؟ اسکے بعد ؟ - فرمایا " الجھاد في سبیل اللہ " -

حد ھوگئي کہ جن لوگوں نے جنـگ بدر میں جاں نثاریاں کي تھیں ' اگر کبھي انسے کوئي لغزش ھوگئي اور معصیت میں مبتلا ھوگئے تو آپنے سزا دینے سے انکار کردیا اور فرمایا " لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم " یہ وہ جاں نثار حق ھیں جنھوں نے جنـگ بدر میں شرکت کي ھے - عجب نہیں کہ اس ایک عمل کے صلے میں اللہ نے انکي ساري پچھلي اور آئندہ خطائیں بخشدي ھوں اور کھدیا ھو کہ جو جي میں آے کرو !

ترمذي میں ھے " من رابط لیلة في سبیل اللہ ' کانت لہ کالف لیلة صیامھا و قیامھا " جس مسلمان نے ایک رات بھي جھاد کرتے ھوے دشمن کے انتظار میں کاٹي ' اسکے لیے ایسا اجر ھے ' گویا ھزار دنوں کا روزہ اور ھزار راتوں کي عبادت !

اور فرمایا " مقام احدکم في سبیل اللہ خیر من عبادۃ احدکم في اھلہ ستین سنة " (ترمذي) ساٹھہ برس تـک اپنے گھر میں عبادت کرنے سے بھي یہ افضل ھے کہ جھاد کے میدان میں کھڑے نظر آؤ -

اور فرمایا " حرس لیلة في سبیل اللہ ' افضل لہ من الف لیلة ' یقام لیلھا و یصام نھارھا " (رواہ احمد) جھاد کي ایک رات اس سے افضل ھے کہ ھزار راتیں عبادت میں اور ھزار دن روزہ میں بسر کیے جائیں !

صرف اپنے هي خاندان کیلیے مخصوص کردے ؟ وہ تمام نوع انسانی سے کہے کہ تمہارے سارے بناے ہوے حق جھوٹے ہیں - سچا حق صرف عمل اور اهلیت کا هے - لیکن خود اپنے لیے یہ کرجاے کہ نہ تو عمل اور نہ اهلیت ' بلکہ صرف ملک ' صرف قوم ' صرف نسل ' اور صرف خاندان ؟

کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی عجیب بات هوسکتی هے ؟

خیر ' یہ بات کتنی هی عجیب هوتی ' لیکن هم بلا تامل باور کرلیتے اگر فی الحقیقت قرآن و سنت سے ٹھیک ٹھیک ثابت هوتی - همارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت و عدم صحت کا معیار صرف یہ هے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت هو - یہ کچھ ضروري نہیں کہ هماری نارسا سمجھہ اُسکا احاطہ و ادراک بھي کرسکے - لیکن استعجاب کي ساري بنیاد همارا عقلی و قیاسی استبعاد نہیں هے - یہی هے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں' اور چونکہ ثابت نہیں ' اسلیے هم کو یقین هے کہ اسلام کیلیے کوئی ایسی بات ثابت بھی نہیں هونی چاهیے -

شارع کے بیانات ' انسان کی عام بول چال کی طرح مختلف قسموں کے واقع هوے هیں - از انجملہ ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کی هے - یعنی بہ حیثیت شرع و دین کے کوئی حکم دینا اور قانون ٹھرا دینا - دوسری صورت اخبار و اطلاعات کي هے - یہ دوسري صورت مجرد بیان واقعہ و حال هے ' اور اگر آیندہ کي نسبت هے تو پیشین گوئي هے - حکم اور تشریع نہیں هے - یعنی صرف ایک خبر هے کہ ایسا هوگا - یہ نہیں هے کہ ایسا کرنا چاهیے -

قریش کي خلافت کي نسبت جسقدر روایات موجود هیں' سب دوسري قسم میں داخل هیں - نہ کہ پہلی قسم میں - اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کرکے دیکھا جاے ' تو بلا کسي اضطراب کے یہ حقیقت روشن هوجاتی هے :

(۱) یہ حدیث حضرۃ ابو هریرہ' ابو برزہ ' کثیر بن مرہ' جابر بن عبد اللہ ' جابر بن سمرہ' معاویہ بن سفیان ' وغیرهم مختلف صحابہ سے مروي هے ' اور عمدہ طریق وہ هیں جو بخاري ومسلم نے اختیار کیے هیں - لیکن کسي طریق و روایت میں بھی کوئی ایسا لفظ مروي نہیں جس سے ثابت هو کہ مقصود پیشین گوئی نہ تھا - تشریع و امر تھا -

فله بکل درهم سبعمائة الف درهم - ثم تلا هذه الایه - والله یضاعف لمن یشاء"
یعني جو مسلمان ایسے وقتوں میں گھر سے نه نکلا ' صرف اپنے روپیه سے جهاد میں مدد دي ' تو اسکو هر ایک روپیه کے بدلے سات سو روپیوں کا اجر ملیگا - یعنے اس انفاق میں سات سو درجه زیادہ اجر هے - اور جس نے روپیه بھي لگایا اور خود شریک کار بھي هوا ' تو اسکے لیے سات هزار درجه زیادہ اجر - پھر آپنے یه آیت پڑھي " الله جس کسي کا اجر و ثواب چاهتا هے دوگنا کردیتا هے "

اسلام نے حقوق العباد پر جس قدر زور دیا هے ' معلوم هے - علی الخصوص والدین اور اقرباء کے حقوق که ساري نیکیوں اور هر طرح کي عبادتوں سے مقدم ٹھہرائے گئے - لیکن صرف یهي وہ عمل عظیم هے جسکے لیے یه حقوق بھي روک نهیں هوسکتے - امت اور شریعت کي حفاظت هي پر تمام افراد کي حفاظت موقوف هے - پس اگر امت دشمنوں کے نرغه میں هے ' تو نیکي کا سب سے بڑا کام جو زمین پر هوسکتا هے مسلمانوں کے سامنے آگیا - اب اس بڑے کام کے لیے سارے چھوٹے کام چھوڑ دینے چاهئیں - ماں ' باپ ' بھائي ' بهن ' بیوي ' بچے ' رشتے ناتے ' اپني اپني جگهه سب حق هیں - سب کا حق ادا کرنا چاهیے - لیکن خدا اور اسکي سچائي کا حق سب سے بڑا حق هے - اُسکے رشته کے سامنے سارے رشتے هیچ هیں - پس اگر اُسکے کام کا وقت آگیا تو سب کو اُسکي خاطر چھوڑ دینا پڑیگا :

قل ان کان اباؤکم ' و ابناؤکم ' و اخوانکم ' و ازواجکم ' و عشیرتکم ' و اموال اقترفتموها ' و تجارة تخشون کسادها ' و مساکن ترضونها ' احب الیکم من الله ورسوله وجهاد في سبیله فتربصوا حتی یاتي الله بامرہ و الله لا یهدی القوم الفاسقین (۹ : ۲۵)

مسلمانوں سے کهدو که تمهارے والدین تمهاري اولاد ' تمهارے بھائي ' تمهاري بیویاں ' تمهارا خاندان اور اسکے تمام رشتے ' یه مال و متاع جو تم نے کمایا هے ' یه کار و بار و تجارت جسکے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے هو ' یه تمهارے رهنے کے محل جن میں تمهارا دل اٹکا هوا هے ' اگر تمهیں الله اور اسکے رسول اور اسکي راہ میں جهاد کرنے سے زیادہ پیارے هیں ' اور تمهارے پائوں ان زنجیروں میں ایسے بندهگئے هیں که الله کي پکار بھي اُنهیں نهیں هلا سکتي ' تو جان لو که الله کا کام بھي تمهارا محتاج نهیں - نتائج کا انتظار کرو - یهانتک که الله کو جو کچھه کرنا منظور هے کر دکھاے - الله کا قانون هے که وہ نافرمانوں پر کامیابي کي راہ نهیں کھولتا !

بلال حبشي ' صهیب رومي ' سلمان فارسي (رض) کا جو حال تها ' معلوم هے - بلال کو عمر فاروق جیسے قرشي نے " همارا آقا و سردار" کہا - اور صهیب کو دیکھتے تو کہتے " نعم العبد صهیب ! لو لم یخف الله لم یعصه" صهیب الله کا کیا نیک بندہ هے ! اگر خوف عذاب نہ هوتا جب بهي اُسکي فطرة بدي پرمائل نہ هوتي ! مرنے کے وقت وصیة کي کہ نماز جنازہ وهي پرهائیں - سلمان کا یہ حال تها کہ حضرة علي علیه السلام فرماتے "سلمان منا اهل البیت" سلمان تو هم اهل بیت نبوة میں سے هے ! اسي چیز کا نتیجه تها کہ ایک صدي کے اندر هي اندر عرب کي نسلي عصبیة کا نام و نشان باقي نہ رها ' اور وہ زمانہ آگیا جب بزرگي و فضیلت کے هر میدان میں سرداری و ریاست عجمیوں اور غلام زادوں کے هاتھہ میں تهي - عـرب اُنکے علم و عمل کے آگے اسي طرح جهک گئے تهے ' جس طرح ایک قرشي و هاشمي کے آگے جهک سکتے تهے - حتی کہ خلیفۂ هشام بن عبد الملـک کو امام زهری سے کہنا پڑا " و الله لیسودن المـوالي العرب ' و یخطب لهم علی المنـابر ' و العرب تحتهم ! " (عقد الفرید)

پهر کیا ایسي حالت میں ایک لمحه کیلیے بهي باور کیا جاسکتا هے کہ اسلام کا داعي تمام دنیا کو تو قومي و نسلي امتیازات کي غلامی سے نجات دلانا چاهتا هو اور مساوات عامه کی طرف بلا رها هو ' لیکن (نعوذ بالله) خود اس درجه خود غرض هو کہ قیامت تـک کیلیے پادشاهي و خـلافت

(بقیه نوٹ صفحه ۹۳)

زیادہ رسول الله کے نزدیک محبوب تها ! یعنی بناے استحقاق هماری آپس کي رشته داریاں نہیں هوسکتیں - الله اور اسکے رسول کے نزدیک جو محبوب هو ' وهي سب سے زیادہ حقدار هے ' اور اُسي کو هر طرح کي بڑائي پہنچتي هے - ایسے صدها واقعات اُن عهدوں میں گزر چکے هیں - اسلام نے یہ انقلاب اُس ملک میں پیدا کردیا تها جہاں کا بچه بچه غرور نسل و خاندان کے نشه میں بدمست رهتا تها - جو مغرور قریش کل تـک قبائل یثرب کے شرفاء کو اس قابل بهی نہیں سمجهتے تهے کہ جنـگ بدر میں اُنسے مقابل هوں ' وہ اب غلاموں اور غلام زادوں کی سرداري بهی مان لینے کیلیے بلا چوں و چرا طیار هیں - سلطان اسلام کے لڑکے کے استحقاق پر ایک غلام زادہ کو ترجیح دي جا رهي هے - وہ گردن جهکا دیتا هے اور تسلیم کرلیتا هے !

اولاد صالح ' علم نافع ' اوقاف و تعمیرات خیریہ - مثلاً مساجد و مدارس وغیرہ جو بعد کو باقي رهیں - اس حدیث اور اسکي هم معني احادیث سے معلوم هوا که جهاد کا هر کام بهي اسي قسم میں داخل هے - علت اسکي بالکل واضح هے - عمل جهاد کي بنیاد هي یه هے که اپنے بعد کے زمانے اور آنے والي نسلوں کي حفاظت و سعادت کیلیے اپنا وجود قربان کردیا جاے - پس کوئي عمل نهیں جو اس سے زیادہ سچي اور بے لاگ انساني خدمت اور نوع پرستي کے جذبات رکهتا هو - اور اسي لیے ضروري هوا که اسکا اجر بهي وقتي نهو ' دائمي هو - عمل کا اجر تو عمل کے نتائج پر موقوف هے - جب نتائج بعد کے زمانوں اور نسلوں کو ملینگے ' تو صاحب عمل کا اجر بهي فوراً کیوں منقطع هوجاے ؟ اس حدیث میں " مرابطاً في سبیل الله " کا لفظ آیا هے - اور دوسري حدیثوں میں بهي جا بجا " رباط " کا لفظ وارد هے - " رباط " سے مقصود یه هے که کسي مقام میں تهرکر دشمن کے حمله کا انتظار کرنا - تاکه جب دشمن آجاے تو الله کي راه میں مقابله کیا جاے - نهایه میں هے " هو الاقامة في مکان یتوقع هجوم العدوفیه لقصد دفعه لله " پس " مرا بطا في سبیل الله " کا مطلب یه هوا که اگر لڑکر شهید هونے کا موقعه نهیں بهي ملا ' اور حمله کے انتظار هي میں موت آگئي ' جب بهي اسکا اجر مرنے کے بعد برابر بڑهتا رهیگا - اور وہ هزار دنوں کے روزۂ و نماز سے افضل هے !

قرآن بهي هر جگه اور بار بار یهي کهتا هے :

الذین آمنوا و هاجروا و جاهدوا في سبیل الله باموالهم و انفسهم' اعظم درجة عند الله و اولائک هم الفائزون - یبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان و جنات لهم فیها نعیم مقیم - خالدین فیها ابدا - ان الله عنده اجر عظیم ! (٩ : ٢٣)	جو لوگ ایمان لاے ' حق کي راہ میں اپنا گهر بار چهوڑا ' اپني جان و مال سے جهاد کیا ' سو الله کے نزدیک سب سے زیادہ اور اونچا درجه أنهي کا هے - یهي لوگ هیں که دنیا اور آخرة میں کامیاب هونگے - الله کي طرف سے انکے لیے بشارت هے - اسکي رحمت ' اُسکي محبت ' بهشتي زندگي کي نعمتیں ' اور اُنکي دائمي اور همیشگي ' سب کچهه أنهي کیلیے هے !

ابن ماجه میں هے " من ارسل بنفقة في سبیل الله و اقام في بیته' فله بکل درهم سبع مائة درهم ' و من غزا بنفسه في سبیل الله وأنفق في وجهه ذلک'

طریقوں اور لفظوں سے تمام اصحاب سنن و مسانید نے روایت کی ھے - صحیح مسلم میں سفیان بن عیینہ کے طریق سے " لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر رجلا - ثم تکلم النبي بکلمة خفیت علی - فسئلت ابي ماذا قال ؟ فقال کلھم من قریش " اور حصین بن عمران کے طریق سے " ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشرة خلیفة " اور سماک بن حرب سے " لا یزال الاسلام عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفة " مروی ھے - شعبي کے طریق عند ابي داؤد میں ھے " فکبر الناس و ضجوا " اور اسماعیل بن ابی خالد عن ابیه سے اسی میں ھے " لا یزال ھذ الدین قائماً حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلھم یجتمع الامة علیه" طبراني نے اسود بن سعید کے طریق سے اسپر زیادت کي " لا تضرھم عداوة من عاداھم " بعض طریق میں ھے " لا یزال ھذا الامر صالحاً " اور " ماضیاً ". (روا ھما احمد) اور بزار و طبراني نے ابو جحیفه سے روایت کي ھے " لا یزال امر امتي قائما حتی یمضي اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش " یھي روایت ابوداؤد میں اس اضافه کے ساتھه ھے " فلما رجع الی منزله اتته قریش فقالوا ثم یکون ما ذا؟ قال ثم یکون الھرج " حاصل تمام روایتوں کا یه ھے که آپ آینده کي نسبت خبر دے رھے ھیں اور فرماتے ھیں - ضرور ھے که باره خلیفه ھوں - سب قریش سے ھونگے - کسي دشمن کي دشمني انکو نقصان نہیں پہنچا سکیگي - جبتک یه باره خلیفه حکمراں رھینگے ' اسلام با عزت رھیگا ' اور لوگ خوشحال -

اس طرز بیان کي وضاحت نے ظاھر کردیا که اس بارے میں جو کچھه کہا جارھا ھے ' اس سے صرف آئنده کي نسبت اطلاع دینا مقصود ھے - حکم و تشریع نہیں ھے - ھم نے تمام روایات و طریق نقل کردیے - کسي روایت اور طریق سے بھي ایسا لفظ ثابت نہیں جس سے حکم و تشریع نکل سکے -

(٣) ان سب کے بعد وہ حدیث آتي ھے جسکو امام بخاري نے باب " الامــــراء من قریش " کي بنیـــاد قرار دیا ھے - تمام روایات کے ساتھه یه حدیث سامنے رکھلي جاے' تو پوري طرح اصلیت روشن ھو جائیگي - امیر معاویه کي مجلس میں ایک مرتبه ذکر آیا که عبد الله بن عمرو کہا کرتے ھیں " سیکون ملك من قحطـــان " قحطان میں سے ایک پادشاہ ھوگا - امیر معاویه یه سنکر غضبناک ھوے اور خطبه دیا : " بلغني ان رجالاً منکم یحدثون احادیث لیست فی کتاب الله و لا تؤثر عن رسول الله " الخ - مجھه تــک

آنکس کہ ترا بخواست ، جانرا چہ کند ؟
فرزند و عیال و خانمان را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ھر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ھر دو جہان را چہ کند ؟

تبوک نامی مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا مسلمانوں کی دلیرانہ طیاریوں حال سنکر رومیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور فوجیں منتشر کردی گئیں۔ آنحضرۃ نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینہ واپس آگئے -

اس دفاع میں بجز منافقین کے تمام مسلمان شریک ہوے تھے - صرف تین شخص نہ جاسکے - کعب بن مالک - ھلال بن اُمیہ - مرارہ بن ربیع - کعب بن مالک سابقین انصار میں سے ھیں ، اور اُن ۷۳ سابقین مخلصین میں سے جو عقبہ کی بیعت میں حاضر ھوے تھے - انکے ایمان و اخلاص میں کیا شبہ ھوسکتا ہے ؟ اُنکا شریک نہ ہونا کسی بری نیت سے نہ تھا - سستی اور کاھلی سے آج کل کرتے رھے اور فوج کے ساتھہ ملنے کا موقعہ نکل گیا -

با ایں ھمہ یہ معاملہ اللہ اور اسکے رسول کی نظروں میں اسدرجہ اھم ہے کہ یہ سستی اور کاھلی بھی ایک سخت جرم قرار پائی- معذرت کرنے کیلیے حاضر ھوے تو توبہ قبول نہ ھوئی - حکم ہوا کہ گھر میں بیٹھو اور فیصلۂ وحی کا انتظار کرو - مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تمام تعلقات انسے ترک کردیں - نہ کوئی بات چیت کرے - نہ ملے جلے - نہ اور کسی طرح کا واسطہ رکھے - پھر انکی بیویوں کو حکم ملا کہ وہ بھی الگ ھوجائیں اور کوئی واسطہ نہ رکھیں - امام بخاری نے ایک طول طویل روایت خود حضرۃ کعب بن مالک کی زبانی نقل کی ہے اور اس واقعہ کیلیے خاص باب باندھا ہے - کعب کہتے ھیں ٭ ھمارا یہ حال ھوگیا تھا کہ سارا مدینہ انسانوں سے بھرا تھا ، مگر ھمارے لیے نہ ایک آنکھہ دیکھنے والی تھی نہ ایک زبان بات کرنے والی - خود عزیز و اقارب نے ملنا جلنا ترک کردیا تھا - حسرت سے ایک ایک کا منہ تکتے اور دیوانوں کی طرح پھرتے تھے - ایک دن اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ کے یہاں گیا - مجھے دیکھتے ھی منہ دوسرے طرف پھرا لیا - سلام کیا تو جواب نہ ملا - اللہ اللہ ! کیا مسلمان تھے کہ انکا رشتہ تھا تو اللہ اور اسکے رسول کا رشتہ - زندگی تھی تو صرف اسی کے حکم پر ! الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی مجسم تصویر تھے !

عن ابي هريرة " الناس تبع لقريش فی هذا الشان - مسلمهم لمسلمهم و کافرهم لکافرهم" (مسلم) دوسرے طریق میں زیادہ وضاحت ہے " مسلمهم تبع لمسلمهم ، و کافرهم تبع لکافرهم " (مسلم) جابر کی روایت میں " الناس تبع لقريش فی الخير و الشر " ہے - امام نواوي اسکی شرح میں لکھتے ہیں " معناه في الاسلام و الجاهلية - لانهم كانوا في الجاهلية رؤساء العرب و اصحاب حرم الله و اهل الحج ، و كانت العرب تنتظر اسلامهم ، فلما اسلموا و فتحت مكه ، تبعهم الناس ، و جاءت و فود العرب من كل جهة ، و دخل الناس فی دين الله افواجا " (جلد ۲ : ۱۱۹) پس معلوم ہوا کہ اس حدیث کو مسئلۂ خلافت کے اختصاص و شرائط سے کوئي تعلق نہیں - مقصود یہ ہے کہ عرب میں خاندان قریش حج کے اهتمام اور بیت الله کی همسایگی کی وجہ سے تمام قبائل کی سرداري رکھتا تھا ، اور ہرکام میں سب کي نظریں اُسي پر اُٹھتي تھیں - جب تک مکہ فتح نہوا اور قریش مسلمان نہ ہوے ، تمام عرب کے قدم رکے رہے - جونہي قریش مسلمان ہوے ، سب نے اُنکي پیروي کي ، اور اپنے اپنے وفد بھیجنا شروع کردیے - حتی کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا - پس فرمایا " الناس تبع القريش " لوگ جاهلیة اور اسلام ، دونوں حالتوں میں قریش کے تابع ہوے - وہ بگڑے رہے تو سارا عرب بگڑا رہا ، وہ سنورے تو سب سنور گئے - اور یہ بالکل حق و معلوم ہے - همیشه اور ہر ملک میں سردار جماعتوں اور بڑے لوگوں کا ایسا هي اثر ملک و قوم پر ہوتا ہے - اچھي بري ، ہر طرح کي باتوں میں لوگ اُنھي کي پیروي کرتے ہیں - حضرة ابو بکر کي روایت سے یہي حدیث مسند امام احمد میں یوں مروي ہے " بر الناس تبع لبرهم ، و فاجرهم تبع لفاجرهم " اور بیہقي نے حضرة علي سے روایت کیا " كان هذا الامر في حمير فنزعه الله منهم و جعله في قريش " لیکن اس سے یہ بات کیونکر ثابت ہوئي کہ مسلمانوں کا خلیفه بجز اُنکے کوئي دوسرا ہو هي نہیں سکتا ؟ اسلام صرف عرب هي کا اسلام نہ تھا جس کے سردار قریش تھے - اسلام تمام عالم کیلیے اسلام ہے جسکي سرداري و ریاست صرف علم و عمل حق هي کو ملسکتي ہے اور یہ سرداري اسلام هي نے دلائي ہے !

(۲) امام بخاري نے جابر بن سمرة سے بطریق شعبه ایک اور حدیث روایت کي ہے " سمعت النبي صلعم يقول يكون اثنا عشر اميراً - فقال كلمة لم اسمعها - فقال أبى أنه قال كلهم من قريش " یہ حدیث مختلف

اگرچہ عمل کے اعتبار سے اس فرض کي تعميل اُس وقت لازم سے الزم ہو جاتي ہے جب حملۂ اعداء کي وجہ سے خاص طور پر ضرورت پيش آجاے، ليکن عزم و استعداد کے لحاظ سے يہ حکم کسي خاص وقت ميں محدود نہيں - ہميشہ اور ہر حال ميں مسلمانوں کا فرض ہے کہ دفاع اعداء کيليے طيار رہيں اور طياري کرتے رہيں - اوپر حديث گزر چکي ہے کہ جو دل اسکے عزم و طلب سے خالي ہوا، اُسپر ايمان کي جگہ نفاق کا قبضہ ہوگيا:

و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم و آخرين من دونهم لا تعلمونهم (۸ : ۶۰)

جسقدر بهي تم سے ممکن ہو، دشمنوں کے مقابلے کيليے اپني قوت اور سازو سامان سے طيار رہو - تا کہ اللہ اور اُسکي اُمت کے دشمنوں پر تمہاري مستعدي ديکھکر خوف اور رعب چھا جاے - تم پر حملہ کرنے کي ہر کسي کو جرأت نہو -

(عہد نبوت کا ايک واقعہ)

يہ قرآن و سنت کے احکام ہيں - اب ديکھيں، صاحب شريعت کا اس بارے ميں طرز عمل کيا رہا ہے ؟

/ ہجرۃ کے نويں سال آنحضرۃ صلی اللہ عليہ وسلم کو خبر ملي کہ روميوں کي فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کيليے اکٹھي ہو رہي ہے - يہ سنکر آپنے بهي طياري کا حکم ديديا، اور تيس ہزار مجاہدين کے ساتھہ مدينہ سے کوچ کرديا - چونکہ يہ فوج بڑي ہي تنگدستي اور بے سروساماني کے حال ميں نکلي تھي - اٹھارہ آدميوں کے حصے ميں صرف ايک سواري آئي تھي - جنگل کے پتے کھا کر مسلمانوں نے گزارہ کيا، اسليے اس فوج کا نام " جيش العسرة " مشہور ہوا - الذين اتبعوه في ساعة العسرة (۹ : ۱۱۹)

آج تم خدا اور اُسکے ايمان کي جگہ لوہے اور گندھک کے سامان و اسلحہ کي پرستش کر رہے ہو - ليکن ايک وقت وہ بهي تھا، جب بے سرو سامان مسلمانوں کي يہ بهيڑ نکلي تھي، تا کہ کرۂ ارضي کي سب سے بڑي متمدن قوم يعني روميوں سے مقابلہ کرے !

حضرۃ ابوبکر (رض) نے اسي دفاع کيليے اپنا تمام مال و متاع پيش کرديا تھا - جب اُنسے پوچھا گيا " ما ابقيت لاهلك " ؟ اپنے بيوي بچوں کيليے کيا چھوڑ آے ہو ؟ تو اس پيکر ايمان و مجسمۂ عشق حق نے جواب ديا تھا " ابقيت لهم الله و رسوله " ! اللہ اور اُسکے رسول کو !

کي قيد موجود هے - اس سے ثابت هوا که جب قريش ميں ايسے لوگ نه رهينگے جو دين قائم رکهه سکيں تو پهر کوئي غير قرشي مسلط هو جائيگا -

(۴) صحيح بخاري کے ترجمهٔ باب سے واضح هوتا هے که امام بخاري کا بهي مذهب يهي هے - انهوں نے باب باندها هے " الامراء من قريش " قريش ميں امارت اور امراء - اس مضمون کا باب نهيں باندها که امارت هميشه قريش هي ميں هوني چاهيے -

(۵) امام بخاری نے ايک دوسري روايت ابن عمر کي درج کي هے جو مسلم وغيره ميں بهي هے : " لا يزال هذا الامر في قريش ما بقي منهم اثنان " يعني يه چيز قريش هي ميں رهيگي جب تک دو آدمي بهي اُن ميں باقي رهينگے -

اس روايت سے همارے بيان کي اور مزيد تصديق هوگئي - حديث کا منطوق صريح پيشين گوئي کا هے - اگر اسکا يه مطلب قرار ديا جاے که جب تک دو انسان بهي خاندان قريش ميں باقي رهينگے ' خلافت اُنهي کے قبضه ميں رهيگي ' تو يه واقعات کے بالکل خلاف هے - دور کي جگه هزاروں قرشي انسان موجود رهے اور خلافت قريش سے نکل گئي - پس ضرور هے که "ما بقي منهم اثنان" کے منطوق پر مفهوم کو ترجيح دي جاے - اور وه يهي هے که اگر قريش ميں دو آدمي بهي ايسے باقي رهينگے ' جو خلافت کے اهل هونگے ' تو کبهي خلافت کے شرف سے يه خاندان محروم نه هوگا - مگر جب انقلاب حال سے ايسا وقت آجائے که دو آدمي بهي اهل نه رهيں ' تو مشيت الهي اپنے قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرماديگي ' اور قريش خلافت سے محروم هوجائينگے - چنانچه تاريخ شاهد هے که ايسا هي هوا - معتصم کے بعد سے عباسيه کا زوال شروع هوگيا تها - آخر ميں يهانتک پهنچ گيا که حکومت دوسروں کي تهي' عباسي خليفه صرف اپنے عشرت کدوں کيليے رهگيا تها - تاهم اقتدار خلافت اُنهي کا رها - کسی کو جرأت نه هوئي که خلافت کا دعوا کرسکے - کيسي کيسي طاقتور اور باجبروت عجمي و سلجوقي حکومتيں قائم هوئيں ؟ ليکن سب اپنا بڑا سے بڑا شرف يهي سمجهتے رهے که مقام خلافت سے اُنهيں خدمت و ياوري خلافت کا کوئي لقب ملجاے' اور بس - اگر ايک قرشي ' فاطمی ' عباسي ' تن تنها کسي هنگامهٔ و قتال سے بچکر

اگر مشکلوں اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے ہیں تو ان حالات سے بڑھکر اور کونسے حالات عذر داري کے لیے مناسب ہوسکتے ہیں ؟ مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل ہے کہ نہ کوئی عذر سنا گیا ' نہ کوئی مشکل رکاوٹ ہوسکي - حکم ہوا کہ سب کچھہ چھوڑ دو - ساري مصیبتیں جھیل لو - اور دشمنوں کو روکنے کیلئے نکل کھڑے ہو - سورۂ توبہ میں اسکا بڑا ہی عبرت انگیز تذکرہ ہے - یہ موقعہ تفصیل کا نہیں - قالوا لا تنفروا فی الحر - قل نار جهنم اشد حرا لو كانوا يفقهون [۹ : ۸۳]

(۲) یہ تینوں مسلمان جو شرکت دفاع سے رهگئے ' مخلصین مومنین میں سے تھے - انکي زندگیاں اسلام کی بے شمار خدمتوں اور جان نثاریوں میں بسر ہوئي میں - عبادتوں اور نیکیوں کا کیا پوچھنا کہ شب و روز اللہ کے رسول کے سایۂ تربیت میں رہتے تھے ' انہی کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ' انہي کے ساتھہ روزے رکھتے تھے - صحابہ کے ایک ادنی فرد کي عبادت کا مقابلہ هم اپني پوري نسلوں اور قوموں کی عبادت گزاریاں پیش کر کے بھي نہیں کر سکتے - حضرۃ کعب بن مالک سابقون الاولون میں سے ہیں - جب اسلام کا کوئی ساتھی نہ تھا تو مدینہ کے انصار نے ساتھہ دیا - عقبہ کي بیعت ثانیہ میں ۷۳ جان نثاروں نے بیعت کی تھی - یہ انھي عشاق اسلام میں سے ہیں - خود کہتے ہیں کہ کسی اسلامي خدمت میں دوسروں سے پیچھے نہ رہا - ہر جنگ میں شرکت کی - ہر موقعہ پر جان و مال نثار کیا - اس دفاع کي شرکت سے بھي جو رهگئے' تو دل کی کسي کمزوري اور نیت کے فساد کي وجہ سے نہیں - چلنے کا تو پورا سامان کر لیا تھا - صرف یہ قصور ہوا کہ سستي اور کاهلی کي - پوري طرح مستعدي سے کام نہ لیا - تاهم دیکھو ' یہ سستي اور کاهلي بھی خدا کے حضور کیسا بڑا جرم قرار پائي کہ نہ تو کوئي پچھلی خدمت آڑے آسکی' نہ مدۃ العمر کي نیکیوں اور عبادتوں هي نے کچھہ کام دیا - نہ کوئي بزرگی اور بڑائي اس معاملہ میں شفیع ہوسکي - نہ ایک ایسے پکے اور پرکھے ہوے مخلص مسلمان کیلیے عذر و معذرت کي گنجائش نکل سکي - سخت سے سخت سزا جو دي جاسکتي تھی' دي گئي - مسلمانوں سے اسلامي برادري کا رشتہ هي توڑ دیا گیا - پچاس دنوں کیلیے جماعت سے باهر کردیے گئے - یہ سارا زمانہ گریۂ و زاري اور عبادت و استغفار میں بسر ہوا - تب کہیں جاکر توبہ قبول کي گئي -

یہ بات پہنچي ھے کہ تم میں کچھہ لوگ ھیں جو ایسي باتیں کہتے ھیں کہ نہ تو قرآن میں ھیں نہ رسول سے ثابت ھیں : " انی سمعت رسول اللہ یقول : ان ھذا الامر في قریش ، لا یعادیھم احد ، الا کبہ اللہ علی وجھہ ، ما اقاموا الدین " میں نے رسول اللہ سے سنا ھے کہ یہ بات (یعني حکومت) قریش ھي میں رھیگي جب تک وہ دین قائم رکھینگے - جو اُنکي مخالفت کرے گا ، اُلٹا رسوا ھوگا - یعني کامیاب نہوگا -

اس روایت نے سارا معاملہ حل کردیا - معلوم ھوگیا کہ ایک خاص وقت تک کے لیے یہ پیشین گوئي تھي ، اور حرف بہ حرف پوري ھوئي - یعني آپ نے بتلادیا تھا کہ قریش میں جب تک دین قائم رکھنے کي قابلیت رھیگي ، حکومت اُنھي کے قبضے میں رھیگي - جو اُنکے خلاف اُٹھے گا ، ناکام رھیگا - چنانچہ ایسا ھي ھوا - جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رھي ، اسلامي خلافت کے وھي مالک رھے - جب اسکے اھل نہ رھے ، عجم و ترک نے یہ بار اُٹھالیا - بحکم ان یشا یذھبکم و یات بخلق جدید ، و ما ذلک علی اللہ بعزیز (۳۰ : ۱۶) اور یستبدل قوماً غیرکم الخ - باقي رھا امیر معاویہ کا ابن عمرو پر انکار ، تو یہ بھي صحیح نہ تھا - وہ صرف یہ بات سنکر گھبرا اُٹھے کہ دوسري پادشاھت بننے والي ھے - اصلیت پر غور نہیں کیا - قحطاني والي حدیث بطریق رفع ثابت ھے ، اور قریش والي حدیث میں " ما اقاموا الدین " کي قید موجود ھے - پس دونوں میں کوئي تعارض نہیں - اسي بنا پر ائمۂ حدیث نے حدیث قحطاني اور حدیث قریش میں تطبیق دیتے ھوے صاف صاف لکھدیا کہ امارۃ قریش والي روایت تشریع نہیں ھے - محض خبر ھے - اور وہ بھي " ما اقاموا الدین " کے ساتھہ مقید - شیخ الاسلام لکھتے ھیں " ھذا انکار من معاویہ بلا تامل ، و الا ، فقد جاء حدیث القحطاني مرفوعاً ، و ما ذکر في المعارضہ ، فھو حجۃ لما فیہ من التقئید بقولہ : ما اقاموا الدین " اور حافظ عسقلاني نے فتح میں ابن التین کا قول نقل کیا ھے " الذي انکرہ معاویہ في حدیث ما یقویہ لقولہ ما اقاموا الدین فربما کان فیھم من لا یقیمہ فیتسلط القحطاني علیہ و ھو کلام مستقیم " (۱۳ : ۱۰۲) یعني امیر معاویہ کا انکار کردینا انکي بے غوري کا نتیجہ تھا - ورنہ قحطاني والي بات ثابت ھے - امیر معاویہ نے جو حدیث معارضہ میں پیش کي ، اس کا آخري ٹکڑہ خود انھي پر حجت ھے اور ابن عمرو کي تصدیق کر رھا ھے - یعني اس میں " ما اقاموا الدین "

غسان کے عیسائي پادشاہ نے یہ حال سنا تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقعہ نکل آیا ھے - کعب کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ تمھارے آقا نے تمھاري ساري عمر کي خدمتوں کا یہ معاوضہ دیا - میرے پاس چلے آؤ - دیکھو یہاں تمھاري کیسي عزت ھوتي ھے ؟ کعب بن مالک کو خط ملا تو ایلچي کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا جواب میں کہدینا - ھم نے جس آقا کي چوکھٹ پر سر رکھا ھے ' اسکي گیرائیوں اور دلربائیوں کا حال تمھیں کیا معلوم ؟ اسکي بے التفاتي بھي دوسروں کي محبت و عزت سے ھزار درجہ ھمیں زیادہ عزیز ھے :

اے جفا ھاے تو خوشتر ز وفاے دگران !

ان مومنین صادقین کي یہ آزمائش پورے پچاس دن تک جاري رھي - بالاخر اللہ تعالی نے توبہ قبول فرمائي اور سورۂ توبہ کي یہ آیت نازل ھوئي :

و علی الثلثة الذین خلفوا ' حتی ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ - ثم تاب علیھم لیتوبوا - ان اللہ ھو التواب الرحیم ! (۹ : ۱۲۰)

اور وہ تین آدمي جنکا معاملہ فیصلۂ الھي کیلیے ملتوي کردیا گیا تھا ' سو جب انکا یہ حال ھوگیا کہ تمام مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا ' زمین باوجود اپني وسعت کے انپر تنگ ھوگئي ' اپني زندگي سے بیزار ھوگئے ' اور انھوں نے دیکھہ لیا کہ اللہ سے پناہ نہیں ھے مگر صرف اسي کي طرف ' تو پھر اللہ نے انکي توبہ قبول کرلي - یقیناً اللہ ھي ھے جو توبہ قبول کرتا اور خطا کاروں کیلیے مہرباني رکھتا ھے !

حضرة کعب کو جب قبولیت توبہ کي بشارت ملي تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور اپنا سارا مال و متاع شکرانۂ قبولیت میں لٹا دینا چاھا -

اس واقعہ میں متعدد باتیں قابل غور ھیں :

(۱) رومیوں نے حملے کي طیاریاں کیں تو اسلام و امت کي حفاظت کیلیے دفاع کرنا ھر مسلمان پر فرض ھوگیا - موسم سخت گرمي کا تھا - سفر دور دراز کا - بے سروساماني حد درجہ کي - مقابلہ اس حکومت سے جو نصف دنیا پر حکمراں تھي - حجاز میں فصل پک چکي تھي اور کٹائي کا اصلي وقت تھا - یہي فصل ملک کیلیے سال بھر کي خوراک تھي -

معلوم هے کہ آج تک نہ کسي نے ایسا کہا ' نہ یہ مطلب سمجھا ' نہ قضاء و اذان کیلیے کوئي شرعی اشتراط ملک و نسل کا تسلیم کیا گیا هے -

پس جو مطلب اُن دو باتوں کا هے ' وهی خلافت قریش کا بھی هے - یا تو یہ بیان حال هے - یعنی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے عہد میں ایسا هوا کہ آپ خود قرشي تھے اور مسلمانوں کے امیر و رئیس کل - قضاء پر اکثر انصار مامور هوے ' اور اذان حضرت بلال دیتے تھے - پس " الملك في قریش ' و القضاء في الانصار ' و الاذان في الحبشه " کي تقسیم هوگئي تھي - یا آیندہ کي نسبت خبر هے کہ حکومت قرشیوں کے هاتھہ میں رهیگی ' قضاء پر انصاري مامور هونگے ' اور اکثر ایسا هوگا کہ موذن حبشي هوں - کوئي خاص آنے والا عہد پیش نظر هوگا - اسي کي نسبت یہ خبر آپ کي زبان مبارک پر طاري هوگئي -

(٧) اس حدیث کے جو متون و اسناد صحیحین نے اختیار کیے هیں ' اُنکے بعد سب سے زیادہ مشہور روایت وہ هے جسکو ابو داؤد طیالسي ' امام احمد ' ابو یعلي ' طبراني ' وغیرهم نے حضرۃ ابو برزہ اور انس سے روایت کیا هے " الائمۃ من قریش ما حکموا فعدلوا ' و وعدوا ' فوفوا ' واسترحموا " اور طبراني نے حضرۃ علي سے مرفوعاً روایت کیا هے " الا ان الامراء من قریش ما أقاموا ثلاثا " الخ - اسي متن کو امام بخاري نے تاریخ میں اور طیالسي و بزار نے مسند میں حضرۃ انس سے یوں بھي روایت کیا هے " الائمۃ من قریش ما اذا حکموا فعدلوا " نسائي و حاکم نے بھي ایک دوسرے طریق سے یہ روایت لي هے - حاصل ان سب کا یہ هے کہ فرمایا - امرا اور آئمہ قریش میں سے هیں - جب تک ان میں عدل گستري ' ایفاء عہد ' اور رحم و شفقت کے اوصاف باقي رهینگے -

اس حدیث سے بھي ثابت هوگیا کہ قریش کي خلافت اهلیت و صلاحیت کے ساتھہ مشروط تھي - یعني پہلے هي سے کہدیا گیا تھا کہ جبتک صفات حسنہ اُن میں باقي رهینگے ' خلافت اُنھي کے قبضہ میں رهیگي - یہ بات نہ تھي کہ تشریعاً هر حال میں خلافت کو اُنھي کا حق بتلایا هو -

(٨) اس سے بھي بڑھکر یہ کہ بعض روایات میں قریش کي نسبت بصورت ظلم و جور و عدم اتباع شریعت ' سخت کلمات وعید بھي آئے هیں - حتي کہ کلمۂ " لعن " بھي آیا هے - یہ بھي صاف صاف موجود هے کہ

محدود کردینا ہے - "جہاد" کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں - قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے "جہاد" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - یہ سعی زبان سے بھی ہے، مال سے بھی ہے، صرف وقت و عمر سے بھی ہے، محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی ہے، اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ہے - جس سعی کی ضرورت ہو، اور جو سعی جسکے امکان میں ہو، اسپر فرض ہے - اور جہاد فی سبیل اللہ میں لغۃ و شرع، دونوں اعتبار سے داخل - یہ بات نہیں ہے کہ "جہاد" سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو - جہاد تو دل سے بھی ہے، زبان سے بھی ہے، ہاتھہ سے بھی ہے - دشمنوں کی فوج سے ایک خاص وقت ہی میں مقابلہ ہوسکتا ہے، لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی اور زندگی کی ہر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ہے "المجاهد من جاهد نفسه في ذات الله" و المهاجر من هجر ما نهى الله عنه" سورۂ فرقان میں ہے فلا تطع الكافرين و جاهدهم به جهاداً كبيرا (۲۵ : ۵۵) یعنے کفار کے مقابلہ میں کمال درجہ جہاد کرو - سورۂ فرقان بالاتفاق مکی ہے، اور معلوم ہے کہ جہاد بالسیف یعنے لڑائی کا حکم ہجرۃ مدینہ کے بعد ہوا - پس مکی زندگی میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے ؟ جہاد بالسیف تو ہو نہیں سکتا - یقیناً وہ حق کی استقامت اور اسکی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا - مکی زندگی میں جس طرح یہ جہاد جاری رہا، معلوم ہے - حق کی راہ میں دنیا کی کسی جماعت نے ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں نہیں اٹھائیں، جیسی اللہ کے رسول اور اسکے ساتھیوں نے مکی زندگی میں - اسی پر جہاد کبیر کا اطلاق ہوا - اسی طرح منافقوں کے ساتھہ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا "جاهد الكفار و المنافقين و اغلظ عليهم (۹ : ۶۶) حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگی بسر کر رہے تہے - جنگ و قتال کی ضرورت ہی نہ تھی، اور نہ انسے جنگ کی گئی - سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق و اتمام حجۃ و مقاومۃ فساد کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ہے - بخاری و ابن ماجہ میں ہے کہ حضرۃ عائشہ نے پوچھا "على النساء جهاد ؟" کیا عورتوں کیلیے بھی جہاد ہے ؟ فرمایا "نعم جهاد، لا قتال فيه - الحج و العمرة" ہاں، جہاد ہے مگر اسمیں

نکل جاتا ' تو جس گوشۂ عالم میں پہنچ جاتا ' ایک عالم اُسکے ساتھہ ہو جاتا اور اپني حکومت قائم کرلیتا - گویا ہر قرشي کے وجود میں ایک خلافت پنہاں تھي - ایک اموي شہزادہ شام کے قتل عام سے بچکر نکلا اور افریقہ ہوکر یورپ جاپہنچا - وہاں پانچ صدیوں تک کیلیے اسپین کي عظیم الشان اسلامي سلطنت قائم ہوگئي - لیکن جب عرب و قریش کے تنزل و ادبار کا وہ آخري وقت آگیا کہ دو قرشي بھي دنیا میں حکمراني کے اہل و لائق باقي نہ رہے ' تو تاریخ خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا ' اور یکقلم غیر عربي و غیر قرشي خلافت کا دور شروع ہوگیا - و کان وعداً مفعولا !

(۶) اشتباہ و اضطراب کے تمام پردے اُٹھہ جاتے ہیں جب ترمذي کي وہ روایت سامنے آجاتي ہے جس میں امارت قریش کے ساتھہ دو اور باتوں کا بھي ذکر ایک ہي سلسلے اور ایک ہي اسلوب میں کیا گیا ہے ' اور گویا روایت امارت کے متن کا وہ ایک متمم و مکمل ٹکرہ ہے جو بقیہ طرق میں رہگیا تھا ' اس طریق میں ملجاتا ہے تا کہ اسکو جوڑ کر مضمون حدیث کامل کر لیا جاے - قریش والي حدیث اگرچہ مختلف راویوں سے مروي ہے ' لیکن سب سے زیادہ اور مشہور طرق ابو ہریرہ ' جابر بن سمرہ ' اور ابن عمر پر جاکر ختم ہوتے ہیں - اور امام مسلم ' احمد ' ابو داؤد طیالسي ' بزار ' طبراني کے تمام طریق تو حضرت ابو ہریرہ ہي کي روایت سے نکلے ہیں - انھي ابو ہریرہ سے بطریق ابو مریم انصاري ترمذي نے روایت کیا ہے : " الملک في قریش ' والقضاء في الانصار ' والاذان في الحبشه " (اسنادہ صحیح) اور امام احمد کثیر بن مرہ سے یوں روایت کرتے ہیں " الخلافۃ في قریش ' والحکم في الانصار ' والدعوۃ في الحبشه " (رجالہ موثقون - و ایضاً رواہ الطبرانی و البزار من وجہ آخر)

اس روایت میں ایک ساتھہ تین باتوں کا ذکر ہے - خلافت قریش میں - قضاء و حکم انصار میں - اذان و دعوۃ اہل حبش میں - پس جو معني ایک بات کے ہونگے ' وہي بقیہ دو کے ہونگے - اور جو مطلب دو باتوں کا ہوگا ' وہي پہلي بات کا بھي ہوگا - اگر پہلي بات (یعني قریش کي حکومت) بیان حال اور پیشین گوئي نہیں ہے - امر و تشریع ہے - تو بقیہ دو جملوں کو بھي امر و تشریع قرار دینا پڑیگا - یعني ماننا پڑے گا کہ قاضي ہمیشہ انصاري ہي ہونا چاہیے ' اور مؤذن بجز حبشي کے دوسرا ہو نہیں سکتا - لیکن

(۳) اسلام کے احکام کا قبولیت توبہ کے بارے میں جو حال ہے' معلوم ہے - خدا کا دروازۂ رحمت کسی آنے والے کا اتنا انتظار نہیں کرتا ' جسقدر اس مضطرب روح کا ' جو توبہ کیلیے اُسکی طرف بڑھے - " لو اخطاتم حتی تملاء خطایـا کم ما بیـن السماء و الارض ' ثـم استغفـرتم ' اللـہ یغفـر لکم " (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ) اگر تم نے اتنے گناہ کیے ہوں کہ زمین و آسمان کا فاصلہ انسے بھر دیا جاسکے ' پھر بھی توبہ کا آنسو بہاتے ہوے آؤ تو دروازۂ مغفرت کھلا پاؤ گے - لیکن دیکھو' امت کی حفاظت و مدافعت سے غفلت کرنا اللہ کی نظروں میں کیسا سخت جرم ہے کہ یکایک توبہ بھی قبول نہوئی - تینوں صحابی آپکی واپسی کے بعد پہلی ہی صحبت میں عفو تقصیر کیلیے حاضر ہوگئے تھے ' مگر حکم ملا کہ ابھی نہیں - انتظار کرو - پچاس دن سزا و عقوبت کے گذرچکے تب کہیں توبہ قبول ہوئی !

(۴) جب اُن پاک انسانوں کا یہ حال ہوا کہ ایمان اُنکا ایمان تھا ' اور نیکیاں اُنکی نیکیاں - اُن کے بستر خواب کے اجر و ثواب کا بھی ہماری بڑی بڑی عبادتیں مقابلـہ نہیں کرسکتیں ' تو خدا را بتلاؤ ' ہم بدبختوں اور سیہ کاروں کا کیا حشر ہوگا کہ نہ ایمان کی دولت ساتھہ ہے نہ طاعت و حسنات کی پونجی دامن میں - زندگی یکسر برباد غفلت و معصیت' اور عمریں یکقلم تاراج نفس پرستی و نافرمانی - وہاں عزم و ایمان کے ساتھہ سہو و نسیان تھا مگر عذر قبول نہ ہوا - یہاں اعراض و نفاق کے ساتھہ صریح نافرمانی و انکار ہے اور پھر نہ ندامت ہے نہ توبۂ و انابت ! اُنکے ساتھہ سب کچھہ تھا اور کام نہ آیا - ہمارے پاس تو کچھہ بھی نہیں ہے - پھر کیا ہے جس نے آنے والے دن کی طرف سے ہماری روحوں کو بے فکر کردیا ہے اور ہمارے غافل دلوں پر بیخوفی کی موت چھا گئی ہے ؟ بتلاؤ' زمین و آسمان میں کون ہے جو اُس دن ہمیں بچا سکیگا جب خدا کے غضب کا ہاتھہ ہماری طرف بڑھیگا ؟ یقول الانسان یومئذ این المفر ؟

(ایک عـام غلط فہمی)

البتہ یاد رہے کہ " جہاد " کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں - بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں - مخالفین اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے - حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی وسعت کو بالکل

هیں کہ الفاظ حدیث میں صورت خبر کی ہے - امر کی نہیں - اور جب کوئی دلیل قوی و ظاهر موجود نہیں - نہ قرآن میں ، نہ سنت میں ، نہ اقوال صحابہ میں ، تو پھر کیا مجبوری پیش آئی ہے کہ یہ تاویلات اختیار کی جائیں ، اور نص کو بلا وجہ ظاهر و منطوق سے مصروف کیا جاے ؟

(۱۰) اس حـــدیث کی تمام روایات و طرق پر هم نے نظر ڈال لی - اب صرف دو روایتیں اور رهگئیں جو مناقب قریش میں آئی هیں ، اور جن سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے - بیہقی و طبرانی نے جبیر بن مطعم اور ابن سائب سے روایت کیا " قـــدموا قریشا و لا تقدموهـــا " یعنی قریش کو مقدم رکھو - یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ قریش کو هر بات میں آگے رکھو - خود پیچھے رهو -

لیکن قطع نظر قوت و ضعف روایت کے ، اس سے بھی یہ بات نہیں نکلتی کہ قریش کے سوا دوسرے کی خلافت جائز نہیں - قریش کو عرب میں هر طرح تقدیم و ریاست حاصل تھی - لوگ انکی ریاست سے متاثر تھے - پس فرمایا کہ اس بات کا لحاظ رکھا کرو - اس سے یہ کہاں ثابت هوا کہ امامت و خلافت کے حقدار همیشہ قریش هی هیں ؟

دوسری روایت امام احمد نے عمرو بن العاص سے روایت کی ہے - آنحضرة نے فرمایا " قریش قادة الناس " قریش لوگوں کے سردار هیں - لیکن اسکو بھی اختصاص خلافت کے سوال سے کوئی تعلق نہیں - یہ تو معلوم ہے کہ سردار قوم تھے - لیکن اسکا حکم کہاں ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ صرف انہی میں سے هوسکتا ہے ؟ کیا ایک ایسے اهم مسئلہ کیلیے اس طرح کی باتیں " نص " کا کام دیسکتی هیں ؟

(۱۱) باقی رهی حدیث " الائمة من قـــریش " اور یہ استدلال کہ حضرة ابوبکر نے سقیفۂ بنی ساعدہ کے مجمع میں بر خلاف انصار پیش کی اور سب نے تسلیم کرلیا ، تو اس سے بھی شرعاً اختصاص قریش کے دعوے کو کوئی مدد نہیں ملسکتی -

اولاً ، یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت هی نہیں - فتح الباری میں ہے " الائمة من قریش - رجاله رجال الصحیح لکن فی سنده انقطاع " (۱۳ : ۱۰۱)

ثانیاً ، اس سے بھی یہ کہاں ثابت هوتا ہے کہ خلافت کا شرعاً حق بجز قریش کے اور کسی مسلمان کو نہیں ؟ یہ بھی آیندہ کی نسبت خبر ہے ،

زبان همیشہ اعلان حق، و دعوۃ الی اللہ، اور دفع و مقاومۃ کفر و ضلالت میں مشغول رہتی ہے - اُنکے ہاتھہ اور اُنکے تمام جوارح کبھی اس راہ کی سعی و محنت سے نہیں تھکتے - اسکے بعد جہاد کا کونسا کام رہگیا جو انہوں نے نہیں کیا ؟ اور کونسا مرتبہ رہگیا جو اُنہوں نے نہیں پایا ؟ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملگیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

جہاد کی اس حقیقت کو سامنے رکھکر غور کرو، کہ انسانی اعمال کی کونسی بڑائی اور عظمت ہے جو اسکے دائرہ سے باہر رہگئی ؟ اور نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کا کونسا عمل حق ہے جو اسکے بغیر انجام پا سکتا ہے ؟ پس یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اسکی اہمیت و فضیلت پر اسقدر زور دیا کہ ساری نیکیاں ساری عبادتیں اس سے پیچھے رہگئیں - سب کا حکم شاخوں کا ہوا - جڑ یہی عمل قرار پایا - اس سے بڑھکر اور کیا دلیل فضیلت ہو سکتی ہے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمایا : " و الذی نفسی بیدہ، لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا، ثم اقتل ثم احیا، ثم اقتل ثم احیا، ثم اقتل " رواہ البخاری) خدا کی قسم ! اگر ممکن ہوتا تو میں یہ چاہتا کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ ہوں - پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ ہوں - پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں - پھر قتل کیا جاؤں - تاکہ اُسکی راہ میں جان دینے کی لذت و سعادت ایک ہی مرتبہ میں ختم نہ ہو جاے !

تمنت سلیمی ان نموت بحبہا
و اہون شی عندنا ما تمنت !

(احکام قطعیۂ دفاع)

غرضکہ " دفاع " اسلام کے اُن بنیادی حکموں میں سے ہے، جنکو ایک مسلمان مسلمان رہکر کبھی ترک نہیں کر سکتا - اگر ایک مسلمان کے دل میں رائی برابر بھی ایمان کی محبت باقی رہگئی ہے، تو اُسکی طاقت سے باہر ہے کہ اللہ کی یہ صداے حق سنے، اور اُسکا قلب غافل چونک نہ اُٹھے :

یا ایہا الذین آمنوا ! مالکم اذا قیل لکم انفروا	مسلمانو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے " اللہ کی راہ میں نکل

اللہ تعالی اپنی سنت عادلہ کے مطابق ایسے لوگوں کو اُنپر مسلط کردیگا جنکا تسلط اُنکے لیے سخت اذیت و عقوبت کا موجب ہوگا - چنانچہ طبرانی کی سابق الذکر روایت " ما اقاموا ثلاثا " الخ میں یہ بھی ہے " فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة الله " یعنی تین وصف عدالت ' ایفاء عہد ' اور رحم و شفقت کے بیان کرکے فرمایا - اور جس نے ایسا نہ کیا تو اسپر اللہ کی پھٹکار - اور احمد و ابو یعلی نے حضرة ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا " یا معشر قریش ! انکم اهل هذا الامر ما لم تحدثوا ' فاذا غیرتم' بعث الله علیکم من یلحاکم کما یلحی القضیب " (رجاله ثقات الا انه من روایة عبید الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود' عن عم ابیه عبد الله ابن مسعود ' و لم یدرکه - و ایضاً اخرجه احمد عن ابی مسعود الانصاری من طریق عبید الله و فی سماعه نظر' و له شاهد من مرسل عطاء بن یسار - اخرجه الشافعی و البیهقی بسند صحیح) یعنی اے جماعت قریش ! جب تک تم کوئی نئی روش اختیار نہ کرو' تم ہی اس بات کے اہل ہو - لیکن اگر تم نے اپنی حالت بدل دی تو یاد رکھو - اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کردیگا جو تم کو چھڑی کی طرح موڑ دینگے -

پس ان روایات سے دونوں باتوں کی مزید تصدیق ہوگئی - اول یہ کہ خلافت قریش کے تمام بیانات محض خبر ہیں - تشریع و امر نہیں - ثانیاً' پہلے سے خبر دیدی گئی ہے کہ ہمیشہ خلافت اُنہی میں نہیں رہیگی - چنانچہ حرف بہ حرف یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ' اور قریش پر یکے بعد دیگرے ایسے لوگ مسلط ہوے ' جنہوں نے انکا سارا زور توڑ دیا - حتی کہ حکومت قریش کا دنیا میں نام و نشان تک باقی نہ رہا - فصلی الله علی الصادق المصدوق الذی لا یخبر عن شئ ' الا و جاء مثل فلق الصبح !

(۹) چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے خلافت کو قریش میں مخصوص ثابت کرنا چاہا ' انکو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ ان تمام روایات کا منطوق خبر کا ہے نہ کہ امر کا - اور کوئی حدیث ایسی قوی ظاهر الدلالة موجود نہیں جس سے انکا مدعا ثابت ہوسکے - وہ مجبور ہوے ہیں کہ انہی احادیث کو تاویل و توجیہ کرکے امر پر محمول کریں - حافظ ابن حجر نے قرطبی کی نسبت لکھا ہے " كانه جنح الی انه خبر بمعنی الامر " (۱۳ : ۱۰۵) اور ابن منیر نے کہا " و الحدیث و ان کان بلفظ الخبر فهو بمعنی الامر كانه قال ائتموا بقریش خاصه " (ایضاً) پس اسپر سب متفق

لڑنا نہیں ہے - حج اور عمرہ - اس حدیث میں اُس سعی اور ترک وطن کی مشقت کو جو حج و عمرہ میں پیش آتی ہے ' عورتوں کیلیے جہاد فرمایا ' اور کہا ایسا جہاد جسمیں لڑائی نہیں - اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے الگ کردینے کے بعد بھی حقیقت " جہاد " باقی رہتی ہے -

اگر اُمت کیلیے دفاع و جنگ کا وقت آگیا ' یا کسی جماعت مفسدین ارض پر اقدام نے حملہ کیا ' تو ایسے وقتوں میں بھی صرف نفس جنگ ہی نہیں بلکہ سعی و کوشش کی ساری باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ہیں - جسکی طاقت میں جنگ کرنا نہیں ہے اور اُس نے مال دیا تو وہ بھی مجاہد ہے - جس نے زبان سے دعوۃ و تبلیغ کی وہ بھی مجاہد ہے - جس نے اس راہ میں اور کسی طرح کی تکلیف و مشقت اُٹھائی ' وہ بھی مجاہد ہے - البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئی مسلمان لڑائی کی طاقت رکھتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرے ' تو اُسکا کوئی عذر نہیں سنا جایگا - اسکا شمار مومنوں کی جگہ منافقوں میں ہوگا - جو مال دےسکتا ہے اور نہ دیا ' تو وہ بھی ایمان و اخلاص کی زندگی سے نکل گیا - زمین پر گو مسلمان کہلاے پر اللہ کے حضور منافق کہلائیگا - جس شخص کی زبان اعلان حق اور دعوۃ الی الجہاد میں کھل سکتی ہے مگر نہ کھلی ' تو اُس نے بھی ایمان چھوڑ کر نفاق کی راہ اختیار کرلی - گو شیطان حیل و نفس خادع اسکو ہزاروں فریب دیتا رہے - " افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر " (رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن حبان) سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمۂ حق ہے جو شاہان جور و ظلم کے سامنے بے باکانہ کہا جاے -

اور پھر ان سب سے بالا تر مرتبہ اُن مجاہدین کاملین اور اصحاب عزیمۃ عمل کا ہے ' جنکی زندگی سر تا سر جہاد فی سبیل اللہ ' اور جنکا وجود یکسر خدمت حق ' و شیفتگی صدق ' و عشق دعوۃ ہے - جو اس عمل مقدس کیلیے کسی خاص صداے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رہتے - بلکہ ہر صبح جو اُنپر آتی ہے ' جہاد فی سبیل اللہ کی صبح ہوتی ہے ' اور ہر شام کی تاریکی جو اُنپر پھیلتی ہے ' وہ اسی راہ کی شام ہوتی ہے - اُنکی زندگی پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبۂ علیا و فضیلۂ عظمی کے اجر و ثواب سے خالی ہو - کائنات ہستی کے ہر عمل کی طرح یہ عمل بھی تین عنصروں سے مرکب ہے - دل ' زبان ' اعضاء جوارح - سو اُنکا دل ہمیشہ عشق حق اور عزم مقصد کی آتش شوق میں پھنکتا رہتا ہے - انکی

فصل

(دعوئے اجماع)

اب صرف ایک بات رهگئي - یعني علماء اسلام کا شرط قرشیة پر زور دینا ' اور قاضي عیاض وغیرہ کا دعوئے اجماع ' تو اس بارے میں چند امور قابل غور و نظر هیں :

اولاً اس امر کا کوئي ثبوت موجود نہیں کہ صحابہ خلافت کا شرعاً مستحق صرف قریش هي کو یقین کرتے تھے ' بلکہ اسکے خلاف شواهد موجود هیں - امام احمد نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ھے - اگر معاذ بن جبل میري وفات تک زندہ رھے تو اپنے بعد اُنھي کو خلیفه بناؤنگا - یہ ظاھر ھے کہ معاذ قرشي نہ تھے - انصار مدینہ میں سے تھے - اگر خلافت کیلیے قرشیة شرط هوتي تو حضرة عمر جیسا محرم اسرار خلافت کیونکر اُنکی خلافت کا تصور بھي کرسکتا تھا ؟ مسند امام احمد میں حضرة عمر کا ایک اور قول بھي ابو رافع کي روایت سے موجود ھے " لو ادرکني احد رجلین ثم جعلت ھذا الامر الیه ' لوثقت به - سالم مولي حذیفه و ابو عبیدة الجراح " اگر سالم مولی حذیفه اور ابو عبیدة الجراح میں سے کوئي ایک میري وفات تک زندہ رهتا اور خلافت اُسکے سپرد کردیتا ' تو مجھے اس بارے میں پورا اطمینان و اعتماد هوتا - اگر حضرة عمر صدها صحابۂ و مہاجرین قریش کي موجودگي میں سالم مولی حذیفه کو خلافت سپرد کردینے کا ارادہ کرسکتے هیں ' تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ھے کہ شرعاً خلافت غیر قرشي کو نہیں ملسکتي اور صحابہ کا اس پر اجماع هوگیا تھا ؟

چنانچہ اس بات کا خود آئمۂ متاخرین کو اعتراف کرنا پڑا - حافظ ابن حجر قاضي عیاض کا قول نقل کرکے لکھتے هیں " قلت و یحتاج من نقل الاجماع الی تاویل ما جاء عن عمر من ذلك - فقد اخرج امام احمد عن عمر بسند رجاله ثقات ان ادرکني أجلي الخ " الی ان قال " فیحتمل ان یقال لعل الاجماع انعقد بعد عمر علی اشتراط ان یکون الخلیفة قرشیاً ' او تغیر اجتهاد عمر في ذلك - و الله اعلم " (۱۳ : ۱۰٦) یعني یہ جو قاضي عیاض نے کہا کہ خلافت کے مخصوص

اور اسي بنا پر مسلمانوں کا فرض ٹھہرا کہ اگر دنیا کے کسي ایک اسلامي حصہ پر غیر مسلم حملہ کریں اور وہاں کے مسلمان اُنکے مقابلہ کي کافي قوت نہ رکھتے ہوں' یا بالکل مغلوب و مقہور ہوگئے ہوں' تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ انکي یاوري و اعانت کیلیے اُسي طرح اُٹھہ کھڑے ہوں - جس طرح خود اپني آبادیوں کي حفاظت کیلیے اُٹھتے - اور اپني جان و مال سے اُسي طرح مدد دیں' جس طرح خود اپنے گھر بار کي حفاظت کیلیے مدد دیتے -

یہ نہ کوئي نیا مذهبي اجتہاد ہے' نہ کوئي پولیٹکل فتوی - تمام دنیا کے مسلمان فقہ و قوانین شریعت کي جو کتابیں صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آئے هیں' اور جو چھپي ہوئي بازاروں میں ہر جگہ ملتي هیں' اور جن پر خود هندوستاني عدالتوں میں عمل کیا جارہا ہے' اُن سب میں یہ احکام موجود هیں - اسلامي دینیات کا کوئي طالب علم ایسا نہیں ملیگا جو ان حکموں سے بے خبر ہو - اور پھر ان سب کے اوپر مسلمانوں کي کتاب اللہ ہے جو اپنے ہر پارہ اور ہر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کي پکار تیرہ صدیوں سے بلند کررهي ہے - نوع انساني کي کامل بیس نسلیں گزر چکیں' اور یہ احکام اپني یکساں' غیر مبدل' اٹل' اور لا انتہا طاقت کے ساتھہ مسلمانوں کے دلوں پر حکمراني کررہے هیں !

" جہاد " کي بہت سے قسموں میں سے ایک قسم " قتال " یعني لڑائي ہے - اور اُسکي بھي دو صورتیں هیں - " هجوم " اور " دفاع " - یعني افنسؤ (Offensive) اور ڈیفنسؤ (Defensive) در اصل هجوم کي بنیاد بھي دفاع هي ہے - یعنے جب تک دنیا میں عالمگیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نہ ہو جاے'. ضروري ہوا کہ حریف و مفسد قوتوں سے همیشہ مقابلہ جاري رکھا جاے - اگر ایسا نہ کیا جالیگا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دینگے اور اسلام کي اشاعت اور اسکے مشن کي تبلیغ و تکمیل میں همیشہ مانع ہونگے -

فقہاء کي اصطلاح میں فرائض شرعیہ کي دو قسمیں هیں - " کفایہ " اور " عین " - یہ وهی اعمال انساني کي قدرتي تقسیم ہے جسکو " جماعتي فرائض " اور " شخصي فرائض " کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے - " فرض

اور اُنهي حديثوں كا ايک ٹكرہ هے جو دوسرے طريقوں سے صريح پيشين گوئي كے لفظوں ميں پڑہ چكے هو - حضرة ابوبكر نے يه بات اسليے پيش كي تهي كه پيشتر سے هونے والے واقعات كي خبر ديدي گئي هے - پس ايسا هي هونا ضروري هے - اسكے خلاف بات نه اٹهاؤ - يه سنكر انصار مايوس هوگئے اور تسليم كرليا -

ثالثاً " الناس تبع لقريش " والي روايت سے مدد لي جاے تو بالكل كهل جاتا هے كه سقيفه ميں حضرت ابوبكر كا استدلال صرف قريش كي بزرگي وعظمت اور عرب ميں اُنكي رياست و سرداري سے تها - نه كه شرعاً شرائط امامت سے - وہ بتلانا چاهتے تهے كه خود آنحضرت نے فرماديا هے - جاهلية اور اسلام ' دونوں ميں لوگ قدرتي طور پر قريش كي سرداری سے متاثر هيں اور رهينگے ' اسليے يه معامله بهي اُنهي كے قبضه ميں رهيگا - چنانچه حضرة ابوبكر كا يه مشهور جمله اس مطلب كو پوري طرح كهول ديتا هے جو سقيفه ميں كها تها " ان العرب لا تعرف هذا الامر لغير هذا الحي " يعنے اهل عرب قريش كے سوا اَور كسي قبيله كي سرداري سے آشنا نہيں - پس يہاں سرے سے شرائط شرعيه كا سوال هي نه تها - صرف ملكي و وقتي مصالح كي بنا پر استدلال تها كه كس قبيله وُ خاندان سے امام هونا چاهيے جسكي سرداري عرب كے تمام قبائل بلا چون و چرا تسليم كرليں ؟

رابعاً ' يهي روايت بعض ديگر طرق سے صاف صاف خبر كي صورت ميں آئي هے - امرو تشريع كي اسميں گنجايش هي نہيں - ابن اسحاق نے كتاب الكبير مىں روايت كيا هے كه حضرت ابوبكر نے سقيفه كے مجمع ميں فرمايا " ان هذا الامر في قريش ما اطاعوا الله و استقاموا علی امره " (فتح ۱۳ : ۱۰۳) يعنے يه بات قريش ميں رهيگي جب تک وہ الله كي اطاعت كرينگے اور اسميں مستقيم رهينگے - پس معلوم هوا كه امام احمد والي روايت ميں راوي نے بقيه ٹكرہ چهوڑ ديا هے - صرف " الائمة من قريش " لے ليا - ورنه حضرت ابوبكر نے وهي بات فرمائي تهي جو ديگر احاديث مرفوعه ميں بطور خبر كے ثابت هوچكي هے - علی الخصوص بخاري كي روايت معاويه ميں -



فــي سبيـــل اللـــه ' اثا قلتـــم الـــی الارض ؟ ارضيتـــم بالحـــياة الـــدنيا مـــن الاخـــرة ؟ فمـــا متاع الحـــياة الـــدنيا فی الاخرة الا قليـــل - [٩ : ٣٩]

کهڑے هو" تو تمهارے قدموں میں حرکت نهیں هوتي اور زمین پر ڈهیر هوے جاتے هو؟ کیا تم نے آخرة چهوڑ کر صرف دنیا هي کي زندگي پر قناعت کرلي ؟ اگر یهي بات هے تو یاد رکهو ' جس زندگي پر ریجهے بیٹهے هو' وہ تو آخرة کے مقابله میں بالکل هي هیچ هے !

اسکے بعد فرمایا :

الا تنفروا ' یعذبکم عذاباً الیما و یستـــبدل قوما غیـــرکم ' ولا تضروہ شیئا - و اللـــه علی کـــل شيء قـــدیر! (٩ : ٣٠)

یاد رکهو! اگر تم نے حکم الهي سے سرتابي کي ' اور وقت کے آنے پر بهي راہ حق میں کمر بسته نهوے' تو الله نهایت هي سخت عذاب میں ڈالکر اسکي سزا دیگا' اور تمهارے بدلے کسي دوسري قوم کو خدمت اسلام کیلیے کهڑا کردیگا - تم چهانٹ دیے جاؤگے - کلمۂ حق تمهارا محتاج نهیں هے - تم هي اپني زندگي و نجات کیلیے اسکے محتاج هو!

اسلام اور مسلمانوں کي مخالفت ' اُنکي حکومتوں کے مٹانے' اور آنکي آبادیوں اور شهروں کو آپسمیں بانٹ لینے کیلیے کفار ایک دوسرے کے ساتهي اور حامي هیں :

و الـــذیـــن کفـــروا بعضـــهم اولیـــاء بعـــض -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي تو وہ ایک دوسرے کے ساتهي اور مددگار هیں -

مسلمانوں کي مخالفت میں خزانوں کے خُزانے خرچ کر ڈالتے هیں :

و الذین کفروا ینفقون اموالهم لیصـــدوا عن سبیـــل الله -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي' تو وہ حق کي مخالفت میں اپنا مال خرچ کررهے هیں -

پس مسلمانوں کي بهي سب سے بڑي اسلامي و ایماني خصلت یه قرار پائي که :

و المومنون و المومنات بعضهم اولیـــاء بعـــض - (٩ : ٧٢

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں باهم ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار هیں !

اندلس اور افریقہ میں عبد المومن صاحب ابن تؤمرت نے خلافت کے دعوے کے ساتھہ حکومت قائم کي اور اُسکي نسل میں عرصہ تک قائم رهي - ابن تؤمرت کي نسبت کون کہہ سکتا ھے کہ معتزلي تھا ؟ وہ امام غزالي کا شاگرد اور پکا اشعری تھا - عقائد اشاعرہ میں اسکا ایک رسالہ موجود ھے - مراکشي نے تاریخ مراکش میں تصریح کي ھے کہ بلاد مغرب میں اشعریۃ اُسیکے ذریعہ پہنچي اور اسي لیے خاندان عبد المومن کا سرکاری مذھب همیشہ اشعري رھا - لیکن یہ لوگ بھي قرشي نہ تھے - علاوہ بریں خود ائمۂ اشاعرہ میں سے بعض نے اس شرط سے انکار کیا ھے - جیسا کہ امام ابوبکر باقلاني کي نسبت ابن خلدون نے تصریح کي ھے - پس غور کرنا چاھیے کہ جس اجماع کي نسبت دعوا کیا جا رھا ھے ' اور جو کبھي حضرۃ ابوبکر کي بیعت سے پہلے مجلس سقیفہ میں رونما ھوتا ھے ' کبھي وھاں سے روپوش ھوکر ساڑھے گیارہ برس تک مفقود ھو جاتا ھے اور حضرۃ عمر غیر قرشي کے استخلاف کا ارادہ کرنے لگتے ھیں ' پھر انکے بعد یکایک نمایاں ھونا چاھتا ھے ' لیکن پھر بھي اُسکا کچھہ پتـــہ نہیں چلتا - حتی کہ غیر قرشیوں کو هزاروں مسلمان خلیفہ مان لیتے ھیں ' اور ائمۂ عقائد و کلام مختلف فیہ نظر آتے ھیں ' فی الحقیقت اُسکا کوئي وجود ھے بھي یا نہیں ؟

حقیقت یہ ھے کہ نہیں ھے -

ثانیاً ' یہ ظاھر ھے کہ قریش میں خلافت ھونے کي نسبت جو کچھہ فرمایا گیا ' وہ محض آیندہ کي پیشتر سے اطلاع تھي - یعنی پیشین گوئي تھي - اور پیشین گوئیوں کا یہ حال ھے کہ جب تک اُنکا ظہور کامل طور پر نہ ھو جاے ' اُنکے معاني و مطالب کي نسبت کسي قطعي بات کا اختیار کرنا مشکل ھوتا ھے - اجتہاد و قیاس کیلیے کسي چیز میں اتني وسعت نہیں جسقدر پیشین گوئیوں میں ھوتي ھے - علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیوں کا ایک خاص مبہم انداز بیان ھوتا ھے ' اور نہایت اجمال و اختصار کے ساتھہ محض اشارات کیے جاتے ھیں - جب تک اُنکا ظہور نہ ھو جاے ' اشارات کي تفصیل اور اوصاف کے انطباق میں طرح طرح کي لغزشیں پیش آجاسکتي ھیں -

ظہور دجال کي پیشینگوئي اس معاملہ کیلیے ایک واضح مثال ھے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے تمام غیر معمولي اوصاف بیان کردیے تھے - با ایں همہ خود صحابۂ کرام میں اختلاف ھوا ' اور اپنے عہد کے مختلف اشخاص کو

اقول لاینبغي ان یفهم منه ان الوجوب علی جمیـع اهل الارض کافــة حتی یسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم، اذ لا یند فـع بقیامهم الشر عن الهنـود المسلمین - و ان قولــه تعالی قاتلوا الذین یلونکم من الکفـار یدل علی ان الوجوب علی اهل کل قطر یقربون الکفار - (مجموعۂ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

هدایه کي عبارت کا یه مطلب نه سمجھا جاے که اگر ایک ملک کے مسلمانوں نے یه فرض ادا کردیا تو دوسرے ملک کے مسلمانوں پر سے بھي ساقط هوگیا - مثلاً اگر روم کے ترکوں نے جهاد قائم رکھا تو هندوستان کے مسلمانون پر سے ساقط هوگیا - کیونکه مقصود قیام جهاد سے یه هے که مسلمانوں پر سے دشمنوں کے حملوں اور شر کو دور کیا جاے - ظاهر هے که مسلمانان روم کے جهاد کرنے سے مسلمانان هند محفوظ نهیں هوجاسکتے- وه توجبھي هونگے جب خود اپنے ملک میں اسکا انتظام کریں- پس مطلب یه هے که هر ملک کے مسلمانوں پر فرض کفایه هے - اگر اس ملک کے تمام مسلمانوں میں سے ایک جماعت یه فرض انجام دیتي رهي، تو وهانکے بقیه مسلمانوں پر سے ساقط هوگیا - لیکن دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر فرضیت باقي رهي - قرآن میں هے : قاتلوا الذین یلونکم من الکفار - اس سے بھي یهي ثابت هوتا هے که اُن مسلمانوں پر جو دشمنوں سے قریب هوں، قتال واجب هے - انتهی -

اور فتح الباري میں هے " هو فرض کفایة علی المشهور، الا ان تدعو الحاجة الیه " اسکے بعد کہا " و ان جنس جهاد الکفار متعین علی کل مسلم، إما بیده و إما بلسانه و إما بماله و إما بقلبه " [جلد ۶ : ۲۸] یعنی جهاد کي یه قسم فرض کفایه هے - باقي رها نفس جهاد، تو وه هر مسلمان پر فرض هے، کسي کیلیے هاتھه سے، کسي کیلیے مال سے، کسي کیلیے دل سے -

یه صورت تو اُس قتال کي هے جسکي صورت حملۂ و هجوم کي هوگي، اگرچه مقصد اسکا بھي دفاع هي هے - دوسري قسم " دفاع " هے - یعني جب کوئي غیر مسلم حکومت یا جماعت مسلمانوں کي آبادیوں اور حکومتوں پر حملہ کا قصد کرے، تو اُس حملۂ و تسلط کو هر طرح مقابله کرکے روکنا، اور اسلامي ملکوں اور آبادیوں کو غیر مسلموں کي حکومت اور هر طرح کے قبضۂ و اثر سے محفوظ رکھنا -

به قریش ہونے پر اجماع ہوچکا ہے، تو اجماع ماننے کي صورت میں حضرۃ عمر کے قول کي تاویل کرني پڑیگي جو امام احمد نے بسند صحیح معاذ بن جبل کے استخلاف کي نسبت روایت کیا ہے - پھر کہتے ہیں کہ اس کي یوں تاویل کي جا سکتي ہے کہ شاید یہ اجماع حضرۃ عمر کے بعد ہوا ہو - یا یوں کہا جاے کہ حضرۃ عمر کا اجتہاد اس بارے میں بدل گیا -

لیکن یہ تاویلیں جس قدر نا قابل التفات ہیں، اہل نظر سے مخفي نہیں - اول تو جب اختصاص قرشیۃ کیلیے کوئي نص شرعي موجود نہیں تو تاویل کي ضرورت ہي کیا ہے ؟ ثانیاً کہاں تو یہ دعوی کیا جاتا تھا کہ حضرۃ ابوبکر کي بیعت کے وقت سقیفہ کے مجمع ہي میں اس مسئلہ کا فیصلہ ہوگیا، اور تمام صحابہ نے اجماع کرلیا کہ خلافت کے حقدار صرف قریش ہي ہیں - اور کہاں اب یہ تاویل کي جاتي ہے کہ حضرت ابوبکر کا پورا زمانۂ خلافت گزرگیا اور اجماع نہ ہوا، حضرۃ عمر کي زمانۂ خلافت کے دس برس گزرگئے اور صحابہ اس حکم سے بے خبر رہے، لیکن اسکے بعد یکایک اس پر اجماع ہوگیا ؟ پھر اگر اجماع ہوا تو کب ؟ اور کونسی دلیل اس بارے میں موجود ہے ؟

اگر سقیفۂ بني ساعد میں اجماع نہیں ہوا، نہ خلافت صدیقي کے ڈھائي سال میں یہ مسئلہ چھڑا، اور نہ عہد فاروقي کے بہترین دس سالوں میں صاف ہوا جو فقہ و علوم کی تنظیم و تحقیق کا اصلي عہد تھا، تو پھر کیا یہ اجماع اُس وقت منعقد ہوا جب حضرت عثمان کي شہادت کا ہنگامہ ہوا تھا، یا اُسوقت جب جمل و صفین کے میدان کارزارگرم ہوے تھے ؟

اصل یہ ہے کہ واقعات کے تسلسل و تواتر سے خود بخود ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ لوگوں کو اجماع کا خیال پیدا ہوگیا - یعنی چونکہ ابتدا سے خلافت پر قریش ہی کا قبضہ ہوا، اور یکے بعد دیگر تمام سلاسل حکومت قرشی ہی ہوے، اس لیے لوگوں نے سمجھہ لیا کہ شرعی فیصلہ بھي یہي ہے، اور اس پر اجماع ہوگیا ہے - ورنہ اجماع صحابہ کا کوئی ثبوت موجود نہیں - اور نہ عرصہ تک کسي خاص خاندان میں حکومت کا رہجانا دلیل تشریع و انعقاد اجماع ہوسکتا ہے - خود خلفاء عباسیہ کے عہد میں متعدد غیر قرشي مدعي اُٹھے، اور بعضوں کا ساتھہ ہزاروں مسلمانوں نے دیا - وہ نہ خوارج میں سے تھے - نہ معتزلہ میں - مگر یقین کرتے تھے کہ غیر قرشي خلیفہ ہوسکتا ہے - حجاج کے زمانہ میں ابن الاشعث نے خروج کیا اور امیر المومنین کا لقب اختیار کیا - حالانکہ قرشي نہ تھا -

کفایه " سے مقصود وہ احکام هیں جو بہ حیثیت جماعت و اجتماع قوم پر فرض هیں - نہ کہ بہ حیثیت فرد و انفراد - یعنے ایسے فرائض جو مسلمان جماعتوں اور آبادیوں کے ذمے عائد کردیے گئے هیں کہ اُنکا انتظام کردیں - پس انتظام هو جانا چاهیے - یہ ضروري نہیں کہ هر فرد بہ ذات خاص اُس میں حصہ لے - اگر ایک گروہ نے ایک وقت میں انجام دیدیا تو باقي مسلمانوں پر سے اُسوقت ساقط هوگیا - جیسے تجہیز و تکفین اموات اور نماز جنازہ - البتہ ایک مسلمان کیلیے عزیمة اسي میں هوگي کہ اداء فرض کفایہ میں بھي شخصاً حصہ لے -

دوسري قسم " اعیان " کي هے - یعنے وہ فرائض جنکي فرضیت جماعت پر نہیں بلکہ فرداً فرداً هر مسلمان پر عائد هوتي هے - اور ایک کے کرنے سے دوسرا بري الذمہ نہیں هو جاسکتا - جیسے پانچ وقت کي نماز ' روزہ ' زکواۃ ' حج -

شرعاً قتال کي پہلي صورت (یعني هجوم و مقابلہ کا دائمي سلسلہ) فرض کفایہ هے - ضروري نہیں کہ بہ یک وقت هر مسلمان اسمیں حصہ لے - هر عہد میں مسلمانوں کي ایک جماعت ضرور ایسي هوني چاهیے جو یہ فرض انجام دیتي رهے - اگر ایک جماعت انجام دے رهي هے تو کافي هے - جو مسلمان شریک هوگا ' اُسکے لیے بڑا اجر هے - جو شریک نہ هوگا ' اسکے لیے کوئي گناہ نہیں - صاحب هدایہ (جسکا انگریزي ترجمہ بھي هو چکا هے اور هندوستاني عدالتوں میں محمڈن لا کي بنیادي کتاب هے) لکھتے هیں :

الجهاد فرض علی الکفایہ - اذا قام فریق من الناس ' سقط عن الباقین * * فان لم یقم بہ احد ' اثم جمیع الناس بترکہ - لان الوجوب علی الکل (کتاب السیر)

جہاد فرض کفایہ هے - جب مسلمانوں کي کوئي ایک جماعت اسکے لیے کھڑي هوگئي ' تو باقي مسلمانوں کیلیے ضروري نہ رها - لیکن اگر کوئي گروہ اسکے لیے نہ اُٹھا ' تو پھر تمام مسلمان جہاد ترک کردینے کي وجہ سے گناهگار هونگے - کیونکہ فرض پوري قوم پر هے -

سعدي چلپي حاشیۂ عنایہ میں اسکي شرح کرتے هوے لکھتے هیں :

هوا - آنحضرت صلعم کے زمانے سے ابتک خلافت بغیر کسي رکارت کے قریش هي میں رهي - اور آینده بهي همیشه أنهي میں رهیگي جبتک دو قرشي بهي دنیا میں باقي رهینگے -

حافظ نواري کا سال رفات سنه ٦٧٦ھ هے - اور سال پیدایش سنه ٦٣١ - یا اس سے بهي پہلے - آخري خلیفۂ بغداد المستعصم کو هلاکو نے سنه ٦٥٦ میں قتل کیا - پس گو أنکي رفات فتنۂ تاتار کے بعد هوئي ' لیکن تصنیف و تالیف کا زمانه مستعصم کي خلافت هي کا زمانه هے - اگر شرح مسلم وغیره بالکل آخري عمر کی تصنیف ثابت هوجاے تو پهر خلفاء عباسیۂ مصر کا زمانه هوگا که في الجمله قریش کي خلافت قائم تهي - پس وہ اپنے زمانے تک خلافة کو صرف قریش هي میں قائم دیکهکر احادیث باب کے اسي مطلب پر قانع اور جمے هوے هیں ' اور اسي لیے " ما بقي منهم اثنان " کا بهي یهي مطلب سمجهتے هیں که جب تک خاندان قریش کے دو انسان بهي دنیا میں باقي رهینگے ' خلافت أنهي میں رهیگي -

لیکن اگر أنکو اپنے بعد کا حال معلوم هوتا تو کیا ایسا دعوا کرسکتے تهے ؟ کیا اُس صورت میں اپني تمام راے پر نظر ثاني نه کرتے ؟ وہ کیا جانتے تهے که عنقریب صفحه اُلٹنے والا هے ' اور خلافة نه صرف قریش سے ' بلکه عرب هي سے رخصت هو جانے والي هے -

اس سے بهي زیاده بهتر مثال حافظ سیوطي کي هے - حافظ موصوف عباسیۂ مصر کے آخري عهد میں تاریخ الخلفاء اور حسن المحاضره لکهه رهے هیں - یعني هزارریں صدي کے اوائل میں - چونکه اسوقت تک مصر میں عباسي خاندان منصب خلافت پر ممتاز تها ' اور گو عالم اسلامي بهت سی نئي عجمي حکومتوں میں بٹ چکا تها ' تاهم لقب خلافة بجز عباسیۂ مصر کے اور کسي کے قبضه میں نه تها ' اسلیے انهوں نے تاریخ الخلفاء کے ابتدا میں ایک باب باندها هے " احادیث المبشرة بخلافة بني العبـــاس " اسمیں وہ تمام روایتیں جمع کي هیں جنمیں عباسیه کو خلافت پانے کي بشارت دي هے ' اور کہا هے که تمهاري خلافت حضرة عیسیٰ کے نزول تک رهیگي - چنانچه ابو نعیم کي روایت میں هے - جب حضرة عبد الله بن عباس پیدا هوے تو آنحضرة نے فرمایا "هو ابو الخلفاء" حتی یکون منهم السفاح ' حتی یکون منهم المهدي ' حتی یکون منهم من یصلي بعیسیٰ بن مریم "

شوهر کي خدمت اور چاکر کيليے آقا کي خدمت مقدم هے - ليکن اگر دفاع کي ضرورت پيش آگئي هو تو اسکي فرضية ايسي همه گير اور بالا تر هے که بچوں اور معذوروں کے سوا کوئي گروه' کوئي فرد' مستثنی نهيں هوسکتا - بيوي بلا شوهر کي اجازت کے نکل کهڑي هو- غلام بلا آقا کے اذن کے مشغول جهاد هو جاے - هدايه ميں هے :

فان هجم العدو علی بلد' وجب علی جميع الناس الدفع' تخرج المرأة بغير اذن زوجها و العبد بغير اذن المولی - لانه صار فرض عين و ملک اليمين ورق النکاح لا يظهر في حق فروض الاعيان کما في الصلوة والصوم - بخلاف ما قبل النفير' لان بغير هما مقنعا فلا ضرورة الی ابطال حق المولی والزوج (کتاب السير)

ليکن اگر دشمنوں نے کسي شهر پر حمله کيا ' تو پهر تمام لوگوں پر دفاع فرض هوگيا - بيوي بلا شوهر کي اجازت کے اور غلام بلا آقا کے اذن کے دفاع ميں حصه لينگے - اسليے که اب جهاد فرض عين هوگيا ' اور جو فرائض ايسے هيں' انپر مالکيت اور زوجية کے حقوق موثر نهيں هوسکتے - جيسے نماز اور روزه - اگر نماز کا وقت آگيا هے تو عورت پر نماز فرض هوگئي - شوهر کے اذن پر موقوف نهيں - البته نفير سے پہلے يه صورت نه تهي - اسوقت عورتوں اور غلاموں کي شرکت کے بغير بهي يه فرض ادا هوسکتا تها - پس ضرورت نه تهي که شوهر اور آقا کے حقوق باطل کيے جائيں -

هم نے هدايه اور متداول کتب فقه کي عبارتيں سب سے پہلے اسليے نقل کيں که ان کتابوں کے نام سے هندوستان کي سرکاري عدالتيں بهي آشنا هيں - اور هر انگريز قانون داں جانتا هے که محمڈن لا کيليے هندوستاني عدالتوں ميں سب سے زياده معتبر اور بنيادي کتاب يهي هے - اسکا انگريزي ترجمه بهي هوچکا هے - پس بآساني ديکهه ليا جاسکتا هے که فی الحقيقت اسلام کے احکام شرعي يهي هيں يا نهيں؟ ورنه تمام کتب تفسير و حديث ميں يه احکام موجود هيں - امام بخاري نے باب باندها هے " وجوب النفير" يعنے جب حفظ ملت کي ضرورت پيش آجاے

تو قتال کيليے سب کا اٹهه کهڑا هونا واجب هے - پهر آيۂ انفروا خفافاً و ثقالا اور ما لکم اذا قيل لکم انفروا الخ سے وجوب پر استدلال کيا هے - اسکے بعد حضرة ابن عباس کي روايت درج کي هے " لا هجرة بعد الفتح ولکن جهاد و نية و اذا استنفرتم فاستنفروا " يعني وه جو اوائل اسلام ميں ايک

بعض اوصاف کے اشتراک کي وجہ سے دجال سمجھتے رہے - آنحضرۃ کے زمانے هي میں ابن صیاد کي نسبت حضرۃ عمرکو خیال هوا تھا - حتیٰ کہ اسکو قتل کرنا چاھا جیسا کہ امام بخاری کي روایت ابن عمر مندرجہ کتاب الجنائز میں موجود ھے - اور ایک دوسری روایت مندرجہ کتاب الاعتصام بالسنہ سے معلوم ھوتا ھے کہ حضرۃ عمرکو اسپر اسدرجہ یقین تھا کہ قسم کھا کرکھتے تھے - یھي دجال ھے - اور اسي لیے ابن جابرکو بھي اسپر پورا یقین تھا " روایت جابر ابن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال " اسي طرح ابو داؤد کي روایت نافع میں حضرۃ عبد اللہ بن عمرکي نسبت مروي ھے کہ قسم کھا کر کھتے تھے " واللہ ما أشک ان المسیح الدجال ھو ابن صیاد " لیکن دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - ابو سعید خدري سے جب ابن صیاد کي صحبت ھوئي تو اُنکا شک دور ھوگیا حتیٰ کہ معذرت کرنے کیلیے آمادہ ھوگئے (کما فی المسلم) اور مسلم میں قصہ تمیم دارمي موجود ھے جسکي بنا پر لوگوں کو ابن صیاد کے دجال ھونے سے انکار تھا -

پس چونکہ یہ پیشین گوئي تھي ' اسلیے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوري پوري طرح ظاهر نہ ھو جائیں ' اُنکا ٹھیک ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے - خلافت کا یہ حال رھا کہ گو ابتدا سے بہت مدعي اُٹھے ' مگر فی الجملہ نوریں صدي ھجری تک قریش ھي میں رھي ' اور اسي بات کي احادیث میں خبر بھي دی گئي تھي - جن علمـــاء کي رائے پیش کي جاتي ھے ' وہ سب وھي ھیں جنکا ظھور ساتویں صدی اور اُس سے پیشتر یعنی عہد خلافت قریش میں ھوا - پس ضرور تھا کہ معاملۂ خلافت کو ابتدا سے قریش ھي میں محدود دیکھکر یہ خیال پیدا ھو جاتا کہ خلافت اسي خاندان سے شرعاً بھي مخصوص ھے ' اور یھي مطلب تمام احادیث کا ھے - اگر وہ بعد کا حال دیکھتے تو معلوم کرجاتے کہ مقصود تشریع و حکم نہ تھا - محض خبر دي گئي تھي - وہ ان حدیثوں کا مطلب صرف اپنے وقت تک کے حالات کي روشني ھي میں دیکھہ رہے تھے ' اور اسکے لیے مجبور و معذور تھے -

حافظ نوادي شرح مسلم میں لکھتے ھیں " و قد ظھــر ما قالہ صلعم - فمن زمنہ الی الان الخلافۃ في قریش من غیر مزاحمۃ لھم فیھا ' و تبقی کذالک ما بقی منھم اثنان" (جلد ۲ : ۱۲۹) یعنی جیسا فرمایا تھا ' ویسا ھي

یہ فرض کفایہ نہیں ہے، بلکہ بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ہر مسلمان پر فرض عین ہے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقی مسلمان بری الذمہ نہیں ہو جاسکتے - جسطرح ایک گروہ کے نماز پڑھہ لینے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ہو جاتی - اسی ہدایہ میں ہے - " الا ان یکون النفیر عاماً فحینیئذ یصیر من فروض الاعیان " نفیر " نفر " سے ہے - " نفر " کے معنی ہیں تیزی کے ساتھہ ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائی کیلیے ہو " نفیر " کا اطلاق ہوا - قران میں ہے - انفروا خفافا و ثقالا - اور الا تنفروا - مطلب یہ ہے کہ اگر حفظ و دفاع کی ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ، تو پھر جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - ابن ہمام اسکی شرح میں لکھتے ہیں :

هذا اذا لم یکن النفیر عاماً ، فاذا کان النفیر عاماً بان هجموا علی بلدة من بلاد المسلمین ، فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلاً او فاسقا - (فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

فرض کفایہ کی صورت اسوقت تک ہے کہ عام نفیر کی حالت نہو - لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کیا ، تو اسوقت جنگ کرنا ہر مسلمان فرد پر فرض عین ہو جائیگا - خواہ جنگ کیلیے دعوت دینے والا عادل ہو یا فاسق -

اور عنایہ میں ہے :

ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو و هو یقدر علیه - (مجموعہ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کی حالت ہو ، تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ہو جائیگا جو دشمن سے قریب ہوں اور اسپر قابو رکھتے ہوں -

اسی طرح سراجیہ ، در المختار ، شامی وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے " اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو " اور " الجهاد فرض کفایة اذا لم یکن النفر عاماً ، فاذا اقام به البعض ، یسقط عن الباقین - فاذا صار النفیر عاماً ، فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ -

جملۂ و هجوم کے دائمی جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ہے) بعض جماعتیں مستثنی ہیں - مثلاً عورتیں اور نوکر - عورتوں کیلیے

علماء نے جب دیکھا کہ " ما اقاموا الدین "کي شرط کا ظہور شروع ہوگیا ھے اور حکومت قریش کے قبضہ سے نکل گئي ھے ' تو اُنکي راے بدل گئي ' اور قاضي عیاض والے اجماع کے دعوے میں تامل کرنے لگے - علامۂ ابن خلدون (المتولد سنہ ۷۳۲) مقدمۂ تاریخ میں شرط قرشیة پر بحث کرتے ہوے لکھتے ھیں : " لما ضعف امر قریش ' و تلاشت عصبیتهم بما نالهم من الترف و النعم و بما انفقتهم الدولة في سائر اقطار الارض ' عجزوا عن حمل الخلافة ' و تغلبت علیهم الاعاجم و صار الحل و العقد لهم ' فاشتبه ذلک علی کثیر من المحققین ' حتی ذهبوا الی نفي اشتراط القرشیة و عولوا علی ظواهر في ذلک مثل قوله صلعم : اسمعوا و اطیعوا و ان امر علیکم عبد حبشي ما اقام فیکم کتاب الله " یعنی جب قریش کي قوت کمزور ہوگئي - عیش پرستیوں میں پڑکر اپني عصبیة متا دي - خلافت کا بوجھہ اُتھانے سے عاجز ہوگئے ' تو عجمیوں نے اُنپر غلبہ حاصل کرلیا ' اور خلافت کا فیصلہ اُنھي کے ھاتھوں میں چلا گیا - یہ انقلاب دیکھکر بہت سے محققین کے نزدیک قرشیة کي شرط مشتبہ ہوگئي - یہانتک کہ انہوں نے اس شرط سے انکار کردیا - انتہی -

اشاعرہ کے امام الائمہ قاضي ابوبکر باقلاني نے بھي یہي مذھب اختیار کیا تھا کہ قرشیة کي شرط ضروري نہیں - یہي ابن خلدون لکھتے ھیں " و من القائلین بنفي اشتراط القرشیة ' القاضي ابوبکر الباقلاني "

عباسیہ بغداد کے انقراض کے بعد مصر میں عباسي خلافت کا دوسرا دور شروع ہوا ' اسلیے اس عہد کے علماء مصر نے (مثلاً حافظ ابن حجر ' قاضي عیني ' جلال الدین سیوطي و غیرھم) قرشي خلافت کو في الجملہ قائم پایا - لیکن جب یہ نقش بھي مت گیا ' اور وہ زمانہ آیا جسکي خبر دیدي گئي تھي کہ " بعث الله علیکم من یلحاکم کما یلحي القضیب " تو جو اھل نظر اس انقلاب کے بعد پیدا ہوے' انہوں نے صاف صاف لکھدیا کہ اشتراط قرشیة کا کوئي ثبوت نہیں ' اور نہ خلافت قریش کا وہ مطلب ھے جو ابتک سمجھا جاتا تھا - چنانچہ تیرھویں صدي کے مشہور مجدد فقہ و حدیث امام شوکاني یمني وبل الغمام میں شرط قرشیة کے دلائل نقل کرکے لکھتے ھیں " لاریب ان في بعض هــذه الالفــاظ ما یــدل علی الحصــر ' و لکــن قــد خصــص مفهــوم الحصــر احــادیث وجوب الطاعة لغیر القرشي " الی ان قال " و الاخبار منه صلعم بان الائمة

مسلمان ' تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلہ کیلیے کافي قوت نہیں رکھتے - دشمن بہت زیادہ قوي ہے - یا رکھتے ہیں اور غفلت و تساہل کرنے لگے ہیں ' تو اُس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر بھي دفاع فرض عین ہو جائیگا - بالکل اسیطرح جیسے نماز اور روزہ - مگر صورت اُسکي یوں ہوگي کہ پہلے اُن مقامات سے قریب تر مقام کے مسلمانوں پر - پھر اُن سے قریب تر پر - پھر اُنسے قریب تر پر - حتی کہ مغرب و مشرق جنوب و شمال ' تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر فرض ہوجایگا - اُسوقت سارے فرائض ' سارے وظائف ' سارے کام ' ملتوي کردینے چاہیئیں - بمجرد اطلاع ہر مسلمان کو اپني تمام قوتوں اور تمام سامانوں کے ساتھہ وقف دفاع ملت و جہاد في سبیل اللہ ہو جانا چاہیے - اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب اللہ کے حضور جوابدہ ہونگے - سب مبتلاے معصیت و فسق ہونگے - ایسي معصیت ' ایسا فسق ' ایسا عدوان ' ایسا نفاق ' جسکے بعد صرف کفر ہي کا درجہ ہے - اگر قیامت کا آنا حق ہے ' اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے ' تو مسلمانان عالم کے پاس اُسوقت کیا جواب ہوگا ' جب قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم کڑوروں کي تعداد میں زندہ و سلامت موجود تھے - تمہارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لي گئي تھي - تمہاري قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا - تمہارے کان بہرے نہ تھے - نہ ہاتھہ کٹے ہوے اور پانؤں لنگڑے - پھر تمہیں کیا ہوگیا تھا کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائیوں کي گردنوں پر دشمنوں کي تلواریں چل گئیں - وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہوگئے - اسلام کي آبادیاں غیروں کے قبضۂ و تسلط سے پامال ہوگئیں - پر نہ تو تمہارے دلوں میں جنبش ہوئي ' نہ تمہارے قدموں میں حرکت - نہ تمہاري آنکھوں نے ایک آنسو بخشا ' نہ تمہارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستي کے قفل ٹوٹے ؟ تم نے چین اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادي ملت اور پامالي اسلام کا یہ خونین تماشہ اسطرح دیکھا ' جیسے بے درد تماشائي سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر ڈوبتے ہوے جہازوں اور بہتي ہوئي لاشوں کا نظارہ کرتے ہیں !

ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ ؟ فما حیاۃ الدنیا الا قلیل !

فتح القدیر میں ہے :

فیجب علی جمیع اهل تلک البلدۃ النفر ' وکذا من یقرب	اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اُس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کیلیے

یعني آپنے فرمایا عبد الله بن عباس خلفاء کا باپ ھے یہانتک کہ انھي خلفاء میں سے سفاح ھوگا ' اور انھي میں سے مہدي ھوگا ' اور اُنھي میں وہ ھوگا جو حضرت عیسیٰ کے ساتھہ نماز پڑھیگا -

اگرچہ یہ تمام روایتیں قطعاً جھوٹي ھیں - ابو مسلم خراساني وغیرہ عباسي داعیوں کي بنائي ھوئي ھیں ' اور تمام ائمۂ حدیث و نظر نے اِنکے خرافات و وضعي ھونے پر اتفاق کیا ھے - لیکن چونکہ اُسوقت تک عباسیوں میں خلافت کا انتساب باقي تھا ' اور واقعات کي بنا پر اس پیشین گوئي کي تکذیب نہیں ھو سکتي تھي - نیز عباسي خلافت کا حاکمانہ اثر ان روایات کي مقبولیت کا باعث ھو رھا تھا ' اسلیے حافظ سیوطي انکےلیے ایک خاص باب قائم کرتے ھیں' اور اگر کسي روایت کو سنبھالنے کا ذرا سا بھي موقعہ ملجاتا ھے تو نہیں چوکتے- چنانچہ ابو نعیم اور دیلمي کی روایات سے کچھہ تعرض نہیں کیا ھے ' حالانکہ حافظ مزي ' ابن دقیق العید ' ابن کثیر ' وغیرھم نے سخت انکار کیا ھے ' اور ابن جوزي کتاب الموضوعات میں لاے ھیں- اس سےبھي بڑھکر یہ کہ دیباچہ میں بنوعبید کی خلافت پر بحث کرتے ھوے ان احادیث سے یقین کے لہجہ میں استدلال کرتے ھیں " ان الحدیث ورد بانْ ھذ الامر اذا وصل الی بني العباس لا یخرج عنھم حتی یسلمون الی عیسي بن مریم او المھدي " (تاریخ الخلفا ۸۰) یعني یہ بات حدیث میں آچکی ھے کہ جب خلافت آل عباس تک پہنچیگي تو پھر اُنھي کے قبضہ میں رھیگی - یہانتک کہ وہ حضرت عیسیٰ یا امام مہدي کے سپرد کردیں -

لیکن اگر حافظ سیوطي پچیس برس اور زندہ رھتے اور دیکھہ لیتے کہ خلافت و حکومت کا نام و نشان تک عباسیہ میں باقي نہ رھا ' تو پھر اُنکو پورا پورا یقین ھوجاتا کہ عباسیہ کو آخر عھد تک خلافت و پادشاھت کی کوئي بشارت نہیں دي گئي ھے ' اور یقیناً یہ تمام حدیثیں وضعی ھیں جیسا کہ ائمۂ اثر فیصلہ کرچکے ھیں -

چنانچہ یہ بات صاف صاف تتبع و نظر سے واضح ھوجاتي ھے کہ خلافت عباسیۂ بغداد کے تنزل اور عجمي حکومت کے ظہور و عروج کے ساتھہ ھي علماء کي آراء میں بھي تدریجي تغیر شروع ھوگیا تھا' اور اشتراط قرشیۃ میں وہ زور باقي نہ رھا تھا ' جو قاضی عیاض وغیرہ کي مصنفات میں پایا جاتا ھے - اکثر

خاص طرح کي هجرة فرض هوئي تهي ' تو فتح مکه کے بعد اسکي ضرورت نهيں رهي - البته جهاد اور عزم جهاد قيامت تک باقي هے - تو جب جمع هونے کيليے پکارے جاؤ ' جمع هو جاؤ اور جهاد کرو -

فتح الباري ميں هے " الا ان تدعو الحاجة اليه کان يد هم العدو و يتعين على من عينه الامام " - (جلد ٦ : ٢٨)

اور موطا امام مالک ميں هے " اذا کان الکفار مستقرين ببلاد هم ' فالجهاد فرض کفاية ' ان اقام به بعضهم سقط الحرج عن الباقين ' و اذا قصدوا بلادنا و استنفر الامام المسلمين ' وجب على الاعيان " شاه ولي الله اسکي شرح ميں لکهتے هيں " نزديک استنفار جهاد فرض على الاعيان مي شود - استنفار را چوں منقح کنيم حاصل شود حالتى که مقتضاى استنفار شده است از قصد کفار بلاد مارا ' و قيام حرب درميان جيوش مسلمين و کافرين ' و عدم کفايه ازاں مسلماناں ' و انچه بداں ماند " (مسوى جلد ٢ - ١٢٩)

شاه صاحب کے بيان سے يه بات بهي واضح هوگئي که نفير کي صورت کيا هے ؟ تو يه ضرور نهيں که کوئي خاص شخص مسلمانوں کو يه کهکر پکارے که آؤ جهاد کرو - مقصود يه هے که ايسي حالت پيدا هو جاے جو مقتضاے نفير هے - پس جب غير مسلموں نے اسلامي ملکوں کا قصد کيا تو جهاد فرض هوگيا اور جب دشمنوں کي طاقت اُن ممالک کے مسلمانوں سے زياده قوي هو اور انکے شکست کا خوف هو ' تو يکے بعد ديگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض هو جائيگا - خواه کوئي پکارے يا نه پکارے - پکارنے والا نهيں هے تو يه مسلمانوں کي بدنظمي و بدحالي هے - انکا فرض هوگا که داعي کا انتظام کريں - يهي حال تمام فرائض کا هے - نماز کا جب وقت آجاے تو خواه موذن کي صداے " حي على الصلاة " سنائي دے يا نه دے ' وقت کا آ جانا وجوب کيليے کافي هے -

جب دفاع کا فرض عين هونا واضح هوگيا ' تو اب معلوم هونا چاهيے که اس فرض کي انجام دهي کيليے شريعت نے ايک خاص ترتيب اختيار کي هے - عقل و حکمت کي بنا پر وهي اس معامله کي قدرتي اور صحيح ترتيب هوسکتي تهي - صورت اُسکي يه هے که جب غير مسلموں نے کسي اسلامي حکومت اور آبادي کا قصد کيا ' تو اُس شهر کے تمام مسلمانوں پر به مجرد قصد اعداء ' دفاع فرض عين هوگيا - باقي رهے ديگر ممالک کے

افضلیت اسفار جمہور کا قول ہے - بعضوں نے اجماع تک کہدیا - لیکن شوافع و محدثین کہتے ہیں کہ قرأة فاتحہ ہي جمہور کا مذہب ہے اور اسي پر جماهير علماء کا اتفاق ہے - اِنہی حافظ نواوي کي (جو اشتراط قرشية کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں) شرح مسلم دیکھہ لي جاے - کس طرح شافعیه کا ہر مذہب اُنکے نزدیک " جمہور " کا مذہب ہے ' اور مخالف کا ہر قول شاذ - شافعیه اور حنفیه کي خلافیات میں تقریباً دو تہائي مسائل تو ضرور ایسے ہونگے جنکي نسبت ہر جگہ شرح مسلم میں پاؤگے : " هذا مذهب الشافعي و الجماهير ' و خالف فيه ابو حنيفه " یعنی امام شافعي اور جمہور کا مذہب یہي ہے مگر امام ابو حنیفه نے اس سے خلاف کیا - اگر ہمارے علماء احناف حافظ نواوي کي ان تمام جمہوریات و اجماعیات کو تسلیم کرلینے کیلیے طیار ہیں ' تو خیر ' اشتراط قرشية کا ایک اجماع اور سہي - لیکن یاد رہے کہ یہ وهي بات ہوگي :

گو مشت خاک ما هم برباد رفته باشد !

ثانیا ' ہمارا خیال ہے کہ یہ بات بھي اور بے شمار باتوں کي طرح وقت کے سیاسي اثرات کا نتیجہ تھي - یہ ظاہر ہے کہ معاملۂ خلافت ابتدا سے سخت کشمکش و تزاحم میں رہا - جو خاندان قابض ہوا ' اُسکو رقیبوں اور دعویداروں کي طرف سے ہمیشہ کھٹکا لگا رہا - پس جبکہ خلافت اهل عرب کے هاتھہ میں تھي ' تو وہ کیسے گوارا کرسکتے تھے کہ عجمیوں کے ولولوں کي اس بارے میں جرأت افزائي کي جاے ؟ اور عرب میں سے بھي جب خاص خاندان قریش میں تھي جو ہر طرح سیادة و بزرگي رکھتا تھا ' تو وہ کیونکر پسند کرسکتے تھے کہ غیر قرشي خلافت کا وجود تسلیم کرکے غیر قرشیوں کو ہمتیں دلائي جائیں اور مادي طاقت کے ساتھہ شریعت کی حمایت کا سہارا بھي اُنہیں حاصل ہوجاے ؟ بخاري کي روایت میں پڑھچکے ہو کہ امیر معاویه نے قحطاني پادشاہ کے ظہور کي روایت سني تو کس درجہ مضطرب اور غضب ناک ہوے ؟ اور کسطرح فوراً قریش والي روایت کا اعلان کردیا تاکہ پہلے ہي سے سد باب ہوجاے ؟ جن علماء کے اقوال پر متاخرین فقہاء و متکلمین کا اعتماد ہے ' وہ سب کے سب وهي ہیں جنکا ظہور آخر عہد عباسیه میں ہوا ہے جب قرشي خلافت قائم تھي - مثلاً قاضي عیاض و امام نواوی و غیرهم - پس وقت کي حکومت کا جو پولیٹکل اثر سب پر پڑ رہا تھا ' وہ بھي یہي تھا کہ خلافت کو حکمران خاندان کي قوم اور

قابض ہونا چاہیں جنکو ہمیشہ غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہو - یعنی جزیرۂ عرب - تفصیل اسکی آگے آتی ہے -

(جزیرۂ عرب و بلاد مقدسہ)

کوئي قوم زندہ نہیں رہسکتي' جب تک اسکا کوئي ارضي مرکز نہ ہو- کوئي تعلیم باقي نہیں رہسکتي' جب تک اُسکي ایک زندۂ و قائم درسگاہ نہ ہو- کوئي دریا جاري نہیں رہسکتا' جب تک ایک محفوظ سر چشمہ سے اُسکا لگاؤ نہ ہو-

نظام شمسي کا ہر ستارہ روشني اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسي ہي سے حاصل کرتا ہے - اُسي کي بالاتر جاذبیۃ ہے جو یہ پورا معلق کارخانہ سنبھالے ہوے ہے ! اللہ الذي رفع السماوات بغیر عمد ترونہا' ثم استوی علی العرش' و سخر الشمس و القمر' کل یجري لاجل مسمی ! (۱۳ : ۲)

یہي قانون الہي ہے جسپر اُسکي شریعت کے تمام جماعتي احکام مبني ہیں - پس جس طرح اسلام نے امت کے بقا اور حق و ہدایت کے قیام کیلیے ہر طرح کے مرکز قرار دیے' ضرور تھا کہ ایک ارضي مرکز بھي قیامت تک کیلیے قرار دیدیا جاتا - اُن بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کي بنا پر جنکي تشریح کا یہ موقعہ نہیں' اسلام نے اس غرض سے سر زمین حجاز کو منتخب کیا - یہي ناف زمین دنیا کي آخري اور دائمي ہدایت و سعادت کیلیے مرکزي سرچشمہ اور روحاني درسگاہ قرار پائي - اور چونکہ سر زمین حجاز جزیرۂ عرب میں واقع تھي' وہي اسلام کا اولین موطن' وہي اسکا سب سے پہلا سر چشمہ تھا' اسلیے ضرور تھا کہ اسلامي مرکز کے قریبي گرد و پیش کا بھي وہي حکم ہوتا جو اصل مرکز کا- لہذا یہ تمام سر زمین بھي کہ حجاز کي " وادي غیر ذي زرع " کو گھیرے ہوے ہے' اسي حکم میں داخل ہوگئي - ذلک تقدیر العزیز العلیم !

" مرکز ارضي " سے مقصود یہ ہے کہ اسلام کي دعوۃ ایک عالمگیر اور دنیا کي بین الملي دعوۃ تھي - وہ کسي خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھي - مسلمانوں کي قومیت کے اجزاء تمام کرۂ ارضي میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے - پس ان بکھرے ہوے اجزاء کو ایک دائمي متحدہ قومیت کي ترکیب میں قائم رکھنے کیلیے ضروري تھا کہ کوئي ایک مقام

من قريش ' هو كالاخبار منه بان الاذان فی الحبشه و القضاء فی الازد ' و ما هو الجواب عن هذا ' فهو الجواب عن ذلک - و تخصیص کون الائمة من قریش ببعض بطونهم ' لا يتم الا بدليل ' و الاخذ بما رقع عليه الاجماع لا شک انه احوط ' و اما انه يتحتم المصير اليه ' فليس براضح ' و لو صح ذلک ' لزم بطلان اكثر ما دونوه من المسائل و المقام و المراكز ' و ما احقه بان لا يدون کذلک " يعني اگرچه امامة قريش کي روايات ميں ايسے الفاظ هيں جنسے قريش کي خصوصيت معلوم هوتي هے ' ليکن وجوب طاعت امام کے عام احکام کتاب و سنة میں موجود هیں - وه دلالت کرتے هيں که غير قرشي کي بهي اطاعت امت پر قرشي هي کي طرح واجب هے - باقي رهي یه بات که آنحضرة نے قريش ميں امامت کي خبر دي ' تو اس سے یه لازم نهيں آتا که آنکے سوا کوئي دوسرا امام هوهي نهيں سکتا - یه ویسي هي خبر هے جيسي اس بارے ميں خبر دي که اذان کا کام اهل حبش ميں هے اور قضاء ازديون ميں - جس طرح ان روايتوں سے یه بات نهيں نکلتي که موذن اور قاضي صرف حبشي اور ازدي هي هونے چاهئيں ' اسي طرح یه بات بهي ثابت نهيں هوتي که امام صرف قرشي هي هوسکتا هے - جو جواب انکا ديا جائيگا ' وهي اسکا هوگا -.

یه واضح رهے که جن جن علماء حديث و کلام کے اقوال سے یه اجماع ثابت کيا جاتا هے ' وه سب کے سب اسي عهد کے هيں جبکه خلافت عباسي قائم تهي - بعد والوں نے جو کچهه ليا هے ' انهي سے ليا هے - سب سے زياده اعتماد اس بارے میں قاضي عياض کے بيان پر کيا جاتا هے جنکا قول نواري نے شرح مسلم اور منهاج میں نقل کیا هے - انکا سال وفات سنه ٥٤٤ هجري هے -

پهر یه بهي واضح رهے که اجماع کے دعوے نے عام طور پر جو وسعت اختيار کرلي هے ' اور جس طرح بتدريج اس لفظ کا استعمال اپنے لغوی و اصولي معنی سے هت کر مختلف مصطلحه معنوں ميں هونے لگا هے ' اسکو فراموش نهيں کرنا چاهيے - علی الخصوص فقهاء مذاهب کے استعمالات متکلمين اور ارباب اصول کے مصطلحه اجماع سے بالکل مختلف هيں - هر مذهب کے فقها بلا تامل اپنے مسلک کو " جمهور " اور " اجماع " کے لفظ سے تعبير کر ديتے هيں - اسميں کسی کا مطلب کچهه هوتا هے کسي کا کچهه - صاحب هدايه رغيره کے نزديک عدم وجوب قرأة فاتحه خلف امام اور

منهم ان لم یکن باهلها کفایة ' وکذا من یقرب ممن یقرب ان لم یکن بمن یقرب کفایة ' او تکاسلوا ' او عصوا ' و هکذا ' الی ان یجب علی جمیع اهل الاسلام شرقاً و غرباً - (جلد ۴ - صفحه - ۸۲۰)

اُٹھہ کھڑا ہونا فرض عین ہو جائیگا - اور اگر دشمن زیادہ طاقتور هیں اور مقابلہ کیلیے وهاں کے مسلمان کافي نہیں ' تو جو مسلمان اُنسے قریب ہونگے ' انپر بھي فرض عین ہو جائیگا - اور اگر وہ بھي کافي نہیں ' یا انهوں نے سستي کي ' یا دانسته انکار کیا ' تو پھر اُن لوگوں پر جو ان سے قریب هوں یه فرض عائد هوگا - اسي طرح یکے بعد دیگرے - حتی که تمام مسلمانوں پر مشرق میں هوں یا مغرب میں ' دفاع کیلیے اُٹھہ کھڑا ہونا فرض هوجایگا - انتہی -

ایسا هي تمام کتب معتمدۂ فقه میں هے - عبارتوں کے نقل و ترجمه میں طول هوگا - ردالمحتار وغیرہ شروح میں ذخیرہ سے نقل کیا هے " فاما من ورائهم ببعد من العدو ' فهو فرض کفایة علیهم حتی یسعهم ترکه ' اذا لم یحتج الیهم بان عجز من کان یقرب من العدو عن المقاومة ' اولم یعجزوا عنها لکنهم تکاسلوا ' فانه یفترض علی من یلیه فرض کالصلوۃ و الصوم لا یسعهم ترکه ' ثم و ثم ' الی ان یفترض علی جمیع اهل الاسلام شرقاً و غرباً "

اور عنایه شرح هدایه میں هے " ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو و هو یقدر علیه ' و اما من ورائهم فلا یکون فرضا علیهم الا اذا احتیج الیهم ' اما لعجز القریب و اما للتکاسل ' فحینئذ یفرض علی من یلیهم " الخ -

اور شرح موطا میں هے " فان لم تقع الکفایة بمن نزل بهم ' یجب علی من بعد منهم من المسلمین عونهم " (جلد ۲ ص ۱۲۹)

البته یاد رهے که یه دفاع کي عام صورت هے - لیکن دو حالتیں شرعاً ایسي بھي هیں ' جن میں یکے بعدیگرے اس ترتیب وجوب اور الاقرب فالا قرب کي ضرورت باقي نہیں رهتي - تمام مسلمانان عالم کیلیے ایک وقت میں اور ایک هي دفعه دفاع ضروري هوجاتا هے - پہلي حالت یه هے که خلیفۂ وقت تمام مسلمانان عالم سے طالب اعانت هو یا اُسکی بے بسی و بے چارگي کی ایسي حالت هوجاے که بلا مسلمانان عالم کی مجموعی اعانت کے مخلصي ممکن نهو - دوسري صورت یه هے که اسلام کے عین مرکزي مقام پر غیر مسلم

باب

خــلافــة آل عثمـــان

فصل

(چند لمحـــات تاریخیـــه)

اب بہتر ہوگا کہ تھوڑي دیر کیلیے ہم آگے بڑھنے سے رک جائیں ' اور گذشتۂ تیرہ صدیوں کي طرف مڑ کے دیکھیں کہ خلافت اسلامیہ کے مختلف دوروں کا کیا حال رہا ہے ؟

" الخلافة بعدي ثلاثون سنة " (میرے بعد خلافۂ خاصہ ۳۰ برس تـک رهیگي) کي خبر کے مطابق خلفاء راشدین کا دور ۳۰ - برس تـک رہا - سنہ ۱۱ - ہجري سے شروع ہوا اور تھیک سنۂ ۴۱ - تـک باقي رہا - اسي سنہ سے بنو امیہ کي خلافت کا دور شروع ہوتا ہے اور سنہ ۴۱ - ھ سے سنہ ۱۳۲ - ھ تـک قائم رہتا ہے - اسکے بعد خلافت نے ایک نیا ورق اُلٹا ' از خاندان عباسیہ کا سلسلہ شروع ہوا - خلافت کا سب سے بڑا سلسلہ یہي ہے جو سنہ ۱۳۲ - سے ۶۵۲ - ھ تـک قائم رہا - چونکہ کامل پانچ صدیوں تـک حکمراني ایک ہي گھرانے میں رہي ' اسلیے وہ تمام ذہني و جسماني اور اجتمـــاعي و مدني فسادات کمال درجہ تـک پیدا ہوگئے ' جو ہمیشہ امتداد سلطنت اور عروج تمدن کے لازمي نتائج رہے ہیں - قریش کي نسبت فرمایا تھا " ما اقاموا الدین " جب تـک وہ دین قائم رکھینگے ' حکومت اُنھي میں رهیگي - سو اب تھیک تھیک وہ وقت آگیا تھا - قریش و عرب میں دین قائم رکھنے کي صلاحیت مفقود ہوگئي تھي - قیـــام دین کا کام دوسري قومیں اور طاقتیں انجـــام دے رہي تھیں - پس وہي ہوا جو تاریخ عالم کے ہر ایسے دور میں ہوتا آیا ہے - سنہ ۶۵۶ - میں ہلاکو خان تاتاري نے بغداد پر حملـــہ کیا اور آخري خلیفۂ عباسي المستعصم

گناہ کی کثافتوں سے آلودہ جسم چھپ چھپ رہا ہے جاتے " اور جبھر رمی ر نا مرادی کی مایوسیوں سے گھائل دل جب چیختے اور تڑپتے ہوے اسکی جانب دوڑتے ' تو اسکی پاک ہوا امید و مراد کی عطر بیزی سے مشکبار ہوجاتی ' اسکے پہاڑوں کی چوٹیاں خدا کی محبت و بخشش کے بادلوں میں چھپ جاتیں ' اور اسکی مقدس فضاء میں رحمت کے فرشتے غول در غول اُترکر اپنی معصوم مسکراہٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھہ مغفرت و قبولیت کی بشارتیں بانٹتے !

شاخوں کی شادابی جڑ پر موقوف ہے - درختوں کی جڑ اگر سلامت ہے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑ نہیں سکتا - دس ٹہنیاں کاٹ دی جائیں گی ' تو بیس نئی نکل آئینگی - اسیطرح قوم کا مرکز اگر محفوظ ہے ' تو اسکے بکھرے ہوے ٹکڑوں کی بربادی سے قوم نہیں مٹ جا سکتی - سارے ٹکڑے مٹ جائیں ' مگر مرکز باقی ہے تو پھر نئی نئی شاخیں پھوٹینگی اور نئی نئی زندگیاں پھیلیں گی - پس جس طرح مسلمانوں کے اجتماعی دائرہ کیلیے خلیفۂ و امام کے وجود کو مرکز ٹھہرایا ' اُسی طرح اُنکی ارضی وسعت و انتشار کیلیے عبادتکدۂ ابراھیمی کا کعبۃ اللہ ' اسکی سر زمین حجاز ' اور اُسکا ملک جزیرۂ عرب مرکز قرار پایا - یہی معنی ان آیات کریمہ کے ہیں کہ :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس (۵ : ۱۰۰)	اللہ نے کعبہ کو کہ اسکا محترم گھر ہے ' لوگوں کے بقاۓ قیام کا باعث ٹھہرایا -

اور

و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا (۲ : ۱۲۵)	اور جب ایسا ہوا کہ ہم نے خانۂ کعبہ کو انسانوں کیلیے اجتماع کا مرکز اور امن کا گھر بنایا -

اور

من دخلہ کان امنا (۳ : ۹۷)	جو اسکے حدود کے اندر پہنچ گیا تو اسکے لیے پھر کسی طرح کا خوف اور ڈر نہیں -

اور یہی علت تھی تحویل قبلہ کی - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھی :

و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲ : ۱۵۰)	اور تم کہیں بھی ہو ' لیکن چاہیے کہ اپنا رخ اسی کی جانب رکھو !

خاندان سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام ایسي باتوں میں جس میں اجتہاد راے کو دخل هو' فکر و قیاس کا میلان قدرتي طور پر اُسي جانب هو جاے - علی الخصوص جبکه اسکے لیے کسي غلط بیاني یا تحریف احکام کي ضرورت نه تهي - واقعي احادیث موجود تهیں - صرف مفہوم کي تعیین میں اجتہاد کو کام کرنا تھا - اس مسئله پر موقوف نہیں' وقت کے پولیٹکل اثرات بے شمار چیزوں میں اندر هي اندر کام کرچکے هیں' اور آج اُنکا پته لگانا بہت دشوار هوگیا هے - ساتویں صدي هجری مین جب خلافت بغداد کا خاتمه هوگیا ' تو آهسته آهسته اس اثر سے افکار خالي هونے لگے ' اور بتدریج بحث و نظر کي صورت دوسری هوگئي - حافظ عسقلاني اور قاضي عیني جو آتهویں صدي میں یا نوویں کے اوائل میں بخاری کي شرح لکهه رهے هیں' اُنکے مباحث پڑھو تو قاضي عیاض اور نواوي سے اُنکا رنگ مختلف نظر آئیگا -

قاضي عیني بخاري کي حدیث معاویه " ما اقاموا الدین " کي شرح میں لکھتے هیں " اي مدة اقامتهم امور الدین - قیل یحتمل ان یکون مفهومه فاذا لم یقیموه لا یسمع لهم " یعني یه جو حدیث میں هے که " جب تک دین قائم رکھینگے " تو اسکا یه مطلب بهي هوسکتا هے که جب وه وقت آجاے که قریش اقامت دین نه کریں تو اُنکي بات نہیں سني جائیگي - حافظ عسقلاني گو اشتراط قرشیة سے صاف صاف انکار نہیں کرتے - لیکن طرز بحث و نظر کے اضطراب و ضعف نے خود بخود مسئله کا مخالف پہلو قوي کردیا هے اور به یک نظر واضح هوجاتا هے که وه اس بارے میں کوئي مضبوط راے نہیں رکھتے اور اگر مائل هیں تو انکار کي طرف - اشتراط قرشیة کے مویدین کے جس قدر دلائل هیں ' اُن میں سے کوئي دلیل ایسي نہیں جس پر اُنهوں نے سنگین اعتراضات نه کیے هوں اور وه مجروح هوکر نه رهگئي هو - جو صاحب مزید بصیرت حاصل کرني چاهیں' فتح الباري جلد ۳ - کتاب الاحکام کے ابواب " الامراء من قریش " اور " السمع و الطاعة للامام " ملاحظه فرمائیں -

غرضکه جهاں تک تمام احادیث و دلائل پر نظر ڈالي جاتي هے ' اشتراط قرشیة کیلیے کوئي نص موجود نہیں ' اگرچه بصورت اشتراط بهي موجوده مسئلۂ خلافت پر کوئي اثر نہیں پڑ سکتا - موجوده مسئله انتخاب امام کا نہیں هے - امام قائم و نافذ کي امامت و اطاعت کا هے -

یسا مخصوص کردیا جاتا ' جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کیلیے اتحاد و انضمام کا مرکزي نقطه هوتا - سارے بکھرے هوے اجزاء وهاں پهنچکر سمٹ جاتے - تمام پهیلي هوئي شاخیں وهاں اکٹھي هوکر جڑ جاتیں - هر شاخ کو اُس جڑ سے زندگي ملتي ' هر نهر اُس سر چشمه سے سیراب هوتي - هر ستارہ اُس سورج سے روشني اور گرمي لیتا - هر دوري اُس سے قرب پاتي - هر فصل کو اُس سے مواصلت ملتي - هر انتشار کو اُس سے اتحاد و یگانگي حاصل هوتي - وهي مقام تمام اُمت کي تعلیم و هدایت کیلیے ایک وسطي درسگاہ کا کام دیتا - وهي تمام کرۂ ارضي کي پهیلي هوئي کثرت کیلیے نقطۂ وحدت هوتا - ساري دنیا ٹھنڈي پڑ جاتي ' پر اُسکا تنور کبهي نه بجهتا - ساري دنیا تاریک هو جاتي ' مگر اُسکي روشني کبهي نه بجهتي - اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باهمي جنگ و جدل اور فتنۂ و فساد سے خون ریزي کي دوزخ بن جاتي ' پهر بهي ایک گوشه ایسا هوتا جو همیشه امن و رحمت کا بهشت هوتا ' اور انساني فتنۂ و فساد کي وهاں پر چهائیں بهي نه پڑ سکتي - اُسکا ایک ایک چپه مقدس ' اُسکا ایک ایک کونه خدا کے نام پر محترم ' اور اُسکا ایک ایک ذرہ اسکے جلال و قدوسیت کا جلوہ گاہ هوتا - خونریز اور سرکش انسان هر مقام کو اپنے ظلم و فساد کي نجاست سے آلودہ کر سکتا ' پر اُسکي فضاء مقدس همیشه پاک و محفوظ رهتي ' اور جب زمین کے هر گوشے میں انساني سرکشي اپني مجرمانه خداوندي کا اعلان کرتي تو وہ خدا کي سچي پادشاهت کا تخت گاہ هوتي - دنیا پر کفر و شرک کے جماؤ اور اُٹھان کا کیسا هي سخت اور برا وقت آجاتا ' مگر سچي توحید اور بے میل خدا پرستي کا وہ ایک ایسا گهر هوتا ' جهاں خدا اور اُسکي صداقت کے سوا نه کسي خیال کي پهنچ هوتي ' نه کسي صدا کي گونج اُٹهه سکتي - وہ انسان کي پهیلي هوئي نسل کیلیے ایک مشترک اور عالمگیر گهر هوتا که کٹ کٹ کر قومیں وهاں جڑتیں ' اور بکهر بکهر کے نسلیں وهاں سمٹتیں - پرند جس طرح اپنے آشیانوں کي طرف اڑتے هیں ' اور پروانوں کو تم نے دیکها که روشني کي طرف دوڑتے ' ٹهیک اُسي طرح انسانوں کے گروہ اور قوموں کے قافلے اُسکي طرف دوڑتے ' اور زمین کي خشکي و تري کي وہ ساري راهیں جو اُس تک پهنچتیں ' همیشه مسافروں اور قافلوں سے بهري رهتیں - دنیا بهر کے زخمي دل وهاں پهنچتے اور شفا اور تندرستي کا مرهم پاتے ' اور بیقرار و مضطر روحوں کیلیے اُسکے آغوش گرم میں آرام و سکون کي ٹهنڈک هوتي -

عباسي خاندان کے دو چار آدمي بغداد کے قتل عام سے بچکر نکل گئے تھے - انہي ميں مستعصم کا چچا احمد بن ظاہر عباسي بھي تھا - وہ سنہ ٦٦٠ ميں مصر پہنچا - وہاں ايوبي خاندان کے ممالیک کي حکومت قائم تھي اور ملک ظاہر بيبرس حکمراں تھا - اُسکو احمد کے خاندان کا حال معلوم ہوا تو منصب خلافت کا حقدار تسليم کرليا اور اُس کے ہاتھہ پر بيعت کرلي -

احمد بن ظاہر نے المستنصر باللہ کا لقب اختيار کيا اور بيبرس کي معيت و اعانت حاصل کرکے کوشش کي کہ دار الخلافۃ بغداد کو تاتاريوں کے تسلط سے نجات دلاے - ليکن کاميابي نہوئي اور لڑائي ميں شہيد ہوا -

اب پھر وہ وقت آگيا تھا کہ قريش سے خلافت کا انتساب بالکل معدوم ہو جاے ، ليکن " ما بقي منهم اثنان " کي پيشين گوئي آخر تک اپنے عجائب دکھلانے والي تھي - قتل عام بغداد سے ايک اور عباسي شہزادہ ابو العباس احمد بن علي بچکر نکل گيا تھا اور حلب ميں مخفي تھا - اُس کا حال بيبرس کو معلوم ہوا تو بڑے اعزاز و اکرام سے مصر لايا اور اس کے ہاتھہ پر بيعت کرلي - حاکم بامر اللہ کے لقب سے وہ مشہور ہوا - اسی کی نسل ميں مصرکي عباسی خلافت ٢٩١ برس تک قائم رہي - يعني سنہ ٦٦٠ ھ سے سنہ ٩٢٣ ہجري تک -

اس عرصہ ميں عالم اسلامي دو صديوں تک طرح طرح کے انقلابات وحوادث سے تہہ و بالا ہوکر بالاخر ايک نئے دور ميں منتقل ہوچکا تھا - عثماني ترکوں کي حکومت قسطنطنيہ ميں قائم ہوکر يورپ و ايشيا کے اندر ہر طرف پھيل رہي تھي - سنہ ٩٢٣ - ھ (١٥١٧ - مسيحي) ميں سلطان سليم خاں اول نے مصر و شام پر قبضہ کيا ، اور آخري عباسي خليفہ المتوکل نے اُسکے ہاتھہ پر بيعت کرکے تمام حقوق و امتيازات خلافت سپرد کردیے - حقوق خلافت کے علاوہ جو چيزيں اس سلسلہ ميں سلطان سليم کو دي گئيں ، اُن ميں سب سے بڑي چيز مقامات مقدسہ و حرمين کي کنجياں تھيں ، اور بعض آثار نبويہ - مثلاً آنحضرۃ صلي اللہ عليہ و سلم کي تلوار - جھنڈا - ايک چادر - يہ آثار اسوقت تک قسطنطنيـــہ ميں بطـور سند خلافت کے موجود ہيں - اسي تاريخ سے عثماني سلاطين نماياں طور پر " خليفہ " کے لقب سے دنيا ميں مشہور ہوے ، اور حجاز اور مصر و شام کے منبروں پر اُنکا ذکر بہ حيثيت امير المومنين کے ہونے لگا - حج کي امارت بھي اُنھي کے قبضہ ميں آگئي جو شرعاً خلافت کے اہم ترين فرائض ميں سے ہے -

او یقتل صیدها " رواہ مسلم - اور روایت انس متفق علیه که " اللهم ان ابراهیم حرم مکه ، و انی احرم ما بین لا بتیها " (۱)

یه احکام تو خاص اس مرکزکی نسبت تھے - باقی رها اسکا گرد و پیش ، یعنی جزیرۂ عرب ، تو گو اسکے لیے اسقدر اهتمام کی ضرورت نه تھی که اسمیں غیر مسلم کا داخله تک روک دیا جاے ، تاهم اسکا خالص اسلامی ملک هونا ضروری تھا - تاکه اسلامی مرکز ارض کا گرد و پیش اور اسکا مولد و منشاء همیشه غیروں کے اثر سے یکقلم محفوظ رهے -

اسلام کا جب ظهور هوا تو علاوه مشرکین عرب کے یهود و نصارا کی بھی ایک بڑی جماعت جزیرۂ عرب میں آباد تھی - مدینه میں یهودیوں کے متعدد قبیلے تھے - خیبر میں انهی کی ریاست تھی - یمن میں نجران عرب عیسائیوں کا بڑا مرکز تھا - مدینه کی سرزمین خود آپکی زندگی هی میں یهودیوں سے خالی هوگئی - آخری جماعت جو مدینه سے خارج کی گئی بنو قینقاع اور بنو حارثه کا گروہ تھا - امام مسلم نے ابن عمر کا قول نقل کیا هے " ان یهود بنی النضیر حاربوا رسول الله صلعم فاجلی بنی النضیر و اقر قریظه و من علیهم ، حتی حاربت قریظه فقتل رجالهم و قسم اولادهم و نسائهم بین المسلمین الا بعضهم لحقوا برسول الله فامنهم و اسلموا ، و اجلی یهود المدینة کلهم بنی قینقاع و هم قوم عبد الله بن سلام و یهود بنی حارثه و کل یهودی کان بالمدینه "

بخاری و مسلم میں اس آخری اخراج کا واقعه بروایت حضرة ابو هریرة مروی هے - آپ صحابه کو ساتھه لیکر یهودیوں کی تعلیم گاه میں تشریف لیگئے اور فرمایا " یا معشر الیهود اسلموا تسلموا " اسلام قبول کرو - نجات پاؤگے - پھر فرمایا " اعلموا ان الارض لله و رسوله و انی ارید ان اجلیکم من هذه الارض فمن وجد منکم بماله شیئاً فلیبعه ، و الا ، فاعلموا ان الارض لله و رسوله " میں نے اراده کرلیا هے که تم کو اس ملک سے خارج کردوں پس اپنا مال و متاع فروخت کرنا چاهو توکردو - ورنه جان رکھو که اس ملک کی حکومت صرف الله اور اسکے رسول هی کیلیے هے -

---

(۱) زیاده مفصل بحث رساله جامع الشواهد میں لکھه چکا هوں - اس رساله کا اصل موضوع مسئله خلافت هے - یه تذکره ضمناً آگیا هے - پس اشارات پر اکتفا کیا گیا -

باللہ کے خون نے بہکر ہمیشہ کیلیے عربي و قرشي حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا - مستعصم کا قتل فی الحقیقت عربي خلافت کا قتل تھا : (۱)

و ما کان قیس هلکہ هلك واحد
و لکنہ بنیان قوم تهدما !

یہ سب کچھہ هوچکا ' مگر ابھي پیشین گوئي کي ایک آخري سطر باقي تھي - یعني " ما بقی منهم اثنان " قریش سے حکومت نکل جائیگي - پر نکل جانے پر بھي اُنکي عظمت رفتہ کا یہ اثر باقي رهیگا کہ اگر دو قرشي بھي کسي گوشہ میں نکل آئینگے تو لوگ خلافت کا اُنھي کو مستحق مانینگے - بغداد میں قرشي خلافت مٹي ' لیکن مٹتے مٹتے بھي ایک آخري نقش چھوڑ گئی - وہ بغداد کي خون آلود خاک سے اُکھڑا اور تین سو برس تک کیلیے مصر میں جاکر جم گیا - البتہ یہ جماؤ قرشي حکومت کا جماؤ نہ تھا - محض اس کے نقش قدم کا تھا :

گو کہ هم صفحۂ هستي پہ تھے اک حرف غلط
لیکن اُٹھے بھي تو اک نقش بٹھا کے اُٹھے !

---

(۱) فتنۂ تاتار کا ظہور مسلمانوں کیلیے وهي معاملہ تھا جو بني اسرائیل کے لیے بخت نصر کے ظہور میں تھا - ثم بعثنا علیکم عباداً لنا اولي باس شدید - فجاسوا خلال الدیار - و کان وعداً مفعولا (۱۷ : ۶) بحکم " یأتي علی امتي ما اتي علی بني اسرائیل حذو النعل بالنعل " (صحیحین) اس اُمت پر بھي وہ سب کچھہ گذرنے والا ھے جو بني اسرائیل پر گزر چکا - بني اسرائیل پر غفلت و ضلالت کے دو سب سے بڑے دور آئے - اس لیے دو هي مرتبہ عام بربادي بھي چھائي اور اُنکي تعذیب کیلیے دو جابر و قاهر قومیں مسلط هوئیں : و قضینا الی بني اسرائیل في الکتاب لتفسدن في الارض مرتین و لتعلن علواً کبیرا (۱۷ : ۵) پہلي بربادي بخت نصر کے هاتھوں هوئي : عباداً لنا اولي باس شدید - اور دوسري تیٹس قیصر روم کے هاتھوں - معلوم هوتا ھے کہ اسي طرح اس امت پر بھي طغیان و عصیان کے دو بڑے وقت آنے والے تھے' اور اُنکے نتائج دو معذب قوموں کي شکل میں ظاهر هوے - قوم تاتار اور اقوام یورپ - بني اسرائیل کی پہلي بربادي خود ایشیاء هي کي ایک قوم کے هاتھوں هوئي - یعني اهل بابل کے هاتھوں - اور دوسري کا ظہور یورپ سے هوا - یعني روم سے - ٹھیک اسي طرح اُس امت کیلیے بھي پہلا فتنہ ایشیاء کا تھا ' دوسرا یورپ کا - پہلا هوچکا - دوسرا هو رها ھے -

کیونکہ جب یہی ارضی مرکز قرار پایا ' تو تمام افراد قوم کیلیے لازمی ہوا کہ جہاں کہیں بھی ہوں ' رخ انکا اسی طرف رہے - دن میں پانچ مرتبہ اپنے قومی مرکز کے طرف متوجہ ہوتے رہیں - اور من جملہ بے شمار مصالح و حکم کے ' ایک قوی ترین حکمت فریضۂ حج میں یہی ہے کہ ساری اُمت ' تمام کرۂ ارضی ' اور تمام اقوام عالم کو ' حج فرض کرکے اس نقطۂ مرکز سے دائمی پیوستگی بخشدی :

و اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (۲۲ : ۲۸)	اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو - پھر ایسا ہوگا کہ ساری دنیا کو یہ گوشۂ برکت کھینچ بلایگا - دور دور سے لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے اور گروہ پہنچیں گے !

(احکام شرعیہ)

اس مرکز کے قیام و بقاء کیلیے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ ہمیشہ کیلیے اسکو صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جب تک یہ خصوصیت قائم نہ کی جاتی ' امت کیلیے اس مرکزیت کے مطلوبہ مصالح حاصل نہیں ہوسکتے تھے -

چنانچہ اسی بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ انما المشرکون نجس فلا یقربو المسجد الحرام بعد عامہم ھذا - مسجد حرام کے حدود صرف توحید کی پاکی کیلیے مخصوص ہیں - اب آیندہ کوئی غیر مسلم اسکے قریب بھی نہ آنے پاے - یعنی نہ صرف یہ کہ وہاں غیر مسلم نہ رہیں ' بلکہ کسی حال میں داخل بھی نہ ہوں - جمہور اہل اسلام نے اتفاق کیا کہ مسجد حرام سے مقصود صرف احاطۂ کعبہ ہی نہیں ہے ' بلکہ تمام سر زمین حرم ہے - اور اسی طرح احادیث صحیحۂ و کثیرہ سے جو حضرۃ علی ' سعد بن وقاص ' انس ' جابر ' ابو ہریرہ ' عبد اللہ بن زید ' رافع بن خدیج ' سہل بن حنیف ' و غیرہم اجلۂ صحابہ سے مروی ہیں ' ثابت ہوچکا ہے کہ مدینہ کی زمین بھی مثل مکہ کے حرم ہے اور عیر و ثور اسکے حدود ہیں - " المدینۃ حرام ما بین عیر الی ثور " اخرجہ الشیخان - اور روایت سعد کہ " انی احرم ما بین لابتی المدینہ ان یقطع عضا ھھا

صدیوں سے اسلام و بلاد اسلام کي حفاظت کي تلوار صرف اُنهي کے هاتهوں میں هے - صدیوں سے صرف اُنهي کا سینه اسلام کي راہ میں زخمي هے ' صرف اُنهي کي لاشیں اسلام کیلیے خاک و خون میں تڑپتي هیں ' اور صرف اُنهي کي ذمه داري پر تمام کرۂ ارضی کے مسلمانوں نے اسلام کي مرکزي حفاظت کا کار و بار چهوڑ رکها هے - دنیا کے خواہ کسي گوشے میں کوئي مسلمان هو ' اگر وہ به حیثیت ایک مسلمان کے اسلام کا چوتها رکن حج ادا کرنے کیلیے نکلتا هے ' تو عرفات کے میدان میں کهڑے هوکر اسکو عثماني امامت کي دیني ریاست قبول کرني پڑتي هے اور حج کا فریضه عثماني خلیفه هي کے بهیجے هوے نائب کے ماتحت انجام دیتا هے - شریف حسین نے غیر مسلم محاربین کا ساتهه دیکر اگر بغاوت کي اور حجاز کو قسطنطنیه کے اقتدار حکومت سے الگ کرلیا ' تو یه فساد و عدوان کي ایک عارضي حالت هے جو شرعاً معتبر نہیں - حجاز حکماً اب بهي خلیفۂ قسطنطنیه کي حکومت هي کا ایک جزء هے - اور تمام مسلمانان عالم کا شرعاً فرض هے که حرمین کو باغیوں کے تصرف سے نکالنے کي کوشش کریں ' اور اسوقت تک کرتے رهیں جب تک بغاوت اور باغیوں کا بالکل استیصال نهو جاے - اگر ایسا نه کرینگے تو هر مسلمان اسکے لیے عند اللہ جوابدہ هوگا -

تمام کرۂ ارضي کے مسلمان آرام و عیش کے دن بسر کرنے اور فارغ البالي کے بستر پر سونے کیلیے هیں ' لیکن صرف وهي ایک هیں جو سارے مسلمانوں کي عزت و زندگي کے بچاؤ کیلیے صدیوں سے تلواروں کے سایے تلے زندگي کے دن کاٹ رهے هیں ' اور چاروں طرف سے دشمنوں کي زد میں هیں - کامل پانچ صدیوں سے یورپ اور ایشیا کا سب سے بڑا رقبه انکے خون سے رنگین هورها هے - ایک چوتهائي صدي بهي آجتک ایسي نہیں گزري که دشمنوں کي تلواروں نے اُنهیں مهلت دي هو - اُنکا جرم اسکے سوا کچهه نہیں که جب اسلام کا محافظ دنیا میں کوئي نه رها - ساري تلواریں ٹوٹ گئیں - سارے بازو شل هوگئے - تو پانچ صدیوں سے وہ کیوں اسلام کے بچاؤ کیلیے باقي هیں ؟ اور کیوں وہ وقت آنے نہیں دیتے جب اسلام کي پولیٹکل طاقت کا بالکل خاتمه هو جاے ؟

بدوستي تو خصمند عالمے بامن
هزار دشمن و یک دوست مشکل اُفتادہ است !

کا باب استدلالاً کافي سمجھا ' لیکن حافظ منذري نے تلخیص مسلم میں " اخراج الیهود و النصاری من جزیرة العرب " کا الگ باب باندھکر جزیرہ عرب والي روایتیں روایات اجلاء یہود سے الگ کردي هیں - یہ وصیة نبوي علاوہ طرق بالا کے مسند امام احمد ' مسند حمیدي ' اور سنن بیهقي وغیرہ میں بھي مختلف طریقوں سے مروي ھے ' اور سب کا مضمون متحد اور باھمدگر اجمال و تبیین اور اعتضاد و تقویت کا حکم رکھتا ھے -

احکام شرعیہ دو قسم کے هیں - ایک قسم اُن احکام کي ھے جنکا تعلق افراد کي اصلاح و تزکیہ سے هوتا ھے - جیسے تمام اوامر و نواهي اور فرائض و واجبات - دوسرے وہ هیں جنکا تعلق افراد سے نہیں بلکہ اُمت کے قومي اور اجتماعي فرائض اور ملکي سیاسیات سے هوتا ھے - جیسے فتح ممالک و قوانین سیاسیة و مالیہ - سنة الهي یوں واقع هوی ھے کہ پہلي قسم کے احکام خود شارع کي زندگي هي میں بتدریج تکمیل تک پہنچ جاتے هیں ' اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر اُنکي تکمیل کا اعلان کرکے - لیکن دوسري قسم کیلیے ایسا هونا ضروري نہیں - بسا احکام ایسے هوتے هیں جنکے نفاذ و وقوع کیلیے ایک خاص وقت مطلوب هوتا ھے اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفیذ تک پہونچتے هیں - پس اُنکي نسبت یا تو بطریق پیشین گوئي کے خبر دیدي جاتي ھے - یا اپنے جا نشینوں اور امت کو وصیت کردي جاتي ھے -

یہ معاملہ اسي دوسري قسم میں داخل تھا - پس ضرور نہ تھا کہ اسکا پورا پورا نفاذ خود آنحضرة صلعم کي حیات طیبہ هي میں هو جاتا - آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے نفاذ شروع کردیا - یہود خیبر سے ابتدا هي میں شرط کرلي تھي کہ جب ضرورت هوگي ' اس سر زمین سے خارج کردیے جاؤگے - پھر تکمیل کیلیے اپنے جا نشینوں کو وصیت فرمادي - چنانچہ حضرة عمر (رض) کے زمانے میں تکمیل کا وقت آگیا - اور یہود خیبر نے طرح طرح کي شرارتیں اور نافرمانیاں کرکے خود هي اسکا موقعہ بہم پہنچا دیا - پس حضرة عمر نے اس وصیت کي تحقیق کي ' اور جب پوري طرح تصدیق هوگئي تو تمام صحابہ کو جمع کرکے اعلان کردیا - سب نے اتفاق کیا ' اور یہود خیبر و فدک خارج کردیے گئے - اسي طرح نجران سے عیسائیوں کا اخراج بھي عمل میں آیا - امام زهري نے ابن عتبہ سے اور امام مالک نے ابن شهاب سے روایت کیا ھے " ما زال عمر حتی وجد الثبت عن رسول اللہ انہ قال لا یجتمع بجزیرة العرب دینان " فقال من کان

سلسلۂ خلافت کي يه ايک مجمل تاريخ هے - بالفرض خليفۂ متوکل عباسي نے سلطان سليم کے هاتهه پر بيعت نه کي هوتي ' جب بهي آينده پيش آنے والے واقعات کا قدرتي نتيجه يهي تها که تمام عالم اسلامي کي خلافت کا منصب عثماني سلاطين هي کے قبضه ميں آجاے - وقت کي جو اسلامي سلطنت سب سے بڑي اور سب سے زياده شرع و ملت کي حفاظت کي طاقت رکهتي هو' وهي شرعاً خلافت کا منصب رکهه سکتي هے - گذشته چار صديوں کے اندر اسلامي حکومتوں کے انقلابات کا جو حال رها هے ' اُنکو ديکهتے هوے کون کهه سکتا هے که يه حق بجز اس سلطنت کے اور کسي سلطنت کو ملسکتا تها ؟ خود هندوستان ميں سلاطين مغليه کي حکومت قائم تهي - وه هندوستان کے اندر اپنے هي کو امام سمجهتے تهے ' ليکن عالم اسلامي کي خلافت عظمى کا دعوى کبهي اُنکے وهم و خيال ميں بهي نهيں گزرا ' اور اگر گزرتا تو دنيا ماننے کيليے طيار نه تهي - ابتدا سے ليکر آخر تک مقام خلافت کي جو اهم و مشترک خصوصيات رهي هيں اور جنکو تمام دنيا کے مسلمانوں نے عملاً بطور اسناد خلافت کے تسليم کرليا هے ' وه خلفاء عباسيه کے بعد صرف عثماني سلاطين هي کو حاصل هوئيں - کوئي دوسري اسلامي حکومت اس عام اُقتدار و اختيارات کے ساتهه قائم نه هوسکي -

فصل

(خلافت و امامت سلاطين عثمانيه)

اس عارضي وقفه کے بعد اب هم پهر آگے بڑهتے هيں - سلطان سليم خان اول کے عهد سے ليکر آجتک بلا نزاع سلاطين عثمانيۂ ترک تمام مسلمانان عالم کے خليفۂ و امام هيں - ان چار صديوں کے اندر ايک مدعي خلافت بهي اُنکے مقابله ميں نهيں اُتها - بنو اميه اور عباسيه کے عهدوں ميں بے شمار رقيبوں اور دعويداروں کي کشمکش نظر آتي هے ' ليکن سلاطين عثمانيه کي خلافت کي پوري تاريخ ميں کسي ايک مدعي خلافت کا نام بهي ڈهونڈهکر نهيں نکالا جا سکتا - حکومت کے دعويدار سيکڑوں اُٹهے هوں ' مگر اسلام کي مرکزي خلافت کا دعوى کوئي نه کرسکا -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو دو مقام ایسے رہگئے تھے جہاں سے یہود و نصارا کا اخراج نہ ہوسکا تھا - خیبر اور نجران - پس آپنے وصیت فرمائی کہ آیندہ جزیرۂ عرب صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جو غیر مسلم اس ملک میں باقی رہگئے ہیں ' خارج کردیے جائیں - امام بخاری نے باب باندھا ہے " اخراج الیہود من جزیرۃ العرب " اسمیں پہلی روایت یہود مدینہ کے اخراج کی لاے ہیں جو اوپر گزر چکی - دوسری روایت حضرت ابن عباس کی ہے کہ آنحضرۃ صلعم نے مرض الموت میں تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی - ایک یہ تھی " اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب " حافظ ابن حجر لکھتے ہیں " اقتصر علی ذکر الیہود لانہم یوحدون اللہ تعالی الا القلیل و مع ذلک امر باخراجہم ' فیکون اخراج غیرہم من الکفار بطریق اولی " (فتح الباری - ۶ : ۱۹۴) یعنی امام بخاری نے عنوان باب میں صرف یہود کا ذکر کیا - اسمیں استدلال یہ ہے کہ تمام غیر مسلم اقوام میں یہودی سب سے زیادہ توحید کے قائل ہیں - انکو خارج کیا گیا تو دیگر مذاہب کے اخراج کا وجوب بدرجۂ اولی ثابت ہوگیا - حضرۃ عمر کی روایت میں " یہود و نصاری " کا لفظ ہے " لاخرجن الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب حتی لا ادع الا مسلما " رواہ مسلم و احمد و الترمذی و صححہ - ابو عبیدہ بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا ہے " اخر ماتکلم بہ رسول اللہ صلعم اخرجوا یہود اہل الحجاز و اہل نجران من جزیرۃ العرب " حضرۃ عائشہ کی روایت میں اسکی علت بھی واضح کردی ہے " آخر ما عہد رسول اللہ صلعم ان قال لا یترک بجزیرۃ العرب دنیان " رواہ احمد - یعنی سب سے آخری وصیت رسول اللہ کی یہ تھی کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں - یعنے صرف اسلام کیلیے مخصوص ہوجاے - امام مالک نے موطا میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شہاب کے مراسیل نقل کیے ہیں اور مصمودی و غیرہم نے باب باندھا ہے " اخراج الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب " عمر ابن عبد العزیز کی روایت میں ہے " کان من آخر تکلم بہ رسول اللہ صلعم انہ قال قاتل اللہ الیہود و النصاری ' اتخذوا قبور انبیائہم مساجد - لا یبقیان دنیان بارض العرب " اور ابن شہاب کا لفظ ہے " لا یجتمع دنیان فی جزیرۃ العرب " حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے آخر تکلم " قاتل اللہ الیہود و النصاری " جو نقل کیا ہے ' تو حضرۃ عائشہ سے صحیحین وغیرہا میں بطریق رفع بھی ثابت ہے - حافظ نواوی نے گو امام بخاری کا اتباع کیا اور " اجلاء الیہود "

ہم یہاں قصداً ترکوں کي سیاسي و تمدني کارگزاریوں کي بحث نہیں چھیڑینگے - ہم کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کي تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں هي کی جماعت وہ بد قسمت جماعت ہے' جسکے لیے کوئي یوروپین دماغ منصف نہیں ہوسکتا - یورپ کا پچھلا مورخ ہو' خواہ موجودہ عہد کا مدبر' وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کي مدح و توصیف کرسکتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں' لیکن اُن ترکوں کي نہیں کرسکتا' جنکي تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کیلیے چمکتي رہي ہیں - وہ خلافت بنو امیہ کي ایک بہتر تاریخ لکھہ سکتا ہے - عباسیہ کے دور علم و تمدن کي مدحت سرائي کرسکتا ہے - صلاح الدین ایوبي تک کو ایک بت کي طرح پوج لے سکتا ہے - لیکن وہ اُن ترکوں کیلیے کیونکر انصاف کرسکتا ہے جو نہ تو عرب پر قانع ہوے' نہ ایران و عراق پر - نہ شام و فلسطین کي حکومت اُنکو خوش کرسکي' نہ وسط ایشیا کي' بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہوکر یورپ کي طرف بڑھے' اسکے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا' اور اُسکي اندروني آبادیوں تک میں سمندر کي موجوں کي طرح درآے - حتی کہ دار الحکومت اسٹریا کي دیواریں اُنکے جولان قدم کي ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئیں !

ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو یورپ کبھي معاف نہیں کرسکتا - مسلمانوں کا کوئي موجودہ حکمراں خاندان اس جرم (فتح یورپ) میں انکا شریک نہیں ہے - اسلیے ہر حکمراں مسلمان اچھا تھا جو یورپ کي طرف متوجہ نہوسکا' مگر ہر ترک وحشي و خونخوار ہے - اسلیے کہ یورپ کا طلسم سطوت اُسکي شمشیر بے پناہ سے توٹ گیا -

ترکوں نے پانچ صدیوں تک جس آزادي و فیاضي کے ساتھہ حکومت کي ہے' اُسکا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتا ہے کہ چار صدیوں کي متصل حکمرانی کے بعد بھی محکوم عیسائیوں کی مذہبی و قومی عصبیت ویسی هي زندہ و توانا رهی' جیسي کسي متعصب سے متعصب مسیحی حکومت کے ماتحت رهسکتی تھی - حتی کہ وہ ترکوں کی کمزوری کے ساتھہ هي آزاد و خود مختار ہوگئے' اور آج ایک حریف و مقابل کي طرح لڑ رہے ہیں -

ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے پورے تسلط کو ابھی پورے سو سال بھی نہیں ہوے - اتنے هي عرصہ کی حکومت نے قومي عظمت

رها هے - پس جو مطلب اسکا سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا هے وهی سمجھا جایگا - تمام مورخین و جغرافیه نگاران قدیم و جدید متفق هیں که عرب کو " جزیره " اسلیے کہا گیا که تین طرف سمندر اور ایک جانب دریا کے پانی سے محصور هے - یعنی تین طرف بحر هند ' خلیج فارس ' اور بحر احمر و قلزم واقع هیں ' اور ایک جانب دریاے دجله و فرات - فتح الباري وغیره میں هے " قال الخلیل سمیت جزیرة العرب ' لان بحر فارس و بحر الحبشه و الفرات والدجله احاطت بها " (٦ : ١١٨) اور اصمعی کا قول هے " لاحاطة البحار بها ' یعني بحرالهند و القلزم و بحر فارس و بحرالحبشه و دجلة " (ایضا) اور نهایه میں امام زهري کا قول نقل کیا هے " سمیت جزیره لان بحر الفارس و بحر السودان احاط بجانبیها ' و احاط بالجانب الشمالي دجلة و الفرات " یهي قول ارباب لغة کا هے - قاموس میں هے " جزیرة العرب ما احاط به بحر الهند و الشام ثم دجله والفرات " پروفیسر پطرس بستاني نے (جو زمانۂ حال میں شام کا ایک مشهور مسیحي مصنف گزرا هے اور جس نے عربي میں انسائیکلو پیڈیا لکھني شروع کی تھی) محیط المحیط میں جزیره عرب کي یهي تعریف کي هے - حاصل سب کا یهي هے که جزیره عرب وه سر زمین هے جسکے تین جانب سمندر هیں اور شمالي جانب دریاے دجلۂ و فرات -

سب سے زیاده مفصل جغرافیه یاقوت حموي نے معجم البلدان میں دیا هے جس سے زیاده جامع و معتبر کتاب عربي میں جغرافیه و تقویم بلدان کي کوئي نهیں - اور اسکو بروایت ابو المنذر حضرة ابن عباس سے نقل کیا هے - " قال انما سمیت بلاد العرب جزیرة لاحاطة الانهار و البحار ' و ذلک ان الفرات اقبل من بلاد الروم ' فظهر بناحیة قنسرین ' ثم انحط علی أطراف الجزیرة و سواد العراق ' حتی وقع في البحر في ناحیة البصرة و الابله ' و امتد الی عبادان ' و اخذ البحر في ذلک الموضع. مغربا منعطفاً ببلاد العرب " الخ - خلاصه اس کا یه هے که عرب اسلیے جزیره مشهور هوا که سمندروں اور دریاؤں سے وه گھرا هوا هے - صورت اسکي یوں هے که دریاے فرات بلاد روم سے شروع هوا اور قنسرین کے نواح میں عرب کي سرحد پر ظاهر هوا - پھر عراق میں هوتا هوا بصرة کے پاس سمندر میں جا ملا - وهاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھیرا ' اور قطیف و هجر کے کناروں سے هوتا هوا عمان اور شحر سے گزر گیا - پھر حضر موت اور عدن هوتا هوا پچھم کي جانب یمن کے ساحلوں سے

پس تیرہ سو برس کے متفقہ عقیدۂ و عمل کے مطابق رہي آج تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام اور " اولو الامر " ھیں - اُنکي اطاعت و حمایت اللہ اور اُسکے رسول کي اطاعت و حمایت ھے - اُنسے پھرنا اور انکو اپنے جان و مال سے مدد نہ دینا ' اللہ اور اُسکے رسول سے پھرنا ھے اور اللہ اور اسکے رسول کو اپني جان و مال کي طرف سے صاف جواب دیدینا ھے - جو اُنکي اطاعت سے باھر ھوا ' اگرچہ صرف بالشت بھر باھر ھوا ھو ' اور اسي حالت میں مرگیا ' اُسکی موت اسلامي زندگی کي موت نہوگي - جاھلیۃ کي موت ھوگي - اگرچہ نماز پڑھتا ھو ' اگرچہ روزہ رکھتا ھو ' اگرچہ اپنے زعم باطل میں اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ھو - جس نے اُنکے مقابلہ میں تلوار اُٹھائي ' وہ مسلمانوں میں سے نہیں اگرچہ دنیا اُسکو مسلمانوں میں سے سمجھتی ھو - اللہ اور اللہ کے رسول کی شہادت ' اُسکي شریعت کي اَن گنت اور بے شمار دلیلیں ' ایک ھزار تین سو برس سے مانا ھوا اسلام کا حکم و عقیدہ ' اسلام کي سیکڑوں نسلوں اور لا تعداد گھرانوں کا تعامل و اجماع ' اور سورج کي کرنوں کي طرح یقیني اور قطعي حقیقت ' یہي بتلا رھي ھے اور ھر مسلمان کے دل پر نقش ھے - ایک مسلمان کیلیے (بشرطیکہ وہ ساريْ باتوں سے مقدم اپنے اسلامي تعلق کو سمجھتا ھو ' اور دنیا سے ایک مومن اعتقاد و عمل ساتھہ لے جانا چاھتا ھو) اس میں کسي طرح کے شک و شبہہ کي گنجایش نہیں - جاھل سے لیکر عالم تک ' مزدور سے لیکر نظام دکن تک ' کوئي نہیں جس کا دل اس اعتقاد سے خالي ھو - زندگي کا عشق اور نفس کي پرستش جس انسان سے چوري کرالیتي ھے ' ڈاکے ڈلواتي ھے ' قتل کراتي ھے ' اُس انسان سے کیا بعید ھے کہ آج کسي طمع یا خوف سے عثماني خلافت کا انکار کردے ' یا عثماني خلیفہ کي اطاعت و حمایت کے نام سے کانوں پر ھاتھہ دھرنے لگے ؟ دنیا کي پوری تاریخ انساني کمزوریوں کي درد انگیز مثالوں سے لبریز ھے - پس یہ کوئي عجیب واقعہ نہ ھوگا اگر آج چند نئي مثالوں کا مزید اضافہ ھوجاے - لیکن حقیقت ھر حال میں حقیقت ھے - اُس سے انکار کیا جا سکتا ھے لیکن اُس کو چھپایا نہیں جاسکتا - اُس سے اغماض کیا جاسکتا ھے ' لیکن اُس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا - اُس سے آنکھیں بند کرلي جاسکتي ھیں لیکن اُس کي زبان بند نہیں کي جا سکتي !

لہ من اہل الکتابین مہد غلیات بہ ' انفذ لہ ' والا فانی مجلیکم ' فاجلا ہم "
(اخرجہ ابن ابی شیبہ) امام بخاري نے یہود خیبر کے اخراج کا واقعہ
کتاب الشروط کے باب " اذا اشترط فی المزارعہ اذا شئت اخرجتک " میں
درج کیا ہے ' اور ترجمۂ باب میں استدلال ہے کہ یہود خیبر کا تقرر پہلے هي سے
عارضي و مشروط تھا - بالاستقلال نہ تھا - حافظ عسقلاني لکھتے هیں کہ حضرۃ
عمر کے اجلاء کردہ اهل کتاب کي تعداد چالیس هزار منقول ہے - (۱)

پس صاحب شریعت کے قول و عمل ' انکے آخرین لمحات حیات کي وصیت ' حضرۃ عمر کے فحص و تصدیق ' تمام صحابہ کے اجماع و اتفاق سے یہ بات ثابت هوگئی کہ اسلام نے همیشہ کیلیے جزیرۂ عرب کو صرف اسلامي آبادي هي کیلیے مخصوص کردیا ہے - الا یہ کہ کسي مصلحت سے خلیفۂ وقت عارضي طور پر کسي گروہ کو داخل هونے کي اجازت دیدے - اور ظاهر ہے کہ جب غیر مسلموں کا قیام اور دو دینوں کا اجتماع وهاں شریعت کو منظور نهیں ' تو غیر مسلم کي حکومت یا حاکمانہ نگراني و بالا دستي کو جائز رکھنا کب شرعاً مسلمانوں کیلیے جائز هوسکتا ہے ؟

(جزیرۂ عرب کي تحدید)

باقي رها یہ مسئلہ کہ جزیرۂ عرب سے مقصود کیا ہے ؟ تو یہ بالکل صاف و واضح ہے - اسکے لیے کسی بحث و نظر کی ضرورت ھی نہیں - نص حدیث میں " جزیرۂ عرب " کا لفظ وارد ہے - اور عقلاً و اصولاً ظاهر ہے کہ جب تک کوئي سبب قوي موجود نہ هو ' کسي لفظ کے منطوق اور عام و متعارف مدلول سے انحراف جائز نہ هوگا - اور نہ بلا مخصص کے قیاساً تخصیص جائز - شارع نے " جزیرہ " کا لفظ کہا ' اور دنیا میں اُسوقت سے لیکر ابتک جزیرۂ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پر هر انسان کر رها اور جان

---

(۱) آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخري وصایا شمار کیے گئے تو مختلف روایات میں سات کلمات ملے - اُنکے راوي کہتے هیں کہ یہ منجملہ آخر ما تکلم بہ کے هیں - پھر اُن کے فقہ و اسرار پر غور کیا گیا تو معلوم هوا کہ فی الحقیقت وهي کلمات خاتم النبیین کي حیات طیبہ کے آخري ارشادات هوسکتے تھے - اس فصل کے لکھتے هوے طبیعت بے اختیار اُس طرف مائل هوگئي اور رسالہ کي تحریر ملتوي کرکے انکي شرح لکھني شروع کردي - اور دو دن میں ختم هوئي - فالحمد للہ علي ذلک -

بہر حال ہماري صحبت سے یہ موضوع باہر ہے - ترکوں کی حکمرانی جیسی کچھہ بھي رهي هو- هر ترک سلطان حجاج بن یوسف اور خالد قسري جیسے اشرار بنو امیه سے بھي بد تر کیوں نه رہا ہو (۱) لیکن مسلمانوں کو اپنے مسلمان حاکموں کي اطاعت کا هر حال میں حکم دیا گیا ہے - اور انکا از روے شرع یہی عقیدہ ہے که وہ خلیفۂ اسلام هیں - اسمیں کسي دوسرے کو دخل دینے کا حق نہیں :

---

(۱) آج ترکوں کي وحشت و تمدن کا فیصلـــہ علم و تحقیق کے هاتھه میں نہیں ہے - حریف حکومتوں کے اُن مغرور وزراء کے قبضه میں هے جو میدان جنگ سے واپس آکر اپنے ایک جنگي دشمن کي قسمت کا فیصله کرنے بیٹھے هیں - پس امید نہیں که ڈریپر (Draper) جیسے زمانه حال کے مورخوں کي شہادت اس بارے میں سني جاے - یہ امریکن مصنف اپنی مشہـــور کتاب History of The Couflict Between Religiuon And Seince مین لکھتا ہے که انصاف وعدالت اور مذهبي بے تعصبي میں اپنے عہد کی تمام عیسائی دنیا پر ترکوں کو وهی فوقیت رهی ہے جو چھٹي صدي عیسوي میں عربوں کو تنزل یافته بیزنطـــائن پر حاصل تهی - ایڈورڈ کریسي نے تاریخ روم میں ترکوں کو تہذیب و تمدن اور علمی ایجادات و اختراعات کے لحاظ سے پندرھویں اور سولھویں صدي کے تمام یورپ میں سب سے برتر قوم تسلیم کیا ہے - وہ کہتا ہے که انسائیکلو پیڈیا کے قسم کي کتابیں لکھنے کا ترکوں هی کی تقلید سے یورپ میں رواج هوا - یورپ کی زبانوں میں سب سے پہلی انسائیکلو پیڈیا ڈالائمبرٹ (Dalambert) نے لکھی - لیکن اُسکو ایک ترک مصنف کلبی بے کی قاموس العلوم هی کے مطـــالعه سے رهنمائی ملی تھي - کمسریٹ ' رسد رسانی' اور فوجی شفا خانوں کا با قاعده انتظام ' ترکوں هي سے یورپ نے سیکھا - قلعه کی تعمیرات میں تمام یورپ ترکوں کا شاگرد ہے - فوجی باجا تمام یورپ نے ترکوں سے حاصل کیا - چیچک کے ٹیکه کا اصلی موجد ایک ترک تھا - یہ ڈریپر ' کریسی ' کدگدم ' کلفرڈ ' وغیرہ مورخوں کی تحقیق ہے جنھوں نے اپنے کتب خانوں میں بیٹھکر ترکوں کے اعمـــال پر نظر ڈالي تھي - قدرتي طور پر مسٹر ایسکویتھه اور مسٹر لائڈ جارج کي راے اس سے مختلف هوني چاهیے جو ابھي ابھي گیلي پولي اور عمارہ میں ترکوں کي تلوار کا کاري زخم کھا کر نکلے هیں ' اور کتب خانوں کي جگھه نظارت خانوں کے اندر فیصله کرنے بیٹھے هیں !

اسکے بعد بحر متوسط ہے جسکے ابتدائي حصه کو قدیم جغرافیه نویس بحر مصر و شام سے تعبیر کرتے تھے - اسي پر بیروت واقع ہے اور ساحل سے اندر کي جانب دیکھوگے تو پھر وهي مقام سامنے هوگا ' جہاں سے دریاے فرات نمودار هوکر خلیج فارس کي جانب بڑھا تھا - پس ایک پورا مثلث نما ٹکرہ ہے جو اس تمام بحري احاطه کے اندر واقع ہے - صرف خشکي کا ایک حصه شمال میں فرات کے بائیں جانب نظر آتا ہے - یعني شام - یهي مثلث ٹکرہ جزیرۂ عرب ہے - قدیم و جدید جغرافیه نگار دونوں اسمیں متفق هیں -

اس سے معلوم هوا که عرب کے " جزیرہ " اور " جزیرہ نما " هونے میں سب سے زیادہ اهم وجود دریاے دجلۂ و فرات کا ہے - کیونکه اگر یه عرب کے حدود سے کوئي متصل تعلق نہیں رکھتے ' تو پھر اسکي ایسی صورت هي باقي نہیں رهتي جس پر جزیرہ کا اطلاق هوسکے - شمال کي جانب بالکل خشک رهجاتي ہے - یهي وجه ہے که جس کسي نے عرب کي تعریف کي' احاطۂ بحر و نہر کا لفظ کہکر واضح کردیا که جانب شمال دجله تک پھیلا هوا ہے - اور جنہوں نے مقامات کے نام لیکر حدود متعین کیے' انہوں نے صاف کہدیا که شمالي حد دجله ہے - نہایه ' معجم البلدان ' اور فتح الباري میں اصمعي کا قول منقول ہے " من اقصی عدن ابین الی ریف العراق طولاً ' و من جده و ساحل البحر الي اطراف الشام عرضاً " کرماني نے کہا " هي ما بین عدن الی ریف العراق طولا ' و من جده الی الشام عرضا " یهي قاموس میں ہے - ایسا هي ابن کلبي سے مروي ہے - رفاعه بک طهطاوي نے قدیم و جدید کتب سے اخذ کرکے عربي میں " تعریفات النافعه لمرید الجغرافیه " لکھي - اسمیں بھي یهي حدود هیں - پس صاحب معجم کي تفصیل اور تمام اقوال سے ثابت هوا که عرب طول میں عدن سے لیکر عراق کي ترائي تک ' اور عرض میں ساحل بحر احمر سے خلیج فارس تک پھیلا هوا ہے - اسکي حد شمال میں دهني جانب دجله ہے ' اور بائیں جانب عرض کا خط کھیچیں تو شام - آجکل کے جغرافیوں میں بھي عرب کے حدود یهي بتلائے جاتے هیں که پچھم میں بحر احمر' جنوب میں بحر هند ' پورب میں خلیج فارس' اور دکھن میں ملک شام ہے -

و عصبیۃ کے جذبات ان لوگوں کے دلوں سے بھی کھینچ لیے ھیں جنکے آباؤ اجداد ساتھہ ستر برس پہلے اسی سرزمین میں حکمراں تھے - صرف یہی ایک چیز یورپ کے طرز حکومت ' اور ترکوں کے طرز حکومت کا فرق واضح کر دینے کیلیے کافی ھے !

ترکوں کے وھم و خیال میں بھی ظلم و خونخواری کی وہ ھیبت ناک صورتیں اور قومی تعصب و نفرت کی وہ وحشت ناک ھلاکیاں نہیں آسکتیں' جو یورپ کے تمدن و تہذیب کا مغرور بت عین انیسویں اور بیسویں صدی کے سورج کی روشنی میں ایشیاؤ افریقہ کے اندر کرچکا ھے - ان دو صدیوں کے اندر جنگل کے درندے آرام کی نیند سوے ' اور سانپوں کو انکی غاروں سے باھر نہیں نکالا گیا ' لیکن ایشیاؤ افریقہ میں یورپ کے ھاتھوں زمین کا ایک ٹکرہ بھی ایسا نہ بچ سکا جسکو وھانکی بد بخت مخلوق اپنی زمین کہہ سکے ' اور جہاں ایک مالک و مختار کی طرح امن و عزت کی زندگی بسر کرسکے !

خود اسی آخری جنگ میں یورپ کے ھر درندے نے دوسرے درندے کو جس طرح پھاڑا ' اور ھر سفید بھیڑیے نے دوسرے سفید بھیڑیے پر جس طرح پنجہ مارا' نہ صرف ترکوں کی تاریخ میں بلکہ تمام ایشیا کی خونریزیوں کی مجموعی تاریخ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملسکتی -

با ایں ھمہ ترک خونخوار اور وحشی ھیں ' اور یورپ تہذیب و تمدن اور امن و رحم کا پیغمبر ھے ! علی الخصوص برطانیہ کے مقدس جزیرہ میں تو جس قدر فرشتے بستے ھیں ' وہ صرف انسانی آزادی کی حفاظت اور چھوٹی قوموں کی حمایت ھی کیلیے آسمان سے اتارے گئے ھیں !

یہ کرۂ ارضی کی تاریخ میں حق و باطل کا سب سے بڑا مقابلہ ھے - آج اسکی فتح و شکست کا اصلی فیصلہ نہیں ھوسکتا - زمین فوجوں کے بوجھہ سے دبی ھوئی ھے - فضاء ھوائی جہازوں کی قطاروں سے بھری ھوئی - اسکا فیصلہ کل ھوگا جب خدا کا دائمی قانون نتائج و عواقب کی زبان میں حقیقت کا اعلان کریگا' اور مورخ کا قلم لکھے گا کہ یہ طاقت اور گھمنڈ کا سب سے بڑا چیلنج تھا جو سچائی کو دیا جاسکتا ھے - تاھم سچائی ھی سب سے بڑی طاقت ھے - اور بالاخر فیصلہ اسی کا فیصلہ ھے - سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ' و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۲۲)

جا نکلا ہے - حتی کہ جدہ نمودار ہوا جو مکہ و حجاز کا ساحل ہے - پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جاکر سمندر کی شاخ ختم ہوگئی - پھر سرزمین مصر شروع ہوتی ہے ' اور قلزم نمودار ہوتا ہے اور اسکا سلسلہ بلاد فلسطین سے سواحل عسقلان ہوتا ہوا سرزمین صور و ساحل اردن تک بیروت پر پہنچتا ہے ' اور آخر میں پھر قنسرین تک منتہی ہوکر وہ جگہ آ جاتی ہے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا - پس اس طرح چاروں طرف پانی کا سلسلہ قائم ہے - بحر احمر اور قلزم کی درمیانی خشکی بھی پانی سے خالی نہیں - کیونکہ سوڈان سے دریاے نیل وہاں آ پہنچا ہے اور قلزم میں گرتا ہے - یہی جزیرہ ہے جس سے عرب کی سرزمین عبارت ہے اور یہی عرب اقوام کا مولد و منشاء ہے " انتہی ملخصاً - (جلد ۳ - ۱۰۰)

اس تفصیل سے بالکل واضح ہوگیا کہ جزیرۂ عرب کے حدود کیا ہیں ؟ عرب کا نقشہ اپنے سامنے رکھو اور اسپر مندرجۂ بالا تخطیط منطبق کرکے دیکھو - اوپر شمال ہے - دھنے مشرق اور بائیں مغرب - شمال میں دریاے فرات مغرب سے خم کھاتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور صحراے شام کے کنارے سے گزرتا ہوا دجلہ سے ملجاتا ہے - پھر دونوں ملکر خلیج فارس میں گرتے ہیں - فرات کے پیچھے دجلہ کا خط ہے اور اسی پر بغداد واقع ہے - خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربی ساحل میں قطیف و احساء - پھر یہ خلیج تنگ ناے ہرمز سے نکلکر مسقط و عمان کے کناروں سے گزرتا ہے اور اسکے بعد ہی بحر عمان نمودار ہوجاتا ہے - اسکے بعد حضرموت کا ساحل دیکھوگے - پھر عدن آ گیا ' اور باب المندب سے جونہی آگے بڑھے ' بحر احمر شروع ہوگیا - چونکہ اسکا مغربی ساحل افریقہ و حبش سے متصل ہے ' اسلیے قدیم جغرافیہ میں اسکو بحر حبش بھی کہتے تھے - بحر احمر کے کنارے پہلے یمن اور پھر جدہ ملیگا - اسکے بعد ساحل حجاز - حتی کہ سمندر کی شاخ پتلی ہوکر طور سینا تک منتہی ہوگی ' اور اسکے ساتھہ ہی خلیج عقبہ کی شاخ نظر آئیگی - اب مصر کی سرزمین شروع ہوگئی - نہر سوئیس کے بننے سے پہلے یہ خشکی کا ایک ٹکڑہ تھا جس نے بحر احمر کو بحر متوسط سے جدا کردیا تھا - اسلیے صاحب معجم نے یہاں دریاے نیل کا ذکر کیا ہے جو اسی درمیانی تختۂ خشک کے بائیں جانب دیکھہ رہے ہو - قاہرہ سے ہوتا ہوا اسکندریہ کے پاس سمندر سے جا ملا ہے - پس اگرچہ اس زمانے میں یہ ٹکرہ خشک تھا مگر سمندر کی جگہ دریاے نیل کا خط آبی موجود تھا -

" در مدت شش سال در کرت از امیر المومنین منشور اولو الامری و خلعت شاهی و لواء سلطنت بدو رسید ' و حق جل و علی پادشاہ دین پرور ما را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگان توفیق بخشید ' و شرائط حرمت مراحم امیر المؤمنین بالغاً ما بلغ بجا آورد ' و هم چنین دانست که منشور و خلعت امیر المؤمنین از آسمان منزل شده ' و از درگاہ مصطفی صلعم رسیده - عرضداشتے با تحفه و هدایاء در نهایت تواضع بندگی امیر المؤمنین روان کرد " الخ (صفحه - ۵۹۸)

یعنی سلطان فیروز شاہ کے فضائل و مفاخر میں سے ایک بڑی بات یه سمجھی گئی که خلیفۂ مصر نے اجازت حکومت کا پروانه اور لواء و خلعت بھیجا ' اور پادشاہ کو اسکی اطاعت و حرمت کی توفیق ملی - فیروز شاہ نے اس بات کی اس درجه قدر کی - گویا آسمان سے یه عزت نازل ہوئی ہے ' اور خود بارگاہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم سے اسکو قبولیت کی سند ملگئی ہے !

شمس الدین سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاهی میں یه واقعه زیادہ تفصیل سے لکھا ہے - جب خلیفه کے سفراء شہر کے قریب پہنچے تو فیروز شاہ خود استقبال کیلیے پیدل نکلا - فرمان خلافت کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا - پھر بوسه دیکر سر پر رکھا ' اور اسی طرح سر پر دھرے ہوے دربار حکومت تک واپس آیا -

غور کرو ! مقام خلافت کی عظمت و جبروت کا اثر کس درجه عالمگیر رہا ہے ؟ خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف برائے نام نسبت اسدرجه ہیبت و جبروت رکھتی تھی که ہندوستان جیسے بعید گوشه میں ایک عظیم الشان فرمان روائے اقلیم ' اذن و اجازت حاصل ہوجانے پر فخر کرتا ہے - اور مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اسطرح چھائی ہوئی ہے که وہاں کا فرمان آسمانی فرمان ' اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے !

مغلیه سلطنت خلفاء مصر کے آخری عہد میں قائم ہوئی - ہندوستان میں بابر شاہ کی قسمت آزمائیوں کا زمانه تھا جب سلطان سلیم خاں کے ہاتھه پر خلیفۂ متوکل عباسی نے بیعت کی اور حجاز و شام میں سلاطین عثمانیه کی خلافت کا اعلان ہوا - شاہان مغلیه اگرچه ہندوستان میں خود اپنے ہی کو

جزیرۃ العرب
چھٹی صدی عیسوی میں

صحراء ربع الخالی
مکہ
جدہ
نجران
یمن
حضر موت
صنعاء
حدیدہ
مخا
عدن
خلیج عدن
باب المندب
حبش
عمان

F.D.AHMED. 7-8-1335.

نمي دانم ز منع گریه مطلب چیست ناصح را ؟
دل از من، دیده از من، آستین از من، کنار از من !

فصل

(مسلمانان ہند اور خلافت سلاطین عثمانیہ)

جب تک بغداد کي خلافت باقي رہی، ہندوستان کے تمام حکمران خاندان اُسي کے زیر اثر اور فرمانبردار رہے - عباسیۂ بغداد کي خلافت جب مٹ گئي، اور سنہ ۶۶۰ ھ میں مصر کي عباسي خلافت کا سلسلہ شروع ہوا، تو اگرچہ یہ عباسیہ کے کاروان رفتہ کا محض ایک نمود غبار تھا، تاہم تمام سلاطین ہند اسکی حلقہ بگوشي و غلامي کو اپنے لیے موجب فخر و امتیاز سمجھتے رہے، اور مرکزي خلافت کي عظمت دیني نے مجبور کیا کہ اپني حکومت کو شرعي طور پر منوادینے کیلیے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں - سلطان محمد بن تغلق شاہ کے غرور حکومت کا یہ حال تھا کہ مشہور مورخ ضیاء الدین برني اسکو " ہمت فرعوني و نمرودي " سے تعبیر کرنا چاہتا ہے - تاہم اِس معاملہ میں زیادہ سے زیادہ غرور جو وہ کرسکا، یہي تھا کہ اپنے تئیں خلیفۂ مصر کا سب سے بڑا فرمانبردار غلام اور چاکر ظاہر کرے، اور رعایا کو یقین دلاے کہ بلا اسکے حکم کے میں تم پر حکومت نہیں کرتا - تاریخ برني میں ہے :

" امیر المومنین خلیفہ را بندہ ترین ہمہ بندگان بود، و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولو الامري نہ زد " (مطبوعہ ایشیاٹک سوسیٹي - صفحہ - ۴۶۰)

برني نے سلطان فیروز شاہ کے فضائل و سوانح کیلیے گیارہ مقدمے ترتیب دیے ہیں - اُن میں نواں مقدمہ یہ ہے :

" مقدمہ نہم در آنکہ درکرت از حضرت امیر المؤمنین خلعت اولو الامري و منشور اذن و لواء شاہي بر سلطان عصر فیروز شاہ رسیدہ، و بادشاہي و اولو الامري خداوند عالم بدان استحکام گرفتہ "

پھر اسي مقدمہ میں لکھتا ہے :

اسي معجم البلدان ميں عراق كي وجہ تسميہ بيان كرتے هوئے لكھا هے
" اى انها اسفل ارض العرب " (جلد ۹ : ۱۳۳) يعني عراق اسليے نام هوا كہ زمين عرب كا سب سے زيادہ نچلا حصہ هے - اس سے بهي واضح هوگيا كہ عراق عرب ميں داخل هے - البتہ عراق كا وہ حصہ جو دجلہ كے پار واقع هے ' اسميں داخل نہ هوگا -

هم يہاں عرب كا ايک نقشہ تفسير البيان كے مسودہ سے ليكر درج كرتے هيں - اس نقشہ ميں ظہور اسلام كے وقت جزيرۂ عرب كي حالت دكھلائي هے - يہ نقشہ دراصل يورپ كے بعض مشہور مستشرقين (اورنٹيلسٹ) نے قديم نقشوں اور تعريفات سے مدد ليكر طيار كيا تها جسكو سنہ ۱۸۵۰ ميں پروفيسر فرڈيننڈ ويسٹن فيلڈ (Ferdinand Wustenfeld) نے ليڈن يونيورسٹي سے شائع كيا - جزيرۂ عرب كے تمام قديم نقشوں ميں يہ سب سے زيادہ صحيح اور مستند هے - نقطوں كے خطوط سے تجارتي قافلوں كي وہ سڑكيں دكھلائي هيں جو چهٹي صدي عيسوي ميں عرب كے اندروني مقامات سے سواحل تک جاتي تهيں -

(مسجد اقصى وارض مقدس)

مقامات مقدسۂ اسلاميہ كے سلسلہ ميں بيت المقدس اور اسكي سر زمين كا مسئلہ مسلمانوں كيليے اس سے كم اهميت نہيں ركهتا جسقدر حرم مكہ اور حرم مدينہ - اسلام نے جن تين مقـــامات كے ليے بہ نيت طاعت و ثواب سفر كرنے كي اجازت دي هے ' اُن ميں جس طرح مكۂ و مدينہ كا ذكر هے ' اسي طرح بيت المقدس كا بهي هے - مسلم و بخاري كي مشہور روايت ميں هے " لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ' و مسجدي هذا ' والمسجد الاقصى " يعني بہ نيت زيارت و طاعت سفر كا قصد و اهتمام نہيں هے مگر ان تين جگہوں كيليے - مسجد حرام ' مسجد مدينہ ' اور مسجد اقصى - اس سے معلوم هوا كہ تمام دنيا ميں مسلمانوں كيليے شرعاً يهي تين مقام سب سے زيادہ مقدس و محترم هيں - انهي كو يہ خصوصيت حاصل هے كہ انكي زيارت كيليے نيت كركے اپنے وطنوں سے نكلتے هيں ' سفر كي تكليفيں اور صعوبتيں برداشت كرتے هيں ' اور يقين كرتے هيں كہ اسكے معارضہ ميں اُنكے ليے بڑا هي اجر هے - اسي بنا پر جمہور آئمۂ اسلام كا مذهب هے كہ مسجد اقصى كي زيارت

صدیوں پہلے سے تفرقۂ و انتشار کی عالمگیر مصیبت تمام عالم اسلامی کو ٹکڑے ٹکڑے کرچکی تھی - لیکن ان ممـــالک کے علاوہ جہاں کہیں بھی مسلمان آباد تھے اور اپنی مقامی اسلامی حکومت نہیں رکھتے تھے ' وہ اگرچہ ترکی حکومت سے کتنے ہی دور دراز گوشوں میں واقع ہوں' لیکن عثمانی سلاطین ہی کو اسلام کی مرکزی خلافت عظمی پر قابض و متصرف تسلیم کرتے تھے ' اور اسی لیے جمعۂ و عیدین کے خطبوں میں انکے لیے خاص طور پر دعا مانگنا اپنا فرض سمجھتے تھے - خود ہندوستان کے قرب و جوار اور بحر چین کے جزائر میں مسلمانوں کا ایک ایک فرد خلیفۂ قسطنطنیہ کی اس حیثیت دینی کا پورا پورا اعتقاد رکھتا تھا -

جزائر سیلون ہندوستان ہی کا ایک بحری گوشہ ہیں - سنہ ۱۱۷۵ھ (سنہ ۱۷۶۱ع) میں دکن کے ایک مشہور عالم سید قمر الدین اورنگ آبادی حج سے واپسی میں کولمبو پہنچے اور وہاں کی سیر کی - میر غلام علی آزاد بلگرامی اُنکے معاصر ہیں - اپنی کتاب سبحۃ المرجان میں اُنکی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ساحلی مقامات میں ڈچوں کی حکومت ہے - اندرونی جزائر میں ہندو راجہ ہے - کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے ہیں - جمعہ کی نماز تین مرتبہ سید موصوف نے وہاں پڑھی - خطبہ میں امام نے پادشاہ ہند اور سلطان روم کیلیے دعا مانگی تھی " لکونہ خادما للحرمین الشریفین " یعنی اسلیے کہ وہ خادم حرمین ہیں - (سبحۃ المرجان مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۳)

یہ اب سے ڈیڑھ سو برس پیشتر کا واقعہ ہے - سیلون کے جزیروں میں اگر مسلمان ایک غیر مسلم حاکم کے ماتحت رہکر شاہ ہند کا ذکر کرتے تھے ' تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی - ہندوستان بالکل انسے متصل تھا - لیکن قسطنطنیہ کے سلطان کیلیے دعا مانگنا جو بحر ہند سے اسقدر بعید فاصلہ پر واقع ہے ' کیا معنی رکھتا ہے ؟ کیا اسکے سوا کوئی معنی ہوسکتے ہیں کہ تمام عالم اسلامی میں وہی خلیفۃ المسلمین ہے ' اور اسلیے گو اور بھی بہت سی اسلامی حکومتیں موجود ہوں ' مگر ہر گوشۂ عالم کے مسلمانوں کے دلی تعلق و اطاعت کا اصلی مرکز صرف وہی ہوسکتا ہے ؟

صاحب تحفۃ العالم چین کوچک کے ایک سیاح سے اپنی ملاقات کا حال لکھتے ہیں جس نے عجیب عجیب جزیروں اور وہاں کے رسم و رواج کا مشاہدہ کیا تھا - " چین کوچک " سے مقصود بحر چین کے جزائر سماٹرا '

کي اگر نذر مالي هو' تو اسکا ادا کرنا اسي طرح واجب هے جس طرح زيارت مسجد نبوي و حج و عمرہ کا ادا کرنا - ليکن ان تين جگهوں کے علاوہ کسي دوسري زيارتگاہ کے سفر کيليے نذر مالي هو' تو اسکا ادا کرنا باتفاق ائمۂ واجب نہ هوگا - اس سے اندازہ کرليا جاسکتا هے کہ بيت المقدس کي سرزمين مسلمانوں کے مذهبي احکام و اعتقاد ميں کيا درجہ رکهتي هے ؟ يهي وہ مقدس سرزمين هے جسکا اللہ نے يهوديوں سے وعدہ کيا تها' اور بالاخر وعدہ پورا هوکر رها - ليکن وہ اسکے اهل ثابت نہ هوے' اور دنيا کي حکومت و عزت کے ساتهہ يهاں کي پادشاهت بهي انسے جاتي رهي - پهر مسيحي دور شروع هوا - اسکے بعد مسلمان اسکے وارث هوے - قرآن حکيم نے مسلمانوں کو خصوصيت کے ساتهہ اس وراثت کي بشارت دي تهي : ولقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر' ان الارض يرثها عبادي الصالحون - ان في هذا لبلاغاً لقوم عابدين - وما ارسلناک الا رحمة للعالمين (۲۱ : ۱۰۵) حضرة ابن عباس وغيرہ سے مروي هے کہ اس آيت ميں " الارض " سے مقصود بيت المقدس اور فلسطين هے - اسميں خبر دي گئي تهي کہ اب اسکي پادشاهت مسلمانوں کے حصے ميں آئيگي - اسي ليے کہا : ان في هذا لبلاغاً الخ -

يهي وجہ هے کہ مسلمانوں نے هميشہ اس سرزمين کي خدمت کو اللہ کي طرف سے ايک مخصوص عطيہ و امانت سمجها' اور اسکي حفاظت کو حرمين کي طرح ساري دنيا کي حکومت و فرماں روائي سے بهي زيادہ عزيز رکها - يهي اعتقاد ديني تها جس نے مسيحي جهاد کي ان آٹهہ لڑائيوں کو کامياب هونے نہ ديا جن ميں تمام يورپ کي طاقت اکٹهي هوگئي تهي' حالانکہ وہ وقت مسلمانوں کي پولٹيکل طاقت کے عروج کا نہيں بلکہ تنزل و انحطاط کا تها' اور تمام عالم اسلامي مختلف حکومتوں ميں متفرق هوچکا تها - اسوقت سے ليکر آجتک وهاں کي حکومت خليفۂ اسلام کے ماتحت رهي هے' اور خود يورپ نے مسيحي مذاهب کے امن و سکون کيليے اسے بهتر سمجها هے - پس اگر آج پهر ازمنۂ مظلمہ (مڈل ايجز) کي تاريخ دهرائي جائيگي' اور اسلام کي جگہ اسے مسيحيت يا يهوديت کے زير اثر لانے کي کوشش کي جائيگي' تو مسلمانوں کيليے نا ممکن هے کہ گوارا کرسکيں - انکا فرض هوگا کہ جب گذشتہ کروسيڈ کا ايک حصہ دهرايا گيا هے' تو دوسرا حصہ بهي ظهور ميں آ جاے - وہ مسلمانوں کي ديني زيارت گاہ هے - وہ انکا مقدس مقام هے - اسکي

امام سمجھتے تھے ' اور باعتبار حکومت کے یہ حق اُنہیں حاصل بھی تھا - تا ہم عام اسلامی خلافت کا انہوں نے کبھی دعوا نہ کیا - ہمیشہ عرب و شام کے مسلمہ خلفاء ہی کو خلیفہ تسلیم کرتے رہے - شہنشاہ اکبر اور شاہجہاں بھی اگر حج کیلیے جاتے ' تو اُنکو قسطنطنیہ کے خلیفہ ہی کی امارت میں حج ادا کرنا پڑتا - میدان عرفات میں وہ خود خطیب نہ ہوتے - قسطنطنیہ کا نائب السلطان خطبہ دیتا - وہ کھڑے ہوکر اُسی طرح سنتے' جس طرح ایک عام مسلمان اُنکے بغل میں کھڑا سن رہا ہوتا - شرعاً و عقلاً تسلیم خلافت کیلیے اس سے زیادہ اور کونسی بات ہوسکتی ہے ؟

بعض یوروپین اخبارات کے مشرقی نامہ نگاروں نے بار بار یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ترکی حکومت سے باہر ترکی خلافت کا اعتقاد زیادہ تر سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کی سعی سے پیدا ہوا ' اور اُنکا مقصود اس سے یہ تھا کہ نام نہاد " پان اسلامزم " تحریک کو تمام مسلمانان عالم میں پھیلایا جاے - یہاں ہم یورپ کے متخیلۂ و متوہمہ " پان اسلامزم " کی حقیقت سے بحث کرنا نہیں چاہتے - " پان اسلامزم " سے اگر مقصود مسلمانوں کی بلا امتیاز وطن و قومیت باہمی برادری ہے ' تو اسکی تاریخ سلطان عبد الحمید کے زمانے سے نہیں بلکہ نزول قران و ظہور اسلام سے شروع ہوتی ہے - لیکن عثمانی خلافت کے عالمگیر اسلامی اعتقاد کو سلطان عبد الحمید سے منسوب کرنا ایک ایسی بات ہے جو یا تو حد درجہ جہل کا نتیجہ ہے یا حد درجہ دروغ گوئی کا - اور ہم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس چیز کو محققین یورپ کیلیے پسند کریں ؟

سنہ ۹۲۳ھ میں جب بعہد سلطان سلیم خاں سلاطین عثمانیہ خلیفة المسلمین تسلیم کیے گئے ' تو اسوقت عالم اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایران میں سلاطین صفویہ کی حکومت تھی ' ہندوستان میں مغلیہ کی ' اندرون یمن میں ائمۂ زیدیہ کی ' اور اندرون عرب میں خود مختار قبائل اور بعض شیوخ کی - پس جہاں جہاں اسلامی حکومتیں موجود تھیں ' وہاں کے مسلمانوں کی اطاعت و انقیاد کا محل و مرکز خود مقامی اسلامی حکومت ہوگئی تھی' اور احکام شرعیہ کے نفاذ و اجراء کیلیے بھی وہ کسی بیرونی حکومت کے محتاج نہ تھے - اس بنا پر ظاہر ہے کہ ان ممالک میں مرکزی خلافت کا تعلق کسی نمایاں شکل میں یکایک ظاہر نہیں ہوسکتا تھا - سلطنت کے رقیبانہ جذبات بھی اپنی انتہائی حالت میں سب پر چھاے ہوے تھے -

حتى المحاريب تبكي وهي جامدة   حتى المنابر ترثي وهي عيدان !



کرتے ھیں ' مگر ساتھہ ھي سلاطین عثمانیہ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کرتے ھیں جس سے اُنکی اسلامی خلافت و امامت کا مسلمہ ھونا ثابت ھوتا ھے - مثلاً سلطان کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ جوشخص آج روے زمین پر تمام مسلمانوں کا خلیفۂ و امام کہلاے ' اس کے گورنر اس طرح رعایا کے ساتھہ سلوک کریں ؟ جسکے صاف معني یہي ھیں کہ سلاطین عثمانیہ تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام تسلیم کیے جاتے تھے -

یہ موقعہ مزید اطناب و تفصیل کا نہیں ھے - سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا زمانہ ھزار صدي کے بعد شروع ھوتا ھے - پس اگر اسکا ذکر ملسکتا ھے تو پچھلی تین صدیوں کي مصنفات میں - چونکہ ان عہدوں کی تصنیفات عام طور پر علماء ھند کے مطالعہ میں نہیں آئي ھیں' اسلیے مسئلہ کے تاریخي شواھد سے عموماً لوگ بے خبر ھیں - تلاش کیا جاے تو ایک بڑا ذخیرہ فراھم ھوجا سکتا ھے -

یورپین حکومتیں علی الخصوص برٹش گورنمنٹ سلطان عثمانی کي اس دینی حیثیت کا ھمیشہ اقرار کرتي آئي ھے ' اور جب کبھی ضرورت ھوئي ھے' قسطنطنیہ کی طاقت سے بہ حیثیت خلیفۂ اسلام کے کام لیا گیا ھے - غدر سنہ ۵۷ کے موقعہ پر سلطان عبد المجید سے جو فرمان مسلمانان ھند کے نام حاصل کیا گیا تھا اور جسمیں انکو انگریزي حکومت کے ساتھہ بہتر سلوک کرنے کی ھدایت کي تھي ' اُسکی بنا بھي یہی تھی کہ سلطـــان قسطنطنیہ کو بہ حیثیت خلیفۂ اسلام مسلمانان ھند کی ارشاد و ھدایت کا حق حاصل ھے - کوئین وکٹوریا کے عہد میں بارھا حج اور حاجیوں کي مشکلات کا سوال گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اُٹھایا گیا ' اور پھر امپیریل گورنمنٹ نے باب عالي کو اس احتجـــاج کے ساتھہ توجہ دلائي کہ بہ حیثیت خلیفۂ اسلام ھونے کے حجاج کی تکالیف دور کرنا اُنکا مذھبی فرض ھے - فرانس اور روس کی جانب سے بھی سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں متعدد مرتبہ ایسے اظہارات و اعترافات ھو چکے ھیں -



(۵) صرف خلیفۂ اسلام هي کے لیے یہ حکم مخصوص نہیں ہے جب کبھي مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں لڑائي ہو' تو کسي مسلمان کیلیے شرعاً جائز نہیں کہ غیر مسلمان فوج کا ساتھي ہوکر مسلمانوں سے لڑے - یا انکي مدد کرے - اگر کریگا تو بحکم " من حمل علینا السلاح فلیس منا " اور نص قراني من قتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم خالدین فیها وہ اسلامي جماعت سے خارج ہو جائیگا - اسکا ٹھکانا دوزخ ہے - البتہ خلیفۂ اسلام کے مقابل ہوکر لڑنے کا جرم سب سے زیادہ سنگین جرم ہے -

(۶) جب کسي اسلامي حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حملہ کریں' یا حملہ کا قصد کریں' یا انکي آزادي و خود مختاري کو کسي دوسري طرح نقصان پہنچانا چاہیں' تو ہر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اپنے بھائیوں کي مدد کرنا ' اور انپر حملہ کرنے والوں سے لڑنا ' فرض ہوجاتا ہے - علی الخصوص ایسي حالت میں جبکہ حملہ آور زیادہ طاقتور ہوں' اور انکے مقابلہ کي کافي طاقت اُن مسلمانوں یا وہاں کي اسلامي حکومت میں نہو - اس صورت میں جہاد کي فرضیۃ علی الکفایہ نہ ہوگي' بلکہ مثل نماز روزہ کے فرض عین -

(۷) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے کہ انکا مقابلہ کرنا اسکي طاقت سے باہر ہو' اور بلا تمام مسلمانان عالم کي فوري مدد و نصرت کے اسلامي ممالک کي حفاظت نہ کرسکے ' تو اُس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا بہ یک وقت فرض ہوگا کہ جس طرح بھي ممکن ہو' اسکي مدد کریں - اور اُسکے دشمنوں سے پیکار -

(۸) اسلام کا حکم شرعي ہے کہ جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جاے ' جس میں عـراق کا ایک حصہ اور بغداد داخل ہے ' پس اگر کوئي غیر مسلم حکومت اس پر قابض ہونا چاہے ' یا اُسکو خلیفۂ اسلام کي حکومت سے نکالکر اپنے زیر اثر لانا چاہے ' تو یہ محض ایک اسلامي ملک کے نکل جانے هي کا مسئلہ نہ ہوگا ' بلکہ اُس سے بھي بڑھکر مسلمانوں کے لیے ایک مخصوص سنگین حالت پیدا کردیگا - یعني اسلام کي مرکزي سر زمین پر کفر کا اثر چھا رہا ہے - اس حالت میں تمام مسلمانان عالم کا اولین فرض ہوگا کہ اس قبضہ کو وہاں سے ہٹانے کیلیے اٹھہ کھڑے ہوں ' اور اپني تمام قوتیں اسکے لیے وقف کردیں -

ملایا ' جاوا ' وغیرہ ہیں - سیاح مذکور کہتا ہے کہ اکثر جزائر میں مسلمان آباد ہیں اور مسجدیں معمور ہیں - جمعہ کے خطبوں میں سلطان روم کیلیے دعا مانگتے ہیں اور وہاں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہیں - یہ واقعہ بھی بارھویں صدی ہجری کے اوائل کا ہے -

باقی رہا یہ خیال کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا اعتقاد حال کی پیداوار ہے ' تو یہ بھی صحیح نہیں - یہ ظاہر ہے کہ جب تک خود ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم تھی ' کسی بیرونی اسلامی حکومت سے مسلمانوں کو بلا واسطہ تعلق رکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی - البتہ سلطنت مغلیہ کے انقراض کے بعد وہ مجبور ہوگئے کہ بلا واسطہ خلافت قسطنطنیہ سے اپنا رشتۂ انقیاد و عقیدت قائم کرلیں - تا ہم اسلام کی مرکزی خلافت پر سلاطین عثمانیہ کا قابض ہونا ایک ایسی مسلم و معروف بات ہے جو ہمیشہ علماء ہند کے علم و اعتقاد میں رہی ہے - حضرۃ شاہ ولی اللہ کا سال وفات سنہ ۱۱۷۴ - ہجری ہے - اُنکا زمانہ احمد شاہ ابدالی کی آمد و رفت کا زمانہ تھا اور ہندوستان میں اسلامی حکومت ابھی قائم تھی - انہوں نے تفہیمات الاہیہ میں دو جگہ سلاطین روم کا ذکر کیا ہے - ایک جگہ لکھتے ہیں :

" از زمان سلطان سلیم خان کہ در اوائل سنہ الف بود ' اکثر بلاد عرب و مصر و شام تحت تصرف سلاطین روم اند ' و خدمت حرمین الشریفین زاد ہما اللہ شرفاً وکرامۃ ' و امارت موسم ' و ریاست حجاج ' و اهتمام محامل و قوافل بر ایشان استقرار یافت ' و بہ ہمین جہت بر منابر عرب و شام خصوصاً حرمین شریفین ہر یکے از ایشان بہ لقب امیر المومنین مذکور ست "

یمن میں اگرچہ آئمۂ زیدیہ سلاطین عثمانیہ کے رقیب و حریف تھے ' اور انہوں نے اندرون ملک میں کبھی اُنکی حکومت جمنے نہ دی - با این ہمہ گیارھویں سے تیرھویں صدی تک کے علماء یمن کی مصنفات کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے ' اُن سے پوشیدہ نہیں کہ اکثروں نے سلاطین عثمانیہ کی مرکزی حیثیت تسلیم کی ہے جس کے معنی بجز خلافت اسلامیہ کے اور کچھہ نہیں ہوسکتے - علامۂ صالح مقبلی صاحب العلم الشامخ المتوفی سنہ ۱۰۴۷ ' علامۂ فلانی صاحب ایقاظ الهمم ' شیخ عبد الخالق زبیدی صاحب صفوۃ الاخبار وغیرہم اپنی کتابوں میں جا بجا ترکی گورنروں کے جبر و ستم کی شکایتیں

مذهبي وابستگي اُنکے ایمان و مذهب کا جزؤ هے - اگر وهاں یهودیوں کا اقتدار بڑهایا جاتا هے ' یا کسي مسیحي حکومت کو نگراني و بالا دستي کے نام سے قائم کیا جاتا هے ' تو یه مسلمانوں کي جماعت اور آبادیوں هي کو نهیں بلکه انکي شریعت کو چیلنج دینا هے ' اور مسلمانوں کو مجبور کر دینا هے که یا تو اسلام کي جانب سے اس چیلنج کو قبول کرلیں ' یا اسکي اطاعت و حمایت سے دست بردار هو جائیں -

(خاتمۂ سخن و نتائج بحث)

گذشته مباحث و تفصیلات کا خلاصه حسب ذیل هے :

(۱) اسلام کا قانون شرعي یه هے که هر زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفۂ و امام هونا چاهیے - " خلیفۂ " سے مقصود ایسا خود مختار مسلمان پادشاه اور صاحب مملکت هے جو مسلمانوں اور اُنکي آبادیوں کي حفاظت اور شریعت کے اجراء و نفاذ کي پوري قدرت رکهتا هو اور دشمنوں کے مقابلے کیلیے پوري طرح طاقتور هو -

(۲) اُسکي اطاعت و اعانت هر مسلمان پر فرض هے - اور مثل اطاعت خدا ؤ رسول کے هے - تاوقتیکه اُس سے کفر بواح (صریح) ظاهر نهو - جو مسلمان اسکي اطاعت سے باهر هوا ' وه اسلامي جماعت سے باهر هوگیا - جس مسلمان نے اُسکے مقابله میں لڑائي کي - یا لڑنے والوں کي مدد کي ' اُس نے الله اور اسکے رسول کے مقابلے میں تلوار کهینچي - وه جماعت اسلام سے باهر هوگیا اگرچه نماز پڑهتا هو' روزه رکهتا هو' اور اپنے تئیں مسلم سمجهتا هو -

(۳) ایک خلیفه کي حکومت اگر جم چکي هے ' اور پهر کوئي مسلمان اُسکي اطاعت سے باهر هوا اور اپني حکومت کا دعوی کیا ' تو وه باغي هے - اسکو قتل کردینا چاهیے -

(۴) صدیوں سے اسلامي خلافت کا منصب سلاطین عثمانیه کو حاصل هے ' اور اسوقت از روے شرع تمام مسلمانان عالم کے خلیفه ؤ امام وهي هیں - پس اُنکي اطاعت و اعانت تمام مسلمانوں پر فرض هے - جو انکي اطاعت سے باهر هوا' اس نے اسلام کا حلقه اپني گردن سے نکالدیا ' اور اسلام کي جگه جاهلیة مول لي - جس نے انکے مقابلے میں لڑائي کي ' یا انکے دشمنوں کا ساتهه دیا ' اسنے خدا اور اسکے رسول سے لڑائي کي -

گوشۂ عالم میں قائم ہوگئی تھیں ' مگر ہمیشہ ایک خاص مقام ایسا ضرور رہا جہاں کی حکمرانی دنیا کی تمام اسلامی حکمرانیوں میں ایک مرکزی اقتدار کی حیثیت رکھتی تھی - دوسرے مقامات کے فرمانروا اپنے دائرۂ حکومت سے باہر کوئی اثر نہیں رکھتے تھے' لیکن وہاں کا حکمراں تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک خاص کشش و دعوۃ اپنے اندر رکھتا تھا - یہ بلاد شام و عراق اور عرب و حجاز کی حکومت تھی - عرب اسلام کا اصلی سرچشمہ و مبدء ہے - حجاز اسلامی قومیت کا دائمی مرکز اور اسلام کے رکن حج کا کارگاہ ہے - شریعت نے عرب ہی کو یہ شرعی خصوصیت دی ہے کہ ہمیشہ غیر مسلم اقوام کے اثر سے محفوظ رکھی جاے - شریعت کے اس حکم کی تعمیل بغیر حکومت کے ممکن نہیں - جو حکومت اس پر قابض ہوگی ' وہی اس شرعی حکم کی تعمیل و نفاذ کی ذمہ دار اور اقامۂ حج کی بھی کفیل ہوگی - پس قدرتی طور پر یہ بات ہوئی کہ یہاں کی حکومت کو تمام اسلامی حکومتوں میں مرکزی اقتدار اور تمام مسلمانان عالم کے قلوب کیلیے ایک انجذابی اثر حاصل ہوجاے - اسلام کے ازمنۂ متوسطہ و اخیرہ میں یہی مرکزی اقتدار خلافت عظمی کا قائم مقام تھا - خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھی ان مقامات کی حکومت خلفاء مصر ہی کے قبضہ میں رہی -

" مرکزی حکومت " سے مقصود یہی مرکزی اقتدار ہے - خلفاء مصر کے بعد جب سلاطین عثمانیہ تمام بلاد عرب و حجاز اور مصر و شام پر قابض ہوگئے تو اسلامی خلافت عظمی کا مرکزی اقتدار بلا نزاع اُنہی کو حاصل ہوگیا - یہی وجہ ہے کہ ہزار صدی کے بعد سے تیرھویں صدی کے اوائل تک اگرچہ بڑی بڑی اسلامی حکومتیں دنیا میں قائم رہیں ' لیکن خلافت عظمی کے اعتقاد کے ساتھ جب کبھی کسی مسلمان کی نظر اُٹھتی تو وہ صرف قسطنطنیہ ہی کی طرف دیکھ سکتا تھا -

فصل

(ترکان عثمانی اور عالم اسلامی)

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس پوری تاریخ سے قطع نظر کرلیں - صرف اس اعتبار سے مسئلہ پر ایک آخری نظر ڈالیں کہ احکام شرعیہ کی بنا پر سلاطین

آئیگي - هماري جنگ موجودہ ترکي وزارت سے هے جو جرمني کے زیر اثر کام کر رهي هے - نہ کہ خلیفۃ المسلمین سے - گورنمنٹ برطانیہ نہ صرف اپني جانب سے بلکہ اپنے تمام حلیفوں کي جانب سے اِن باتوں کي ذمہ داري لیتي هے -

یہ خلاصہ اُس سرکاري اعلان کا هے جو پہلي نومبر سنہ ۱۹۱۴ کو اعلان جنگ کي اطلاع کے ساتھہ هي گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا تھا ' اور پھر تمام صوبوں میں سرکاري طور پر اسکي اشاعت کي گئي تھي - حتی کہ هر کمشنري ' هر ضلع ' هر صدر مقام ' هر شہر کے مسلمانوں کو جمع کرکے مقامي حکام نے اسکي نقلیں بانٹي تھیں اور زباني پڑھکر سنایا تھا - برٹش انڈیا کا کوئي مسلمان گھر ایسا نہیں ملیگا جو اس اعلان سے بے خبر چھوڑ دیا گیا هو - بعد کو " نیر ایسٹ " وغیرہ اخبارات سے همیں معلوم هوا کہ مصر و سوڈان میں بھي بجنسہ یہي اعلان شائع کیا گیا هے -

اس اعلان کے بعد بھي همیشہ ذمہ دار حکام هند و انگلستان کي زبان سے یہ دونوں باتیں بار بار ظاهر هوتي رهیں - اگر کسي اظہار و بیان کي مضبوطي میں اعلان کے تکرار اور اشاعت کي کثرت و وسعت کو دخل هے ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا هے کہ یہ دونوں باتیں جسقدر وسعت کے ساتھہ اور جس طرح بار بار زمانۂ جنگ میں کہي گئي هیں ' اس سے زیادہ کسي انساني بیان کے اعلان اور کسي انساني وعدہ کے تکرار کي کوئي صورت دنیا میں نہیں هوسکتي -

یہ کہنا ضروري نہیں کہ اسوقت میدان جنگ کا کیا حال تھا ؟ برٹش گورنمنٹ کو اپني زندگي کیلیے لاکھوں سپاهیوں اور توپوں کي جسقدر ضرورت تھي ' اس سے کہیں زیادہ اس اعلان اور اسکي کامیابي کي ضرورت تھي - اگر اسوقت هندوستان کے مسلمانوں میں ذرا بھي بے چیني پیدا هوجاتي ' تو نہیں معلوم جنگ کي تاریخ کیسا پلٹا کھاتي ' اور آج نتائج کا حال کیا هوتا ؟

اس اعلان کا نتیجہ وهي نکلا جو مطلوب تھا - یعني مسلمانان هند پر صورت حال بالکل مشتبہ هوگئي - علماء اس دهوکے میں پڑگئے کہ جب ترکوں نے انگلستان دول متحدہ پر حملہ کیا هے ' تو شرعاً صورت دفاع کي نہیں هے بلکہ حملۂ

فصل

(قرون متوسطہ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی)

ہم نے جا بجا "اسلام کی مرکزی حکمرانی" اور "خلافت عظمی" کا لفظ استعمال کیا ہے - تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام کا محور و اساس مسئلۂ "توحید" ہے - "توحید" کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہونا - صرف اللہ کی ذات و صفات ہی میں یہ حقیقت محدود نہ تھی جیسا کہ بد قسمتی سے لوگوں نے سمجھہ رکھا ہے ' بلکہ عقائد و اعمال کی ہر شاخ اور ہر شکل میں اسلام کا اصل الاصول توحید ہی ہے - وہ مسلمانوں کی تمام اُن باتوں میں جو فرد و اجتماع سے تعلق رکھتی ہیں ' ایک کامل توحیدی حالت پیدا کردینی چاہتا ہے - جس طرح خدا کی ذات کی طرح اُس کی خلقت اور قوانین خلقت میں بھی ہر چیز پر اور ہر جگہ یگانگی و یک عملی اور وحدت و واحدیۃ کار فرما ہے - ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت - فارجع البصر ' هل تری من فطور؟ (ملک)

اس بنا پر اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی ساری باتیں ایک قرار دی تھیں - اُنکی شریعت ' اُنکا قانون ' اُنکی کتاب ' اُنکا نام ' اُنکی زبان ' اُنکی قومیت ' اُنکا قبلہ ' اُنکا کعبہ ' اُنکا مرکز اجتماع ' مرکز ارض ' اُسی طرح اُنکی حکومت بھی ایک ہی قرار دی تھی - یعنی تمام روے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانرواء و خلیفہ ہو - لیکن جہاں ساری باتوں میں انحراف اور تفرقۂ و انتشار ہوا ' وہاں یہ بات بھی جاتی رہی - خلفاء راشدین کے بعد صرف بنو امیہ کے ابتدائی عہد تک وحدۃ حکومت نظر آتی ہے - اُسکے بعد کوئی زمانہ ایسا نہ آیا جب تمام عالم اسلامی کی حکومت کسی ایک طاقت میں جمع رہی ہو - مختلف گوشوں میں مختلف دعویدار اُٹھے اور جسکا قدم جہاں جم گیا ' خود مختارانہ فرمانروائی کرنے لگا -

با ایں همہ ایک خاص مرکزی اقتدار ہر زمانے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور مورخ کی بصیرۃ محسوس کرلیتی ہے کہ اس تفرقۂ و انتشار کی عام سطح میں ایک مرکزی قوت اُبھری ہوئی ہے - اسلامی حکومتیں ہر

(۹) اسلام کے مقامات مقدسہ میں بیت المقدس اُسي طرح محترم ہے جس طرح حرمین شریفین - اسکے لیے لاکھوں مسلمان اپني جانوں کي قربانیاں' اور یورپ کے آٹھہ صلیبي جہادوں کا مقابلہ کرچکے ہیں - پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس مقام کو دوبارہ غیر مسلموں کے قبضہ میں جانے نہ دیں - علی الخصوص مسیحي حکومتوں کے قبضۂ و اقتدار میں - اور اگر ایسا ہو رہا ہے' تو اسکے خلاف دفاع کرنا صرف وہاں کي مسلمان آبادي هي کا فرض نہ ہوگا - بلکہ بہ یک وقت و دفعہ تمام مسلمانان عالم کا -

(خلیفة المسلمین اور گورنمنٹ برطانیہ)

جبکہ اسلام کے اٹل اور اپنے پیروؤں کیلیے دائمي احکام کا یہ حال ہے' تو یکایک اگست ۱۹۱۴ کو عالمگیر جنگ عالم کا شرارہ وسط یورپ میں چمکا ' اور دیکھتے ھي دیکھتے مغربي تمدن کا تمام آتشگیر مادۂ جنگ بھڑک اُٹھا :
نار الله الموقدة التي تطلع علی الافئدہ ! اور تھوڑے هي عرصہ کے بعد جنگ نے مسلمانان ہند کیلیے ایک ایسي نازک صورت اختیار کرلي' جو برطانیہ کي حکومت ہند کي پوري تاریخ میں آجتک کبھي پیش نہیں آئي تھي - یعنی خلیفة المسلمین کي فوجیں بھي میدان جنگ میں مشغول پیکار نظر آئیں ' اور ترکي کے برخلاف برطانیہ نے اعلان جنگ کردیا -

اس اعلان جنگ کي اطلاع جب سرکاري طور پر ہندوستان میں مشتہر کي گئي ' تو ساتھہ ھي حسب ذیل امور کا بھي اعلان کیا گیا تھا :

(۱) ترکي حکومت کے ساتھہ ہماري جنگ دفاعي ہے - نہ کہ حملہ آورانہ - ہم نے دو ماہ تک ہر طرح کا مخالفانہ اور جنگ جویانہ سلوک برداشت کیا ' اور پوري کوشش کي کہ کسي طرح یہ جنگ ٹل جاے ' لیکن ترکي گورنمنٹ نے برابر اپنے حملے جاري رکھے - اب مجبوراً ہم کو بھي اعلان جنگ کرنا پڑا ہے -

(۲) ہندوستان کے مسلمانوں کو پوري طرح بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اس جنگ میں ہمارے یا ہمارے ساتھیوں کي جانب سے کوئي بات ایسي نہ ہوگي جو انکے مذہبي محسوسات کو صدمہ پہنچاے - اسلام کے تمام مقدس مقامات محفوظ رہینگے - انکے احترام کا پورا پورا لحاظ رکھا جائیگا - اسلام کے مقدس مقام خلافت کے خلاف کوئي کارروائي عمل میں نہ

اسلام کا جب ظہور ہوا ' تو دشمنوں کي پہلي جماعت قریش مکہ کي جماعت تھی - اُنکے مٹ جانے کے بعد اس پوري تیرہ صدیوں میں صرف عیسائي قومیں هي مسلمانوں کي دائمي حریف رهی هیں - دوسري غیر مسلم قوموں میں سے کوئي قوم ایسي نہ تھي جس میں اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا داعیہ ہو - ایران کي مجوسي قوت کا ابتدا هی میں خاتمہ ہوگیا تھا - یہودیوں کي کوئی پولیٹکل قوت نہ تھی - هندوستان کے هندوؤں اور بدھ مذهب کے پیروؤں نے هندوستان سے نکل کر کبھي مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا اور نہ ان میں کوئی داعیانہ قوت تھی - چین کے تاتاري اُٹھے اور بلا شبہ سب سے بڑي هلاکت کا باعث ہوے لیکن بالاخر خود اسلام کے محکوم ہوگئے - یعنے ایک صدي کے اندر هي اندر مسلمان ہوگئے -

پس تمام روے زمین پر بجز مسیحی اقوام کے اور کوئي حملہ آور حریف اسلام کا نہ تھا - نہ ھے - مشرقی عیسائیوں کي قوت ابتدا هي میں شکست ہوگئی تھی - صرف یورپ کی حکومتیں اور قومیں تھیں جنکو خواہ مسیحیت کے نام سے موسوم کرو خواہ یورپ کے نام سے - یہی آخري چار صدیاں هیں جن میں بتدریج یورپ کی طاقت ترقی کرتی گئی ' اور اُسکی ترقی کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اسلام کی پولیٹکل طاقت کو روز افزوں تنزل ہوا -

تمام کرۂ ارضی کے مسلمانوں میں سے کونسی قوم ھے جس نے اِن چار صدیوں کے اندر یورپ کا مقابلہ کیا ھے ' اور دفاع و جہاد جاري رکھکر اسلام اور مسلمانوں کی اُس کے سب سے بڑے حریف کے مقابلے میں حفاظت کی ھے ؟ سولھویں صدي عیسوي هی میں یورپ کی اُن تمام طاقتوں نے جو مشرقی ممالک کے دروازوں سے قریب تھیں ' بتدریج قدم بڑھانا شروع کردیا تھا - اگر کوئی طاقتور اور مقاوم روک موجود نہ ہوتی تو ابسے دو صدي پیشتر هی تمام وسط ایشیا ' شام ' عرب ' اور اسلامی افریقہ یورپ کے استیلاء سے پامال ہوچکا تھا -

پھر وہ کونسی نا قابل تسخیر فوجی قوت تھی جس نے پہلے تو اپنے پے درپے حملوں سے تمام یورپ کو اس طرح پامال کردیا کہ پوری دو صدیوں تک سنبھلنے اور قدم اُٹھانے کي مہلت هی نہ دي ' اور پھر تمام ایشیا و

برطاني وعدوں کے اعتماد اور اُنکے ایفاء کي اخلاقي نمائش کا یہ پہلا ھي موقعہ نہیں ھے - ۱۵ - جولائي سنہ ۱۸۱۵ع کو جب نپولین نے بلرافان نامي انگریزي جہاز پر قدم رکھا تھا تو اُس نے بھي انگلستان کے وعدوں پر اعتماد ھی کیا تھا - بے اعتمادي نہیں کي تھي - لیکن خود اُسي کے لفظوں میں " انگلستان نے ھاتھہ بڑھاکر اپنا مہمان بنانے کیلیے بلایا ' اور جب وہ آ گیا تو اسکا خاتمہ کردیا " سینٹ ھلینا کي سنگلاخ چٹانیں آجتک سمندر کے طوفانوں کے اندر انگریزي مواعید کي اخلاقي قدر وقیمت کا اعلان کر رھي ھیں !

۴ - اگست سنہ ۱۸۱۵ کو جنگ واٹرلو کے بعد جب شہر پیرس متحدہ افواج کے حوالے کیا گیا ' اور اس عہد نامہ کو فرانسیسیوں نے عہد نامہ سمجھا جس پر انگلستان کے نامور ھیرو ڈیوک آف ویلنگٹن کے دستخط تھے ' تو یقیناً انھوں نے بھي انگلستان پر اعتماد ھي کیا تھا - لیکن قبضہ کے بعد جو نتیجہ نکلا ' اس پر تاریخ کا اٹل فیصلہ صادر ھوچکا ھے ' اور خود انگریز مورخوں کي زباني اُسکا افسانہ سن لیا جاسکتا ھے -

خود ھندوستان کے گذشتہ سو سالوں کي تاریخ ھي اسکے لیے کافي ھے - دوسرے ملکوں کي سرگذشتوں کي طرف نظر اُٹھانے کي ضرورت نہیں -

تا ھم مسلمانوں نے بھروسہ کیا - اور جنگ کے نتائج کي طرف سے مطمئن ھوگئے - اُنکا روپیہ ' اُنکي جانیں ' اُنکے ملک کي تمام قوتیں ' بے دریغ خرچ کي گئیں - دنیا کي آخري اسلامي حکومت و خلافت کے خاتمہ میں اُنکي ھر چیز نے پورا پورا کام دیا - یہانتک کہ برٹش گورنمنٹ اپني تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئي ' اور وہ فتح مندي مکمل ھوگئي جسکا پہلا نتیجہ اسلامي خلافت کي بربادي و تباھي ھے -

اثناے جنگ ھي میں اس اعتماد کے تمام نتائج ظاھر ھوگئے تھے - بغداد پر انگریزي فوج قابض ھوگئي تھي جو جزیرۂ عرب کي مقدس سر زمین میں داخل ھے - عین حدود حرم مکہ کے اندر سازشیں کرکے بغاوت کرائي گئي اور اسکي وجہ سے جسقدر توھین اس مقدس مقام کي ھوني تھي وہ ھوکر رھي - پھر بھي مسلمانان ھند اپنے اعتماد سے دست بردار نہ ھوے اور اس انتظار میں رھے کہ یہ جنگ کي عارضي حالتیں ھیں - صلح کے بعد ھي برطاني اعلان و مواعید کي مقدس صداقت تمام عالم پر آشکارا ھوجائیگي -

عثمانیه کے اعمال خــلافت کا کیا حال رہا ھے ؟ بحث کا یہ سب سے زیادہ قطعی اور سب سے زیادہ سہل فیصلہ ھوگا -

اسلام نے خلیفہ کے نصب و تقرر کے خاص مقاصد قرار دیے ھیں - پچھلی پانچ صدیوں کے اندر متعدد اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود تھیں اور بعض ابتک موجود ھیں - قوم و جماعت کے اعتبار سے متعدد مسلمان قوموں میں حکومت رھي اور بعض حکمراں قومیں اب بھي باقي ھیں - سوال یہ ھے کہ ان تمام حکمراں جماعتوں میں کونسي حکومت ایسي ھے جسنے شریعت کے ٹھہراے ھوے مقاصد خلافت انجام دیے ؟ اور جو غرض شرعي خلیفہ کے قیام اور بحکم " الذین ان مکنا ھم في الارض " الخ تمکین في الارض سے تھي ' وہ اُنکے ھاتھوں پوري ھوئي ؟ جس حکومت اور جس حکمراں قوم نے ایسا کیا ھو ' صرف وھي حکومت اور قوم تمام مسلمانان عالم کي خلافت و امامت کا دعوا کر سکتي ھے -

اس اھم سوال کا فیصلہ چند سطروں میں ھو جا سکتا ھے - " خلافت اسلامیہ " کا مقصد شرعي پچھلي صحبتوں میں صاف ھوچکا ھے - سب سے پہلا مقصد اس کا یہ ھے کہ ایک ایسی طاقتور حکومت قائم ھو جو دشمنوں کے حملوں سے اسلامي ممالــک اور مسلمانوں کي حفاظت کرسکے - اسلام و ملت کے دشمنوں کا استیصال و انسداد ھو - کلمۂ حق دنیا میں بلند اور دور دور تــک جاري و نافذ ھو جاے - کلمۂ کفر و فساد کو خسران و ناکامي نصیب ھو - یہي مقصد پہلا مقصد ھے - باقي سب فروع و توابع ھیں -

یہي وجہ ھے کہ تمام کتب عقائد و اصول میں خلافت کي تعریف کرتے ھوے " اقامۃ الدین باقامۃ ارکان الاسلام ' و القیام بالجہاد ' و حفظ حدود الاسلام ' و ما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش و الفرض للمقاتلہ " کے جملے سب سے پہلے ملتے ھیں - یعني وہ مسلمانوں کيْ ایسي حکومت ھے جو ارکان اسلام کو قائم رکھے ' جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے ' اسلامي ملکوں کو دشمنوں کے حملوں سے بچاے ' اور ان کاموں کیلیے فوجي قوت کي ترتیب اور لڑائي کا سامان وغیرہ جو کچھہ مطلوب ھو ' اُسکا انتظام کرے - مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمراں ھوسکتا ھے جو اسلام و ملت کیلیے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دیسکے - ساري باتیں ان دو لفظوں میں آ گئیں -

اب فیصلہ کرلو کہ گذشتہ چار صدیوں کے اندر کس حکومت اور کس قوم نے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دي ھے ؟

و هجوم کي هے ' اور اسليے اسکي شرکت فرض کفايه کا حکم رکهتي هے - نه که فرض عين کا - پس شرعاً ضروري نهيں که مسلمانان هند بهي اسميں حصه ليں - عام مسلمانوں پر يه اثر پڑا که برٹش گورنمنٹ صرف اپنا بچاؤ کررهي هے - اسکا مقصود اسلامي ممالک پر قبضۂ و تصرف کرنا يا خليفۂ اسلام کي حکومت کو نقصان پهنچانا نهيں هے - نيز اسلام کے مقدس مقامات يعني جزيرۂ عرب اور بيت المقدس وغيره هر حال ميں محفوظ رهينگے - ان تمام باتونکا نه صرف انگلستان کي جانب سے وعده کيا جاتا هے ' بلکه تمام حليف حکومتوں کي جانب سے بهي -

نهايت افسوس و رسوائي کے ساتهه اقرار کرنا پڑتا هے که مسلمانوں کا نه يه مذهبي فيصله صحيح تها - نه وعدوں اور اعلانوں پر اعتماد - انهوں نے اپني سيزده صد ساله تاريخ حيات ميں شايد هي کوئي ايسی قومي و مذهبي غلطي کي هوگي ' جيسي اس موقعه پر کي ' اور جسکے نتائج کي پهلي قسط آج آنکے سامنے هے - فما کان الله ليظلمهم و لکن کانوا انفسهم يظلمون !

تهوڑي دير کيليے اس سے قطع نظر کرلو که احکام شرع کي بنا پر يه راے کهانتک صحيح تهي ؟ صرف اس پهلو سے ديکهو که جن وعدوں پر بهروسه کيا گيا ' اُنکا کيا حال تها ؟ پرانے وقتوں کي طرح موجوده زمانے کي سوسائٹي بهي اشخاص کيليے ضروري سمجهتي هے که ايفاے عهد ميں اپنے تئيں شريف ثابت کريں ' ليکن بيسويں صدي کي تهذيب ميں حکومتوں کيليے شريف هونا کوئي ضروري وصف نهيں هے ' اور اگر طاقت موجود هے تو پهر اخلاقي صداقت کے مطالبه کا وهم و گمان بهي نهيں کرنا چاهيے - جب وعدوں کا ايفا اور عهد و پيمان کي پابندي کمزور حکومتوں کے ساتهه ضروري نهيں سمجهي جاتي ' تو پهر محکوم و بے سر و سامان رعايا کے ساتهه کيوں ضروري سمجهي جاے ' جو اپني وفاداري ميں کتے کي طرح قابل تعريف مگر بے زباني ميں اُسي کي طرح بے بس بهي هو ؟

انگلستان کي حکومت نے نپولين کے عهد سے ليکر آجتک اپنے وعدوں کو جس طرح پورا کيا هے ' انکي عبرة انگيز سرگذشت صفحات تاريخ پر ثبت هے -

مسلمانوں کی جانب سے یہ پورا کام انجام دیتے رہے - انھوں نے تمام مسلمانان عالم کو عیش و راحت کے بستروں پر چھوڑ دیا - خود اپنے لیے خاک و خون کی دائمی زندگی پسند کی - اِن قرون اخیرہ میں اگر ترکوں کی جانفروش و سر باز جماعت تن تنہا اس فرض کو نہ سنبھال لیتی ' تو نہیں معلوم آج جغرافیۂ عالم میں مسلمانوں کی آبادیوں کا کیا حال ہوتا ؟ اور جو مصیبت اسوقت درپیش ہے ' وہ کب کی آچکی اور مسلمانوں پر سے گزر چکی ہوتی ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ترکوں کا یہ وہ احسان عظیم ہے کہ اگر اسکے معاوضہ میں مسلمانان عالم اپنا سب کچھہ اُن پر سے قربان کردیں ' جب بھی اُنکے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتے - اگر گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں نے پادشاہتیں کی ہیں تو صرف اُنھی کی بدولت ' اور اگر آج پادشاہتیں کھوکر بھی کچھہ نہ کچھہ عزت کی پونجی اپنے ساتھہ رکھتے ہیں تو صرف اُنھی کی بدولت - مسلمان خواہ دنیا کے کسی حصہ میں بستا ہو ' چین میں ہو یا افریقہ کے بعید گوشوں میں ' لیکن صدیوں سے اُسکی قومی زندگی ' قومی عزت ' قومی عیش و آرام ' اور وہ سب کچھہ جو ایک قوم کیلیے ہے اور ہوسکتا ہے ' صرف ترکوں ہی کے طفیل ہے اور اُنھی کا بخشا ہوا -

یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض ہوا کہ ترکوں کی مدد کریں - لیکن ترکوں کیلیے یہ کچھہ ضروری نہیں کہ وہ ہندوستان یا افریقہ میں بانٹنے کیلیے روپیہ بھیجتے رہیں - وہ چار صدیوں سے وہ کام انجام دے رہے ہیں جسکے تصور سے بھی ہم مسلمانان ہند کے دل کانپ اُٹھتے اور جسکے وہم ہی سے ہم پر موت طاری ہوجاتی ہے - یعنے اپنی جانیں اسلام کی حفاظت کی راہ میں قربان کررہے ہیں - اس سے بڑھکر اور کونسا کام ہے جو اسلام اور مسلمانوں کیلیے کیا جاسکتا ہے ؟ اور اسکے بعد کیا رہگیا جسکی طلب اور سوال ہو ؟ بہت ممکن ہے کہ کسی دوسرے حصے کے مسلمانوں نے ترکوں سے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں ' لیکن نماز کے قیام کی راہ میں اُنسے زیادہ اپنا خون کسی نے نہیں بہایا - بہت ممکن ہے کہ عرب اور ہندوستان کے مسلمانوں کی زبانوں نے انسے زیادہ قرآن کی تلاوت کی ہو ' لیکن قرآن کی حفاظت کی راہ میں چار سو برس سے زخم صرف اُنھی کے سینے کھا رہے ہیں - اگر اللہ کی شریعت حق ہے ' اگر قرآن و سنت کا فیصلہ باطل نہیں ' تو ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ دوسرے ملکوں کے ہزاروں عابد و زاہد

اسلامي ممالک کے مسلمانوں کي - يعنی وہ شکست کھاچکے هيں اور بعض مقامات کے مسلمانوں کي درماندگي و تباهي غايت درجۂ هلاکت تک پہنچ چکي هے - جيسے ولايت سمرنا وغيرہ کے مسلمان - پس اس بنا پر بهي مسلمانان هند کا فرض شرعي هوگا کہ انکي مدد کيليے اٹهہ کهڑے هوں - کيونکہ اگر ايک مقام کے مسلمان دشمن کے مقابلے کي طاقت نہيں رکهتے تو ديگر ممالک کے مسلمانوں پر دفاع ميں شريک هونا فرض هوجاتا هے -

(۳) جن بلاد اسلاميہ پر غير مسلم دخل و تصرف کرنا چاهتے هيں ' ياکرچکے هيں گو آخری اعلانات ابهي نہيں کيے گئے - مثلاً ايڈريانوپل ' تهريس ' ايشياے کوچک ' سمرنا ' عراق ' فلسطين ' انکے قرب و جوار ميں مسلمانوں کي کوئي ايسي جماعت موجود نہيں جو دشمنوں کے دفاع ميں مددگار هوسکے ' اور اسکي اعانت کي وجہ سے مسلمانان هند بري الذمہ هو جائيں - پس اس بنا پر بهي ساري شرعي ذمہ داري مسلمانان هند کے ذمے عائد هوتي هے ' جنکي تعداد دنيا کي تمام اسلامي آباديوں سے زيادہ ' اور جو بہت سي باتوں ميں دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے بہتر حالت رکهتے هيں -

(۴) عراق کا تمام خطہ درياے دجلہ تک جزيرۂ عرب ميں داخل هے - پس اگر انگريزي قبضہ وهاں قائم رها ' يا کسي طرح کا بهي انگريزي اقتدار حکم برداری اور نگراني کے نام سے حاصل کيا گيا ' تو يہ صريح جزيرۂ عرب پر غير مسلم اقتدار کا مسئلہ هوگا ' اور از روے شرع مسلمانان هند کا فرض هوگا کہ اس اقتدار کے دور کرنے کيليے حريف کا مقابلہ کريں -

(۵) بيت المقدس اسلام کے مقامات مقدسہ ميں داخل هے - اگر اسپر غير مسلم اقتدار قائم رکها جائيگا ' تو تمام دنيا کے مسلمانوں کي طرح هندوستاني مسلمانوں کا بهي فرض هوگا کہ دفاع کيليے مستعد هو جائيں -

(۶) غرضکہ هندوستان کے مسلمانوں پر ايک وفادار برٹش شہري کي زندگي بسر کرنا شرعاً ناجائز هوجائيگا - اور يہ فرائض کي سب سے بڑي کشمکش هوگي جسميں کوئي انساني جماعت مبتلا هوسکتي هے - هندوستان برٹش گورنمنٹ کے ماتحت هے اور مسلمان اسوقت تک ايک وفادار شہري جماعت کي زندگي بسر کرتے آئے هيں - ليکن ان حالات کا لازمي نتيجہ يہ نکليگا کہ انکے مذهبي فرائض هندوستان کے قانوني فرائض سے ٹکرا جائينگے - يعني بمجرد ان حالات کے برٹش گورنمنٹ کي حيثيت از روے شرع يہ

بلاد اسلامی کے عین دروازہ پر مغربی مدافعت کی ایک آهنی دیوار قائم کردی ' اور اس طرح حکم جہاد کے دونوں فرض بہ یک وقت تن تنہا انجام دیے - هجوم بھي - اور دفاع بھي ؟

کیا هندوستان کی سلطنت مغلیہ نے جس نے اپني پوري تاریخ میں ایک بار بھی هندوستان سے قدم باهر نہ نکالا ؟ اور جسکی تلوار پانچ صدیوں کے اندر ایک مرتبہ بھی کسی حریف ملت کے خون سے رنگین نہ هوئی ؟ عین اکبر اعظم کے زمانے میں هندوستان کے حاجیوں کو پرتگالیوں اور ڈچوں کے جرگے ساحل هند کے سامنے لوٹ رهے تھے اور وہ آنکے انسداد سے عاجز تھا !

کیا ایران کے سلاطین نے ' جنکے عقبی حملوں نے همیشہ سلاطین عثمانیہ کو مجبور کیا کہ یورپ کا فتح مندانہ اقدام ترک کرکے ایشیاء کي طرف متوجہ هوجائیں - جسکی وجہ سے یکایک یورپ کو ترکی تلواروں سے مہلت ملگئی اور تمام وسط یورپ فتح هوتے هوتے رهگیا ؟

کیا یمن کے خود مختار قبائل اور عرب آئمہ نے ' جنکو اسلام کے اس سب سے بڑے حریف کا شاید حال بھي معلوم نہ تھا ؟

هر انسان جو دو اور دو کو صرف چار هي کہنا چاهتا هو ' اسکا اقرار کریگا کہ بجز سلاطین عثمانیہ اور ترکوں کے مسلمانوں کي کوئي حکومت اور قوم نہیں هے جس نے قرون اخیرہ میں حفظ اسلام و ملت کي یہ خدمت انجام دي هو - اور جو فرض تمام مسلمانان عالم کے ذمے عائد هوتا تھا ' آسکو سب کي طرف سے تن تنہا اُٹھا لیا هو ؟

حقیقت یہ هے کہ ترکوں کا یہ وہ عظیـــم الشان کارنامہ هے جسکي نظیر قرون اولی کے بعد مسلمانوں کي کسي حکمراں قوم کي تاریخ پیش نہیں کرسکتي - صرف صلاح الدین ایوبي کي دعوۃ اس سے مستثنی هے جس نے تمام یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد کو شکست دي - تاهم وہ بھي ایک محدود زمانے کا دفاع تھا - مسلسل تین چار صدیوں تــک صرف ترکوں هي کي اسلامي مدافعت قائم رهي هے - ان پوري چار صدیوں میں تمام روے زمین کے مسلمان اپنے سب سے بڑے قومي فرض سے غافل رهے - کسي قوم نے ایک زخم بھي اس مقدس راہ میں نہیں کھایا - کسي پادشاہ نے ایک قدم بھي اسکے لیے نہیں اُٹھایا - صرف تن تنہا ترک هي دنیا بھر کے

(موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ)

بحث کے اس ٹکڑہ کو ہم دانستہ حذف کردیتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان وعدوں اور اعلانات کا کیا نتیجہ نکلا ؟ نہ ہم اُن پیہم اعلانات کا یہاں ذکر کرینگے جنکا سلسلہ برابر اثنائے جنگ میں جاری رہا - مثلاً وزیر اعظم کی تقریر ۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کیونکہ یہ تمام باتیں دنیا کے سامنے ہیں - اور سورج کی روشنی جن چیزوں کو دکھلادے' انکے لیے بحث و نظر کی روشنی سے مدد لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

همکو یہاں صرف ایک بات کا فیصلہ کرنا ہے - اسکے علاوہ اب نہ کوئی بات ہمارے لیے سونچنے سمجھنے کی باقی رہی ہے - نہ گورنمنٹ کیلیے - وہ صرف موجودہ و آیندہ حالت کا سوال ہے -

احکام شرعیہ اوپر گذر چکے ہیں - پس اگر موجودہ حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور صلح کے نام سے اسلامی خلافت کے خلاف وہی جنگ عمل میں لائی گئی جسکا اظہار ہو رہا ہے ' تو نتائج حسب ذیل ہونگے :

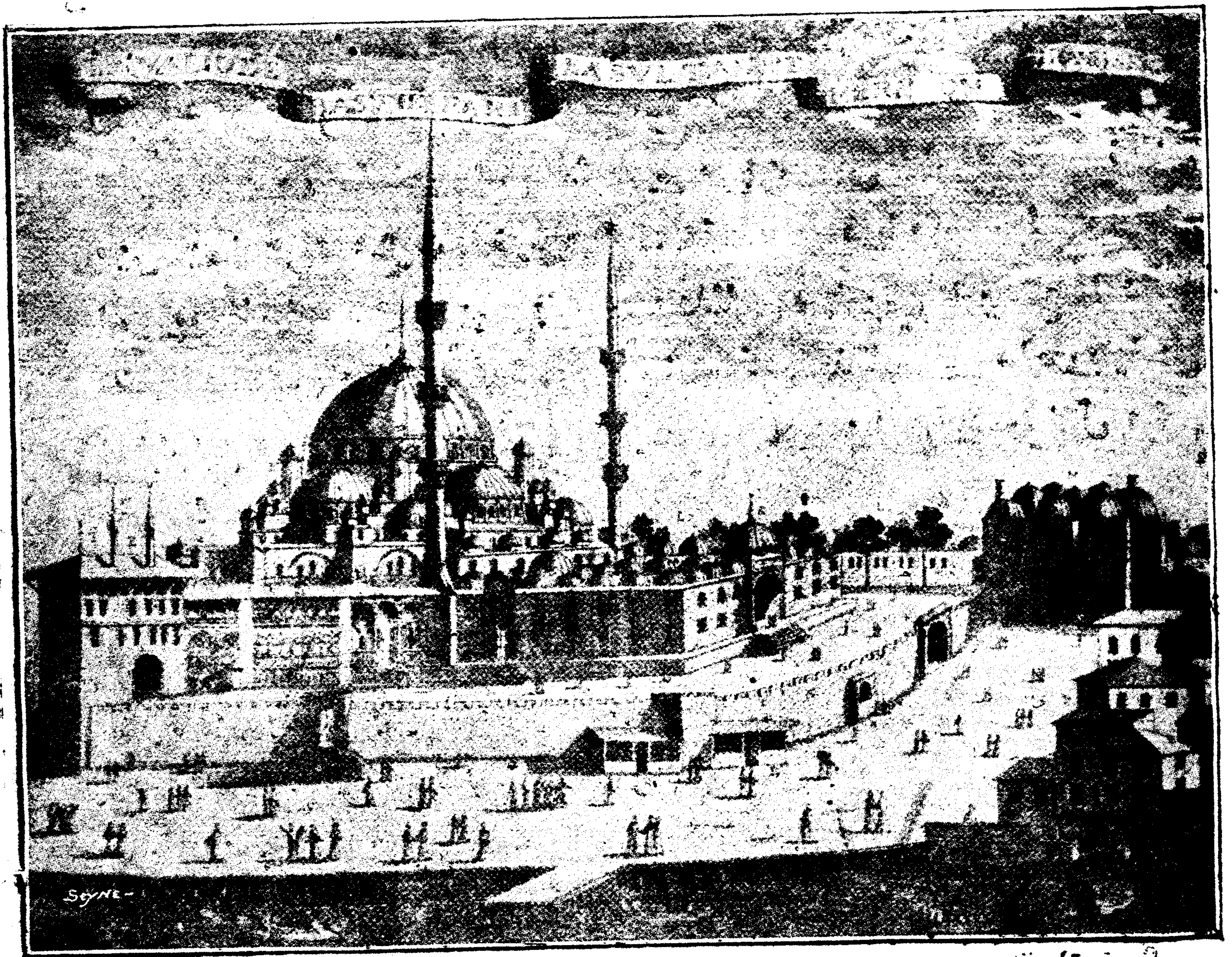
(۱) جس وقت خلیفۃ المسلمین نے جنگ میں شرکت کی ہے تو برٹش گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا کہ حملہ اُنکی جانب سے ہے - انگلستان و حلفاء کی جانب سے نہیں ہے - لیکن اب موجودہ حالت بالکل اسکے برعکس ہے - یعنی خلیفۃ المسلمین کسی غیر مسلم ملک و حکومت پر حملہ آور نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمان آبادیوں اور خلیفۂ اسلام کی حکومت پر قابض ہو رہی ہیں ' اور خلیفۃ المسلمین پر حملہ آور ہیں - پس اگر اس حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور عارضی صلح کے بعد بھی یہی حال رہا ' تو مسلمانوں کیلیے قطعاً صورت دفاع اور نفیر عام کی پیدا ہو جائیگی جب جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - حملۂ و ہجوم کی صورت نہ ہوگی کہ فرض علی الکفایہ ہو - لہذا ہندوستان کے ہر مسلمان پر یہ شرعی فرض ہوگا کہ خلیفۃ المسلمین ' اور اُن تمام اسلامی آبادیوں کی اعانت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہو' جہاں سے اسلامی حکومت ہٹائی جا رہی ہے -

(۲) یہ حقیقت پہلے سے آشکارا تھی' مگر چار سال کی جنگ اور اسکے نتائج نے آخری درجۂ یقین تک ظاہر کردی کہ نہ تو خلیفۃ المسلمین کی موجودہ طاقت غیر مسلم حریفوں کے مقابلے کیلیے کافی ہے - نہ موجودہ

سے اپنا خون بہا رہے ہیں ' انہوں نے اسکے لیے کیا کیا ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ کبھی کبھار چند لاکھہ سکے ترک زخمیوں کی مرہم پٹی کیلیے بھیجدیے جو ایک ترک بیوہ کی مصیبت اور ایک ترک یتیم کے آنسوؤں کی قیمت بھی نہیں ہوسکتے ؟ کیا ایسے لوگوں کو جو اپنی راتیں فارغ البالی کے بستروں پر اور دن آرام و بےفکری کی چھتوں کے نیچے بسر کرتے ہوں ' یہ حق پہنچتا ہے کہ اُن لوگوں پر زبان طعن کھولیں جو چار سو برس سے اپنی لاشیں خاک و خون میں تڑپا رہے ہیں ؟

بہر حال منصب خلافت کا پہلا مقصد قیام دفاع و جہاد ہے - وہ پچھلی چار صدیوں میں بجز ترکوں کے اور کسی اسلامی حکومت نے انجام نہیں دیا - پس اگر اور دلائل و شواہد نہ ہوتے ' جب بھی صرف یہی ایک بات سلاطین عثمانیہ کی خلافت و امامت کیلیے کفایت کرتی تھی -

اور پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ تمام مبحث اس سوال سے تعلق رکھتا تھا کہ گذشتہ صدیوں میں متعدد اسلامی حکومتوں کے رہتے ہوے سلاطین عثمانیہ ہی کیوں خلافت عظمی کے حقدار تسلیم کیے گیے ؟ لیکن موجودہ زمانے میں جبکہ تمام اسلامی حکومتیں مٹ چکی ہیں ' مسلمانان عالم کیلیے بجز سلطان عثمانی کے کسی دوسری خلافت کا وجود ہی نہیں رہا -



ایڈریا نوپل کی جامع سلیم کا بیرونی منظر !

وہ مسلمانوں کو آزادی دیگی کہ نماز پڑھیں جو مذہبي احکام میں شاخ کا حکم رکھتي ھے ' لیکن عین اُسي وقت خلیفۃ المسلمین کي حکومت کو صرف قسطنطنیہ میں محدود کردینے اور تمام بچي بچائي ترکي مملکت کا خاتمہ کردینے کیلیے اپنے جنگي جہازوں کو بھي باسفورس بھیجیگي ' اور اسطرح اسلامي خلافت و امامت کا خاتمہ ھو جائیگا جو مسلمانوں کے مذہبي احکام میں شاخ کا نہیں بلکہ بنیاد اور جڑ کا حکم رکھتي ھے ؟

وہ نماز کے پڑھنے میں مداخلت نہیں کریگي جسکے نہ پڑھنے سے مسلمان گناھگار ھوجاتا ھے ' لیکن خلیفۃ المسلمین کو اُنکي حکومت و مملکت سے محروم کردیگي جنکي مدد نہ کرنے سے ایک مسلمان گناھگار ھي نہیں بلکہ اسلامي جماعت سے باھر ھو جاتا ھے ؟

وہ مسلمانوں کو حج کے سفر سے نہیں روکتي کیونکہ انکا مذہبي عمل ھے ' لیکن وہ خلیفۃ المسلمین کو اپني بحري و بري فوجي طاقت سے محصور کرکے مجبور کریگي کہ اسلامي مملکتوں کو غیر مسلموں کے حوالہ کردیں ' اور اسوقت مسلمان دفاع کیلیے اٹھینگے تو کہیگي کہ یہ بغاوت ھے - پھر کیا وہ مسلمانوں کا مذہبي عمل نہ ھوگا ؟ اور کیسا مذہبي عمل ؟ ایسا عمل کہ شرعاً ھزاروں حج سے بڑھکر ' اور حج اسکے لیے چھوڑدیا جاسکتا ھے ' لیکن حج کي خاطر وہ نہیں چھوڑا جاسکتا -

مسلمان اُن مسجدوں اور اُنکے اندر کي نمازوں کو لیکر ھندوستان میں کیا کرینگے جنکي اجازت دیدینے پر برٹش گورنمنٹ کي آزادي کو ناز ھے ' جبکہ شریعت کے وہ احکام اُنکے سامنے آ جائینگے جنکي تعمیل ھزار نمازوں سے بڑھکر اور ھزار روزوں سے زیادہ اشد و اھم ھے ' اور جنکي نافرماني کے بعد نہ تو اُنکي نمازیں ھي اُنکے لیۓ سود مند رھینگي - نہ اُنکے روزے ھي اُن کو نجات دلا سکینگے ؟

(تــرک مــوالات)

اس صورت میں مسلمانوں پر ترک و اختیار ' دونوں طرح کے احکام شرعاً عائد ھونگے - " ترک " سے مقصود یہ ھے کہ بہت سي باتیں جو اسوقت کر رھے ھیں ' تــرک کردیني پڑینگي - " اختیــار " سے مقصود یہ ھے کہ بہت سي باتیں جو اسوقت نہیں کر رھے ' کرني پڑینگي

مسلمانوں سے جنکے دلوں میں کبھي جہاد في سبيل الله کا خطرہ بھي نہيں گذرتا ' ترکوں کا ایک گناهگار و معصیت آلود فرد بھي الله کے آگے کہیں زیادہ فضلیت و محبوبیت رکھتا ھے - ھماري مدة العمر کي عبادتیں بھي آنکے سینے کے ایک خونچکاں زخم اور اس سے بہنے والے ایک قطرۂ خون کي عظمت نہیں پاسکتیں - حدیث ھے کہ " حرس لیلة في سبیل الله افضل من الف لیلة یقـام لیلها و یصام نهارها " (١) جہاد في سبیل الله کي ایک رات هزار دنوں کے روزوں اور هزار راتوں کي عبادت سے بھي افضل ھے ! حضرت عبد الله بن مبارک نے حضرة فضیل بن عیـاض کو ایک مرتبہ یہ اشعار لکھکر بھیجے تھے :

یا عـابد الحـرمین لو ابصرتنـا * لعلمت انک في العبادة تلعب !
من کان یخضب خده بـدموعـه * فنحـورنا بدمـائنـا تتخضب !
ریح العبیر لکـم ' و نحن عبیـرنا * رهج السنابک والغبار الا طیب (٢)

جو مسلمان یورپ کے مسیحي و سیاسي اثر سے متأثر ھوکر ترکوں پر اعتراض کیاکرتے ھیں' انکو چاھیے کہ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں کہ صدیوں سے انکي منافقانہ غفلت و اعراض کا کیا حال رھا ھے ؟ علی الخصوص هندوستان کے مسلمانوں کو (جو تعداد میں هر جگہ کے مسلمانوں سے زیادہ ھیں) غور کرنا چاھیے کہ جس اولین فرض دیني کیلیے ترک چار سو برس

---

(١) اخرجه الامام احمد عن مصعب بن زبیر -

(٢) حافظ ابن عساکر نے امام موصوف کے ترجمہ میں یہ اشعار نقل کیے ھیں - امام موصوف ایک سال درس حدیث دیتے ' ایک سال تجارت کرتے ' ایک سال جہاد میں شرکت فرماتے - حضرة فضیل اس عہد کے مشہـور عباد و زهاد میں سے ھیں - حاصل ان اشعار کا یہ ھے " اے حرمین کے گوشہ نشین عابد ! اگر تو نے همارا حال دیکھا ھوتا تو معلوم کر لیتا کہ جس زھد و عبادت میں مشغول رهتا ھے وہ تو ایک طرح کا کھیل ھے - جو شخص اپنے رخسار آنسوؤں سے (عبادت میں) ترکرتا ھے ' اسے معلوم ھونا چاھیے کہ ھماري عبادت وہ ھے جسمیں رخسار آنسوؤں سے نہیں بلکہ گردنیں خون سے رنگین ھوا کرتي ھیں " ! حضرة فضیل نے جب یہ اشعار پڑھے تو انکي آنکھیں اشکبـار ھوگئیں اور فرمایا " صدق ابو عبد الرحمن " عبد الله بن مبارک نے سچ کہا !

ہوجائیگی کہ وہ " اسلام اور مسلمانوں کی حملہ آور دشمن ہے " اور اسلیے اُس سلوک کی مستحق جو از روے شرع مسلمانوں کو حملہ آور حریف کے ساتھہ کرنا چاھیے " جب ایسا ہُوا ' تو مسلمان مجبور ہونگے کہ دو راھوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں - یا برٹش گورنمنٹ کا ساتھہ دیں ' یا اسلام کا - یہ ناممکن ہو جائیگا کہ دونوں تعلق ایک وقت میں جمع کیے جاسکیں -

کیا چھہ کروڑ سے زائد انسانوں کو اس کشمکش میں مبتلا کردینا کوئی عاقبت اندیشانہ فعل ہوسکتا ھے ؟ فرصت کی آخری گھڑیاں گزر رھی ھیں - اگر عارضی فتح مندی کا گھمنڈ مہلت دے ' تو گورنمنٹ اس سوال پر غور کرلے -

اگر انگلستان کے وزرا (نپولین کے لفظوں میں) وعدہ اسلیے نہیں کیا کرتے کہ وفا کیا جاے ' توکم ازکم اُس ایک وعدہ کو تو اس اخلاقی کلیہ سے مستثنی کردیں جسکو ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا بنیادی اصول حکومت سمجھا جاتا ھے - یعنی آغاز حکومت سے لیکر آجتک اس وعدہ کا قولاً و فعلاً اعلان کہ کسی جماعت کے مذھبی معاملات میں مداخلت نہ کی جائیگی اور ہر جماعت اپنے مذھبی احکام کی بجا آوری میں آزاد ھے - اسی وعدہ کا نتیجہ ھے کہ ہندوستان میں ہر قوم کی طرح مسلمان بھی روز مرہ اپنے مذہبی فرائض انجام دے رھے ھیں - انکی مسجدیں قائم ھیں - پانچ وقت اذان کی صدائیں بلند ہوتی ھیں - کوئی حاکم مسلمانوں سے یہ نہیں کہتا کہ نماز نہ پڑھو -

لیکن اگر برٹش گورنمنٹ خلیفۃ المسلمین کے خلاف اپنے موجودہ طرز عمل پر قائم رھی ' اسکے جہاز اسلامی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کیلیے سمندروں میں دوڑتے رھے ' اُسکی فوجیں عراق کی سر زمین پر قابض رھیں جو مقدس جزیرۂ عربؔ میں داخل ھے ' اور ساتھہ ھی اس کی بھی متوقع رھی کہ ہندوستان کے بد بخت مسلمان اسکے وفادار رھیں ' تو اسکے صرف یہی معنی ہوسکتے ھیں کہ وہ مسلمانوں کو انکے مذھب کے چھوٹے چھوٹے حکموں میں آزادی دینے کیلیے طیار ھے ' لیکن جو احکام اسلام کے بنیادی عقائد ھیں اور اُن بڑے حکموں میں داخل ھیں کہ ترک کردینے سے مسلمان مسلمان نہیں رھتا ' اُنکے لیے چاھتی ھے کہ مسلمان حق و آزادی کا نام بھی زبان پر نہ لائیں اور برطانیہ کی وفاداری کی خاطر اپنے اسلام سے باغی ہو جائیں !

ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہورہا ہے ' اور اللہ مظلوموں کی مدد پر قادر ہے - یہ وہ لوگ ہیں کہ بلا کسي حق کے اپني آبادیوں سے نکال دیے گئے - انکا کوئي قصور نہ تھا - صرف یہ کہ اپنے پروردگار کے ماننے والے ہیں - (۱)

لیکن بعض مفسرین نے سورۂ بقرہ کي حسب ذیل آیت کو اذن قتال کا پہلا حکم قرار دیا ہے :

و قاتلوا في سبیل اللہ الـذین یقاتلـــو نکم ' و لا تعتـدوا - ان اللـہ لا یحب المعتـــدین - و اقتـــلو ھم حیـــث ثقفتموھم ' و أخرجـو ھم من حیث أخرجـوکم - والفتنۃ اشد من القتل - (۲ : ۱۸۷)

اللہ کي راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے لڑائي لڑ رہے ہیں - مگر زیادتي نہ کرو - اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا - اور ایسا کرو کہ جہاں کہیں بھی وہ جمے ہوے ملیں ' قتل کردو - اور جہاں کہیں سے انہوں نے مسلمانوں کو نکالا ہے ' تم بھي نکال باہر کرو - ایسا کرنا اگرچہ خونـریزي ہے ' مگر خونریزی کي برائي سے بھي بڑھکر ظلم و فساد کي برائي ہے -

امام ابن جریر نے ابو العالیہ کا قول نقل کیا ہے کہ جنگ کي نسبت یہي پہلي آیت ہے جو نازل ہوئي " أنہا اول آیت نزلت في القتال بالمدینہ فلما نزلت کان رسول اللہ صلعم یقاتل من قاتلہ و یکف عمن کف عنہ ' حتی نزلت سورۃ براۃ " پس اذن قتال کي پہلي آیت یا سورۂ حج کي ہے یا بقرہ کي -

ان دونوں آیتوں اور انکي ہم مطلب آیات میں قران حکیم نے حکم قتال کے اُس حصہ کو صاف صاف مسلمانوں پر فرض کردیا ہے جسکا مقصد دفاع (ڈیفنس) ہے (۲) - یعنی جب کبھي غیر مسلموں کي کوئي جماعت

---

(۱) روي الحاکم من حدیث الاعمش عن ابن عباس - قال : لما خرج رسول اللہ صلعم من مکہ قال ابو بکر " اخرجوا نبیھم - انا للہ و انا الیہ راجعون - لیہلکن " فانزل اللہ اذن للذین یقاتلون الخ و ھي اول آیۃ نزلت فی القتال - اسنادہ علی شرط الصحیحین -

(۲) یعنی حکم جہاد کي مختلف قسموں اور صورتوں میں سے ایک قسم قتال ہے - پھر قتال کي بھي دو قسمیں ہیں - دفاع اور ہجوم - ان آیات میں دفاع کا حکم ہے - ہجوم کا حکم دوسري آیتوں میں ہے اور اسکے مواقع و بواعث اور شرائط دوسرے ہیں -

اور اسی سورۃ کے اوائل میں فرمایا : یا ایھا الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوي وعدوکم اولیاء ' تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق ؟ الخ مسلمانو ! جو غیر مسلم تمہارے اور تمہارے خدا کے دشمن ھیں ' اُنکو اپنا دوست نہ بناؤ - اور سورۂ مائدہ میں ھے : لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء ' بعضھم اولیاء بعض - و من یتولھم منکم فانہ منکم (۵ : ۵۴) اُن یہود و نصاری کو جو مسلمانوں کي دشمني اور نقصان رساني میں سرگرم ھوں ' اپنا دوست نہ بناؤ - اور جو مسلمان بنایگا ' خدا کے حضور اسکا شمار بھي اُنھي میں ھوگا - اس سے بھي زیادہ واضح فرمایا : لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (۳ : ۲۸) اور لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (۴ : ۱۴۳) یعنی جبکہ غیر مسلموں اور مسلمانوں میں باھم جنگ ھو ' تو مسلمانوں کو نہیں چاھیے کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں - " من دون المومنین " جہاں جہاں آیا ھے ' اس نے واضح کردیا ھے کہ مقصود ھر قسم کے غیر مسلموں سے ترک موالات نہیں ھے ' بلکہ ایک خاص قسم اور ایک خاص حالت - اسی طرح سورۃ عمران میں ھے : لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا - ودوا ما عنتم ' قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی في صدورھم اکبر (۳ : ۱۱۸)

(واقعۂ حاطب بن ابي بلتعہ)

سورۃ ممتحنہ کے شان نزول کا واقعہ اس بارے میں مسلمانوں کیلیے بڑا ھي عبرت انگیز ھے - بخاري و مسلم میں حضرت علي سے مروي ھے کہ حاطب بن ابي بلتعہ مہاجرین صحابہ اور شرکاء بدر میں سے تھے - آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائي کا قصد کیا تو انھوں نے کسي بری نیت سے نہیں ' صرف اپنے اھل و عیال کي حفاظت کے خیال سے ایک خط لکھکر مکہ میں اطلاع دیدیني چاھي - وحي الھي سے آنحضرت اسپر مطلع ھوگئے اور راستے ھي میں سے خط پکڑوا منگوایا - جب حاطب سے پوچھا گیا تو انھوں نے معذرت کي اور کہا " ما فعلت ھذا کفرا و لا ارتدادا " حضرۃ عمر نے چاھا کہ انھیں قتل کردیں اور کہا " انہ منافق - قد خان اللہ و رسولہ " یہ منافق ھے - اس نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھہ خیانت کي ! اسپر سورۂ ممتحنہ کا نزول ھوا -

باب

(فــريضــۂ عظميــمۂ دفــاع)

فصل

(حقيقت حكــم دفاع)

اسلام کے شرعي واجبات و فرائض میں ایک نہایت اهم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصلہ کردینے والا فرض " دفاع " ھے -

تشریح اسکي یہ ھے کہ جب کبھي کسي مسلمان حکومت یا کسي مسلمان آبادي پرکوئي غیر مسلم گروہ حملہ کرے ' تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض ھوجاتا ھے کہ دفاع (ڈیفنس - Difence) کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں' اس حکومت اور آبادي کو غیر مسلم قبضہ سے لڑکر بچائیں ' اگر فوري قبضہ ھوگیا ھے تو اس سے نجات دلائیں ' اور اس کام کیلیے اپني ساري قوتیں اور ھر طرح کي ممکن کوششیں وقف کردیں - اس بارے میں قرآن و حدیث کے احکام اس کثرت سے موجود ھیں ' اور اسلامي فرائض میں یہ اسدرجہ مشہور فرض ھے ' کہ شاید ھي دنیا میں کوئي مسلمان اس سے ناواقف نکلے - یہي باھمي مددگاري و یاوري اور دفاع اعداء کا قانون ھے جس پر اسلام نے شریعت و امت کي حفاظت کي ساری بنیادیں استوار کي ھیں - لڑائي لڑنے کي نسبت سب سے پہلي آیۃ جو نازل ھوئی وہ سورۂ حج میں ھے :

ان اللہ یدافع عن الذین آمنوا ' ان اللہ لا یحب کل خوان کفور ' أذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ' و ان اللہ علی نصرھم لقدیر ' الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ - (۲۲ : ۴۲)

اللہ تعالی مومنوں پر سے اُنکے دشمنوں کو ھٹاتا رھتا ھے - وہ اُن لوگوں کا ساتھي نہیں جو اُسکي بخشي ھوئي طاقت کے امانت دار نہیں ھیں ' اور شکر گزاری کي جگہہ کفران نعمت میں سرشارھیں - جن مسلمانوں سے کافر لڑ رھے ھیں ' اب اُن مسلمانوں کو بھي کافروں سے لڑنے کی اجازت دي جاتي

اس سلسله میں سب سے پہلی چیز وہ ہے جسکو شریعت نے "ترک موالات" سے تعبیر کیا ہے - یعنی جو غیر مسلم مسلمانوں کے حریف و دشمن اور حمله آور فریق کا حکم رکھتے ہوں ' اُنسے کوئی تعلق ایسا نه رکھنا جو محبت ' خدمت ' اور اعانت کا تعلق ہو - اگر کوئی مسلمان ایسا تعلق رکھیگا ' تو اُسکا شمار بھی شریعت کے نزدیک اُنھی غیر مسلموں میں ہوگا - مسلمانوں میں نه ہوگا -

قرآن حکیم نے اس بارے میں ایک اصولی تقسیم کردی ہے - تمام غیر مسلم اقوام و افراد کو دو قسموں میں بانٹ دیا ہے - ایک قسم اُن غیر مسلموں کی ہے جو نه تو مسلمانوں سے لڑتے ہیں - نه انپر حمله آور ہیں ' نه اُنکی آبادیوں پر قابض ہونا چاہتے ہیں - دوسری قسم اُن غیر مسلموں کی ہے جو یه ساری باتیں کر رہے ہیں - یعنی لڑتے ہیں ' حمله آور ہیں ' اسلامی ممالک پر قبضه کرنا چاہتے ہیں -

اسلام کا حکم یه ہے که پہلی قسم کے غیر مسلموں کے ساتھه مسلمانوں کو نیکی و محبت اور ہر طرح کے احسان و خیر خواہی کا سلوک کرنا چاہیے - اسلام اس سے ہرگز مانع نہیں - عالمگیر محبت اسکی دعوۃ حق کا اصل الاصول ہے - البته دوسری قسم کے غیر مسلموں کے ساتھه وہ اجازت نہیں دیتا که اس طرح کا کوئی علاقه بھی مسلمان رکھیں - اگر رکھینگے تو اُنکا شمار بھی الله اور اسکی شریعت کے دشمنوں میں ہوگا - ایک مسلمان کے سارے گناہوں سے شریعت درگزر کرلے سکتی ہے ' لیکن اگر وہ اُن غیر مسلموں سے محبت کرتا ہے ' یا کسی طرح کا واسطه رکھتا ہے ' تو یه گناہ نہیں ہے - نفاق ہے - اور منافق مومن نہیں ہے -

---

قران نے یه تقسیم سورۂ ممتحنه میں کردی ہے : لا ینہا کم الله عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین و لم یخرجو کم من دیارکم ' ان تبرو ہم و تقسطوا الیہم ' ان الله یحب المقسطین - انما ینہا کم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجو کم عن دیارکم وظاہرو اعلی اخراجکم ' ان تولو ہم ' و من یتولہم فاولئک ہم الظلمون - [۶۰ : ۱۰]

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب - (۲ : ۱۷۹) تمہارے لیے قصاص کی موت میں امن کی زندگی پوشیدہ ہے !

لہذا حکم دیا کہ جب تک دنیا جنگ اور بواعث جنگ سے باز نہ آجائے ، جنگ کرتے رہو - کبھی اس سے نہ تھکو - یہانتک کہ دنیا میں جنگ کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے " تضع الحرب اوزارھا " جنگ اپنے ہتیار ڈالدے - یعنی جنگ بالکل موقوف ہوجائے - فساد و بطلان کی وہ قوتیں ہی باقی نہ رہیں جو خدا کی زمین کو ہمیشہ انسانی خون سے رنگتی رہتی ہیں - قرآن کا دعوا ہے کہ عالمگیر امن کا یہ وقت دنیا پر ضرور آئیگا - مگر اسی وقت آئیگا جب تمام دنیا اسلام کی دعوت امن و اخوت کے آگے جھک جائیگی : ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (۹ : ۶۱)

فصل

(فضائل دفاع)

اسلامی احکام میں یہ حکم " دفاع " جو اہمیت رکھتا ہے ، وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسی حکم ، کسی فرض ، کسی رکن ، کسی عبادت کو حاصل نہیں - قرآن و حدیث میں باربار یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قومی زندگی اسی عمل کے بقاء پر موقوف ہے - جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ باقی رہیگا اور اس کام کی راہ میں ہر فرد اپنی زندگی اور اپنا مال قربان کردینے کیلیے طیار رہیگا ، اسوقت تک دنیا کی کوئی قوم انپر غالب نہ آسکیگی - جسدن یہ جذبہ مردہ ہوجائیگا - اسی دن سے مسلمانوں کی قومی موت بھی شروع ہوجائیگی - چنانچہ قرآن نے مثال میں یہودیوں کی تاریخ پیش کی ہے - جب تک یہودیوں میں اعتقاداً و عملاً یہ جذبہ باقی رہا ، حکومت و عزت انہی کیلیے تھی - جب چند گھڑیوں کے عیش و راحت کا عشق قومی زندگی و عزت کے دائمی عیش کی طلب پر غالب آگیا ، اور اس چیز کو چھوڑ بیٹھے ، تو ذلت و محکومی کا داغ ہر یہودی کی پیشانی پر لگ گیا ، اور ہمیشہ کیلیے خوار و ذلیل ہوکر رہگئے : ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ و باؤا بغضب من اللہ !

سورۂ نساء میں یہ تمام خصلتیں منافقوں کی قرار دی ہیں - اُنکا حال یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں اسلام و کفر' دونوں سے ساز باز رکھنا چاہتے ہیں - یعنی وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی رہیں' اور اسلام کے مخالفوں سے بھی رسم و راہ جاری رہے - مذبذبین بین ذالک - لا الی ھا ولاء' ولا الی ھا ولاء (۴ : ۱۴۳) تو ایسے لوگوں کی نسبت فرمایا: یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین - اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا ؟ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (۴ : ۱۴۴)

اسلام تو ایک مسلمان کیلیے اسکو بھی جائز نہیں رکھتا کہ اگر اسکے ماں باپ' بھائی بہن' مسلمانوں سے لڑ رہے ہوں' تو اُنسے بھی کسی طرح کا واسطہ رکھے : لا تتخذوا اباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون [۹ : ۲۳] اور جو مسلمان ایسے وقتوں میں محارب غیر مسلموں سے محبت و اعانت کا تعلق رکھیں' خواہ وہ اُنکے ماں باپ ھی کیوں نہوں' انکے مومن ہونے کی صاف صاف نفی کررہا ہے : لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الاخر' یوادون من حاد اللہ ورسولہ و لو کانوا اباءھم (۵۸ : ۲۲) مہاجرین صحابہ نے اس حکم کی تصویر بنکر دنیا کو دکھلادیا کہ ایمان کے معنی کیا ہیں ؟

پس اب فیصلہ کرلو کہ اُن لوگوں کا حکم کیا ہونا چاہیے جو ایسے وقتوں میں بھی محارب غیر مسلموں کے دیے ہوے خطابوں سے پیار کرینگے' اُن کے دیے ہوے تمغوں کو (جن میں سے اکثر اسلام فروشی ھی کے صلے میں ملے ہیں) اپنے سینوں پر جگہ دینگے' اُنکی بارگاہوں میں جاکر اطاعت و تعبد کا سر جھکائینگے' اور آہ' ان سب سے بھی بڑھکر وہ' جو اُنکی راہوں میں غلاموں کی طرح بچھینگے' اُنکے حکموں پر کتوں کی طرح لوٹینگے' اُنکی خدمت و چاکری کے عشق میں اپنے دین و ایمان کے ایک ایک ذرے تک کو نثار کردینگے ؟ فیا للہ و للمسلمین ! من ہذہ الفاقرۃ التی ھی اعظم فواقر الدین' و الرزیۃ التی ما رزی بمثلہا سبیل المومنین !

لمثل ہذا یذوب القلب من کمد

ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

مسلمانوں کي کسي حکومت یا آبادي پر حملہ کرے ' یا اُس پر خود قابض ہو جانا چاہے ' تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائیوں کي مدد کیلیے اُٹھہ کھڑے ہوں - جس طرح حملہ آوروں نے حملہ کیا ہے ' یہ بھي کریں - قتل و جنگ کي جو جو چال وہ چلے ہیں ' یہ بھي چلیں - البتہ یہ جائز نہیں کہ اس بارے میں رحم و عدل کے جو حدود شریعت نے باندھدیے ہیں (مثلاً ضعیفوں ' بوڑھوں ' بچوں ' عورتوں ' راہبوں ' مذہبي عبادتگاہوں وغیرہ سے تعرض نہ کرنا) اُنسے قدم باہر نکالیں - پھر اُس حکم کي علت بھي بتلادي کہ الفتنة اشد من القتل - بلاشبہ یہ جنگ قتل ہے اور انساني قتل بہت بڑي برائي ہے ' لیکن اس برائي سے بھي بڑھکر برائي یہ ہے کہ لوگ اپني آبادیوں اور حکومتوں پر قانع نہیں رہتے - دوسروں کے حقوق آزادي و حکومت چھیننا چاہتے ہیں - توحید کي جگہ کفر و شرک کے ماتحت مسلمانوں کو لانا چاہتے ہیں ' قوموں کا قدرتي حق حریت پامال کر رہے ہیں - اگر اسکے دفع کا انتظام نہ کیا جاے ' تو پھر دنیا میں کوئي قوم زندہ و باقي نہیں رہسکتي - پس بڑي برائي کے دور کرنے کیلیے چھوٹي برائي اختیار کر لیني چاہیے - یہ خود نیچر کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمي عمل ہے - اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کبھي جنگ کا حکم نہ دیتا -

سورۂ محمد (ص) میں قرآن نے حکم قتال اور جواز جنگ کي اصلی علت بھي بتلادي ہے :

حتی تضع الحرب اوزارها - (۴۷ : ۶)	لڑتے رہو ' یہانتک کہ لڑائي موقوف ہو جاے -

یعنی اسلام کا اصلي مقصد یہ ہے کہ دنیا میں عالمگیر صلح و امن قائم ہو جاے - ساری دنیا ایک قوم' اور تمام نوع انساني ایک گھرانے کي طرح زندگي بسر کریں - لیکن جب تک جنگ کرنے والی ظالم و حریص قوتیں باقي ہیں ' یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا - پس پہلے مفسد و جابر قوتوں کا مقابلہ کرنا اور اُنکو فنا کردینا ضروری ہوا - مضبوط اور مستقل امن اُسي وقت قائم ہوگا ' جب پہلے امن کي خاطر اچھی طرح جنگ کرلی جاے :

حتی اذا اثخنتموهم (۴۷ : ۵)	یہانتک لڑو کہ جنگ آزما دشمن چور چور ہو جائیں -

قاتلوں کا جب تک خون نہ بہایا جائیگا ' مقتولوں کا خون بہنا بند نہ ہوگا :

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑی ہی عبرت ہے - حاطب بن ابی بلتعہ مہاجرین و بدر ییین میں سے تھے - انہوں نے صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے خط لکھا تھا - لیکن اسپر بھی اللہ کی جانب سے یہ عتاب نازل ہوا ' اور حضرة عمر قتل کردینے کیلیے اُتھے کہ یہ منافق ہے - غور کرنا چاهیے کہ جب بارجود علاقۂ قرابت ' مخالف و محارب فریق کے ساتھہ اتنا تعلق بھی گوارا نہیں کیا گیا ' تو پھر اُن مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ہونا چاهیے جو بارجود برتش گورنمنت کے محارب فریق ہونے کے ' ہر طرح کی محبت و موالات اور اعانت و نصرت کے تعلقات اُسکے ساتھہ رکھتے ہیں - اور جنکا ابتک یہ حال ہے کہ اُسکے درباروں کے دیے ہوے بے سود خطابوں تک کو اپنے دین و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں ؟ علی الخصوص اُن مدعیان علم و تقدس کا حال قابل تماشا ہے جنکو اُنکی بارگاہوں سے " شمس العلماء " کے خطابات ملے ہیں ' اور جو اپنے تئیں اسلام کی دینی ریاست کا اولین حقدار اور مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی کا سب سے زیادہ مستحق ظاہر کرتے ہیں - یا سبحان اللہ ! مسلمانوں پر اُنکی قومی بدبختی کا اس سے بڑھکر اور کون سا وقت آ سکتا ہے ؟ جن لوگوں کو اسلام اور اسکی کتاب قطعاً منافق قرار دے رہی ہو ' اور جو اللہ کے نزدیک اسکے بھی حقدار نہیں کہ مسلمانوں کی صف میں جگہ پائیں ' اُنکو مسلمانوں کی دینی ریاست و پیشوائی کا دعوی ہے ' وہ مسلمانوں کی بڑی بڑی درسگاہوں کے مالک ہیں جہاں صبح شام انہی کتابوں کا درس دیا جاتا ہے جن میں یہ تمام احکام درج ہیں ' اور پھر اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بہت سے مسلمان ہیں جو انکی پیشوائی کو جان و دل سے مان رہے ہیں ' اور اُنکے آگے عقیدت و ارادت کا سر جھکا کر اللہ اور اُسکے رسول سے گردن موڑ رہے ہیں !

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ' أیبتغون عندھم العزۃ ؟ فان العزۃ للہ جمیعا ! (۴ : ۱۳۸)	جو مسلمان ' مسلمانوں کو چھوڑ کر انکے مخالف غیر مسلموں کو اپنا دوست بنا رہے ہیں ' تو کیا وہ چاہتے ہیں کہ اُنکی بارگاہوں سے عزت حاصل کریں ؟ اگر عزت ہی کی طلب ہے تو یاد رکھیں کہ اصلی

اور سچی عزت دینے والے وہ نہیں ہیں - ہر طرح کی عزتیں اللہ ہی کیلیے ہیں ' اور ایک مسلمان کو ملسکتی ہیں تو اسی کی چوکھت سے -

هے - یہي اساس شرع هے - یہي ملاک اسلام هے - یہي ایمان و نفاق کي اصلی کسوٹی هے - یہی مومن کو منافق سے الگ کردینے کیلیے اصلی پہچان هے - نماز اسی سے هے - روزہ اسی هے - حج اسی سے هے - زکواۃ کا سب سے پہلا اور افضل مصرف یہی هے - سب اسکے لیے ملتوي هو جاسکتے هیں - اسکو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا - نماز دین کا ستون هے اور روزہ برائیوں سے بچنے کی ڈھال ' لیکن یہ دین کی بنیاد هے اور برائیوں کو معدوم کردینے والی تلوار - پس اسکی فضیلت کو نہ نماز پہنچ سکتی هے نہ روزہ - نہ اس سے بڑھکر کوئی دوسرا عمل هے جو اللہ کی نظروں میں محبوب هو اور کرنے والے کو اسکی دائمي محبوبیت سے سرفـــراز کردے - هزاروں نمازیں اور هزاروں روزے بهي اُس ایک قطرۂ خون کي فضیلت و تقدیس نہیں پا سکتے جو اس راہ میں بہایا گیا ' اور عمر بھر کي صدقات و خیرات بھی اُس ایک درهم کے اجر کا مقابلہ نہیں کرسکتیں جو اس راہ میں خرچ کیا گیا - حتیٰ کہ یہي عمل اسلام و ایمان کي اصلی پہچان قرار پایا - جس مسلمان کا دل اس کے ولولۂ و طلب سے خالي هوا ' وہ ایمان و اسلام کي روشني سے محروم هوگیا - نفاق کي ظلمت اُسپر چھا گئی - صحیح مسلم میں هے :

مـــن مـات ولـم یغـــزو لم یحـــدث نفسه به ' مات علی شعبـۃ مـــن النفاق - (عن ابي هریرہ)

جو مسلمان اس حالت میں دنیا سے گیا کہ نہ تو کبھي اللہ کي راہ میں لڑائي لڑی ' اور نہ اُسکے دل میں اس بات کي طلب رهي ' اُسکي موت ایسی حالت میں هوئی جو نفاق کي شاخوں میں سے ایک شاخ هے -

قرطبي نے اسکی شرح میں کہا " فیه دلیل علی وجوب العزم " اس حدیث سے ثابت هوا کہ جہاد کا عزم اور ارادہ هر مسلمان پر واجب هے - اسکے عزم اور طلب سے بهي اگر دل خالی هو گیا تو وہ مومن نہیں هے ' منافق هے - اگر هندوستان کے مسلمان چاهیں تو اس فرمان رسول کو سامنے رکھکر اپنے ایمان و نفاق کا فیصلہ کر لے سکتے هیں !

ترمذي میں هے - ایک مرتبہ صحابہ کي ایک جماعت میں اس بات کا چرچا هوا " ای الاعمال احب الي اللہ " ؟ ساري نیکیوں اور عبادتوں میں

اسکے بعد مسلمانوں کیلیئے بھي نہایت آسان ھو جائیگا کہ اپنا وقت بے سود شور و فغاں میں ضائع نہ کریں ' اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ' ان دونوں میں سے کوئي ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں -

فصل

(راہ عمــــل)

لیکن ھمارے لیے اصلي سوال اب یہ نہیں رہا ھے کہ گورنمنٹ کو کیا کرنا تھا ؟ صرف یہ ھے کہ ھمیں کیا کرنا چاھیے ؟ •

اس بارے میں راہ عمل مسلمانوں کیلیے ھمیشہ سے ایک ھي رھي ھے ' اور ھمیشہ کي طرح اب بھي ایک ھي ھے - میں نے ھمیشہ مسلمانوں کو اُسي کي طرف بلایا ھے' اور جب کبھي میري زبان بلانے کیلیے کھلیگي تو صرف اُسي کیلیے کھلیگي - یعني ھندوستان کے مسلمان اپني جماعتي زندگي کي اُس معصیت سے باز آجائیں جسمیں ایک عرصہ سے مبتلا ھیں ' اور جسکي وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے انپر بند ھوگئے ھیں -

" جماعتي زندگي کي معصیت " سے مقصود یہ ھے کہ ان میں ایک " جماعت " بنکر رہنے کا شرعي نظام مفقود ھوگیا ھے - وہ بالکل اُس گلے کي طرح ھیں جسکا انبوہ جنگل کي جھاڑیوں میں منتشر ھوکر گم ھوگیا ھو - وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے ھوکر اپني جماعتي قوت کي نمایش کرنا چاھتے ھیں - کمیٹیاں بناتے ھیں - کانفرنسیں منعقد کرتے ھیں - لیکن یہ تمام اجتماعي نمائشیں شریعت کی نظروں میں " بھیڑ" اور " انبوہ " کا حکم رکھتي ھیں - " جماعت " کا حکم نہیں رکھتیں - " بھیڑ " اور " جماعت " میں فرق ھے - پہلي چیز بازاروں میں نظر آ جاتي ھے جب کوئي تماشہ ھو رہا ھو - دوسری چیز جمعہ کے دن مسجدوں میں دیکھي جا سکتي ھے جب ھزاروں انسانوں کي منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ' ایک جہت ' ایک حالت ' اور ایک ھي کے پیچھے مجتمع ھوتي ھیں -

شریعت نے مسلمانوں کیلیے جہاں انفرادي زندگي کے اعمال مقرر کردیے ھیں ' وھاں اُنکے لیے ایک اجتماعي نظام بھي قرار دیدیا ھے - وہ

الـم تر الی الملاء من بني اسرائیل من بعد موسی ؟ اذ قالوا لنبي لهم " ابعث لنا ملکا نقـاتل فی سبیل الله " قال " هل عسیتم ان کتب علیکم القتال ان لا تقاتلـــوا " قالوا " وما لنا ان لا نقاتل في سبیل الله وقـد أخرجنـــا من دیارنا وابنائنا ؟ " فلما کتب علیهم القتال ' تولوا الا قلیلاً منهم ' والله علیـــم بالظـالمین - (۲ : ۲۴۲)

کیا بني اسرائیـــل کا حال نہیں دیکھتے کہ موسی کے بعد کیا ہوا ؟ پہلے تو خودھي اپنے عہد کے نبی سے درخواست کی " کسی کو ہم پر پادشاہ بنادو کہ اُسکے ماتحت الله کی راہ میں لڑیں " نبي نے کہا " اگرچہ تم ایسا کہتے ہو لیکن امید نہیں کہ وقت پر پورے اُترو - اگر تم کو لڑائی کا حکم دیا گیا تو بـزدلي دکھـلا کے نافرمانی کرجاؤگے " ان لوگوں نے جواب دیا " نہیں ایسا نہیں ہوسکتا - ہمکو کیا ہوگیا ہے کہ حق کي راہ میں ظالموں سے جنـگ نہ کریں ؟ حالانکہ انہوں نے ہم کو اور ہماري اولاد کو ہمارے شہروں سے نکال دیا ہے " لیکن دیکھو ' جب لڑائي کا حکم دیا گیا تو بجز چند حق پرستوں کے سب اپنے قول و قرار سے پھر گئے - وقت پر اُنکا دعوا سچا ثابت نہ ہوا -

سنن ابو داؤد میں ہے " اذا ضن الناس بالدینار والدرهم و تبایعوا بالعین واتبعوا اذناب بقر ' و ترکوا الجهـــاد في سبیل الله ' انزل الله بهم بلاء ' فلم یرفعه حتی یراجعوا " یعنی جب کوئي جماعت جہاد فی سبیل الله ترک کردیتي ہے تو اسپر بلائیں نازل ہوتي ہیں جو کبھي دور نہیں ہوسکتیں - الا یہ کہ وہ اس معصیت سے باز آئیں -

چونکہ شریعت و ملت کے قیام کي اصلي بنیاد یہي چیز تھي ' اسلیے ہر حیثیت اور ہر اعتبار سے اس پر زور دیا گیا ' اور سارے عملوں اور نیکیوں سے جو ایک مسلمان دنیا میں کرسکتا ہے ' اس عمل کا مرتبۂ و اجر افضل و اعلی ٹھہرایا - جس عمل میں جسقدر زیادہ ایثار و قربانی ہوگي ' اُتنا ھي زیادہ اُسکا اجر و ثواب بھي ہوگا - ظاہر ہے کہ اس عمل سے بڑھکر اور کس عمل میں مال و جان کا ایثار ہوسکتا ہے ؟

کوئي خاص وقت اور عہد اسکے لیے مخصوص نہیں - ہر حال اور ہر زمانے میں ایک مسلم و مومن زندگي کے ایمان و صداقت کي بنیاد یہي چیز اور اسي کا سچا عشق و ولولہ ہے - یہي سنام دین ہے - یہي عماد ملت

(گورنمنٹ کیلیے اصلي سوال)

گورنمنٹ صرف اپنے فوائد و اغراض کو سامنے رکھکر غور کرلے کہ هندوستان کے کروروں انسانوں کو جو دنیا اور زندگي کي ساري چیزوں سے زیادہ اپنے مذهب کو محبوب رکھتے هوں ' ایک ایسي اٹل اور لا علاج کشمکش میں ڈالدینا بہتر هوگا جسمیں ایک طرف انکے مذهبي احکام هوں' دوسري طرف برٹش گورنمنٹ ؟ اور دونوں باتیں اس طرح آپس میں لڑ جائیں کہ کسي طرح بھي جمع نہ هو سکیں ؟ اگر انسان کے هاتھہ اشارے کرکے طوفانوں اور بجلیوں کو بلاسکتے هیں ' تو یقیناً برٹش گورنمنٹ اِسوقت اُس آدمي کي طرح سمندر کے کنارے کھڑي هے جو اپنے هاتھوں کو هلا هلاکر طوفانوں کو دعوت دے رها هو -

فی الحقیقت یہ نہ تو کوئي اُلجھاؤ هے نہ کوئی مشکل مسئلہ - بالکل صاف اور سیدھي سي بات هے - بشرطیکہ حاکمانہ غرور اور طاقت کے نشہ میں چند لمحوں کیلیے عقل و انصاف کي گنجائش نکالي جاسکے - مسلمانوں کا مطالبہ شرعي احکام کا مطالبہ هے - اسلام کے احکام کوئي راز نہیں هیں جن تک گورنمنٹ کي رسائي ممکن نہو - چھپي هوئی کتابوں میں مرتب هیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز زیر درس و تدریس رهتے هیں - پس گورنمنٹ کو چاهیے کہ صرف اس بات کي جانچ کرلے کہ واقعي اسلام کے شرعي احکام یهي هیں یا نہیں ؟ اگر ثابت هو جاے کہ ایسا هي هے تو پھر صرف دو هي راهیں گورنمنٹ کے سامنے هوني چاهئیں - یا مسلمانوں کیلیے اُنکے مذهب کو چھوڑ دے' اور کوئي بات ایسي نہ کرے جس سے انکے مذهب میں مداخلت هو اور وہ اپنے مذهبي احکام کي بنا پر برٹش گورنمنٹ کے خلاف هو جانے پر مجبور هو جائیں - یا اعلان کردے کہ اسکو مسلمانوں کے مذهبي احکام کي کوئي پروا نہیں هے' نہ اس پالیسي پر قائم هے کہ انکے مذهب میں مداخلت نہو - اسکو صرف زیادہ سے زیادہ زمین چاهیے ' زیادہ سے زیادہ حکومت چاهیے' موصل کے تیل کے چشمے چاهئیں' عراق کي زرخیز زمین کي دولت چاهیے ' اور اسلامي خلافت کا خاتمہ ' تاکہ دنیا میں اسکا مشرقي حریف باقي نہ رهے - اگر ایسا کرنے کي وجہ سے مسلمانوں کے مذهبي احکام باطل هوتے هیں تو هوں - اگر انپر طرح طرح کے اشد فرائض عائد هو جاتے هیں تو هوا کریں - اُنکو هر حال میں برٹش گورنمنٹ کا وفادار غلام بنا رهنا چاهیے ' اگرچہ اسکي خاطر اپنے مذهب سے بھي دست بردار هو جانا پڑے -

کي ایک صبح یا شام تمام دنیا اور اُسکي نعمتوں سے بہتر ھے اور اُن ساري چیزوں سے افضل ھے جن پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ھے !

بخاري میں دو حدیثیں ھیں " ما من عبد یموت له عند الله خیر یسره أن یرجع الي الدنیا و أن له الدنیا و ما فیها ، الا الشهید - لما یری من فضل الشهـادة فانه یسره أن یرجع الي الدنیا فیقتل مرة أخری " اور روایت انس " ما احد یدخل الجنة یحب أن یرجع الي الدنیا و له ما علي الارض من شيء ، الا الشهید ، یتمني أن یرجع الي الدنیا فیقتل عشر مرات لما یري من الکرامة " حاصل دونوں کا یه ھے که مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں آنے کي کسي کو آرزو نہیں ھوسکتي مگر اُس کو جو الله کي راہ میں شهید ھوا - جب وہ شهادت کا اجر و ثواب دیکھتا ھے تو تمنا کرتا ھے - کاش پھر دنیا میں جاسکوں اور دس مرتبه اِسي طرح الله کي راہ میں مارا جاؤں - اور ھر مرتبه شهادت کي عزت و کرامت حاصل کروں !

حد ھوگئي که جن لوگوں نے جنگ بدر میں جاں نثاریاں کي تھیں ، اگر کبھي انسے کوئي لغزش ھوئي اور معصیت میں مبتلا ھوگئے ، تو آپ نے سزا دینے سے انکار کردیا اور فرمایا " لعل الله اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم " یه وہ جاں نثار حق ھیں جنھوں نے جنگ بدر میں شرکت کي ھے - عجب نہیں که اس ایک عمل کے صله میں الله نے انکی ساري پچھلی اور آئندہ خطائیں بخشدي ھوں اور کہدیا ھو که جو جي میں آے کرو !

طبراني نے عمـــران بن حصین سے روایت کي ھے که جب شام کے رومیوں کي طیاریوں کي خبر پہنچي تو مدینه میں مسلمانوں کي حالت نہایت نازک اور کمزور تھي - کسي طرح کا سازوسامان میسر نه تھا - حضرة عثمـــان نے یه حال دیکھا تو اپنا پورا تجارتي قافله آنحضرة کیخدمت میں پیش کردیا جو شام جانے کیلیے طیار ھوا تھا - اسمیں دو سو اونٹ مال و اسبـــاب سے لدے ھوے تھے ، اور دو سو اوقیه سونا تھا - آنحضرة نے فرمایا " لا یضر عثمان ما عمل بعدها " آج کے دن کے بعد سے عثمان خواہ کچھه ھي کرے لیکن کوئي عمل اسکو نقصـــان نہیں پہنچا سکتا - (اخرجه الترمذي و الحاکم ایضاً من حدیث عبد الرحمن بن حباب نحوہ)

سبحان الله اس عمل عظیـــم کي برکت و بخشش ! اس حدیث سے معلوم ھوا که عمل دفاع کیلیے اپنا مال و متاع قربان کرنا خدا و رسول کي

یہ وقت بفصل کاٹنے کا تھا ' نہ کہ دانہ ڈالنے کا - لیکن مسلمانوں نے اپنے جد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گم گشتگی و بے حاصلی میں ضائع کردی - حتی کہ سچ مچ وہ وقت آگیا جسکی تباهیوں کا تخیل پیدا کرکے کبھی ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے : فقد جاء اشراطها - فاني لهم اذجا ئتهم ذکراهم ؟ (۴۷ : ۲۱) اب بھی اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور غم ہونا چاهیے تو اسی کا - سچے کام کے کرنے میں کتنی هی دیر هوجاے ' مگر جب کبھی کیا جاے ' سچائی ہے - اسکے لیے نہ تو کوئی وقت نا موافق ہے نہ کوئی جگہ مخالف - اسکے کرنے میں جسقدر دیر کی جائیگی ' معصیت اور هلاکی ہے - لیکن جب کبھی بھی کردیا جاے ' سچائی اور نیکی ہے ' اور اسکا ثمرہ زندگی اور کامرانی - تمہاری سب سے بڑی گمراهی یہ ہے کہ خاص خاص وقتوں میں خاص خاص کاموں کا نام سن پاتے هو' اور پھر چیخنے چلانے لگتے هو' اور جسطرح اونگھتا هوا آدمی ایک مرتبہ چونک اٹھتا ہے ' یکایک اعتقاد اور عمل ' دونوں تمہیں یاد آ جاتے هیں - حالانکہ نہ تو خاص خاص وقتوں هی میں تمہاری مصیبت وجود میں آتی ہے - نہ کامیابی کی راہ کسی خاص کام کے پڑجانے پر موقوف ہے - تمہاری مصیبت دائمی ' تمہارا ماتم همیشگی کا ' تمہارا روگ تمہاری هڈیوں کے اندر سمایا هوا اور چوبیس گھنٹے تمہارے ساتھہ ہے - اور ٹھیک اسی کیطرح تمہاری کامیابی و خوشحالی بھی هر وقت تمہارے سایے کے ساتھہ ساتھہ دوڑ رهی ہے - تم وقت پر سامنے آ جانے والی چیزوں کی فکر نہ کرو ' بلکہ اپنا همیشہ کا معاملہ ایک مرتبہ درست کرلو - جبتک دل و جگر کا علاج نہوگا ' روز نئے نئے روگ لگتے رهینگے - خلافت کا مسئلہ کل سے سامنے آیا ہے' مگر تمہاری بربادی کا مسئلہ کل هی سے نہیں شروع هوا - پس نادانو ! تمہارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص تحریک نہیں ہے - همیشہ سے اور همیشہ کیلیے صرف یہی ہے کہ " هندوستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاهیے' اور قوم و فرد ' دونوں اعتباروں سے ٹھیک ٹھیک اسلامی زندگی اختیار کرلینی چاهیے " اس ایک کام کے انجام دینے پر سارے کام خود بخود انجام پا جائینگے - صرف نظر بندوں کے استقبال میں گرد و خاک نہ اڑاتے رهو - غفلت کے بندو ! اپنے ایمان کے سراغ میں نکلو کہ اس نے کیوں تم کو همیشہ کیلیے چھوڑ دیا ہے ؟

سب سے زیادہ کونسا عمل اللہ کے نزدیک محبوب و مقبول ہے ؟ اسپر سورۂ صف نازل ہوئی (۱)

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص ! — اللہ تعالی تو اُن لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو آسکي راہ میں صف باندھکر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے ہیں، گویا ایک دیوار ہے جو تلواروں کے سامنے کھڑی کردي گئی ہے، اور دیوار بھي کیسی ؟ ایسي جسکي ہر اینٹ دوسري اینٹ سے سیسہ ڈالکر جوڑ دي گئي ہو !

پھر اسي سورۃ میں آگے چلکر فرمایا - یہي وہ عمل ہے جسکے کرنے کے بعد تمام گناہ بخشدیے جاتے ہیں - کوئي خطا، کوئي معصیت، کوئي برائي باقي نہیں رہتي - ابدي نجات کا دروازہ ہمیشہ کیلیے کھل جاتا ہے :

یا ایہا الذین آمنوا ! ہل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ؟ تؤمنون با للہ و رسولہ، و تجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم، ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - یغفر لکم ذنوبکم، و یدخلکم جنات تجری من تحتہا الانہار، و مساکن طیبۃ في جنات عدن - ذلک الفوز العظیم !

بخاري و مسلم میں حضرۃ ابو ہریرہ سے مروی ہے - آنحضرۃ سے سوال کیا گیا - " ای العمل افضل" ؟ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ؟ فرمایا " ایمان با للہ و رسولہ " اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا - پوچھا " ثم ما ذا " ؟ اس کے بعد ؟ - فرمایا " الجہاد فی سبیل اللہ " - اللہ کي راہ میں جہاد !

بخاري میں ابوسعید خدري سے ہے " قیل اي الناس افضل ؟ فقال مومن یجاہد في سبیل اللہ بنفسہ و مالہ " آپ سے پوچھا گیا - سب سے زیادہ افضل آدمي کون ہے ؟ فرمایا وہ مومن جو اللہ کي راہ میں اپني جان و مال سے جہاد کرتا ہے -

اور فرمایا " لغدوۃ في سبیل اللہ أو روحۃ خیر من الدنیا و ما فیہا " اور " خیر مما تطلع علیہ الشمش و تغرب " (بخاري) جہاد في سبیل اللہ

---

(۱) و اخرجہ ایضا امام احمد عن عبد اللہ بن سلام، و ابن ابي حاتم و ابن حبان، و الحاکم و قال صحیح علی شرط الصحیحین، و البیہقی في شعب الایمان والسنن، والطبري في التفسیر-

کہتی ہے کہ زندگی اجتماع کا نام ہے - افراد و اشخاص کوئی شے نہیں - جب کوئی قوم اس نظام کو ترک کردیتی ہے تو گو اسکے افراد فرداً فرداً کتنے ہی شخصی اعمال و طاعات میں سرگرم ہوں، لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں کچھہ سود مند نہیں ہوسکتیں، اور قوم جماعتی معصیت میں مبتلا ہوجاتی ہے - قران و سنۃ نے بتلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو یکایک برباد نہیں کردیتے - اشخاص کی معصیت کا زہر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے - لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم (یعنی نظام جماعتی کا نہونا) ایسا تخم ہلاکت ہے جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری قوم تباہ ہوجاتی ہے -

شخصی اعمال کی اصلاح و درستگی بھی نظام اجتماعی کے قیام پر موقوف ہے - مسلمانان ہند جماعتی زندگی کی معصیت میں مبتلا ہیں - اور جب جماعتی معصیت سب پر چھا گئی ہے تو افراد کی اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے ؟

کتاب و سنۃ نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے ہیں :

تمام لوگ کسی ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع ہوجائیں -

وہ جو کچھہ تعلیم دے، ایمان و صداقت کے ساتھہ قبول کریں -

قرآن و سنت کے ماتحت اسکے جو کچھہ احکام ہوں، اُنکی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں -

سب کی زبانیں گونگی ہوں - صرف اسی کی زبان گویا ہو - سب کے دماغ بیکار ہوجائیں - صرف اسی کا دماغ کار فرما ہو - لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ - صرف دل ہو جو قبول کرے، صرف ہاتھہ پاؤں ہوں جو عمل کریں !

اگر ایسا نہیں ہے، تو ایک بھیڑ ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے، مگر نہ تو " جماعت " ہے نہ " امت " - نہ " قوم " نہ " اجتماع " - اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں - کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں - قطرے ہیں مگر دریا نہیں - کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کردی جاسکتی ہیں، مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرلے سکتی ہے -

بخاري و مسلم میں ھے - تین مرتبہ آپ سے پوچھا گیا - " ما یعدل الجهاد في سبيل الله ؟" کونسا کام ھے جو جہاد کے برابر درجۂ و فضیلت رکھتا ھو ؟ تینوں مرتبہ فرمایا " لا تستطیعونه " تم اسکي طاقت نہیں رکھتے - یعني کوئی عمل ایسا نہیں ھے جو جہاد کے برابر درجہ رکھتا ھو اور تم کرسکو - پھر فرمایا " مثل المجاهد کمثل الصائم القائم القانت بآيات الله لا يفتر عن صلاته و لا صيامه حتى يرجع "

اور فرمایا " من اغبرت قدماه في سبيل الله ساعة من نهار ' فهما حرام على النار " (رواه احمد) جس کے پاؤں الله کي راہ میں ایک گھنٹہ کیلیے بھي گرد آلود ھوے ' دوزخ کي آگ اُن قدموں پر حرام ھے -

امام بخاري نے اسي حدیث کو یوں روایت کیا ھے " ما اغبرت (و في رواية المستملي " اغبرتا " با التثنيه) قدما عبد في سبيل الله فتمسه النار " ایسا نہیں ھو سکتا کہ جس بندے کے پانوں جہاد کي راہ میں غبار آلود ھوے ھوں ' اُن کو جہنم کي آگ بھي چھو سکے - حافظ عسقلاني اس کي شرح میں لکھتے ھیں - اس حدیث سے جہاد في سبيل الله کي عظمت و فضیلت کا اندازہ کیا جا سکتا ھے - جب صرف غبار راہ سے قدموں کا آلودہ ھونا اتنا بڑا اجر رکھتا ھے کہ جہنم کي آگ اُن پر حرام ھوجاتي ھے ' تو جو خوش نصیب جہاد و دفاع میں کمال سعي و تدبیر کرے اور اپني جان اور مال کو اس کے لیے وقف کردے ' اس کے اجر و ثواب کا کیا حال ھوگا ؟ اور کون ھے جو اس کا اندازہ لگا سکتا ھے ؟ و الله يضاعف لمن يشاء -

اور فرمایا " ما من ميت يموت الا ختم عمله ' الا من مات مرابطا في سبيل الله ' فانه ينمو له عمله الى يوم القيامة و امن من فتنة القبر " (رواه اصحاب السنن) کوئي ایسي موت نہیں جسکے ساتھہ اعمال کا سلسلہ بھي ختم نہ ھو جاتا ھو ' الا وہ شخص کہ جہاد کي راہ میں دشمن کے حملے کا انتظار کرتا ھوا دنیا سے گیا - سو اُسکا عمل ایسا ھے جو مرنے کے بعد بھي قیامت تک بڑھتا رھیگا -

یعني عمل جہاد بھي حسنات جاریہ میں سے ھے - حسنات جاریہ بموجب نص حدیث مسلم تین ھیں - اولاد صالح ' علم نافع ' اوقاف و تعمیرات خیریہ - مثلاً مساجد و مدارس وغیرہ جو بعد کو باقي رھیں - اس حدیث اور اسکی ھم معنی احادیث سے معلوم ھوا کہ جہاد کا ھر کام بھي اسي قسم میں داخل

نہیں ہیں ' تو اس سے زیادہ کوئی خطرناک اور مہلک چیز بھی نہیں ہوسکتی - کاش وہ نہ ہوتی - وہ ٹرین کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہے ' مگر انجنوں کو ٹکرا کر ہزاروں انسانوں کو ہلاک بھی کردیتی ہے !

" جذبات " اسی وقت کام دیسکتے ہیں ' جب انکو مرتب کرنے اور انپر حکم و قضاء کیلیے " ادراک " اور " دماغ " بھی موجود ہو - و ذلک من عمل النبوۃ ' و لکن لا یعقلها الا العالمون -

بہر حال اسوقت ' اور ہمیشہ سے ' اور ہمیشہ کیلیے ' " راہ عمل " یہی ہے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کی جماعتی زندگی اختیار کرلیں - اسی پر مسئلۂ خلافت اسلامی کے بھی تمام مہمات و اعمال موقوف ہیں -

(آل انڈیا خلافت کمیٹی اور فراہمی زر اعانۃ)

تمام مسلمانوں کو اُن ہمدردان ملت کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے آل انڈیا خلافت کمیٹی کی بنیاد ڈالی اور تمام ملک میں اسکی شاخوں کے قیام کا سر و سامان کیا - اس کمیٹی کا قیام وقت کا صحیح اور مفید کام ہے بشرطیکہ پوری مستعدی کے ساتھہ ایک کثیر و طاقتور فنڈ کی فراہمی میں مسلمان اسکا ساتھہ دیں - ہر حال میں پہلی اور ناگزیر منزل مال کی پیش آتی ہے - روپیہ کی ایک بڑی مقدار بجاے خود کام اور طاقت ہے -

خلافت کمیٹی کو تبلیغ و اشاعت کا وسیلہ اور فنڈ کی فراہمی کا نظام سمجھنا چاہیے ' اور اسکا کام پوری مستعدی اور سرگرمی سے جاری رہنا چاہیے - ہندوستان کا کوئی گوشہ ' کوئی آبادی ' کوئی گاؤں ' خلافت کمیٹی سے خالی نہ رہے - نہ کوئی مسلمان ایسا باقی رہے جو ہندوستان میں بستا ہو اور خلافت فنڈ کیلیے اس سے چندہ نہ مانگا گیا ہو -

تم نے غور سے سنا یا نہیں ؟ میں نے کیا کہا ؟ میں نے کہا " چندہ نہ مانگا گیا ہو " - یہ نہیں کہا کہ " چندہ دیا ہو " - یعنی اگر تم ہزار طرح کی فکروں اور نئی نئی تجویزوں اور سوالوں سے بالکل خالی الذہن ہوکر مہینے دو مہینے کے اندر صرف یہی دو کام انجام دیدو - ایک زمین کا - دوسرا انسانوں کا - زمین کا یہ کہ کوئی گوشہ خلافۃ کمیٹی کے وجود سے خالی نہ رہے - انسانوں کا یہ کہ کسی مسلمان فرد کے کان طلب اعانت کے سوال سے نا آشنا نہ رہجائیں ' تو یاد رکھو کہ بجاے خود یہ ایک بڑا سے بڑا کام ہوگا جو تم ہندوستان میں انجام دیسکتے ہو

نظروں میں ایسا محبوب و محترم کام ہے ' جسکے بعد کوئی برائی بھی صاحب عمل کو نقصان نہیں پہنچا سکتی - کسی عمل کسی طاعت ' کسی عبادت کو بھی یہ فضیلت نصیب نہ ہوئی !

ترمذی میں ہے " من رابط لیلة فی سبیل اللہ ' کانت لہ کالف لیلة صیامہا و قیامہا " جس مسلمان نے ایک رات بھی جہاد کرتے ہوے دشمن کے انتظار میں کاٹی ' اسکے لیے ایسا اجر ہے ' گویا ہزار دنوں کا روزہ اور ہزار راتوں کی عبادت !

اور فرمایا " مقام احدکم فی سبیل اللہ خیر من عبادة احد کم فی اهله ستین سنة " (ترمذی) ساتھہ برس تک اپنے گھر میں عبادت کرنے سے بھی یہ افضل ہے کہ جہاد کے میدان میں کھڑے نظر آؤ -

اور فرمایا " حرس لیلة فی سبیل اللہ ' افضل لہ من الف لیلة ' یقام لیلها و یصام نہارها " (رواہ احمد) جہاد کی ایک رات اس سے افضل ہے کہ ہزار راتیں عبادت میں اور ہزار دن روزہ میں بسر کیے جائیں !

اور فرمایا " حرمت النار علی عین دمعت من خشیة اللہ ' و حرمت النار علی عین سہرت فی سبیل اللہ " (ایضاً) جو آنکھہ اللہ کے خوف سے اشکبار ہوئی ' یا جہاد میں کام کرتے ہوے جاگی ' اسپر دوزخ کی آگ حرام ہے !

ایک شخص نے پوچھا - یا رسول اللہ ! کوئی ایسا عمل بتلادیجیے کہ مجاهدین کا ثواب حاصل ہو - فرمایا " هل تستطیع ان تصلی فلا تفتر ' و تصوم فلا تفطر ؟ " اسکی طاقت رکھتے ہو کہ برابر نماز پڑھتے رہو اور قضا نہو ' برابر روزہ رکھتے رہو ' اور کبھی بیچ میں افطار نہ کرو ؟ عرض کیا " انا اضعف من ان استطیع ذلک " یہ تو میری طاقت سے باہر ہے - فرمایا " فو الذی نفسی بیدہ ! لو طوقت ذلک ' ما بلغت فضل المجاهدین فی سبیل اللہ - اما علمت ان فرس المجاهد لیستن فی طولہ فیکتب لہ بذلک الحسنات ؟ " خدا کی قسم ! اگر تم ایسا کرنے کی طاقت بھی رکھتے اور کر دکھاتے ' جب بھی اُن لوگوں کی فضیلت کہاں پاسکتے تھے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ مجاهد کا گھوڑا لگام میں اُچھلتا ہے تو اسکے لیے بھی اسکے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہوتی رہتی ہیں ؟ (رواہ احمد ' و ایضاً رواہ البخاری باختلاف یسیر)

درازي شب و بيداري من اين همه هست
ز بخت من خبر آريد تا كجا خفتست

اسي مسئلهٔ خلافت كو ديكهو ! شرعي اور سياسي ' دونوں پہلوؤں سے كسقدر اهم اور نازك معامله هے ؟ اگر آج مسلمانوں ميں آنكے ائمهٔ و مشاهير موجود هوتے ' تو اُنميں سے بهي هر شخص زبان نه كهولتا ' كسي ايك صاحب نظر و عمل كے احكام پر سب كار بند هو جاتے - ليكن اسكے مقابله ميں آج تمهارا كيا حال هو رها هے ؟ كميٹيوں اور تجويزوں كي عادت برسوں سے پڑي هوئي هے - اُسي قينچي سے اس پہاڑ كو بهي كترنا چاهتے هو - هر زبان تجويزيں پيش كر رهي هے - هر قلم امام و مجتهد كي طرح احكام نافذ كر رها هے - كوئي كچهه كهتا هے - كوئي كچهه كهتا هے - كوئي دهنے بلاتا هے - كوئي بائيں - كيا اس طوائف الملوكي اور ذهني انار كي كے ساتهه جو عالم فكر و نظر كا ايك پورا پورا غدر هے ' يه مهم سر هوسكتي هے ؟

شرعي پہلو سے مسئله كا يه حال ' كه ايك صاحب نظر و اجتهاد دماغ كي ضرورت هے جسكا قلب كتاب و سنة كے معارف و غوامض سے معمور هو - وه اصول شرعيه كو مسلمانان هند كي موجوده حالت پر ' انكے توطن هند كي حديث العهد نوعيت پر ' ايك ايك لمحه كے اندر متغير هو جانے والے حوادث جنگ و صلح پر ' ٹهيك ٹهيك منطبق كرے ' اور پهر تمام مصالح و مقاصد شرعيهٔ و مليه كے تحفظ و توازن كے بعد فتوي شرع صادر كرتا رهے - نه هر عالم اسكا اهل هے - نه هر مدرسه نشين اس كا اسرار شناس -

سياسي پہلو سے ديكها جاے تو جو كام فوجوں اور حكومتوں كي طاقت سے انجام پاسكتا هے ' اسكو تم صرف اپني جماعتي قوت كے استعمال سے حاصل كرنا چاهتے هو - پهر كسقدر نامرادي هے كه وه قوت بهي ناپيد ؟

بلاشبه لوگوں ميں احساس اور طلب كي كمي نہيں - نه جوش و سرگرمي كي كمي هے ' اور يه بڑي هي قيمتي چيز هے - ليكن اگر صحيح راه عمل اختيار نه كي گئي تو يهي بات سب سے زياده مضر بهي هوجاسكتي هے - جذبات كي مثال استيم كي سي هے - بغير استيم كے كچهه نہيں هوسكتا ' ليكن وه بهي بغير مشين اور سائق (ڈرايور) كے كچهه نہيں كرسكتي - مشين اسكي طاقت كو ترتيب ديتي ، اور ڈرايور اس سے كام ليتا هے - اگر يه دونوں باتيں

خدمت انجام دیں، تو اگرچہ وہ مجاہدین کا اجر و ثواب نہیں پا سکتے، لیکن اُن کے لیے بھي اجر ہے، اور ساري عبادتوں اور طاعتوں سے بڑھکر اجر ہے -

ابن ماجہ میں ہے "من ارسل بنفقة فی سبیل اللہ و اقام فی بیتہ، فلہ بکل درھم سبع مائة درھم، و من غزا بنفسہ فی سبیل اللہ و أنفق فی وجہہ ذلک، فلہ بکل درھم سبع مائة الف درھم - ثم تلا ھذہ الایہ - و اللہ یضاعف لمن یشاء" یعنی جو مسلمان ایسے وقتوں میں گھر سے نہ نکلا، صرف اپنے روپیہ سے جہاد میں مدد دي، تو اسکو ھر ایک روپیہ کے بدلے سات سو روپیوں کا اجر ملیگا - یعنے اس انفاق میں سات سو درجہ زیادہ اجر ہے - اور جس نے روپیہ بھی لگایا اور خود بھی شریک کار ھوا، تو اسکے لیے سات ھزار درجہ زیادہ اجر ہے - پھر آپنے یہ آیت پڑھی "اللہ جس کسی کا اجر و ثواب چاھتا ہے دوگنا کردیتا ہے"

اور امام بخاري نے باب باندھا ہے "فضل من جہز غازیا" اسمیں زید بن خالد کي حدیث لاے ھیں "من جہز غازیا في سبیل اللہ فقد غزا و من خلف غازیا في سبیل اللہ بخیر فقد غزا" یعني جس شخص نے مجاھد و غازي کے سامان کا انتظام کردیا تو گویا اُس نے خود جہاد کیا - اور جس نے اُسکے پیچھے اُسکے کاموں کي دیکھہ بھال کي تو اسکے لیے بھي ایسا ھي اجر ہے !

اسلام نے حقوق العباد پر جسقدر زور دیا ہے، معلوم ہے - علی الخصوص والدین اور اقرباء کے حقوق کہ ساري نیکیوں اور ھر طرح کی عبادتوں سے مقدم ٹھہرائے گئے - لیکن صرف یہی وہ عمل عظیم ہے جسکے لیے یہ حقوق بھی روک نہیں ھوسکتے - امت اور شریعت کی حفاظت ھی پر تمام افراد کی حفاظت موقوف ہے - پس اگر امت دشمنوں کے نرغہ میں ہے، تو نیکی کا سب سے بڑا کام جو زمین پر ھوسکتا ہے مسلمانوں کے سامنے آگیا - اب اس بڑے کام کے لیے سارے چھوٹے کام چھوڑ دینے چاھئیں - ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوي، بچے، رشتے ناتے، اپنی اپني جگہہ سب حق ھیں - سب کا حق ادا کرنا چاھیے - لیکن خدا اور اسکي سچائی کا حق سب سے بڑا حق ہے - اُسکے رشتہ کے سامنے سارے رشتے ھیچ ھیں - پس اگر اُسکے کام کا وقت آگیا تو سب کو اُسکی خاطر چھوڑ دینا پڑیگا :

(اتبعون ٬ اهدکم سبیل الرشاد)

عزیزان ملت ! اس طول طویل صحبت میں جسقدر باتیں میں نے تم سے کہي هیں ٬ اُن میں کوئي بات بهي ایسي نہیں هے جو میري زبان پر نئي هو - بلکه یه تمام وهي باتیں هیں جو پچھلے دس سالوں سے برابر کہتا رها هوں ٬ اور اگر الهـلال والبـلاغ کي پیهم صدائیں تمهارے حافظه میں فراموش نہیں هوگئي هیں ٬ تو تم اسکي تصدیق کرسکتے هو - تمهارے رهبروں اور پیشواؤں کي رائیں اور صدائیں کتني هی مضطرب و متزلزل رهي هوں ٬ لیکن میـري طرف دیکھـو ! میں ایک انسـان تم میں مـوجود هوں جو دس سال سے صرف ایک هي صداے دعوۃ بلند کررها ٬ اور صرف ایک هي بات کي جانب تڑپ تڑپ کر بلا رها اور لوٹ لوٹ کر پکار رها هے - و لکن لا تحبون الناصحین (۷ : ۲۸) مگر افسوس که تم حقیقي اور سچي بات کہنے والوں کو پسند نہیں کرتے - تم نمائش کے پجاري ٬ شور و هنگامه کے بندے ٬ اور وقتي جذبات و انفجار هیجان کي مخلوق هو - تم میں نه امتیاز هے نه نظر - نه تم جانتے هو نه پہچانتے هو - تم جسقدر تیز دوڑ کر آتے هو ٬ اُتني هي تیزي کے ساتهه فرار بهي کر جاتے هو - تمهاري اطاعت جسقدر سہل هے اور تمهاري ارادت جتني سستي ٬ اُتنا هي تمهاري انحراف آسان هے ٬ اور اُسي نسبت سے تمهاري مخالفت بهی ارزان هے - پس نه تو تمهاري تحسین کي کوئي قیمت ٬ نه تمهاری توهین کا کوئی وزن - نه تمهارے پاس دماغ هے نه دل - وساوس هیں جنکو تم افکار سمجھتے هو - خطرات هیں جنکو تم عزائم کہتے هو - خدارا بتلاؤ ! میں تمهارے ساتهه کیا کروں ؟ کیا یه سچ نہیں هے که آج جن باتوں کیلیے تم رو رهے هو ٬ یه وهي باتیں هیں جو ایک زمانے میں میري زبان سے فریاد کا اضطراب اور طلب کي چیخ بنکر نکلتي تهیں ٬ مگر تمهارے سینے کے اندر پتهر کا ایک ٹکڑہ هے ٬ اس سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آ جاتي تهیں ٬ اور تم یکقلم انکار و اعراض میں غرق تهے ؟

تم نے همیشه اعراض کیا - تم نے اعـراض هي نہیں کیـا ٬ بلکه جعلوا اصابعهم في آذانهم ٬ و استغشوا ثیابهم ٬ و اصروا ٬ و استکبروا استکبارا [۷۱ : ۷] کي ساري سنتیں غفلت و انکارکي تازہ کردیں - میں نے تم میں سے هر گروہ کو ٹٹولا - میں نے دلوں اور روحوں کا ایک ایک گوشه

ہے - علت اسکي بالکل واضح ہے - عمل جہاد کي بنیاد هي یه ہے که اپنے بعد کے زمانے اور آنے والي نسلوں کی حفاظت و سعادت کیلیے اپنا وجود قربان کردیا جاے - پس کوئي عمل نہیں جو اس سے زیادہ سچی اور بے لاگ انسانی خدمت اور نوع پرستی کے جذبات رکھتا هو - اور اسي لیے ضروري هوا که اسکا اجر بھی وقتی نہو ' دائمی هو - عمل کا اجر تو عمل کے نتائج پر موقوف ہے - جب نتائج بعد کے زمانوں اور نسلوں کو ملینگے ' تو صاحب عمل کا اجر بھي فوراً کیوں منقطع هوجاے ؟

اس حدیث میں " مرابطاً في سبیل الله " کا لفظ آیا ہے - اور دوسري حدیثوں میں بھي جا بجا " رباط " کا لفظ وارد ہے - " رباط " سے مقصود یه ہے که کسي مقام میں ٹھہرکر دشمن کے حمله کا انتظار کرنا - تاکه جب دشمن آجاے تو الله کي راہ میں مقابله کیا جاے - نہایه میں ہے " هو الاقامة في مکان یتوقع هجوم العدو فیه لقصد دفعه لله " پس " مرابطا في سبیل الله " کا مطلب یه هوا که اگر لڑکر شہید هونے کا موقعه نہیں ملا ' اور حمله کے انتظار هي میں موت آ گئي ' جب بھي اسکا اجر مرنے کے بعد برابر بڑھتا رهیگا - اور وہ هزار دنوں کے روزۂ و نماز سے بھي افضل ہے ! اسي بنا پر امام بخاري و امام نواوي وغیرهما نے فضل الرباط في سبیل الله کا باب باندھا ہے -

قرآن بھي هر جگه اور بار بار یهي کہتا ہے :

الذین آمنوا و هاجروا و جاهدوا في سبیل الله باموالهم و انفسهم ' اعظم درجة عند الله و اولائک هم الفائزون - یبشرهم ربهم برحمة منه و رضوان و جنات لهم فیها نعیم مقیم - خالدین فیها ابدا - ان الله عنده اجر عظیم ! (۹ : ۲۳)

جو لوگ ایمان لاے ' حق کي راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا ' اپني جان و مال سے جہاد کیا ' سو الله کے نزدیک سب سے زیادہ اور اونچا درجه اُنهي کا ہے - یهی لوگ هیں که دنیا اور آخرة میں کامیاب هونگے - الله کي طرف سے انکے لیے بشارت ہے - اسکي رحمت ' اُسکي محبت ' بہشتي زندگي کي نعمتیں ' اور اُنکي دائمي اور همیشگي ' سب کچھه اُنهی کیلیے ہے -

جو لوگ خود اپني ذات سے جہاد و دفاع میں حصه نه لے سکیں مگر مجاهدین کو اپنے مال و متاع سے مدد پہنچائیں ' یا اور کسي طرح کي

جو لوگ ایثار و قربانی کی بڑی بڑی مہموں کا دعوا کیا کرتے هیں ' انکو سب سے پہلے مالی قربانی کی ابتدائی اور سہل ترین منزل سے گزر جانا چاهیے - اگر وہ روپیہ بھی نہیں دیسکتے اور اسکی فراهمی کی زحمت بھی انسے جھیلی نہیں جا سکتی' تو پھر خواہ کتنے هی بڑی بڑی اور پرجوش آمادگیوں کا اظہار کریں ' نہ عقل انکی تصدیق کریگی ' نہ شرع قبول کریگی -

لیکن خلافت کمیٹی کا کام مسلمانوں کو نظام جماعتی و شرعی کے قیام سے مستغنی نہیں کر دیسکتا - خلافت کمیٹی روپیہ جمع کریگی - ایجی ٹیشن جاری رکھیگی - تبلیغ و اشاعت کریگی - لیکن نہ تو وہ قوم کو سنبھال سکتی ھے ' نہ کمیٹیوں سے " جماعت " پیدا هوسکتی ھے ' نہ شرعی نظام کی قائم مقامی هو سکتی ھے - وہ خود احکام شرعیہ کے علم کیلیے ' اپنے قیام و تکمیل کیلیے ' دفع تفرقۂ و انتشار کیلیے ' اور روح اجتماع و قوام کے نفوذ کیلیے ایک بالا تر قوت حاکمۂ و نافذہ کی محتاج ھے - اور اگر وہ نہیں ھے تو پھر اسکی هستی بھی قائم نہیں رهسکتی -

نظام شرعی یہ نہیں ھے کہ هر شخص فرداً فرداً سونچتا رھے کہ مسئلۂ خلافت کیلیے کیا کرنا چاهیے ؟ اور اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں کہ عملی راہ کیا هونی چاهیے ؟ اور نہ هر شخص یا چند آدمیوں کی گڑھی هوئی کمیٹی کو یہ حق ھے کہ لوگوں کو کسی راہ کی طرف دعوت دینا شروع کردے - یہ کام صرف ایک صاحب نظر و اجتہاد کا ھے جسکو قوم نے بالاتفاق تسلیم کر لیا هو - وہ وقت اور حالت پر اصول شریعت کو منطبق کریگا - ایک ایک جزئیۂ حوادث و واقعات پر پوری کار دانی و نکتہ شناسی کے ساتھہ نظر ڈالیگا ' امت و شرع کے اصولی مصالح و فوائد اسکے سامنے هونگے - کسی ایک گوشے هی میں ایسا مستغرق نہ هو جائیگا کہ باقی تمام گوشوں سے بے پروا هو جاے :

حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء !

سب سے بڑھکر یہ کہ اعمال مہمۂ امت کی راہ میں منہاج نبوت پر اسکا قدم استوار هوگا ' اور ان ساری باتوں کے علم و بصیرۃ کے بعد هر وقت ' هر تغیر' هر حالت کے لیے احکام شرعیہ کا استنباط کریگا -

فصل

(عہد نبوت کا ایک واقعہ)

یہ قرآن و سنت کے احکام ھیں - اب دیکھیں ، صاحب شریعت کا اس بارے میں میں طرز عمل کیا رھا ھے ؟

ھجرۃ کے نوویں سال آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ رومیوں کی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھی ھو رھی ھے - یہ سنکر آپنے بھی طیاری کا حکم دیدیا ، اور تیس ھزار مجاھدین کے ساتھہ مدینہ سے کوچ کردیا - چونکہ یہ فوج بڑی ھی تنگدستی اور بے سر و سامانی کے حال میں نکلی تھی - اٹھارہ آدمیوں کے حصے میں صرف ایک سواری آئی تھی - جنگل کے پتے کھا کر لوگوں نے گزارہ کیا تھا ، اس لیے اس فوج کا نام " جیش العسرۃ " مشہور ھوا - الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ (۹۹ : ۱۱۹)

آج تم خدا اور اُس کے ایمان کی جگہ لوھے اور گندھک کے سامان و اسلحہ کی پرستش کر رھے ھو - لیکن ایک وقت وہ بھی تھا ، جب بے سر و سامان مسلمانوں کی یہ بھیڑ نکلی تھی ، تا کہ کرۂ ارضی کی سب سے بڑی متمدن قوم یعنی رومیوں سے مقابلہ کرے !

حضرۃ ابوبکر (رض) نے اسی دفاع کیلیے اپنا تمام مال و متاع پیش کردیا تھا - جب اُنسے پوچھا گیا " ما ابقیت لاھلک " اپنے بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آے ھو ؟ تو اس پیکر ایمان و مجسمۂ عشق حق نے جواب دیا تھا " ابقیت لھم اللہ و رسولہ " ! اللہ اور اُس کے رسول کو !

آنکس کہ ترا بخواست ، جانرا چہ کند ؟
فرزند و عیال و خانمان را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ھر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ھر دو جہان را چہ کند ؟

تبوک نامی مقام پر پہنچے تو معلوم ھوا مسلمانوں کی دلیرانہ طیاریوں کا حال سنکر رومیوں کے حوصلے پست ھوگئے اور فوجیں منتشر کردی گئیں - آنحضرت نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینہ واپس آگئے -

و مظنونات نه تهے - و ان الظن لا يغني من الحق شيئـا (۵۳ : ۳) اسوقت تم میں سے اکثروں نے اعراض کیا ' بہتوں نے استہزاء کیا ' کتنوں هي نے کہدیا کہ یہ ایک طرح کي مذهبي بناوٹ اور ما فوق الفطرة دعوؤں کا اعلان ہے : یرید ان یتفضل علینا - بعضوں نے تو فیصلہ هي کردیا کہ یہ صرف فصاحت و بلاغت کي ساحري اور ادیبانہ افسونگري ہے : اکتتبهـا فهي تملي علیه بکرة و اصیلا (۲۵ : ۷) لیکن دیکھو ! بالاخر رفتہ رفتہ سب نے اپني جگہیں چھوڑدیں - سب اُسي راہ پر چل پڑے - بہتوں نے دانستہ ' اور بہتوں نے نا دانستہ ' مگر راہ سب نے وهي اختیار کي - آج تم سب اُسي " ما فوق الفطرة دعوؤں " اور " ساحرانہ فصاحت طرازیوں " کو اپنا اصل الاصول بنائے ہوے ہو ' اور " قیام شریعت " اور " تقدیم و اتباع مذهب " کے ناموں سے اسے موسوم کرتے ہو -

پس جبکہ یہ تجربۂ و مشاهدہ تمہارے سامنے ہے ' تو آج میں اعلان کرتا ہوں کہ دوسرے تجربہ کا وقت آگیا - راہ عمل کیلیے تمہارا رخ وہ ہے جسکي طرف دوڑ رہے ہو - اور میري راہ وہ ہے جسکي طرف پچھلے صفحوں میں بلا چکا ہوں - تم بارش کے وجود سے انکار تو نہیں کیا کرتے ' مگر منتظر رہتے ہو کہ پاني برسنے لگ جاے تو اقرار کریں ' لیکن میں هواؤں میں پاني کي بو سونگھہ لینے کا خوگر ہوں ' اور صرف بادلوں هي کو دیکھہ لینا میرے علم کیلیے کافي ہے - پس اگر پچھلا تجربہ کافي ہے تو اس سے عبرت پکڑو ' اور اگر ابھي اور انتظار کرنا چاهتے ہو تو انتظار کر دیکھو - فستذ کـرون مـا اقــول لـكم ' وافــوض امري الى الله - ان الله بصير بالعباد (۴۰ : ۴۷)



قل ان کان اباؤکم ' و ابناؤکم ' و اخوانکم ' و ازواجکم ' وعشیرتکم ' و اموال اقترفتموها ' و تجارة تخشون کسادها ' ومساکن ترضونها ' احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره و الله لا یهدي القوم الفاسقین - (۹ : ۲۵)

مسلمانوں سے کہدو کہ تمہارے والدین' تمہاری اولاد ' تمہارے بھائی ' تمہاري بیویاں' تمہارا خاندان اور اسکے تمام رشتے ' یہ مال و متاع جو تم نے کمایا ھے ' یہ کاروبار و تجارت جسکے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ھو' یہ تمہارے رھنے کے محل جن میں تمہارا دل اٹکا ھوا ھے ' اگر تمہیں الله اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ھیں ' اور تمہارے پاؤں ان زنجیروں میں ایسے بندھگئے ھیں کہ الله کی پکار بھي انہیں نہیں ھلا سکتی ' تو جان لو کہ الله کا کام بھی تمہارا محتاج نہیں - نتائج کا انتظار کرو - یہانتک کہ الله کو جو کچھہ کرنا منظور ھے کر دکھاے - الله کا قانون ھے کہ وہ نافرمانوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولتا !

اگرچہ عمل کے اعتبار سے اس فرض کی تعمیل اُس وقت لازم سے الزم ھوجاتي ھے جب حملۂ اعداء کي وجہ سے خاص طور پر ضرورت پیش آجاے' لیکن عزم و استعداد کے لحاظ سے یہ حکم کسي خاص وقت میں محدود نہیں - ھمیشہ اور ھر حال میں مسلمانوں کا فرض ھےکہ دفاع اعداء کیلیے طیار رھیں اور طیاري کرتے رھیں - اوپر حدیث گزرچکي ھے کہ جو دل اس کے عزم و طلب سے خالي ھوا ' اُس پر ایمان کي جگہ نفاق کا قبضہ ھوگیا :

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل ترهبون به عدو الله وعدوکم و آخرین من دونهم لا تعلمونهم (۸ : ۶۰)

جسقدر بھي تم سے ممکن ھو' دشمنوں کے مقابلے کیلیے اپنی قوت اور ساز و سامان سے طیار رھو - تا کہ تمہاري مستعدي دیکھکر الله اور اُسکي اُمت کے دشمنوں پر خوف اور رعب چھا جاے - تم پر حملہ کرنے کي کو جرأت ھي نہو -



چهان مارا - جب کبھی کوئي بھیڑ دیکھی ' فریاد کي - جب کبھي انسانوں کو دیکھا اپني طرف بلایا - لیکن فلم یزد هم دعائي الا فرارا [۷۱ : ٦] بہت کم روحیں ایسي نکلیں جنکو حقیقت کا فہم هو ' اور بہت کم دل ایسے ملے جو طلب و عشق سے معمور هوں - یہانتک که میں تمهاري آبادیوں سے الگ هوکر رانچي کے گوشۂ قید و بند میں چلا گیا ' اور خدا هي بہتر جانتا هے که وهاں بهي میري صبحیں اور میري شامیں کن فکروں اور کاموں میں بسر هوتي رهیں - اب میں پهر تم میں واپس آ گیا هوں - لیکن تمهاری بھیڑوں اور غولوں میں سچي جستجو کا چہرہ اسي طرح مفقود هے ' جیسا که همیشه سے مفقود رہا هے - ابتک حقیقت شناسي کي کوئي گیرائي تم میں نظر نہیں آتي - تم مجھے بلاتے هو که استقبال سے بھرے هوے ریلوے استیشنوں پر آتاروں ' اور ایسے پرجوش انسانوں کے نعرے سناؤ جنکے هاتھوں میں فتح مند فوجوں کي طرح جھنڈیاں هوں ' اور پھر اتنے انسان میری گاڑي کے چاروں طرف اکٹھے کردو که انکے هجوم میں دو چار آدمیوں کا خون هو جاے ' مگر آہ ! میں تمهاري ان بھیڑوں کو لیکر کیا کروں جب تمهارے دلوں میں سناٹا چھایا هوا هے ' اور تمهارے اس جوش استقبال سے مجھے کیا خوشي هو جب تمهاري روحیں موت کي افسردگي سے مرجھائي هوئي هیں - افسوس ! تم میں کوئي نہیں جو میري زبان سمجھتا هو - تم میں کوئي نہیں جو میرا شناسا هو - میں سچ سچ کہتا هوں که تمهارے اس پورے ملک میں ایک بے یار و آشنا غریب الوطن هوں :

من بهر جمعیتے نالاں شدم * جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
هرکسے از ظن خود شد یار من * وز درون من نه جست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نیست * لیک کس را گوش آن منظور نیست

میري راہوں میں نه کبھي تبدیلي هوئي نه میرے سفر میں کبھي یمین و یسار کا تذبذب پیش آیا هے - تبدیلیاں فکروں میں هوسکتي هیں ' قیاسوں میں هوسکتي هیں ' پولیٹکل حکمت عملیوں میں هوسکتي هیں ' انساني تقلید اسکا سر چشمه هے ' اور انسانوں اور قوموں کا اتباع اسکا منبع ' لیکن ان عقائد میں کبھي تبدیلي نہیں هوسکتي جو وحي و تنزیل کي اٹل اور دائمي هدایتوں سے ماخوذ هوں - الحمد لله که میں جو کچھه کہتا اور کرتا رہا ' وہ میرے عقائد و معلومات تھے ' تمهارے بڑوں کي طرح ارا

رکھا ھے ، اسکی گیرائیوں اور دلربائیوں کا حال تمھیں کیا معلوم ؟ اُسکی بے التفاتی بھي دوسروں کي محبت و عزت سے ھزار درجه زیادہ عزیز و محبوب ھے :

اے جفا ھاے تو خوشتر ز وفاے دگراں !

ان مومنین صادقین کي یه آزمائش پورے پچاس دن تک جاري رھی - بالآخر الله تعالیٰ نے توبه قبول فرمائی اور سورۂ توبه کی یه آیت نازل ھوئی :

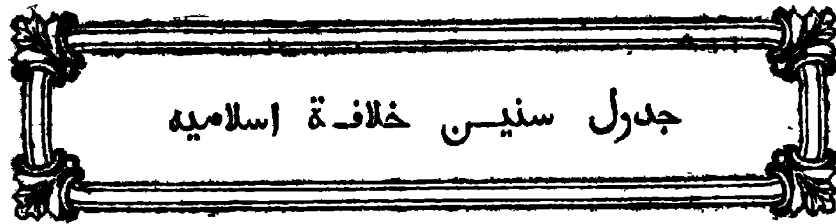
و علی الثلثة الذین خلفوا ، حتی ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم و ظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه ثم تاب علیھم لیتوبوا - ان الله ھوالتواب الرحیم ! (۹ : ۱۲۰)

اور وہ تین آدمی جنکا معامله فیصله الٰہی کیلیے ملتوي کردیا گیا تھا ، سو جب انکا یه حال ھوا که تمام مسلمانوں نے اُنکو چھوڑ دیا ، زمین باوجود اپنی وسعت کے انپر تنگ ھوگئی ، اپنی زندگي سے بیزار ھوگئے اور اُنھوں نے دیکھه لیا که الله سے پناہ نہیں ھے مگر صرف اسی کی طرف ، تو پھر الله نے انکی توبه قبول کرلی - یقیناً الله ھی ھے جو توبه قبول کرتا اور خطا کاروں کیلیے مہربانی رکھتا ھے !

حضرۃ کعب کو جب قبولیت توبه کی بشارت ملی تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور اپنا سارا مال و متاع شکرانۂ قبولیت میں لٹا دینا چاھا - اس واقعه میں متعدد باتیں قابل غور ھیں :

(۱) رومیوں نے حملے کی طیاریاں کیں تو اسلام و اُمت کی حفاظت کیلیے دفاع کرنا ھر مسلمان پر فرض ھوگیا - موسم سخت گرمی کا تھا - سفر دور دراز کا - بے سروسامانی حد درجه کي - مقابله اس حکومت سے جو نصف دنیا پر حکمراں تھي - حجاز میں فصل پک چکی تھی اور کٹائی کا اصلی وقت تھا - یہی فصل ملک کیلیے سال بھر کي خوراک تھی - اگر مشکلوں اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے ھیں تو ان حالات سے بڑھکر اور کون سے حالات عذر داري کے لیے مناسب ھوسکتے ھیں ؟ مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل ھے که نه کوئي عذر سنا گیا ، نه کوئي مشکل رکاوٹ ھوسکي - حکم ھوا که سب کچھه چھوڑ دو - ساري مصیبتیں جھیل لو - مگر دشمنوں کو روکنے کے لیے نکل کھڑے ھو - سورۂ توبه میں اس کا بڑا ھي عبرت انگیز تذکرہ ھے - یه موقعه تفصیل کا نہیں - قالوا لا تنفروا في الحر - قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون (۹ : ۸۳)

ضميمه



عدد	خلفاء		سنه هجري	سنه مسيحي
۱	ابوبكر الصديق	(رض)	۱۱	۶۳۲
۲	عمر بن الخطاب	(رض)	۱۳	۶۳۴
۳	عثمان بن عفان	(رض)	۲۳	۶۴۴
۴	علي بن ابي طالب	(رض)	۳۵	۶۵۲
	سلسلهٔ بنو اميه			
۵	معاويه بن ابي سفيان		۴۱	۶۶۱
۶	يزيد بن معاويه		۶۰	۶۸۰
۷	معاويه بن يزيد		۶۴	۶۸۳
۸	مروان بن الحكم		۶۴	۶۸۳
۹	عبد الملك بن مروان		۶۵	۶۸۴
۱۰	الوليد بن عبد الملك		۸۶	۷۰۵
۱۱	سليمان بن عبد الملك		۹۶	۷۱۴
۱۲	عمر بن عبد العزيز		۹۹	۷۱۷
۱۳	يزيد بن عبد الملك		۱۰۱	۷۱۹
۱۴	هشام بن عبد الملك		۱۰۵	۷۲۳
۱۵	الوليد بن يزيد بن عبد الملك		۱۲۵	۷۴۲
۱۶	يزيد بن الوليد		۱۲۶	۷۴۳
۱۷	ابراهيم بن الوليد		۱۲۶	۷۴۳
۱۸	مروان بن محمد بن مروان		۱۲۷	۷۴۴
	سلسلهٔ عباسيه			
۱۹	ابو العباس سفاح		۱۳۲	۷۴۹
۲۰	ابو جعفر منصور		۱۳۷	۷۵۴
۲۱	المهدي بن منصور		۱۵۸	۷۷۴

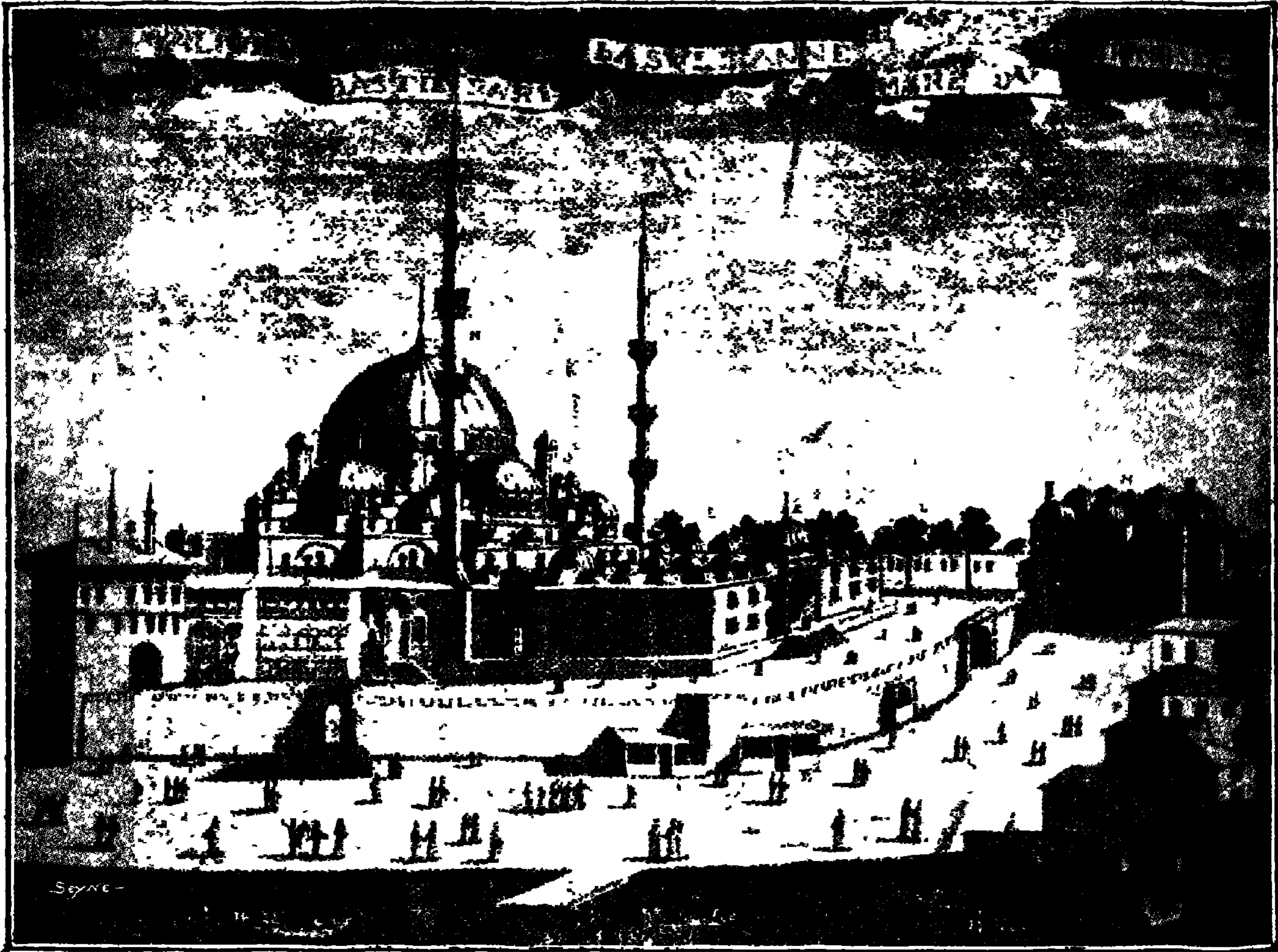
اس دفاع میں بجز منافقین کے تمام مسلمان شریک ہوے تھے - صرف تین شخص نہ جاسکے - کعب بن مالک - ہلال بن امیہ - مرارۃ بن ربیع - کعب بن مالک سابقین انصار میں سے ہیں ' اور ان ۷۳ سابقین مخلصین میں سے جو عقبہ کی بیعت میں حاضر ہوے تھے - انکے ایمان و اخلاص میں کیا شبہہ ہوسکتا ہے ؟ انکا شریک نہ ہونا کسی بری نیت سے نہ تھا - سستی اور کاہلی سے آج کل کرتے رہے اور فوج کے ساتھہ ملنے کا موقعہ نکل گیا -

با ایں ہمہ یہ معاملہ اللہ اور اسکے رسول کی نظروں میں اس درجہ اہم ہے کہ اتنی سستی اور کاہلی بھی ایک سخت جرم قرار پائی - معذرت کرنے کیلیے حاضر ہوے تو توبہ قبول نہ ہوئی - حکم ہوا کہ گھر میں بیٹھو اور فیصلۂ وحی کا انتظار کرو - مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تمام تعلقات انسے ترک کردیں - نہ کوئی بات چیت کرے - نہ ملے جلے - نہ اور کسی طرح کا واسطہ رکھے - پھر انکی بی بیوں کو حکم ملا کہ وہ بھی الگ ہوجائیں اور کوئی واسطہ نہ رکھیں - امام بخاری نے ایک طول طویل روایت خود حضرۃ کعب بن مالک کی زبانی نقل کی ہے اور اس واقعہ کیلیے خاص باب باندھا ہے - کعب کہتے ہیں - ہمارا یہ حال ہوگیا تھا کہ سارا مدینہ انسانوں سے بھرا تھا ' مگر ہمارے لیے نہ ایک آنکھہ دیکھنے والی تھی نہ ایک زبان بات کرنے والی - خود عزیز و اقارب نے ملنا جلنا ترک کردیا تھا - حسرت سے ایک ایک کا منہ تکتے اور دیوانوں کی طرح پھرتے تھے - ایک دن اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ کے یہاں گیا - مجھے دیکھتے ہی منہ دوسرے طرف پھرا لیا - سلام کیا تو جواب نہ ملا -

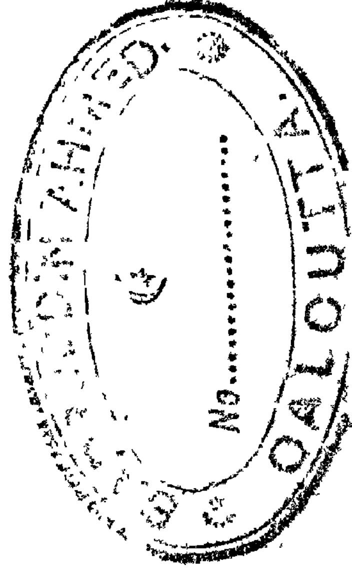
اللہ اللہ ! کیا مسلمان تھے کہ انکا رشتہ تھا تو اللہ اور اسکے رسول کا رشتہ - زندگی تھی تو صرف اسی کے حکم پر ! الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی مجسم تصویر تھے !

غسان کے عیسائی پادشاہ نے یہ حال سنا تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقعہ نکل آیا ہے - کعب کے نام اس مضمون کا خط لکھکر بھیجا کہ تمھارے آقا نے تمھاری ساری عمر کی خدمتوں کا جو معارضہ دیا ہے وہ دیکھہ چکے ہو - اب میرے پاس چلے آؤ - دیکھو یہاں تمھاری کیسی عزت ہوتی ہے ؟ کعب بن مالک کو خط ملا تو ایلچی کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا جواب میں کہدینا - ہم نے جس آقا کی چوکھٹ پر سر

ایدریا نوپل کي جامع سلیم کا بیروني منظر



نام نہاد مجلس صلح فیصلہ کرنا چاھتي ھے کہ ولایت ایدریا نوپل کو
قسطنطنیہ سے الگ کردیا جاے



مغفرت کھلا پاؤ گے - لیکن دیکھو' امت کي حفاظت و مدافعت سے غفلت کرنا الله کي نظروں میں کیسا سخت جرم ھے کہ یکایک توبه بھي قبول نہوئي - تینوں صحابي آپکي واپسي کے بعد پہلي ھي صحبت میں عفو تقصیر کیلیے حاضر ہوگئے تھے' مگر حکم ملا کہ ابھي نہیں - انتظار کرو - پچاس دن سزاؤ عقوبت کے گذر چکے تب کہیں جاکر توبہ قبول ہوئي !

(۴) جب اُن پاک انسانوں کا یہ حال ہوا کہ ایمان اُنکا ایمان تھا' اور نیکیاں اُنکي نیکیاں - اُن کے بستر خواب کے اجر و ثواب کا بھي ھماري بڑي بڑي عبادتیں مقابلہ نہیں کرسکتیں' تو خدا را بتلاؤ' ہم بدبختوں اور سیہ کاروں کا کیا حشر ہوگا کہ نہ ایمان کي دولت ساتھ ھے نہ طاعت و حسنات کي پونجي دامن میں - زندگي یکسر برباد غفلت و معصیت' اور عمریں یکقلم تاراج نفس پرستي و نافرماني - وھاں عزم و ایمان کے ساتھہ سہو و نسیان تھا مگر عذر قبول نہ ہوا - یہاں اعراض و نفاق کے ساتھہ صریح نافرماني و انکار ھے اور پھر نہ ندامت ھے نہ توبۂ و انابت ! اُنکے ساتھہ سب کچھہ تھا اور کام نہ آیا - ھمارے پاس تو کچھہ بھی نہیں ھے - پھر کیا ھے جس نے آنے والے دن کي طرف سے بے فکر کردیا ھے اور ھمارے غافل دلوں پر بیخوفي کي موت چھا گئي ھے ؟ بتلاؤ' زمین و آسمان میں کون ھے جو اُس دن ھمیں بچا سکیگا جب خدا کے غضب کا بے پناہ ھاتھہ ھماري طرف بڑھیگا ؟ یقول الانسان یومئذ این المفر ؟

فصل

(ایک عام غلط فہمي)

البتہ یاد رھے کہ " جہاد " کی حقیقت کي نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلي ہوئي ھیں - بہت سے لوگ سمجھتے ھیں کہ جہاد کے معني صرف لڑنے کے ھیں - مخالفین اسلام بھي اسي غلط فہمي میں مبتلا ہوگئے - حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملي وسعت کو بالکل محدود کردینا ھے -

" جہاد " کے معني کمال درجہ کوشش کرنے کے ھیں - قرآن و سنت کي اصطلاح میں اس کمال درجہ سعی کو جو ذاتی اغراض کي جگہ حق پرستي

۵۲	المستنصر بالله بن الظاهر	۶۲۳	۱۲۲۳
۵۳	المستعصم بالله بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۳

عبــاسية مصــر

۵۴	المستنصر با لله	۶۵۹	۱۲۵۸
۵۵	الحاكم بامر الله	۶۶۱	۱۲۶۲
۵۶	المستكفي با لله	۷۰۱	۱۳۰۱
۵۷	الواثق با لله	۷۴۰	۱۳۳۹
۵۸	الحاكم بامر الله	۷۴۲	۱۳۴۱
۵۹	المعتضد با لله	۷۵۳	۱۳۵۲
۶۰	المتوكل على الله	۷۶۳	۱۳۶۱
۶۱	الواثق با لله	۷۸۵	۱۳۸۳
۶۲	المستعين با لله	۸۰۸	۱۴۰۱
۶۳	المعتضد با لله	۸۱۵	۱۴۱۲
۶۴	المستكفي با لله	۸۴۰	۱۴۴۱
۶۵	القائم بامر الله	۸۵۴	۱۴۵۰
۶۶	المستنجد با لله	۸۵۹	۱۴۵۴
۶۷	المتوكل على الله	۸۸۴	۱۴۷۹
۶۸	المستمسک با لله	۹۰۳	۱۴۹۷
۶۹	المتوكل على الله	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلــة عثمــانيــه

۷۰	سليم خان اول	۹۲۳	۱۵۱۷
۷۱	سليمان اول	۹۲۶	۱۵۲۰
۷۲	سليم ثاني	۹۷۴	۱۵۶۶
۷۳	مراد ثالث	۹۸۲	۱۵۷۴
۷۴	محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
۷۵	احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
۷۶	مصطفى اول	۱۰۲۷	۱۶۱۸
۷۷	عثمان ثاني	۱۰۲۷	۱۶۱۸

(۲) یہ تینوں مسلمان جو شرکت دفاع سے رہگئے ' مخلصین مومنین میں سے تھے - انکی زندگیاں اسلام کی بے شمار خدمتوں اور جان نثاریوں میں بسر ہوئی تھیں - عبادتوں اور نیکیوں کا کیا پوچھنا کہ شب و روز اللہ کے رسول کے سایۂ تربیت میں رہتے تھے ' انھی کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ' انھی کے ساتھہ روزے رکھتے تھے - صحابہ کے ایک ادنی فرد کی عبادت کا مقابلہ ہم اپنی پوری نسلوں اور قوموں کی عبادت گزاریاں پیش کرکے بھی نہیں کرسکتے - حضرۃ کعب بن مالک سابقون الاولون میں سے ہیں - جب اسلام کا کوئی ساتھی نہ تھا تو مدینہ کے انصار نے ساتھہ دیا - عقبہ کی بیعت ثانیہ میں ۷۳ جان نثاروں نے بیعت کی تھی - یہ انھی عشاق اسلام میں سے ہیں - خود کہتے ہیں کہ کسی اسلامی خدمت میں دوسروں سے پیچھے نہ رہا - ہر جنگ میں شرکت کی - ہر موقعہ پر جان و مال نثار کیا - اس دفاع کی شرکت سے بھی جو رہگئے ' تو دل کی کمزوری اور نیت کے فساد کی وجہ سے نہیں - چلنے کا پورا سامان کرلیا تھا - صرف یہ قصور ہوا کہ سستی اور کاہلی کی - پوری طرح مستعدی سے کام نہ لیا - تاہم دیکھو ' یہ سستی اور کاہلی بھی خدا کے حضور کیسا بڑا جرم قرار پائی کہ نہ تو کوئی پچھلی خدمت آڑے آسکی ' نہ مدۃ العمر کی نیکیوں اور عبادتوں ہی نے کچھہ کام دیا - نہ کوئی بزرگی اور بڑائی اس معاملہ میں شفیع ہو سکی - نہ ایک ایسے پکے اور پرکھے ہوے مخلص مسلمان کیلیے عذر و معذرت کی گنجائش نکل سکی - سخت سے سخت سزا جو دی جاسکتی تھی ' دی گئی - مسلمانوں سے اسلامی برادری کا رشتہ توڑ دیا گیا - پچاس دنوں کیلیے جماعت سے باہر کردیے گئے - یہ سارا زمانہ گریۂ و زاری اور عبادت و استغفار میں بسر ہوا - تب کہیں جاکر توبہ قبول کی گئی -

(۳) اسلام کے احکام کا قبولیت توبہ کے بارے میں جو حال ہے ' معلوم ہے - خدا کا دروازۂ رحمت کسی آنے والے کا اتنا انتظار نہیں کرتا ' جسقدر اس مضطرب روح کا ' جو توبہ کیلیے اُسکی طرف بڑھے - " لو اخطاتم حتی تملاء خطایاکم ما بین السماء و الارض ' ثم استغفرتم ' اللہ یغفر لکم " (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ) اگر تم نے اتنے گناہ کیے ہوں کہ زمین و آسمان کا فاصلہ انسے بھر دیا جاسکے ' پھر بھی توبہ کا آنسو بہاتے ہوے آؤ تو دروازہ

٢٢	الهادي بن المهدي	١٦٩	٧٨٥
٢٣	هارون الرشيد بن المهدي	١٧٠	٧٨٦
٢٤	محمد الامين بن هارون	١٩٣	٨٠٨
٢٥	المأمون بن هارون	١٩٨	٨١٣
٢٦	المعتصم بن هارون	٢١٨	٨٣٣
٢٧	الواثق بن المعتصم	٢٢٧	٨٤٢
٢٨	المتوكل على الله بن المعتصم	٢٣٢	٨٤٧
٢٩	المستنصر بالله بن المتوكل	٢٤٧	٨٦١
٣٠	المستعين بالله بن المعتصم	٢٤٨	٨٦٢
٣١	المعتز بالله بن المتوكل	٢٥٢	٨٦٦
٣٢	المهتدي بالله بن الواثق	٢٥٥	٨٦٩
٣٣	المعتمد بالله بن المتوكل	٢٥٦	٨٧٠
٣٤	المعتضد بالله بن الموفق	٢٧٩	٨٩٢
٣٥	المقتدر بالله بن الموفق	٢٩٥	٩٠٨
٣٦	الراضي بالله بن المقتدر	٣٢٢	٩٣٣
٣٧	المقتفي بالله بن المقتدر	٣٢٩	٩٤٠
٣٨	المستكفي بالله بن المقتفي	٣٣٣	٩٤٤
٣٩	المطيع بالله بن المقتدر	٣٤٣	٩٤٦
٤٠	الطائع لله بن المطيع	٣٦٣	٩٧٤
٤١	القادر بالله بن المقتدر	٣٨١	٩٩١
٤٢	القائم بامر الله بن القادر	٤٣٢	١٠٣١
٤٣	المقتدي بالله بن القائم	٤٦٧	١٠٧٥
٤٤	المستظهر بالله بن المقتدي	٤٨٧	١٠٩٤
٤٥	المسترشد بالله بن المستظهر	٥١٢	١١١٨
٤٦	الراشد بن المسترشد	٥٢٩	١١٣٥
٤٧	المقتفي بن المستظهر	٥٣٠	١١٣٦
٤٨	المستنجد بالله بن المقتفي .	٥٥٥	١١٦٠
٤٩	المستضئي بنور الله بن المستنجد	٥٦٦	١١٧٠
٥٠	الناصر لدين الله بن المستضئي	٥٧٥	١١٨٠
٥١	الظاهر بالله بن الناصر	٦٢٢	١٢٢٥

ھی نه تھي' اور نه اُن سے کبھي جنگ کي گئی - سو یه جہاد بھي تبلیغ حق واتمام حجة ومقاومة فساد کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ھے -

بخاري وابن ماجه میں ھے - حضرة عائشه نے پوچھا " علی النساء جہاد ؟ " کیا عورتوں کیلیے بھی جہاد ھے ؟ فرمایا " نعم جہاد ' لا قتال فیه - الحج والعمرة " ھاں ' جہاد ھے مگر اسمیں لڑنا نہیں ھے - حج اور عمرة - اس حدیث میں اُس سعی اور ترک وطن کی محنت کو جو حج و عمرة میں پیش آتی ھے' عورتوں کیلیے جہاد فرمایا ' اور کہا ایسا جہاد جسمیں لڑائی نہیں - اس سے معلوم ھوا که لڑائی کے الگ کردینے کے بعد بھی حقیقت " جہاد " باقی رھتی ھے -

اگر اُمت کیلیے دفاع و جنگ کا وقت آ گیا ' یا کسي جماعت مفسدین ارض پر اسلام نے حمله کیا ' تو ایسے وقتوں میں بھي صرف نفس جنگ ھي نہیں بلکه سعي و کوشش کی ساري باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ھیں - جسکي طاقت میں جنگ کرنا نہیں ھے اور اُس نے مال دیا تو وہ بھي مجاھد ھے - جس نے زبان سے دعوة و تبلیغ کي وہ بھي مجاھد ھے - جس نے اس راہ میں اور کسي طرح کي تکلیف و محنت اُتھائي ' وہ بھي مجاھد ھے - البته ایسے وقتوں میں اگر کوئي مسلمان لڑائي کي طاقت رکھتا ھے اور اس سے پہلو تہي کرے ' تو اُسکا کوئي عذر نہیں سنا جائیگا - اسکا شمار مومنوں کي جگه منافقوں میں ھوگا - جو مال دیسکتا ھے اور نه دیا ' تو وہ بھي ایمان و اخلاص کي زندگي سے نکل گیا - زمین پر گو مسلمان کہلاے پر الله کے حضور منافق کہلائیگا - جس شخص کي زبان اعلان حق اور دعوة الی الجہاد میں کھل سکتي ھے مگر نه کھلي ' اُس نے بھي ایمان چھوڑ کر نفاق کي راہ اختیار کرلي - گو شیطان حیل اور نفس خادع اسکو ھزاروں فریب دیتا رھے - ترمذي اور ابو داؤد میں ھے - " افضل الجہاد کلمة حق عند سلطان جایر " سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمۂ حق ھے جو شاھان جور و ظلم کے سامنے بے باکانه کہا جاے -

اور پھر ان سب سے بالاتر مرتبه اُن مجاھدین کاملین اور اصحاب عزیمة عمل کا ھے' جنکي زندگي سر تا سر جہاد في سبیل الله ' اور جنکا وجود یکسر خدمت حق ' و شیفتگي صدق ' و عشق دعوة ھے - جو اس عمل مقدس کیلیے کسي خاص صداے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رھتے - بلکه ھر صبح جو اُنپر آتي ھے' جہاد في سبیل الله کي صبح ھوتی ھے' اور ھر شام

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ، هُوَ
اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ
سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ، وَ
تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ، فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاعْتَصِمُوْا
بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ
نِعْمَ النَّصِيْرُ ؛ (۲۲ : ۷۸)

اور سچائي كي راه ميں كي جاے ' " جهاد " كے لفظ سے تعبير كيا هے - يه سعي زبان سے بهي هے ' مال سے بهي هے ' انفاق وقت و عمر سے بهي هے ' محنت و تكاليف برداشت كرنے سے بهي هے ' اور دشمنوں كے مقابلے ميں لڑنے اور اپنا خون بهانے سے بهي هے - جس سعي كي ضرورت هو ' اور جو سعي جسكے امكان ميں هو ' اسپر فرض هے ' اور جهاد في سبيل الله ميں لغة و شرعاً ' دونوں اعتبار سے داخل - يه بات نهيں هے كه " جهاد " سے مقصود مجرد لڑائي هي هو - اگر ايسا هوتا تو جهاد كا اطلاق اعمال قلبي و لساني پر نه هوتا - حالانكه كتاب و سنت ايسے اطلاقات سے لبريز هيں - شيخ الاسلام ابن تيميه كا قول صاحب اقناع نے نقل كيا هے جو حقيقت جهاد كے بارے ميں قول فيصل و جامع هے " الامر بالجهـــاد منه ما يكون بالقلب ' كالعزم عليـــه ' و منه ما يكون باللسان كالدعوة الى الاسلام والحجة و البيان ' و الراي و التدبير فى ما فيه نفع المسلمين - و بالبدن - اى القتال بنفسه - فيجب الجهاد بغاية ما يمكنه من هذه الامور " (جلد - ۱ - ۵۲۳)

دشمنوں كي فوج سے خاص وقت هي ميں مقابله هوسكتا هے ' ليكن ايك مومن انسان اپني ساري زندگي اور زندگی كی هر صبح و شام جهاد حق ميں بسر كرتا هے - مشهور حديث هے " المجاهد من جاهد نفسه في ذات الله ' و المهاجر من هجر ما نهي الله عنه "

سورهٔ فرقان ميں هے فلا تطع الكافرين وجاهد هم به جهاداً كبيرا (۲۵ : ۵۵) يعني كفار كے مقابله ميں بڑے سے بڑا جهاد كرو - سورهٔ فرقان بالاتفاق مكي هے ' اور معلوم هے كه جهاد بالسيف يعني لڑائي كا حكم هجرة مدينه كے بعد هوا - پس غور كرنا چاهيے كه مكي زندگي ميں كونسا جهاد تها جس كا اس آيت ميں حكم ديا جا رها هے ؟ جهاد بالسيف تو هو نهيں سكتا - يقيناً وه حق كي استقامت اور اسكي راه ميں تمام مصيبتيں اور شدتيں جهيل لينے كا جهاد تها - مكی زندگي ميں جس طرح يه جهاد جاري رها ' سب كو معلوم هے - حق كی راه ميں دنيا كي كسی جماعت نے ايسي تكليفيں اور مصيبتيں نه اُٹهائي هونگي ' جيسی الله كے رسول اور اُسكے ساتهيوں نے مكی زندگی ميں برداشت كيں - اسی پر جهاد كبير كا اطلاق هوا -

اسی طرح منافقوں كے ساته بهي جهاد كرنے كا حكم ديا گيا - جاهد الكفار و المنافقين و اغلظ عليهم (۹ : ۷۳) حالانكه منافق تو خود اسلام كے ماتحت مقهورانه و محكومانه زندگی بسر كر رهے تهے - اُنسے جنگ و قتال كي ضرورت

۷۸	مراد رابع	۱۰۳۲	۱۶۲۳
۷۹	ابراهیم اول	۱۰۴۹	۱۶۴۰
۸۰	محمد رابع	۱۰۵۳	۱۶۷۴
۸۱	سلیمان ثاني	۱۰۹۹	۱۶۸۷
۸۲	احمد ثاني	۱۱۰۲	۱۶۹۱
۸۳	مصطفی ثاني	۱۱۰۶	۱۶۹۵
۸۴	احمد ثالث	۱۱۱۵	۱۷۰۳
۸۵	محمود اول	۱۱۴۲	۱۷۳۰
۸۶	عثمان ثالث	۱۱۲۸	۱۷۵۴
۸۷	مصطفی ثالث	۱۱۷۱	۱۷۵۷
۸۸	عبد المجید اول	۱۱۸۷	۱۷۷۳
۸۹	سلیم ثالث	۱۲۰۳	۱۷۸۹
۹۰	مصطفی رابع	۱۲۲۲	۱۸۰۷
۹۱	محمود ثاني	۱۲۲۳	۱۸۰۸
۹۲	عبد المجید	۱۲۵۵	۱۸۳۹
۹۳	عبد العزیز	۱۲۷۷	۱۸۶۱
۹۴	مراد خامس	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۵	عبد الحمید ثاني	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۶	محمد خامس		
۹۷	امیر المومنین السلطان محمد خاں سادس - خلد الله ملکه و شوکته -		

تصحیح

صفحه ۶۹ - سطر ۲۷ - میں هے که حافظ عسقلاني اور قاضي عیني نے آٹهویں صدي میں بخاري کی شرحیں لکهیں - اسکو یوں پڑهنا چاهیئے: "آٹهویں صدي یا نویں صدي کے اوائل میں"

صفحه ۸۰ - سطر ۲۰ - میں هے "هندوستان میں شهنشاه اکبر کا زمانه تها" یه صحیح نهیں هے - یوں پڑهنا چاهیے "بابر کي قسمت آزمائیوں کا زمانه تها"

صفحه ۵۳ سطر ۱۵ کے آخري لفظ "تمهاري" کے بجائے "تمهارا" پڑهیے -

یه رساله بالکل قلم برداشته لکها گیا هے - تحریر و طباعة دونوں کا سلسله ساتهه ساتهه جاري رها - نظر ثاني و مراجعت کتب کا بالکل موقعه نه تها - اسلیے اکبر کے زمانه کي تعیین میں غلطي هوگئي -

فصل

(احـــکام قطعیـــۂ دفـــاع)

غرضکه " دفاع " اسلام کے اُن بنیادي حکموں میں سے ھے ' جنکو ایک مسلمان مسلمان رھکر کبھي ترک نہیں کرسکتا - اگر ایک مسلمان کے دل میں رائي برابر بھي ایمان کي محبت باقي رھگئي ھے ' تو اُسکي طاقت سے باھر ھے کہ اللہ کی یہ صداے حق سنے ' اور از سر تا پا کانپ نہ اُٹھے :

یا ایھا الذین آمنوا ! ما لکم اذا قیـــل لکـــم انفـــروا فـــي سبیـــل اللـــہ ' اثا قلتـــم الـــی الارض ؟ ارضیتـــم بالحیـــاۃ الـــدنیا مـــن الاخـــرۃ ؟ فمـــا متاع الحـــیاۃ الـــدنیا فی الاخرۃ الا قلیـــل - (۹ : ۳۹)

مسلمانو ! تمہیں کیا ھوگیا ھے کہ جب تم سے کہا جاتا ھے " اللہ کي راہ میں نکل کھڑے ھو " تو تمھارے قدموں میں حرکت نہیں ھوتي اور زمین پر ڈھیر ھوے جاتے ھو ؟ کیا تم نے آخرۃ چھوڑکر صرف دنیا ھي کي زندگي پر قناعت کرلي ؟ اگر یہي بات ھے تو یاد رکھو ' جس زندگي پر ریجھے بیٹھے ھو ' وہ آخرۃ کے مقـــابلہ میں بالکل ھي ھیچ ھے !

اسکے بعد فرمایا :

الا تنفروا ' یعذبکم عذاباً الیما و یستـــبدل قوما غیـــرکم ' ولا تضـــروہ شیئًا - واللہ علی کـــل شئ قدیر ! (۹ : ۳۰)

یاد رکھو ! اگر تم نے حکم الہي سے سرتابي کي ' اور وقت کے آنے پر بھي راہ حق میں کمر بستہ نہوے ' تو اللہ نہایت ھي سخت عذاب میں ڈالکر اسکي سزا دیگا ' اور تمھارے بدلے کسي دوسري قوم کو خدمت اسلام کیلیے کھڑا کردیگا - تم چھانٹ دیے جاؤگے - کلمۂ حق تمھارا محتاج نہیں ھے - تم ھی اپني زندگي و نجات کیلیے اُسکے محتاج ھو !

اسلام اور مسلمانوں کي مخالفت ' اُنکي حکومتوں کے مٹانے ' اور اُنکي آبادیوں اور شہروں کو آپسمیں بانٹ لینے کیلیے کفار ایک دوسرے کے ساتھي اور حامي ھیں :

والذین کفـــروا بعضھـــم اولیـــاء بعـــض -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیارکي تو وہ ایک دوسرے کے ساتھي اور مددگار ھیں -

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

رسالہ

مسئلہ خلافت وجزیرۂ عرب

از

ابوالکلام

جو پہلے خطبۂ صدارت کی صورت مین پراونشیل خلافت کمیٹی بنگال کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا۔ اب مصنف کی نظر ثانی، مطالب کی تقسیم وتبویب، مجمل بیانات کی مزید تفصیل، متعدد اہم فصول ومباحث کا اضافہ اور بعض ضروری ضمیمون کی تذئیل کے بعد مکرر شائع کیا جاتا ہے

تم مسلمان، جو ایک زمانے مین اللہ اور اُس کے دین برحق کے لئے سب کچھ کرسکتے تھے، کیا اب اتنا بھی نہین کرسکتے کہ اُس کے احکام اُس کے غافل بندون تک پہنچادو؟ تم کو آرام نہین لینا چاہئے جب تک کم از کم دس مسلمانون تک وہ تمام احکام نہ پہنچادو جو اس رسالہ مین درج ہین، اور چاہئے کہ اُن مین سے ہر ایک کو وصیت کرو کہ اسی طرح دس آدمیون تک پہنچادے۔ فلیبلغ الشاھد الغائب، فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعی لہ منہ

البلاغ پریس کلکتہ

(طبع ثانی)　　قیمت ۱۲ روپیہ

کي تاریکي جو اُنپر پهیلتي هے ' وہ اسي راہ کي شام هوتي هے - اُنکی زندگي پر کوئي لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبۂ علیا و فضیلۃ عظمیٰ کے اجر و ثواب سے خالي هو -

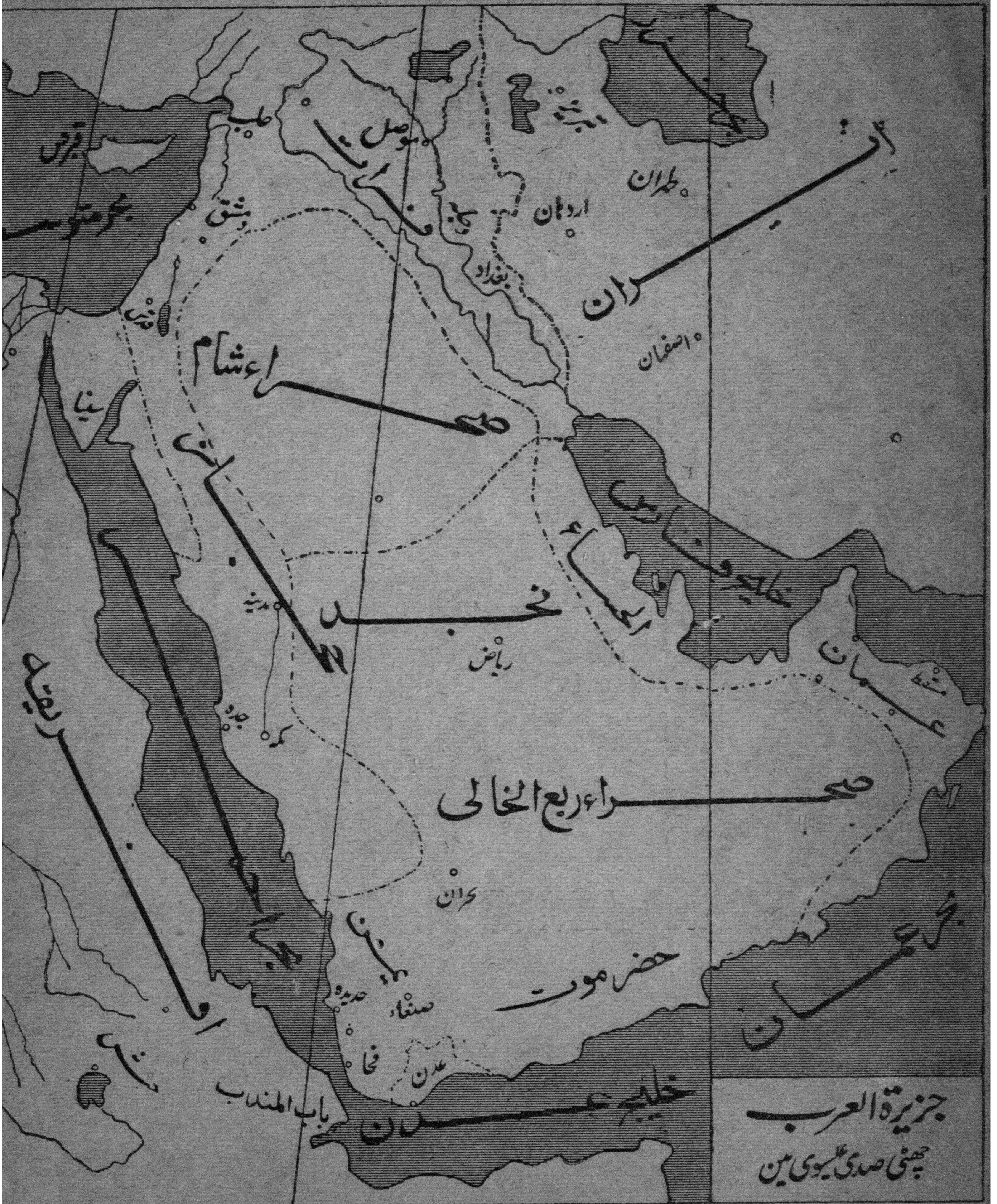
کائنات هستي کے هر عمل کي طرح یہ عمـــل بهي تین عنصروں سے مرکب هے - دل ' زبان ' اعضا ؤ جوارح - سو اُنکا دل همیشہ عشق حـــق اور عزم مقصد کي آتش شوق میں پهنکتا رهتا هے - انکی زبان همیشہ اعـــلان حق ' و دعـــوۃ الی اللـــہ میں سرگرم رهتي هے - اُنکے هاتهہ اور اُنکے تمام جوارح کبهي اس راہ کي سعي و محنت سے نہیں تهکتے - اسکے بعد جہاد کا کونسا کام رهگیا جو انہوں نے نہیں کیا ؟ اور اس راہ کا کونسا مرتبہ رهگیا جو اُنہوں نے نہیں پایا ؟ و ذلک فضـــل اللہ یوتیـــہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم !

یہ رتبـــۂ بلند ملا جس کو ملگیـــا
هر مدعي کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

جہاد کی اس حقیقت کو سامنے رکهکر غور کرو ! انساني اعمال کي کونسي بڑائي اور عظمت هے جو اسکـــے دائرہ سے باهر رهگئي ؟ اور نوع انساني کي هدایت و سعادت کا کونسا عمل حق هے جو اسکے بغیر انجام پا سکتا هے ؟ پس یہي وجہ هے کہ شریعت نے اسکي اهمیت و فضیلت پر اسقدر زور دیا کہ ساري نیکیاں ساري عبادتیں اس سے پیچهے رهگئیں - سب کا حکم شاخوں کا هوا - جڑ یہي عمل قرار پایا - اس سے بڑهکر اور کیا دلیل فضیلت هوسکتي هے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمایا : " والذي نفسي بیدہ ' لودت اني اقتل في سبیل اللہ ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل " (رواہ البخاري) خدا کي قسم ! اگر ممکن هوتا تو میں یہ چاهتا کہ اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں ' پهر زندہ هوں - پهر قتل کیا جاؤں ' پهر زندہ هوں - پهر قتل کیا جاؤں پهر زندہ هوں - پهر قتل کیا جاؤں - تاکہ اُسکي راہ میں جان دینے کي لذت و سعادت ایک هي مرتبہ میں ختم نہ هوجاے !

تمنت سلیمـــي ان نمـــوت بحبها
و اهون شي عنـــدنا ما تمنت !

اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (الحدیث)



البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین - کلکتہ

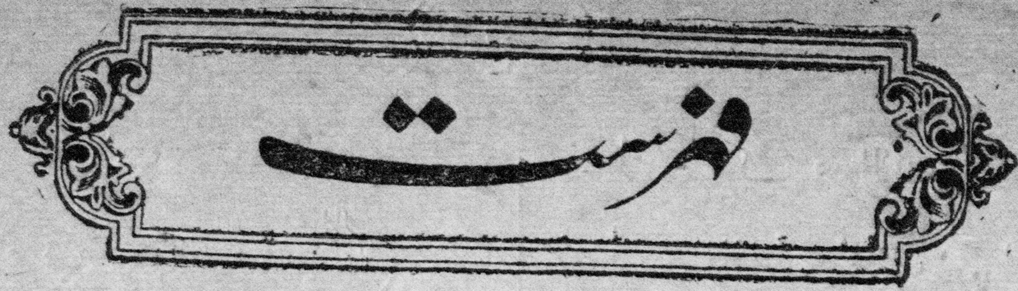
مقابلہ جاري رکھا جاے - اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دینگے اور اسلام کي اشاعت اور اسکے مشن کي تبلیغ و تکمیل میں همیشہ مانع هونگے -

فقہاء کي اصطلاح میں فرائض شرعیہ کي دو قسمیں هیں - " کفایہ " اور " عین " - یہ وهي اعمال انساني کي قدرتي تقسیم هے جسکو " جماعتي فرائض " اور " شخصي فرائض " کے ناموں سے موسوم کیا جاتا هے - " فرض کفایة " سے مقصود وہ احکام هیں جو بہ حیثیت جماعت و اجتماع قوم پر فرض هیں - نہ کہ بہ حیثیت فرد و انفراد - یعنے ایسے فرائض جو مسلمان جماعتوں اور آبادیوں کے ذمے عائد کردیے گئے هیں کہ اُنکا انتظام کردیں - پس انتظام هو جانا چاهیے - یہ ضروري نہیں کہ هر فرد بہ ذات خاص اُس میں حصہ لے- اگر ایک گروہ نے ایک وقت میں انجام دیدیا تو باقي مسلمانوں پر سے اُسوقت ساقط هوگیا - جیسے تجہیز و تکفین اموات اور نماز جنازہ - البتہ ایک مسلمان کیلیے عزیمة اسي میں هوگي کہ اداء فرض کفایہ میں بھي شخصاً حصہ لے -

فروض کفایہ میں شریعت کا خطاب اشخاص سے نہیں هے بلکہ جماعت سے هے پس هر مسلمان جماعت اور آبادي کو اُسکا انتظام کر دینا چاهیے - جب انتظام هوگیا تو اس آبادي کے بقیہ افراد پر اسکا وجوب باقي نہ رهیگا -

دوسري قسم " اعیان " کي هے - یعنے وہ فرائض جنکي فرضیت جماعت پر نہیں بلکہ فرداً فرداً هر مسلمان پر عائد هوتي هے - اور ایک کے کرنے سے دوسرا بري الذمہ نہیں هو جاسکتـــا - جیسے پانچ وقت کي نماز ' روزہ ' زکوۃ ' حج -

شرعاً قتال کي پہلي صورت (یعني هجوم و مقابلہ کا دائمي سلسلہ) فرض کفایة هے بحکم " و ما کان المومنون لینفروا کافة " - ضروري نہیں کہ بہ یک وقت هر مسلمان اسمیں حصہ لے - هر عہد اور هر ملک میں مسلمانوں کي ایک جماعت ضرور ایسي هوني چاهیے جو یہ فرض انجام دیتي رهے - اگر ایک جماعت انجام دے رهی هے تو کافي هے - جو مسلمان شریک هوگا ' اُسکے لیے بڑا اجر هے - جو شریک نہ هوگا ' اسکے لیے کوئي گناہ نہیں - صاحب هدایہ (جسکا انگریزي ترجمہ بھي هوچکا هے اور هندوستاني عدالتوں میں محمڈن لا کي بنیادي کتاب هے) لکھتے هیں :


فہرست

مسلمانوں کي مخالفت میں خزانوں کے خزانے خرچ کرڈالتے ھیں :

والذین کفروا ینفقون اموالہم لیصدوا عن سبیل اللہ -	جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي ' تو وہ حق کي مخالفت میں اپنا مال خرچ کررھے ھیں-

پس مسلمانوں کي بھي سب سے بڑي اسلامي و ایماني خصلت یہ قرار پائي کہ :

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض - (۹ : ۷۲)	مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں باھم ایک دوسرے کي رفیق اور مددگار ھیں !

اور اسي بنا پر مسلمانوں کا فرض ٹھہرا کہ اگر دنیا کے کسي ایک اسلامي حصہ پر غیر مسلم حملہ کریں اور وھاں کے مسلمان اُنکے مقابلہ کی کافي قوت نہ رکھتے ھوں ' یا بالکل مغلوب و مقہور ھوگئے ھوں ' تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض ھے کہ انکي یاوري و اعانت کیلیے اُسي طرح اُٹھہ کھڑے ھوں - جس طرح خود اپني آبادیوں کی حفاظت کیلیے اُٹھتے - اور اپني جان و مال سے اُسي طرح مدد دیں ' جس طرح خود اپنے گھر بار کي حفاظت کیلیے مدد دیتے -

یہ نہ کوئي نیا مذھبي اجتہاد ھے ' نہ کوئي پولیٹکل فتوی - تمام دنیا کے مسلمان فقہ و قوانین شریعت کي جو کتابیں صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آئے ھیں ' اور جو چھپي ھوئي بازاروں میں ھر جگہ ملتي ھیں ' اور جن پر خود ھندوستاني عدالتوں میں عمل کیا جارھا ھے ' اُن سب میں یہ احکام موجود ھیں - اسلامي دینیات کا کوئي طالب علم ایسا نہیں ملیگا جو ان حکموں سے بے خبر ھو - اور پھر ان سب کے اوپر مسلمانوں کي کتاب اللہ ھے جو اپنے ھر پارہ اور ھر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کي پکار تیرہ صدیوں سے بلند کررھي ھے - نوع انساني کي کامل بیس نسلیں گزر چکیں ' اور یہ احکام اپني یکساں ' غیر مبدل ' اٹل ' اور لا انتہا طاقت کے ساتھہ مسلمانوں کے دلوں پر حکمراني کررھے ھیں !

" جہاد " کي بہت سے قسموں میں سے ایک قسم " قتال " یعني لڑائي ھے - اور اُسکي بھي دو صورتیں ھیں - " ھجوم " اور " دفاع " - یعني افنسو (Offensive) اور ڈیفنسو (Defensive) در اصل ھجوم کي بنیاد بھي دفاع ھي ھے - یعنے جب تک دنیا میں عالم گیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نہ ھو جاے ' ضروري ھوا کہ حریف و مفسد قوتوں سے ھمیشہ

مسلمان اسکو انجام دیتے رهیں بلکه هر ملک کے مسلمانوں میں سے اُتنے مسلمانوں کو انجام دینا چاهیے جو حصول مقصد جہاد کیلیے کافي هو - پس ایک ملک میں سلسلۂ جہاد کے بقاء سے دوسرے ملک کے مسلمان بري الذمه نہیں هوسکتے اُنپر بدستور اسکا وجوب باقي رهیگا اور بصورت ترک وهاں کے تمام مسلمان گنه گار هونگے - گذشته پانچ صدیوں سے مسلمانان عالم نے اس فرض شرعي کو فراموش کردیا هے - اور صرف کسي ایک حصے کے مسلمانوں هي کے ذمه اس کو چھوڑ کر خود فارغ البال هوکر بیٹھه رهے هیں - اسي کا نتیجه هے که اعداء حق کو صدیوں کي صدیاں عروج و ظهور کیلیے مل گئیں ' اور مسلمانوں کیلیے تمام کرۂ ارضي میں کوئي ایک گوشۂ بهي امن و سکون کا باقي نہیں رها

و ما کان الله لیظلمهم و لکن کانوا انفسهم یظلمون !

اور فتح الباري میں هے " هو فرض کفایة علی المشهور ' الا ان تدعو الحاجة الیه " اسکے بعد کہا " و ان جنس جهاد الکفار متعین علی کل مسلم ' إما بیده ' و إما بلسانه ' و إما بما له ' و إما بقلبه " [جلد ۶ : ۲۸] یعني جہاد کي یه قسم فرض کفایه هے - باقي رها نفس جہاد ' تو وه هر مسلمان پر فرض عین هے ' کسي کیلیے هاتهه سے ' کسي کیلیے مال سے ' کسي کیلیے دل سے - یعني جس وقت ایک گروه هاتهه اور تلوار سے مشغول جہاد هوگا تو بقیه مسلمانوں پر دل اور زبان سے انکے لیے سعي و اعانت فرض هوگي - اور مال و دولت والوں کا فرض هوگا که مال سے مدد کریں -

اسي طرح اقناع میں هے " هو فرض کفایة اذا قام به من یکفي سقط وجوبه عن غیرهم " ابن ادریس اُسکي شرح میں لکھتے هیں " و معني الکفایة في الجهاد ان ینهض الیه قوم یکفون في جهادهم ' إما ان یکونوا جندالهم درا رین او یکونوا اعدوا انفسهم له تبرعاً و تکون في الثغور من یدفع العدو عنها و یبعث في کل سنة جیشا یغیرون علي العدو في بلادهم " (جلد ۱ - ۶۵۱)

یه صورت تو اُس قتال کي هے جسکي صورت حملۂ و هجوم کي هوگي ' دوسري قسم " دفاع " هے - یعني جب کوئي غیر مسلم جماعت مسلمانوں کي آبادیوں اور حکومتوں پر حمله کا قصد کرے ' تو اُس حملۂ و تسلط کو هر طرح مقابله کرکے روکنا ' اور اسلامي ملکوں اور آبادیوں کو غیر مسلموں کي حکومت اور هر طرح کے قبضۂ و اثر سے محفوظ رکھنا -

الجهاد فرض علی الکفایه - اذا قام فریق من الناس ' سقط عن الباقین * فان لم یقم به أحد ' أثم جمیع الناس بترکه - لان الوجوب علی الکل (کتاب السیر)

جهاد فرض کفایه ہے - جب مسلمانوں کي کوئي ایک جماعت اسکے لیے کھڑي ہوگئي ' تو باقي مسلمانوں کیلیے واجب نه رہا - لیکن اگر کوئي گروہ بھي اسکے لیے نه أٹھا ' تو پھر تمام مسلمان جہاد ترک کردینے کي وجه سے گناھگا ر ہونگے - کیونکه فرض پوري قوم پر ہے -

لیکن جماعت سے کیا مقصود ہے ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں کي مجموعي جماعت یا ہر ہر ملک اور اقلیم کي جماعت ؟ اسکي تشریح سعدي چلپي حاشیۂ عنایۃ میں کرتے ہیں :

اقول لاینبغي ان یفهم منه ان الوجوب علی جمیع اهل الارض کافة حتی یسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم ' اذ لا یندفع بقیامهم الشر عن الهنود المسلمین - و ان قوله تعالی قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یدل علی ان الوجوب علی اهل کل قطر یقربون الکفار - (مجموعۂ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

ہدایه کي عبارت کا یه مطلب نه سمجھا جاے که اگر ایک ملک کے مسلمانوں نے یه فرض ادا کردیا تو دوسرے ملک کے مسلمانوں پر سے بھي ساقط ہوگیا - مثلاً اگر روم کے ترکوں نے جہاد قائم رکھا تو ہندوستان کے مسلمانوں پر سے ساقط ہوگیا - کیونکه مقصود قیام جہاد سے یه ہے که مسلمانوں پر سے دشمنوں کے حملوں اور شر کو دور کیا جاے - ظاہر ہے که مسلمانان روم کے جہاد کرنے سے مسلمانان ہند محفوظ نہیں ہو جاسکتے - وہ تو جبھي ہونگے جب خود اپنے ملک میں اسکا انتظام کریں - پس مطلب یه ہے که ہر ملک کے مسلمانوں پر فرض کفایه ہے - اگر اس ملک کے تمام مسلمانوں میں سے ایک جماعت یه فرض انجام دیتي رہي ' تو وہانکے بقیه مسلمانوں پر سے ساقط ہوجائیگا - لیکن دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر فرضیت باقي رہیگي - قرآن میں ہے : قاتلوا الذین یلونکم من الکفار - اس سے بھي یہي ثابت ہوتا ہے که أن مسلمانوں پر جو دشمنوں سے قریب ہوں ' قتال واجب ہے - انتہی -

اس سے واضح ہوگیا که اس فرض میں خطاب تمام مسلمانان عالم سے نہیں ہے بلکه ہر جماعت اور ملک کے مسلمانوں سے ہے - اور علی الکفایه ہونے کے معني یه نہیں ہیں که تمام دنیاکے مسلمانوں میں سے کچھه

حملۂ و هجوم کے دائمي جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ھے ھوتا) بعض جماعتیں مستثنیٰ ھیں - مثلاً عورتیں اور نوکر - عورتوں کے لیے شوھرکي خدمت اور نوکر کیلیے آقا کي خدمت مقدم ھے - لیکن اگر دفاع کي صورت پیش آ گئي ھو تو اسکي فرضیۃ ایسي ھمہ گیر اور بالاتر ھے کہ بچوں اور معذوروں کے سوا کوئي گروہ ' کوئي فرد ' مستثنیٰ نہیں ھوسکتا - بیوي بلا شوھرکي اجازت کے نکل کھڑي ھو - غلام بلا آقا کي اذن کے مشغول جہاد ھو جاے - ھدایہ میں ھے :

فان ھجم العدو علی بلد ' وجب علی جمیع الناس الدفع ' تخرج المرأۃ بغیر اذن زوجھا و العبد بغیر اذن المولی - لانہ صار فرض عین ' و ملک الیمین و رق النکاح لا یظھر فی حق فروض الاعیان کما فی الصلوۃ و الصوم - بخلاف ما قبل النفیر ' لان بغیر ھما مقنعا فلا ضرورۃ الی ابطال حق المولی و الزوج - (کتاب السیر)

لیکن اگر دشمنوں نے کسی شہر پر حملہ کیا ' تو پھر تمام لوگوں پر دفاع فرض ھوگیا - بیوي بلا شوھرکي اجازت کے اور غلام بلا آقا کي اذن کے دفاع میں حصہ لے - اسلیے کہ اب جہاد فرض عین ھوگیا ' اور جو فرائض ایسے ھیں ' اُنپر مالکیت اور زوجیۃ کے حقوق موثر نہیں ھوسکتے - جیسے نماز اور روزہ - اگر نماز کا وقت آ گیا ھے تو عورت پر نماز فرض ھوگئي - شوھرکي اذن پر موقوف نہیں - البتہ نفیر سے پہلے یہ صورت نہ تھی - اُسوقت عورتوں اور غلاموں کی شرکت کے بغیر بھي یہ فرض ادا ھوسکتا تھا - پس ضرورت نہ تھی کہ شوھر اور آقا کے حقوق باطل کیے جائیں -

ھم نے ھدایہ اور متداول کتب فقہ کی عبارتیں سب سے پہلے اسلیے نقل کیں کہ ان کتابوں کے نام سے ھندوستان کی سرکاري عدالتیں بھی آشنا ھیں - اور انگریزي میں محمڈن لا پر جسقدر کتابیں لکھي گئي ھیں ' سب میں ان کا حوالہ موجود ھے - پس بآسانی دیکھہ لیا جاسکتا ھے کہ فی الحقیقت اسلام کے احکام شرعي یہي ھیں یا نہیں ؟ ورنہ تمام کتب تفسیر و حدیث میں بھی یہ احکام موجود ھیں - امام بخاري نے باب باندھا ھے " وجوب النفیر " یعنے جب حفظ ملت کي ضرورت پیش آ جاے تو قتال کیلیے سب کا اُتھہ کھڑا ھونا واجب ھے - پھر آیۃ " انفروا خفافاً و ثقالا " اور " مالکم اذا قیل لکم انفروا " الخ سے وجوب پر استدلال کیا ھے - اسکے بعد حضرۃ ابن عباس کي روایت درج کی ھے " لا ھجرۃ بعد الفتح

یہ فرض کفایہ نہیں ھے ' بلکہ بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ھر مسلمان پر فرض عین ھے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقی مسلمان بری الذمہ نہیں ھوجاسکتے - جسطرح ایک گروہ کے نماز پڑھہ لینے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ھو جاتی - اسی ھدایہ میں ھے -

" الا ان یکون النفیر عاماً فحینئذ یصیر من فروض الاعیان "

نفیر " نفر " سے ھے -" نفر " کے معنی ھیں تیزی کے ساتھہ ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائی کیلیے ھو " نفیر " کا اطلاق ھوا - قران میں ھے - انفروا خفافا و ثقالا - اور الا تنفروا - مطلب یہ ھے کہ اگر حفظ و دفاع کی ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ' تو پھر جنگ کرنا ھر مسلمان پر فرض عین ھوجاتا ھے -

ابن ھمام اسکی شرح میں لکھتے ھیں :

ھذا اذا لم یکن النفیر عاماً ' فاذا کان النفیر عاماً بان ھجموا علی بلدة من بلاد المسلمین ' فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلاً او فاسقاً - (فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

فرض کفایہ کی صورت اسوقت تک ھے کہ نفیر کی حالت نہو - لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کردیا ' تو اسوقت جنگ کرنا ھر مسلمان فرد پر فرض عین ھوجائیگا - خواہ جنگ کے لیے دعوت دینے والا عادل ھو یا فاسق -

اور عنایہ میں ھے :

ثم الجہاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو وھو یقدر علیہ - (مجموعہ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کی حالت ھو ' تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ھوجائیگا جو دشمن سے قریب ھوں اور اس پر قابو رکھتے ھوں -

اسی طرح سراجیہ ' در المختار ' شامی وغیرہ تمام کتب فقہ میں ھے - " اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو " اور " الجہاد فرض کفایة اذا لم یکن النفر عاماً ' فاذا اقام بہ البعض ' یسقط عن الباقین - فاذا صار النفیر عاما ' فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ -

کي بدنظمي و بدحالي هے - انکا فرض هوگا که داعی و امیر کا انتظام کریں یہی حال تمام فرائض کا هے - نماز کا جب وقت آ جاے تو خواہ مؤذن کي صداے " حي علی الصلاۃ " سنائي دے یا نه دے ' وقت کا آ جانا وجوب کیلیے کافي هوتا هے -

فصل

(ترتیب وجوب دفاع)

جب دفاع کا فرض عین هونا واضح هوگیا ' تو اب معلوم هونا چاهیے که اس فرض کي انجام دهي کیلیے شریعت نے ایک خاص ترتیب اختیار کي هے - عقل و حکمت کي بنا پر وهي اس معامله کي قدرتي اور صحیح ترتیب هوسکتي تهي - صورت اُسکي یه هے که جب غیر مسلموں نے کسي اسلامي حکومت اور آبادي کا قصد کیا ' تو اُس شہر کے تمام مسلمانوں پر به مجرد قصد اعداء ' دفاع فرض عین هوگیا - باقي رهے دیگر ممالک کے مسلمان ' تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلہ کے لیے کافي قوت نہیں رکھتے - دشمن بہت زیادہ قوي هے - یا رکھتے هیں اور غفلت و تساهل کرنے لگے هیں ' تو اُس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر بهی دفاع فرض عین هوجائیگا - بالکل اسیطرح جیسے نماز اور روزہ -

مگر صورت اُس کي یوں هوگي که پہلے اُن مقامات سے قریب تر مقام کے مسلمانوں پر واجب هوگا - پھر اُن سے قریب تر پر - پھر اُن سے قریب تر پر - حتی که مغرب و مشرق جنوب و شمال ' تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے فرضیت عائد هوجائیگي -

اُسوقت سارے فرائض ' سارے وظائف ' سارے کام ' ملتوي کردینے چاهیئیں - بمجرد اطلاع هر مسلمان کو اپني تمام قوتوں اور تمام سامانوں کے ساتهه وقف دفاع ملت و جهاد في سبیل الله هوجانا چاهیے - اور قیام دفاع کے لیے شرعاً جن جن وسائل و انتظامات کي ضرورت هے ' سب کو مل جلکر انکا انصرام کرنا چاهیے - اگر کسي آبادي میں مسلمانوں کا کوئي امام و پیشوا نہیں هے جو نظم و قیام اپنے هاتهه میں لے تو سب کا فرض هوگا که پہلے امام

و لکن جہاد و نیة و اذا استنفرتم فاستنفروا " یعنی وہ جو اوائل اسلام میں ایک خاص طرح کی ہجرۃ فرض ہوئي تھي ' تو فتح مکہ کے بعد اسکي ضرورت نہیں رهي - البتہ جہاد اور عزم جہاد قیامت تک باقي ہے - تو جب جمع ہونے کیلیے پکارے جاؤ ' جمع ہو جاؤ اور جہاد کرو -

فتح الباري میں ہے " الا ان تدعوا الحاجة الیه کان یدھم العدو و یتعین علی من عینه الامام " (جلد ٦ : ٢٨)

اور موطا امام مالک میں ہے " اذا کان الکفار مستقرین ببلاد ھم ' فالجہاد فرض کفایة ' ان اقام به بعضهم سقط الحرج عن الباقین ' و اذا قصدوا بلادنا و استنفر الامام المسلمین ' وجب علی الاعیان " یعنی اگر کفار اپنے اپنے ملکوں میں ہیں - مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہورے ہیں - تو اس حالت میں جہاد فرض کفایہ ہے - لیکن جب وہ ہمارے ملکوں کا قصد کریں اور امیر اسلام نفیر کا اعلان کرے تو پھر فرض عین ہو جائیگا -

چونکہ جابجا " نفیر " کا لفظ آیا ہے ' اسلیے یہ بات بھي صاف ہوجاني چاهیے کہ نفیر عام سے مقصود کیا ہے ؟ یہ مقصود ہے کہ دفاع کي ضرورت پیش آ جاے اور ہر شخص کو اُسکا علم ہو جاے - یا یہ مقصود ہے کہ جب تک کوئي بلانے والا مسلمانوں کو نہ بلائیگا ' نفیر عام کي حالت پیدا نہ ہوگي ؟ اسکا جواب شاہ ولي الله نے موطا کي شرح میں دیدیا ہے :

" نزدیک استنفار جہاد فرض علی الاعیان می شود - استنفار را چوں منقح کنیم حاصل شود حالتی کہ مقتضاي استنفار شدہ است از قصد کفار بلاد مارا ' و قیام حرب درمیان جیوش مسلمین و کافرین ' و عدم کفایہ ازاں مسلماناں ' و انچہ بداں ماند " (مسوی جلد ٢ - ١٢٩)

شاہ صاحب کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئي کہ نفیر کي صورت کیا ہے ؟ تو یہ ضرور نہیں کہ کوئي خاص شخص مسلمانوں کو یہ کہکر پکارے کہ آؤ جہاد کرو - مقصود یہ ہے کہ ایسي حالت پیدا ہو جاے جو مقتضاے نفیر ہے - پس جب غیر مسلموں نے اسلامي ملکوں کا قصد کیا اور مسلمانوں اور کافروں میں لڑائي شروع ہوگئي تو جہاد فرض ہوگیا ' اور جب دشمنوں کي طاقت اُن ممالک کے مسلمانوں سے زیادہ قوي ہوئي اور انکے شکست کا خوف ہوا ' تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض ہوگیا - خواہ کوئي پکارے یا نہ پکارے - پکارنے والا نہیں ہے تو یہ مسلمانوں

هو c یه فرض عائد هوگا - اسي طرح یکے بعد دیگرے اسکا وجوب منتقل هوتا جائیگا - حتی که تمام مسلمانوں پر مشرق میں هوں یا مغرب میں ' دفاع کے لیے اُٹهه کهڑا هونا فرض هوجائیگا - انتهی -

ایسا هي تمام کتب معتمدهٔ فقه و حدیث میں هے - عبارتوں کے نقل و ترجمه میں طول هوگا - رد المحتار وغیره شروح میں ذخیره سے نقل کیا هے :
" فاما من ورائهم ببعد من العدو ' فهو فرض کفایة علیهم حتی یسعهم ترکه ' اذا لم یحتیج الیهم بان عجز من کان یقرب من العدو عن المقاومة ' او لم یعجزوا عنها لکنهم تکاسلوا ' فانه یفترض علی من یلیه فرض کالصلوة و الصوم لا یسعهم ترکه ' و ثم و ثم ' الی ان یفترض علی جمیع اهل الاسلام شرقاً و غرباً "

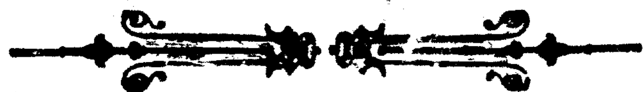
اور عنایه شرح هدایه میں هے " ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو و هو یقدر علیه ' و اما من ورائهم فلا یکون فرضا علیهم الا اذا احتیج الیهم ' اما لعجز القریب و اما للتکاسل ' فحینئذ یفرض علی من یلیهم " الخ -

اور شرح موطا مین هے " فان لم تقع الکفایة بمن نزل بهم ' یجب علی من بعد منهم من المسلمین عونهم " (جلد ۲ - ۱۲۹)

البته یاد رهے که یه دفاع کي عام صورت هے - لیکن بعض حالتیں شرعاً ایسي بهي هیں ' جن میں وجوب دفاع کیلیے یکے بعد دیگرے اس ترتیب اور الاقرب فالاقرب کي ضرورت باقي نهیں رهتي - بیک وقت اور بیک دفعه هي تمام مسلمانان عالم پر دفاع فرض هوجاتا هے -

پهلي حالت یه هے که خلیفهٔ وقت تمام مسلمانان عالم سے طالب اعانت هو یا اُسکي بے بسي و بیچارگي کي حالت ایسي هوجاے که بلا تمام مسلمانان عالم کي مجموعي اعانت کے مخلصي و فتح ممکن نهو -

دوسري صورت یه هے که اسلام کے عین مرکزي مقام یعني جزیرهٔ عرب پر غیر مسلم حمله آور هوں جنکو همیشه غیر مسلم اثر سے محفوظ رکهنا هر مسلمان پر فرض هے خواه وه دنیا کے کسي حصه میں بستا هو - تفصیل اسکي آگے آتي هے -



و امیر کا انتظام کریں - پھر جن جن وسائل کی ضرورت ہو اُن کے حصول کے لیے ہر ممکن تدبیر و سعی کام میں لائیں - اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب اللہ کے حضور جوابدہ ہونگے - سب مبتلاے معصیت و فسق ہونگے - ایسی معصیت ' ایسا فسق ' ایسا عدوان ' ایسا نفاق ' جس کے بعد صرف کفر ہی کا درجہ ہے -

اگر قیامت کا آنا حق ہے ' اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے ' تو مسلمانان عالم کے پاس اُسوقت کیا جواب ہوگا ' جب قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم کروڑوں کی تعداد میں زندہ و سلامت موجود تھے - تمھارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لی گئی تھی - تمھاری قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا - تمھارے کان بہرے نہ تھے نہ ہاتھہ کٹے ہوے اور پانؤں لنگڑے - پھر تمھیں کیا ہوگیا تھا کہ تمھارے سامنے تمھارے بھائیوں کی گردنوں پر دشمنوں کی تلواریں چل گئیں - وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہوگئے - اسلام کی آبادیاں غیروں کے قبضۂ و تسلط سے پامال ہوگئیں - پر نہ تو تمھارے دلوں میں جنبش ہوئی ' نہ تمھارے قدموں میں حرکت ہوئی ' نہ تمھاری آنکھوں نے محبت و ماتم کا ایک آنسو بخشا ' اور نہ تمھارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستی کے قفل توٹے ؟ تم نے چین اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادی ملت اور پامالی اسلام کا یہ خونین تماشہ دیکھا ' اور اُس بے درد تماشائی کی طرح بے حس و حرکت تکتے رہے جو سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر ڈوبتے ہوے جہازوں اور بہتی ہوئی لاشوں کا نظارہ کر رہا ہو ! ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ ؟ فما حیاۃ الدنیا الا قلیل !

فتح القدیر میں ہے :

فیجب علی جمیع اهل تلک البلدۃ النفر ' وکذا من یقرب منهم ان لم یکن باهلها کفایۃ ' وکذا من یقرب ممن یقرب ان لم یکن بمن یقرب کفایۃ ' او تکاسلوا ' او عصوا ' وهکذا الی ان یجب علی جمیع اهل الاسلام شرقاً و غرباً -

(جلد ۴ - صفحہ - ۸۲۰)

اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اُس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کے لیے اُتھہ کھڑا ہونا فرض عین ہوجائیگا - اور اگر دشمن زیادہ طاقتور ہیں اور مقابلہ کیلیے وہاں کے مسلمان کافی نہیں ' تو جو مسلمان اُنسے قریب ہونگے ' انپر بھی فرض عین ہو جائیگا - اور اگر وہ بھی کافی نہیں ' یا انھوں نے سستی کی ' یا دانستہ انکار کیا ' تو پھر اُن تمام لوگوں پر جو اُن سے قریب

" مرکز ارضي " سے مقصـــود یہ ھے کہ اسلام کي دعوة ایک عالمگیر اور دنیا کي بین الملي دعوة تھي - وہ کسي خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھي - مسلمانوں کي قومیت کے اجزاء تمام کرۂ ارضي میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے - پس ان بکھرے ھوے اجزاء کو ایک دائمي متحدہ قومیت کي ترکیب میں قائم رکھنے کیلیے ضروري تھا کہ کوئي ایک مقام ایسا مخصوص کردیا جاتا ' جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کیلیے اتحاد و انضمام کا مرکزی نقطہ ھوتا - سارے بکھرے ھوے اجزاء وھاں پہنچکر سمٹ جاتے - تمام پھیلي ھوئي شاخیں وھاں اکٹھي ھوکر جڑ جاتیں - ھر شاخ کو اُس جڑ سے زندگی ملتی ' ھر نہر اُس سر چشمہ سے سیراب ھوتي - ھر ستارہ اُس سورج سے روشني اور گرمي لیتا - ھر دوري اُس سے قرب پاتی - ھر فصل کو اُس سے مواصلت ملتي - ھر انتشار کو اُس سے اتحاد و یگانگي حاصل ھوتي -

وھی مقام تمام اُمت کی تعلیم و ھدایت کیلیے ایک وسطي درسگاہ کا کام دیتا - وھی تمام کرۂ ارضی کی پھیلی ھوئی کثرت کیلیے نقطۂ وحدت ھوتا - ساری دنیا ٹھنڈی پڑ جاتي ' پر اُسکا تنور کبھي نہ بجھتا - ساري دنیا تاریک ھو جاتی ' مگر اُسکي روشنی کبھی گل نہ ھوتي - اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باھمی جنگ و جدال اور فتنۂ و فساد سے خون ریزي کی دوزخ بن جاتی ' پھر بھي ایک گوشۂ قدس ایسا رھتا جو ھمیشہ امن و رحمت کا بہشت ھوتا ' اور انساني فتنۂ و فساد کي پرچھائیں بھي وھاں نہ پڑ سکتي -

اُسکا ایک ایک چپہ مقدس ھوتا ' اُسکا ایک ایک کونہ خدا کے نام پر محترم ھو جاتا ' اُسکا ایک ایک ذرہ اسکے جلال و قدوسیت کا جلوہ گاہ ھوتا - خونریز اور سرکش انسان ھر مقام کو اپنے ظلم و فساد کي نجاست سے آلودہ کر سکتا ' پر اُسکي فضاء مقدس ھمیشہ پاک و محفوظ رھتی ' اور جب زمین کے ھر گوشے میں انساني سرکشي اپني مجرمانہ خداوندی کا اعلان کرتي تو وھاں خدا کي سچي پادشاھت کا تخت عظمت و اجلال بچھہ جاتا ' اور اسکا ظل عاطفت تمام بندگان حق کو اپني طرف کھینچ بلاتا -

دنیا پر کفر و شرک کے جماؤ اور اُتھان کا کیسا ھی سخت اور برا وقت آجاتا ' مگر سچی توحید اور بے میل خدا پرستي کا وہ ایک ایسا گھر ھوتا ' جہاں خدا اور اُسکی صداقت کے سوا نہ کسي خیال کي پہنچ ھوتي ' نہ کسي صدا کی گونج اُٹھہ سکتی -

باب

جزیرۂ عرب و بلاد مقدسہ

فصل

(مرکز ارضي)

کوئي قوم زندہ نہیں رہسکتي ' جب تک اسکا کوئي ارضي مرکز نہ ہو - کوئي تعلیم باقي نہیں رہسکتي ' جب تک اُسکي ایک قائم وجاري درسگاہ نہ ہو - کوئي دریا جاری نہیں رہسکتا ' جب تک ایک محفوظ سر چشمہ سے اُسکا لگاؤ نہ ہو -

نظام شمسي کا ہر ستارہ روشني اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسي ہي سے حاصل کرتا ہے - اُسی کي بالاتر جاذبیۃ ہے جسنے یہ پورا معلق کارخانہ سنبھال رکھا ہے ! اللہ الذي رفع السماوات بغیر عمد ترونہا ' ثم استوی علي العرش ' و سخر الشمس و القمر ' کل یجري لاجل مسمی ! (۱۳ : ۲)

یہي قانون الہي ہے جسپر اُسکي شریعت کے تمام جماعتي احکام مبني ہیں - پس جس طرح اسلام نے امت کے بقا اور حق و ہدایت کے قیام کیلیے ہر طرح کے مرکز قرار دیے ' ضرور تھا کہ ایک ارضی مرکز بھي قیامت تک کیلیے قرار دیدیا جاتا -

اُن بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کي بنا پر جنکي تشریح کا یہ موقعہ نہین ' اسلام نے اس غرض سے سر زمین حجاز کو منتخب کیا - یہي ناف زمین دنیا کي آخري اور دائمي ہدایت و سعادت کیلیے مرکزی سر چشمہ اور روحاني درسگاہ قرار پائي - اور چونکہ سر زمین حجاز جزیرۂ عرب میں واقع تھي ' وہي اسلام کا اولین مرطن ' وہي اسکا سب سے پہلا سر چشمہ تھا ' اسلیے ضرور تھا کہ اسلامي مرکز کے قریبي گرد و پیش کا بھي وہي حکم ہوتا جو اصل مرکز کا - لہذا یہ تمام سر زمین بھي کہ حجاز کي " وادی غیر ذي زرع " کو گھیرے ہوے ہے ' اسي حکم میں داخل ہوگئي -

ذلک تقدیر العزیز العلیم !

و اذ جعلنا البیت مثابة للناس و امنا (۲:۱۲۵) اور جب ایسا ھوا کہ ھم نے خانۂ کعبہ کو انسانوں کیلیے اجتماع کا مرکز اور امن کا گھر بنایا۔

اور

من دخلہ کان امنا (۳ : ۹۷) جو اسکے حدود کے اندر پہنچ گیا ' اسکے لیے کسی طرح کا خوف اور ڈر نہیں -

اور یہی علت تھی تحویل قبلہ کی - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھی :

و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲:۱۵۰) اور تم کہیں بھی ھو ' لیکن چاھیے کہ اپنا رخ اسی کی جانب رکھو !

کیونکہ جب یہی مقام ارضی مرکز قرار پایا ' تو تمام افراد قوم کیلیے لازمی ھوا کہ جہاں کہیں بھی ھوں ' رخ اُنکا اسی طرف رھے - اور دن میں پانچ مرتبہ اپنے قومی مرکز کے طرف متوجہ ھوتے رھیں - اور یاد رھے کہ من جملہ بے شمار مصالح و حکم کے ' ایک بڑی مصلحت فریضۂ حج میں یہ بھی ھے کہ ساری اُمت ' تمام کرۂ ارضی ' اور تمام اقوام عالم کو ' اس نقطۂ مرکز سے دائمی پیوستگی بخشدی :

و اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (۲۲ : ۲۸) اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو - پھر ایسا ھوگا کہ ساری دنیا کو یہ گوشۂ برکت کھینچ بلالیگا - لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے دور دور سے یہاں پہنچیں گے !

فصل

(احکام شرعیہ)

اس مرکز کے قیام و بقا کیلیے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ دائمی طور پر اسکو صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جبتک یہ خصوصیت قائم نہ کی جاتی ' امت کیلیے اس مرکزیت کے مطلوبہ مقاصد و مصالح حاصل نہ ھوتے -

چنانچہ اسی بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا : انما المشرکون نجس ' فلا یقربو المسجد الحرام بعد عامھم ھذا - مسجد حرام کے حدود صرف توحید کی پاکی کیلیے مخصوص ھیں - اب آیندہ کوئی غیر مسلم اسکے

وہ انسان کی پھیلی ہوئی نسل کیلیے ایک مشترک اور عالمگیر گھر ہوتا - کٹ کٹ کر قومیں وہاں جڑتیں ' اور بکھر بکھر کے نسلیں وہاں سمٹتیں - پرند جس طرح اپنے آشیانوں کی طرف اُڑتے ہیں ' اور پروانوں کو تم نے دیکھا کہ روشنی کی طرف دوڑے - ٹھیک اِسی طرح انسانوں کے گروہ اور قوموں کے قافلے اُسکی طرف دوڑتے' اور زمین کی خشکی و تری کی وہ ساری راہیں جو اُس تک پہنچ سکتیں ' ہمیشہ مسافروں اور قافلوں سے بھری رہتیں -

دنیا بھر کے زخمی دل وہاں پہنچتے اور شفا اور تندرستی کا مرہم پاتے - بیقرار و مضطر روحوں کیلیے اُسکے آغوش گرم میں آرام و سکون کی ٹھنڈک ہوتی - گناہ کی کثافتوں سے آلودہ جسم وہاں لائے جاتے' اور محرومی و نامرادی کی مایوسیوں سے گھائل دل چیختے اور تڑپتے ہوے اُس کی جانب دوڑتے ' تو اسکی پاک ہوا امید و مراد کی عطر بیزی سے مشکبار ہوجاتی' اسکے پہاڑوں کی چوٹیاں خدا کی محبت و بخشش کے بادلوں میں چھپ جاتیں ' اور اُس کی مقدس فضاء میں رحمت کے فرشتے غول در غول اُتر کر اپنی معصوم مسکراهٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھہ مغفرت و قبولیت کی بشارتیں بانٹتے -

شاخوں کی شادابی جڑ پر موقوف ہے - درختوں کی جڑ اگر سلامت ہے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑ نہیں جا سکتا - دس ٹہنیاں کاٹ دی جائینگی ' تو بیس نئی نکل آئینگی - اسیطرح قوم کا مرکز ارضی اگر محفوظ ہے ' تو اسکے بکھرے ہوے ٹکڑوں کی بربادی سے قوم نہیں مٹ جاسکتی - سارے ٹکڑے مٹ جائیں ' مگر مرکز باقی ہے تو پھر نئی نئی شاخیں پھوٹینگی اور نئی نئی زندگیاں اُبھرینگی - پس جس طرح مسلمانوں کے اجتماعی دائرہ کیلیے خلیفۂ و امام کے وجود کو مرکز ٹھہرایا گیا ' اُسی طرح اُنکی ارضی وسعت و انتشار کیلیے عبادتکدۂ ابراھیمی کا کعبۃ اللہ' اسکی سر زمین حجاز ' اور اُسکا ملک جزیرۂ عرب ' دائمی مرکز قرار پایا - یہی معنی ان آیات کریمہ کے ہیں کہ :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس (۵ : ۱۰۰)	اللہ نے کعبہ کو کہ اسکا محترم گھر ہے' انسانوں کے بقاؤقیام کا باعث ٹھہرایا -

الا بعضهم لحقوا برسول الله فامنهم و اسلموا ' و اجلى يهود المدينة كلهم بني قينقاع و هم قوم عبد الله بن سلام و يهود بني حارثه ' و كل يهودي كان بالمدينه "

بخاري و مسلم میں اس آخری اخراج کا واقعہ بروایت حضرة ابو ہريرة مروي ھے - آپ صحابه کو ساتھ لیکر یہودیوں کي تعلیم گاہ میں تشریف لیگئے اور فرمایا " یا معشر الیهود ! اسلموا تسلموا " اسلام قبول کرو - نجات پاؤگے - پھر فرمایا " اعلموا ان الارض لله و رسوله و اني ارید ان اجلیکم من هذه الارض ' فمن وجد منکم بماله شیئاً فلیبعه ' و الا ' فاعلموا ان الارض لله و رسوله " میں نے ارادہ کرلیا ھے که تم کو اس ملک سے خارج کردوں - پس اپنا مال و متاع فروخت کرنا چاھو تو کردو - ورنه جان رکھو که اس ملک کي حکومت صرف الله اور اُسکے رسول ھي کیلیے ھے -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو دو مقام ایسے رهگئے تھے جہاں سے یہود و نصارا کا اخراج نه هوسکا تھا - خیبر اور نجران - پس آپنے وصیت فرمائي که آینده جزیرۂ عرب صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جو غیر مسلم اس ملک میں باقي رهگئے هیں ' خارج کردیے جائیں - امام بخاري نے باب باندھا ھے " اخراج الیهود من جزیرة العرب " اسمیں پہلي روایت یہود مدینه کے اخراج کي لاے هیں جو اوپر گزرچکي - دوسري روایت حضرت ابن عباس کي ھے - آنحضرة صلعم نے مرض الموت میں تین باتوں کي وصیت فرمائي تھي - ایک یه تھي " اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب " حافظ ابن حجر لکھتے هیں " اقتصر علی ذکر الیهود لانهم یوحدون الله تعالی الا القلیل ومع ذلك امر باخراجهم ' فیکون اخراج غیرهم من الکفار بطریق اولی " (فتح الباری - ۶ : ۱۹۴) یعنی امام بخاری نے عنوان باب میں صرف یہود کا ذکر کیا - اسمیں استدلال یه ھے که تمام غیر مسلم اقوام میں یہودي سب سے زیادہ توحید کے قائل هیں - انکو خارج کیا گیا تو دیگر مذاهب کے اخراج کا وجوب بدرجۂ اولی ثابت هوگیا - پس حاجت تصریح نہیں -

حضرة عمر کي روایت میں " یہود و نصاری " کا لفظ ھے " لاخرجن الیهود و النصاری من جزیرة العرب حتی لا ادع الا مسلما " رواه مسلم و احمد و الترمذي و صححه - ابو عبیده بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا ھے : " اخر ما تکلم به رسول الله صلعم اخرجوا یهود اهل الحجاز و اهل نجران من جزیرة العرب " حضرة عائشه کي روایت میں اسکی علت بھي واضح کردي

قریب بھي نہ آنے پاے - یعني نہ صرف یہ کہ وہاں غیر مسلم نہ رہیں ' بلکہ کسي حال میں داخل بھي نہ ہوں - جمہور اہل اسلام نے اتفاق کیا کہ مسجد حرام سے مقصود صرف احاطۂ کعبہ ہي نہیں ہے' بلکہ تمام سرزمین حرم ہے - اور دلائل و مباحث اسکے اپنے مقام پر درج ہیں -

اور اسي طرح احادیث صحیحۂ و کثیرہ سے جو حضرۃ علي ' سعد بن وقاص ' انس ' جابر ' ابو ہریرہ ' عبد اللہ بن زید ' رافع بن خدیج ' سہل بن حنیف ' وغیرہم اجلۂ صحابہ سے مروي ہیں ' ثابت ہوچکا ہے کہ مدینہ کي زمین بھي مثل مکہ کے حرم ہے' اور عیر و ثور اسکے حدود ہیں - " المدینۃ حرام ما بین عیر الی ثور " اخرجہ الشیخان - اور روایت سعد کہ " اني احرم ما بین لابتي المدینہ ان یقطع عضاہا او یقتل صیدہا " رواہ مسلم - اور روایت انس متفق علیہ کہ " اللہم ان ابراہیم حرم مکہ ' و اني احرم ما بین لابتیہا " (۱) خدایا ! ابراہیم نے مکہ کو حرم ٹھہرایا اور میں مدینہ کو ٹھہراتا ہوں !

یہ احکام تو خاص اس مرکز کي نسبت تھے - باقی رہا اسکا گرد و پیش ' یعني جزیرۂ عرب ' تو گو اسکے لیے اسقدر اہتمام کي ضرورت نہ تھي ' تاہم اسکا خالص اسلامي ملک ہونا ضروري تھا - تاکہ اسلامي مرکز کا گرد و پیش اور اسکا مولد و منشاء ہمیشہ غیروں کے اثر سے محفوظ رہے -

اسلام کا جب ظہور ہوا تو علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصارا کی بھي ایک بڑي جماعت جزیرۂ عرب میں آباد تھي - مدینہ میں یہودیوں کے متعدد قبیلے تھے - خیبر میں انھي کي ریاست تھي - یمن میں نجران عیسائیوں کا بڑا مرکز تھا -

مدینہ کي سرزمین خود آپکي زندگي ہي میں یہودیوں سے خالي ہوگئي - آخري جماعت جو مدینہ سے خارج کي گئي ' بنو قینقاع اور بنو حارثہ کا گروہ تھا - امام مسلم نے ابن عمر کا قول نقل کیا ہے " ان یہود بني النضیر حاربوا رسول اللہ صلعم فاجلي بني النضیر و اقر قریظہ و من علیہم ' حتی حاربت قریظہ' فقتل رجالہم وقسم اولادہم و نسائہم بین المسلمین

---

(۱) زیادہ مفصل بحث رسالہ " جامع الشواہد " میں لکھ چکا ہوں - اِس رسالہ کا اصل موضوع مسئلۂ خلافت ہے - یہ تذکرہ ضمنا آگیا ہے - پس اشارات پر اکتفا کیا گیا -

اُن کي نسبت یا تو بطریق پیشین گوئي کے خبر دیدي جاتي ہے - یا اپنے جانشینوں کو وصیت کردي جاتي ہے -

یہ معاملہ اسي دوسري قسم میں داخل تھا - پس ضرور نہ تھا کہ اس کا پورا پورا نفاذ خود آنحضرۃ صلعم کي حیات طیبہ ھي میں ھوجاتا - آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے عملاً نفاذ شروع کردیا - یہود خیبر سے ابتدا ھي میں شرط کرلي تھي کہ جب ضرورت ھوگي' اس سر زمین سے خارج کردیے جاؤگے - پھر تکمیل کیلیے اپنے جانشینوں کو وصیت فرمادي - چنانچہ حضرۃ عمر (رض) کے زمانے میں تکمیل کا وقت آ گیا - اور یہود خیبر نے طرح طرح کي شرارتیں اور نا فرمانیاں کرکے خود ھي اس کا موقعہ بہم پہنچادیا - پس حضرۃ عمر نے اس وصیت کي تحقیق کي' اور جب پوري طرح تصدیق ھوگئي تو تمام صحابہ کو جمع کر کے اعلان کردیا - سب نے اتفاق کیا' اور یہود خیبر و فدک خارج کردیے گئے - اسي طرح نجران سے بھي عیسائیوں کا اخراج عمل میں آیا - امام زھري نے ابن عتبہ سے اور امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے " ما زال عمر حتی وجد الثبت عن رسول اللـــہ انہ قال لا یجتمع بجزیرۃ العرب دینان' فقال من کان لہ من اھل الکتابین عہد فلیات بہ' انفـــذ لہ' و الا فاني مجلیکم' فاجلا ھم " (اخرجـــہ ابن ابي شیبہ)

امام بخاری نے یہود خیبر کے اخراج کا واقعہ کتاب الشروط کے باب " اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجتـک " میں درج کیا ہے' اور ترجمۂ باب میں استدلال ہے کہ یہود خیبر کا تقرر پہلے ھي سے عارضي و مشروط تھا - بالا ستقلال نہ تھا - حافظ عسقلانی لکھتے ھیں - حضرۃ عمر کے اجلاء کردہ اھل کتاب کی تعداد چالیس ھزار منقول ہے -

پس صاحب شریعت کے قول و عمل' اُن کے آخرین لمحات حیات کي وصیت' حضرۃ عمر کے فحص و تصدیق' تمام صحابہ کے اجماع و اتفاق سے یہ بات ثابت ھوگئی کہ اسلام نے ھمیشہ کیلیے جزیرۂ عرب کو صرف اسلامي آبادي ھي کے لیے مخصوص کردیا ہے - الا یہ کہ کسي مصلحت سے خلیفۂ وقت عارضي طور پر کسي گروہ کو داخل ھونے کي اجازت دیدے - اور ظاھر ہے کہ جب وھاں غیر مسلموں کا قیام اور دو دینوں کا اجتماع شریعت کو منظور نہیں' تو غیر مسلم کی حکومت یا حاکمانہ نگراني و بالا دستي کو جائز رکھنا کب مسلمانوں کیلیے جائز ھوسکتا ہے ؟

ہے " آخر ما عہد رسول اللہ صلعم ان قال لا یترک بجزیرۃ العرب دنیان " رواہ احمد - یعنی سب سے آخري وصیت رسول اللہ کي یہ تھي کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں - صرف اسلام ہی کیلیے مخصوص ہوجاے - امام مالک نے موطا میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شہاب کے مراسیل نقل کیے ہیں اور مصمودي و غیرہم نے باب باندھا ہے " اخراج الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب " عمر ابن عبد العزیز کي روایت میں ہے : " کان من آخر ما تکلم بہ رسول اللہ صلعم انہ قال قاتل اللہ الیہود و النصاری ' اتخذوا قبور انبیائہم مساجد - لا یبقیان دنیان بارض العرب " اور ابن شہاب کا لفظ ہے " لا یجتمع دنیان في جزیرۃ العرب "

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے آخر تکلم " قاتل اللہ الیہود و النصاری " جو نقل کیا ہے ' تو حضرۃ عائشہ سے صحیحین وغیرہا میں بطریق رفع بھي ثابت ہے -

حافظ نواوي نے گو امام بخاري کا اتباع کیا اور " اجـلاء الیہـود " کا باب استدلالاً کافي سمجھا ' لیکن حافظ منذري نے تلخیص مسلم میں " اخراج الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب " کا الگ باب باندھکر جزیرۂ عرب والي روایتیں روایات اجلاء یہود سے الگ کردي ہیں - یہ وصیۃ نبوي علاوہ طرق بالا کے مسند امام احمد ' مسند حمیدي ' سنن بیہقي وغیرہ میں بھي مختلف طریقوں سے مروي ہے' اور سب کا مضمون متحد اور باہمدگر اجمال و تبیین اور اعتضاد و تقویت کا حکم رکھتا ہے -

احکام شرعیہ دو قسم کے ہیں - ایک قسم اُن احکام کي ہے جنکا تعلق افراد کي اصلاح و تزکیہ سے ہوتا ہے - جیسے تمام اوامر و نواہي اور فرائض و واجبات - دوسرے وہ ہیں جنکا تعلق افراد سے نہیں بلکہ اُمت کے قومي اور اجتماعي فرائض اور ملکي سیاسییات سے ہوتا ہے - جیسے فتح ممالک اور قوانین سیاسیۂ و ملکیہ -

سنۃ الہي یوں واقع ہوئي ہے کہ پہلي قسم کے احکام خود شارع کي زندگي ہي میں تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں ' اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر اُنکي تکمیل کا اعلان کرکے - لیکن دوسري قسم کے لیے ایسا ہونا ضروري نہیں - بسا احکام ایسے ہوتے ہیں جنکے نفاذ و وقوع کے لیے ایک خاص وقت مطلوب ہوتا ہے اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفیذ پاتے ہیں - پس

حاصل سب کا یہي هے کہ جزیرۂ عرب وہ سر زمین هے جسکے تین جانب سمندر هیں اور شمالي جانب دریاے دجلہ و فرات -

سب سے زیادہ مفصل جغرافیہ یاقوت حموي نے معجم البلدان میں دیا هے - اِس سے زیادہ جامع و معتبر کتاب عربي میں جغرافیہ و تقویم بلدان کي کوئي نہیں :

" انما سمیت بلاد العرب جزیرۃ لاحاطۃ الانهار و البحار ، و ذلک ان الفرات اقبل من بلاد الروم ، فظهر بناحیۃ قنسرین ، ثم انحط علی آطراف الجزیرۃ و سواد العراق ، حتی وقع في البحر في ناحیۃ البصرۃ و الابلہ ، و امتد الی عبادان ، و اخذ البحر في ذلک الموضع مغربا ان منعطفاً ببلاد العرب " الخ -

خلاصہ اس کا یہ هے کہ عرب اسلیے جزیرہ مشہور هوا کہ سمندروں اور دریاؤں سے گھرا هوا هے - صورت اسکی یوں هے کہ دریاے فرات بلاد روم سے شروع هوا ، اور قنسرین کے نواح میں عرب کی سرحد پر ظاهر هوا - پھر عراق میں هوتا هوا بصرہ کے پاس سمندر میں جا ملا - وهاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھیرا ، اور قطیف و هجر کے کناروں سے هوتا هوا عمان اور شحر سے گزر گیا - پھر حضرموت اور عدن هوتا هوا پچھم کی جانب یمن کے ساحلوں سے جا ٹکرایا - حتی کہ جدہ نمودار هوا جو مکۂ و حجاز کا ساحل هے - پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جاکر سمندر کي شاخ ختم هوگئي - پھر سر زمین مصر شروع هوتي هے اور قلزم نمودار هوتا هے ، اور اسکا سلسلہ بلاد فلسطین سے سواحل عسقلان هوتا هوا سر زمین صور و ساحل اردن تک بیروت پر پہنچتا هے ، اور آخر میں پھر قنسرین تک منتہی هوکر وہ جگہ آجاتي هے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا - پس اس طرح چاروں طرف پانی کا سلسلہ قائم هے - بحر احمر اور قلـــزم کي درمیاني خشکی بھی پاني سے خالي نہیں - کیونکہ سوڈان سے دریاے نیل وهاں آ پہنچا هے اور قلزم میں گرا هے - یہی جزیرہ هے جس سے عرب کي سر زمین عبارت هے ، اور یہي عرب اقوام کا مولد و منشاء هے - انتہی ملخصا - (جلد ۳ - ۱۰۰)

اس تفصیل سے واضح هوگیا کہ جزیرۂ عرب کے حدود کیا هیں ؟ عرب کا نقشہ اپنے سامنے رکھو اور اسپر مندرجۂ بالا تخطیط منطبق کرکے دیکھو - اوپر شمال هے - دهنے مشرق - بائیں مغرب - شمال میں دریاے فرات مغرب سے خم کھاتا هوا نمودار هوتا هے اور صحراے شام کے کنارے سے گزرتا

فصل

(جزیرۂ عرب کي تحدید)

باقي رھا یہ مسئلہ کہ جزیرۂ عرب سے مقصود کیا ھے ؟ تو یہ بالکل صاف و واضح ھے - اس کے لیے کسي بحث و نظرکي ضرورت ھي نہیں - نص حدیث میں " جزیرۂ عرب " کا لفظ وارد ھے ' اور عقلاً و اصولاً معلوم ھے کہ جب تک کوئي سبب قوی موجود نہ ھو ' کسی لفظ کے منطوق اور عام و متعارف مدلول سے انحـــراف جائز نہ ھوگا - اور نہ بلا مخصص کے قیاساً تخصیص جائز- شارع نے " جزیرہ " کا لفظ کہا ' اور دنیا میں اُس وقت سے لیکر ابتک جزیرۂ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پر ھر انسان کر رھا اور جان رھا ھے - پس جو مطلب اسکا سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ھے ' وھي سمجھا جایگا -

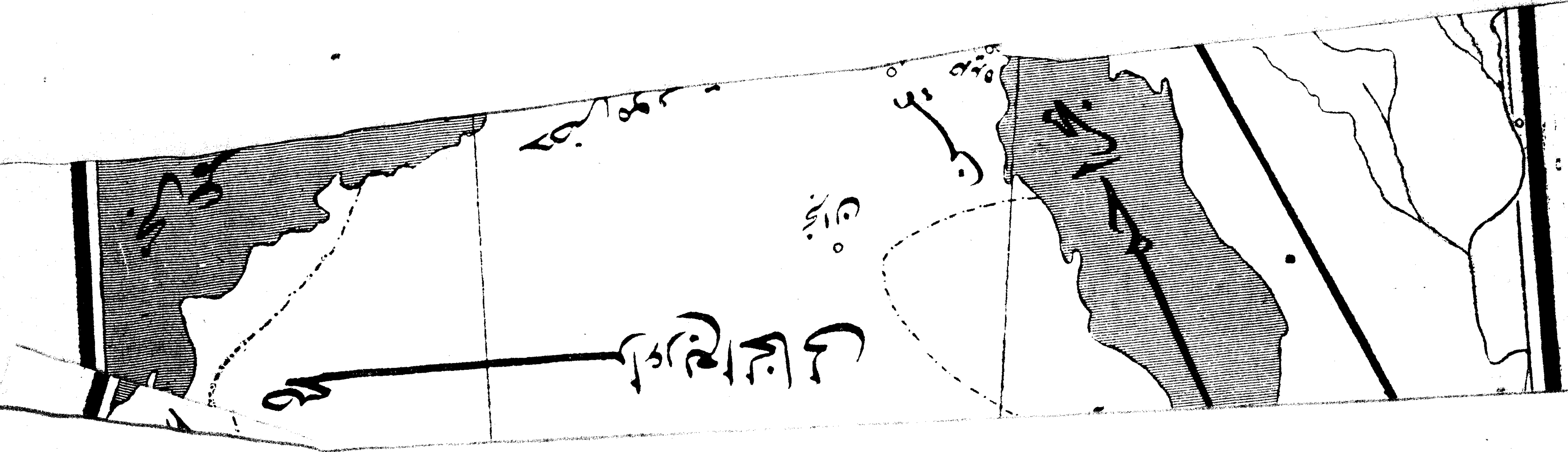
تمام مورخین اور جغرافیہ نگاران قدیم و جدید متفق ھیں کہ عرب کو " جزیرہ " اسلیے کہا گیا کہ تین طرف سمندر اور ایک جانب دریا کے پاني سے محصور ھے - یعني تین طرف بحـــر ھند ' خلیج فارس ' بحر احمر و قلزم واقع ھین - ایک جانب دریاے دجلہ و فرات -

فتح الباري وغیرہ میں ھے " قال الخلیل سمیت جزیرۃ العرب ' لان بحر فارس و بحر الحبشہ و الفرات و الدجلہ احاطت بہا " (۶ : ۱۱۸) اور اصمعي کا قول ھے : " لاحاطۃ البحار بہا ' یعني بحر الھند و القلزم و بحر فارس و بحر الحبشہ و دجلہ " (ایضاً)

نہایہ میں امام زھري کا قول نقل کیا ھے " سمیت جزیرہ لان بحر الفارس و بحر السودان احاط بجانبیہا ' و احاط بالجانب الشمالي دجلہ و الفرات " -

یہي قول ارباب لغۃ کا بھي ھے - قاموس میں ھے " جزیرۃ العرب ما احاط بہ بحر الھند و الشام ثم دجلہ و الفرات " پروفیسر پطرس بستاني نے بھی (جو زمانۂ حال میں شام کا ایک مشہور مسیحي مصنف گزرا ھے اور جس نے عربي میں انسائیکلو پیڈیا لکھني شروع کي تھي) محیط المحیط میں یہي تعریف کي ھے -

ایڈریا نو پل کی جامع مسجد
جو بقیہ یورپین ترکی میں اسلام کی آخری متاع عزت تھی اور یونان کے سپرد کردی گئی !



هوا دجلہ میں ملجاتا ہے - پھر دونوں ملکر خلیج فارس میں گرتے ہیں - فرات کے پیچھے دجلہ کا خط ہے - اسی پر بغداد واقع ہے - خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربی ساحل میں قطیف و حساء - پھر یہ خلیج تنگ نائے ہرمز سے نکل کر مسقط و عمان کے کناروں سے گزرتا ہے اور اسکے بعد ہی بحر عمان نمودار ہوجاتا ہے - اسکے بعد حضرموت کا ساحل دیکھوگے - پھر عدن آگیا' اور باب المندب سے جونہی آگے بڑھے' بحر احمر شروع ہوگیا - چونکہ اسکا مغربی ساحل افریقـــہ و حبش سے متصل ہے ' اسلیے قدیم جغرافیہ میں اسکو بحر حبش بھی کہتے تھے - بحر احمر کے کنارے پہلے یمن ملیگا - پھر جدہ - اسکے بعد ساحل حجاز - حتی کہ سمندر کی شاخ پتلی ہوکر طور سینا تک منتہی ہوگئی ' اور اسکے ساتھہ ہی خلیج عقبہ کی شاخ نمودار ہوئی - اب مصر کی سر زمین شروع ہوگئی - نہر سوئیس کے بننے سے پہلے یہ خشکی کا ایک تکرہ تھا جس نے بحر احمر کو بحر متوسط سے جدا کردیا تھا - اسلیے صاحب معجم نے یہاں دریاے نیل کا ذکر کیا' جسکو اسی درمیانی تختۂ خشک کے بائیں جانب دیکھہ رہے ہو - وہ قاہرہ سے ہوتا ہوا اسکندریہ کے پاس سمندر میں گرتا ہے - پس اگرچہ اس زمانے میں یہ تکرہ خشک تھا مگر سمندر کی جگہ دریاے نیل کا خط آبی موجود تھا -

اس کے بعد بحر متوسط ہے جس کے ابتدائی حصہ کو قدیم جغرافیہ نویس بحر مصر و شام سے موسوم کرتے تھے - اسی پر بیروت واقع ہے اور ساحل سے اندر کی جانب دیکھوگے تو پھر وہی مقام سامنے ہوگا ' جہاں سے دریاے فرات نمودار ہوکر خلیج فارس کی جانب بڑھا تھا -

پس یہ ایک مثلث نما تکرہ ہے جو اس تمام بحری احاطہ کے اندر واقع ہے - صرف خشکی کا ایک حصہ شمال میں فرات کے بائیں جانب نظر آتا ہے - یعنی سرحد شام - یہی مثلث تکرہ جزیرۂ عرب ہے - قدیم و جدید جغرافیہ نگار' دونوں اس پر متفق ہیں -

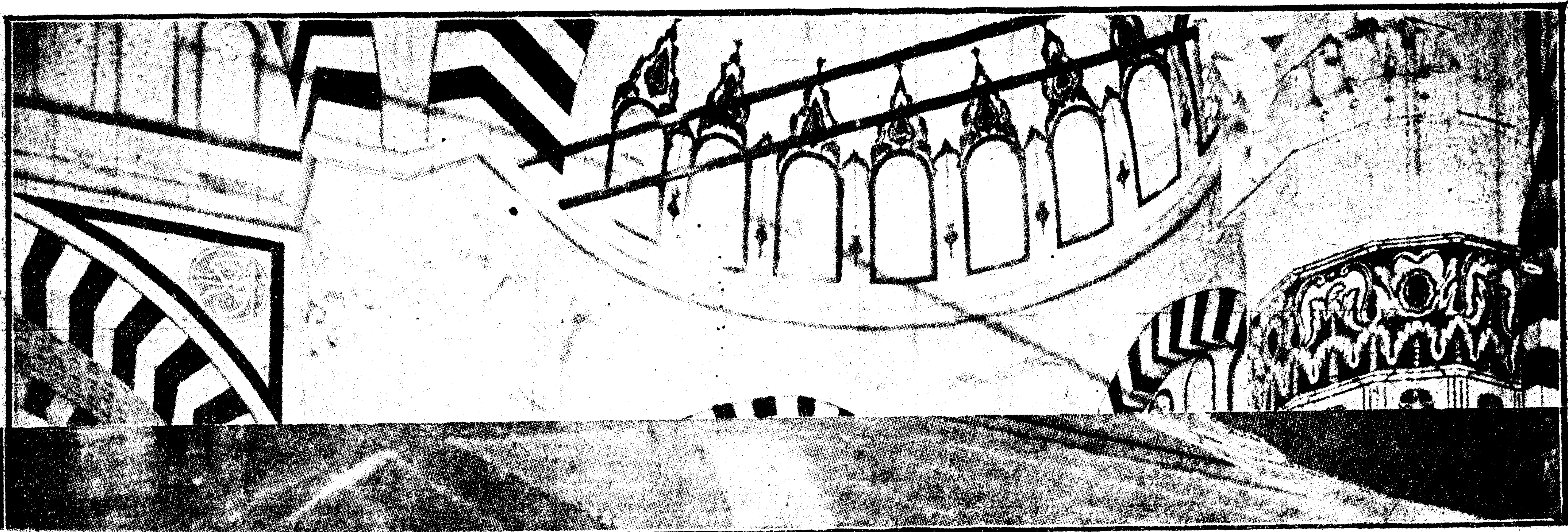
اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے " جزیرہ " اور " جزیرہ نما " ہونے میں سب سے زیادہ اہم وجود دریاے دجلۂ و فرات کا ہے - کیونکہ اگر یہ عرب کے حدود سے کوئی متصل تعلق نہیں رکھتے ' تو پھر اس کی ایسی صورت ہی باقی نہیں رہتی جس پر جزیرہ کا اطلاق ہوسکے - یعنی شمال کی جانب بالکل خشک رہجاتی ہے - یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے عرب کی تعریف کی'

احاطۂ بحر و نہر کا لفظ کہکر واضح کردیا کہ جانب شمال دجلہ تک پھیلا ہوا ھے - اور جنہوں نے مقامات کے نام لیکر حدود متعین کیے ' انہوں نے بھی صاف کہدیا کہ شمالی حد دجلہ ھے - نہایہ ' معجم البلدان ' اور فتح الباری میں اصمعی کا قول منقول ھے " من اقصی عدن ابین الی ریف العراق طولاً ' و من جدہ و ساحل البحر الی اطراف الشام عرضاً " کرمانی نے کہا " ھی ما بین عدن الی ریف العراق طولاً ' و من جدہ الی الشام عرضاً " یہی قاموس میں ھے - ایسا ھی ابن کلبی سے مروی ھے - رفاعہ بک طہطہاوی نے قدیم و جدید کتب سے اخذ کرکے عربی میں " تعریفات الذافعہ لمرید الجغرافیہ " لکھی - اسمیں بھی یہی حدود ھیں - پس صاحب معجم کی تفصیل اور تمام اقوال سے ثابت ھو گیا کہ عرب طول میں عدن سے لیکر عراق کی ترائی تک ' اور عرض میں ساحل بحر احمر سے خلیج فارس تک پھیلا ہوا ھے - اس کی حد شمال میں دھنی جانب دجلہ ھے ' اور اگر عرض کا خط کھینچیں تو بائیں جانب شام - آجکل کے جغرافیوں میں بھی عرب کے یہی حدود بتلائے جاتے ھیں - پچھم میں بحر احمر ' جنوب میں بحر ھند ' پورب میں خلیج فارس ' اور دکھن میں ملک شام -

اسی معجم البلدان میں عراق کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوے لکھا ھے : " ای انھا اسفل ارض العرب " (جلد ٦ : ۱۳۳) یعنی عراق اسلیے نام ھوا کہ زمین عرب کا سب سے زیادہ نچلا حصہ ھے - اس سے بھی ثابت ھوا کہ عراق عرب میں داخل ھے - البتہ عراق کا وہ حصہ جو دجلہ کے پار واقع ھے ' اس میں داخل نہ ھوگا -

ھم یہاں عرب کا ایک نقشہ تفسیر البیان کے مسودہ سے لیکر درج کرتے ھیں - اس نقشہ میں ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب کی حالت دکھلائی ھے - یہ نقشہ در اصل یورپ کے بعض مشہور مستشرقین (اورنٹیلسٹ) نے قدیم نقشوں اور تعریفات سے مدد لیکر طیار کیا تھا جسکو سنہ ۱۸۵۰ میں پروفیسر فرڈنینڈ ویسٹن فیلڈ (Ferdinand Wustenfeld) نے لیڈن یونیورسٹی سے شائع کیا - جزیرۂ عرب کے تمام قدیم نقشوں میں سب سے زیادہ صحیح اور مستند نقشہ یہی ھے - نقطوں کے خطوط سے تجارتی قافلوں کی وہ سڑکیں دکھلائی ھیں جو چھٹی صدی عیسوی میں عرب کے اندرونی مقامات سے سواحل تک جاتی تھیں -

حتى المحـــاريب تبكي وهي جامدة   حتى المنـــابـر ترثي وهي عيدان !



مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھہ اس وراثت کي بشارت دي تھي -

ولقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر' ان الارض یرثہا عبادي الصالحون -

ان في هذا لبلاغاً لقوم عابدین - وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (۲۱ : ۱۰۵)

حضرة ابن عباس وغیرہ سے مروي ھے کہ اس آیت میں " الارض " سے مقصود بیت المقدس اور فلسطین ھے - اسمیں خبر دي گئي تھي کہ اب وھانکي پادشاھت مسلمانوں کے حصے میں آئیگي - اسي لیے کہا : ان في هذا لبلاغا الخ -

یہي وجہ ھے کہ مسلمانوں نے ھمیشہ اس سر زمین کي خدمت و وراثت کو اللہ کي طرف سے ایک مخصوص عطیہ ؤ امانت سمجھا ' اور اسکي حفاظت کو حرمین کي طرح ساري دنیا کي حکومت و فرماں روائي سے بھي زیادہ عزیز و محبوب سمجھتے رھے - یہی اعتقاد دیني تھا جسنے مسیحي جہاد کي اُن آتھہ لڑائیوں کو کامیاب ھونے نہ دیا جن میں تمام یورپ کي طاقت اکٹھي ھوگئي تھي ' حالانکہ وہ وقت مسلمانوں کی پولیٹکل طاقت کے عروج کا نہ تھا - تنزل و انحطاط کا تھا ' اور تمام عالم اسلامي مختلف حکومتوں میں متفرق ھوچکا تھا - اُسوقت سے لیکر آجتک وھاں کي حکومت خلیفۂ اسلام کے ماتحت رھي ھے ' اور ھمیشہ خود یورپ نے مسیحي دنیا کے امن و سکون کیلیے اسی بات کو بہتر سمجھا ھے - پس اگر آج پھر ازمنۂ مظلمہ (مڈل ایجز) کي تاریخ دھرائی جائیگي ' اور اسلام کي جگہ اُسے مسیحیت یا یہودیت کے زیر اثر لانے کي کوشش کي جائیگي ' تو مسلمانان عالم کیلیے ناممکن ھوگا کہ خاموش رھسکیں - اُنکا فرض ھوگا کہ جب گذشتہ کروسیڈ کا ایک حصہ دھرایا گیا ھے' تو دوسرا حصہ بھي ظہور میں آجاے - وہ مسلمانوں کي دیني زیارت گاہ ھے - اُنکا مقدس اولین قبلہ ھے - اسکي مذھبي وابستگي اُنکے ایمان و مذھب کا جزء ھے - اگر وھاں یہودیوں کا اقتدار بڑھایا جاتا ھے ' یا کسي مسیحی حکومت کو نگراني و بالا دستی کے نام سے قائم کیا جاتا ھے ' تو یہ صرف مسلمانوں کی آبادیوں ھی کو نہیں بلکہ انکی شریعت کو چیلنج دینا ھے ' اور مسلمانوں کو مجبور کردینا ھے کہ یا تو اسلام کی جانب سے اس چیلنج کو قبول کرلیں ' یا اسکی اطاعت و حمایت سے دست بردار ھو جائیں -

فصل

(مسجد اقصیٰ و ارض مقدس)

مقامات مقدسۂ اسلامیه کے سلسله میں بیت المقدس اور اسکي سرزمین کا مسئله بھي مسلمانوں کے لیے اس سے کم اهمیت نہیں رکھتا جس قدر حرم مکه اور حرم مدینه کا -

اسلام نے صرف تین مقامات کے لیے به نیت طاعت و ثواب سفر کرنے کي اجازت دي هے - اُن میں جسطرح مکه و مدینه کا نام هے ' اُسیطرح بیت المقدس کا بھي - بخاری و مسلم کي مشہور روایت میں هے : " لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ' و مسجدي هذا ' و المسجد الاقصیٰ " یعني به نیت زیارت وطاعت سفر کا قصد و اهتمام کرنا نہیں هے مگر ان تین جگہوں کے لیے - مسجد حرام ' مسجد مدینه ' اور مسجد اقصیٰ - اس سے معلوم هوا که تمام دنیا میں مسلمانوں کے لیے شرعاً یہي تین مقام سب سے زیادہ مقدس و محترم هیں ' اور انہي کو یه خصوصیت حاصل هے که انکي زیارت کیلیے نیت کرکے اپنے وطنوں سے نکلتے هیں ' سفرکي تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتے هیں ' اور یقین کرتے هیں که اس کے معاوضه میں اُنکے لیے بڑا هي اجر هے -

یہي وجه هے که جمہور اَئمۂ اسلام نے اتفاق کیا که اگرمسجد اقصیٰ کي زیارت کي نذر مانی هو' تو اسکا ادا کرنا اسي طرح واجب هوگا ' جس طرح زیارت مسجد نبوی اور حج و عمرہ کا ادا کرنا - حالانکه ان تین جگہوں کے علاوہ اگر کسي دوسري زیارتگاہ کے سفر کیلیے نذر ماني هو' تو اسکا ادا کرنا باتفاق ائمه واجب نه هوگا - اسي بات سے اندازہ کرلیا جاسکتا هے که بیت المقدس کي سرزمین مسلمانوں کے مذهبي احکام و اعتقاد میں کیسا اهم درجه رکھتي هے ؟

یہي وہ مقدس سرزمین هے جسکا الله نے یہودیوں سے وعدہ کیا تھا ' اور بالاخر وعدہ پورا هوکر رها - لیکن وہ اسکے اهل ثابت نه هوے ' اور دنیا کي حکومت و عزت کے ساتھه یہاں کي پادشاهت بھي اُن سے چھین لي گئی - پھر مسیحي دور شروع هوا - اسکے بعد مسلمان وارث هوے - قرآن حکیم نے

اسلام کی جگہ جاهلیۃ مول لی - جس نے انکے مقابلے میں لڑائی کی ' یا انکے دشمنوں کا ساتھہ دیا ' اُس نے خدا اور اُسکے رسول سے لڑائی کی -

(۵) صرف خلیفۂ اسلام هي کے لیے یه حکم مخصوص نہیں ھے - جب کبھي مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں لڑائي ھو ' تو کسي مسلمان کیلیے شرعاً جائز نہیں که غیر مسلمان فوج کا ساتھي ھوکر مسلمانوں سے لڑے - یا انکي مدد کرے - اگر کریگا تو بحکم " من حمل علینا السلاح فلیس منا " اور نص قرانی من یقتل مومناً متعمداً فجزاءه جهنم خالداً فیها وہ اسلامي جماعت سے خارج ھو جائیگا - اس کا ٹھکانا دوزخ ھے -

(٦) جب کسي اسلامی حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حمله کریں یا حمله کا قصد کریں ' یا اُنکی آزادي و خود مختاري کو کسي دوسري طرح نقصان پہونچانا چاھیں ' تو ھر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اُنکي مدد کرنا ' اور حمله کرنے والوں سے لڑنا ' فرض ھو جاتا ھے - علی الخصوص ایسي حالت میں جب که حمله آور زیادہ طاقتور ھوں ' اور ان کے مقابله کي کافي طاقت اُن مسلمانوں اور وھاں کي اسلامی حکومت میں نہو - اس صورت میں جہاد کي فرضیۃ علی الکفایه نه ھوگی - مثل نماز روزہ کے فرض عین ھوگي -

(۷) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے که ان کا مقابله کرنا اس کی طاقت سے باھر ھو ' اور بلا تمام مسلمانان عالم کي فوري مدد و نصرت کے اسلامي ممالک کي حفاظت نه ھو سکے ' تو اُس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا به یک وقت فرض ھوگا که جس طرح بھي ممکن ھو ' اس کی مدد کریں - اور اُس کے دشمنوں پر حمله آور ھوں -

(۸) اسلام کا حکم شرعی ھے که جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جاے - اُس میں عراق کا ایک حصه اور بغداد بھي داخل ھے - پس اگر کوئي غیر مسلم حکومت اس پر قابض ھونا چاھے ' یا اُس کو خلیفۂ اسلام کي حکومت سے نکال کر اپنے زیر اثر لانا چاھے ' تو یه صرف ایک اسلامي ملک کے نکل جانے ھي کا مسئله نه ھوگا ' بلکه اُس سے بھي بڑھکر ایک مخصوص سنگین حالت پیدا ھو جائیگي - یعنی اسلام کی مرکزي سر زمین پر کفر کا اثر چھا رھا ھے - پس اس حالت میں تمام مسلمانان عالم کا

باب

(خاتمۂ سخن)

فصل

(نتائج بحث)

گذشتہ مباحث و تفصیلات کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱) اسلام کا قانون شرعی یہ ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفۂ و امام ہونا چاہیے - " خلیفہ " سے مقصود ایسا خود مختار مسلمان پادشاہ اور صاحب حکومت و مملکت ہے جو مسلمانوں اور اُنکی آبادیوں کی حفاظت اور شریعت کے اجراء و نفاذ کی پوری قدرت رکھتا ہو اور دشمنوں کے مقابلے کیلیے پوری طرح طاقتور ہو -

(۲) اُسکی اطاعت و اعانت ہر مسلمان پر فرض ہے - اور مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے - تاوقتیکہ اُس سے کفر بواح (صریح) ظاہر نہو - جو مسلمان اسکی اطاعت سے باہر ہوا ' وہ اسلامی جماعت سے باہر ہوگیا - جس مسلمان نے اُسکے مقابلہ میں لڑائی کی - یا لڑنے والوں کی مدد کی ' اُس نے اللہ اور اسکے رسول کے مقابلے میں تلوار کھینچی - وہ اسلام سے باہر ہوگیا ' اگرچہ نماز پڑھتا ہو ' روزہ رکھتا ہو ' اور اپنے تئیں مسلم سمجھتا ہو -

(۳) ایک خلیفہ کی حکومت اگر جم چکی ہے ' اور پھر کوئی مسلمان اُسکی اطاعت سے باہر ہوا اور اپنی حکومت کا دعوا کیا ' تو وہ باغی ہے - اسکو قتل کردینا چاہیے -

(۴) صدیوں سے اسلامی خلافت کا منصب سلاطین عثمانیہ کو حاصل ہے ' اور اسوقت از روے شرع تمام مسلمانان عالم کے خلیفہ و امام وہی ہیں - پس اُنکی اطاعت و اعانت تمام مسلمانوں پر فرض ہے - جو انکی اطاعت سے باہر ہوا ' اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکالدیا ' اور

اس اعلان جنگ کي اطلاع جب سرکاری طور پر هندوستان میں مشتہر کی گئي ' تو ساتھہ هي حسب ذیل امور کا بھی اعلان کیا گیا تھا :

(۱) ترکي حکومت کے ساتھہ هماري جنگ دفاعي هے - نه که حمله آورانه - هم نے دو ماہ تک هر طرح کا مخالفانه اور جنگ جویانه سلوک برداشت کیا ' اور پوري کوشش کی که کسي طرح یه جنگ ٹل جاے ' لیکن ترکي گورنمنٹ نے برابر اپنے حملے جاری رکھے - اب مجبوراً هم کو بھی اعلان جنگ کرنا پڑا هے -

(۲) هندوستان کے مسلمانوں کو پوري طرح بھروسه رکھنا چاهیے که اس جنگ میں همارے یا همارے ساتھیوں کی جانب سے کوئی بات ایسي نه هوگي جو اُنکے مذهبي محسوسات کو صدمه پہونچاے - اسلام کے تمام مقدس مقامات محفوظ رهینگے جن میں عراق بھی داخل هے - انکے احترام کا پورا پورا لحاظ رکھا جاے گا - اسلام کے مقدس مقام خلافت کے خلاف کوئی کارروائي عمل میں نه آئیگي - هماري جنگ موجودہ ترکي وزارت سے هے جو جرمني کے زیر اثر کام کررهي هے - خلیفة المسلمین سے اور اسلام سے نہیں هے - گورنمنٹ برطانیه نه صرف اپني جانب سے بلکه اپنے تمام حلیفوں کي جانب سے اِن باتوں کي ذمه داري لیتي هے -

یه خلاصه اُس سرکاري اعلان کا هے جو پہلي نومبر سنه ۱۹۱۴ کو اعلان جنگ کي اطلاع کے ساتھہ هي گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا تھا ' اور پھر تمام صوبوں میں سرکاري طور پر اسکي اشاعت کی گئي تھي - حتی که هر کمشنري ' هر ضلع ' هر صدر مقام ' هر شہر کے مسلمانوں کو جمع کرکے مقامی حکام نے اسکي نقلیں بانٹي تھیں اور زباني بھي پڑھکر سنایا تھا - برٹش انڈیا کا کوئي مسلمان گھر ایسا نہیں ملیگا جو اس اعلان سے بے خبر چھوڑ دیا گیا هو - بعد کو " نیر ایسٹ " وغیرہ اخبارات سے معلوم هوا که مصر و سوڈان میں بھی بجنسه یہی اعلان شائع کیا گیا تھا -

اس اعلان کے بعد بھي همیشه ذمه دار حکام هند و انگلستان کي زبان سے یه دونوں باتیں بار بار ظاهر هوتي رهیں - اگر کسی اظہار و بیان کي مضبوطی میں اعلان کي تکرار و اشاعت کي کثرت و وسعت کو دخل هے ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا هے که جسقدر کثرت و تکرار کے ساتھه یه اعلان شائع کیا گیا ' شاید هی کوئی انساني وعدہ اسقدر دهرایا گیا هو -

اولین فرض ہوگا کہ اس قبضہ کو وہاں سے ہٹانے کے لیے اُٹھہ کھڑے ہوں ' اور اپنی تمام قوتیں اس کام کے لیے وقف کردیں -

(۹) اسلام کے مقامات مقدسہ میں بیت المقدس اسی طرح محترم ہے جس طرح حرمین شریفین - اس کے لیے لاکھوں مسلمان اپنی جانوں کی قربانیاں ' اور یورپ کے آٹھہ صلیبی جہادوں کا مقابلہ کرچکے ہیں - پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس مقام کو دوبارہ غیر مسلموں کے قبضہ میں جانے نہ دیں - علی الخصوص مسیحی حکومتوں کے قبضۂ و اقتدار میں - اور اگر ایسا ہو رہا ہے ' تو اُس کے خلاف دفاع کرنا صرف وہاں کی مسلمان آبادی ہی کا فرض نہوگا - بلکہ بہ یک وقت و بہ یک دفعہ تمام مسلمانان عالم کا -

(۱۰) اس صورت میں جو فرض شرعی مسلمانوں پر عائد ہوگا ' اس میں پہلی چیز " ترک " ہے - دوسری " اختیار " - " ترک " سے مقصود یہ ہے کہ تمام ایسے تعلقات ترک کردینا پڑینگے جن میں برتش گورنمنت کی اعانت و موالات ہو - "اختیار" سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام وسائل اختیار کرنے پڑینگے ' جنکے ذریعہ فریضۂ دفاع انجام پاسکے -

و تلک عشرۃ کاملہ -

فصل

(خلیفۃ المسلمین اور گورنمنت برطانیہ)

جب کہ اسلام کے اوّل اور اپنے پیروؤں کے لیے دائمی احکام کا یہ حال ہے ' تو یکایک ۴ - اگست ۱۹۱۴ کو عالمگیر جنگ عالم کا شرارہ وسط یورپ میں چمکا ' اور دیکھتے ہی دیکھتے مغربی تمدن کا تمام آتشگیر مادۂ جنگ بھڑک اُٹھا : نار اللہ الموقدۃ التي تطلع علی الافئدۃ ! پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جنگ نے مسلمانان ہند کے لیے ایک ایسی نازک صورت اختیار کرلی ' جو برطانیہ کی حکومت ہند کی پوری تاریخ میں آج تک کبھی پیش نہیں آئی تھی - یعنی خلیفۃ المسلمین کی فوجیں بھی میدان جنگ میں مشغول پیکار نظر آئیں ' اور ترکی کے برخلاف برطانیہ نے اعلان جنگ کردیا -

شریف ثابت کریں ' لیکن بیسویں صدي کي تہذیب میں حکومتوں کیلیے شریف ہونا چنداں ضروري بات نہیں ھے ' اور اگر طاقت موجود ھے تو پھر اخلاقي صداقت کے مطالبہ کا وھم و گمان بھی نہیں کرنا چاھیے - جب وعدوں کا ایفا اور عہد و پیمان کي پابندي کمزور حکومتوں کے ساتھہ ضروري نہیں سمجھی جاتی ' تو پھر محکوم و بے سروسامان رعایا کے ساتھہ کیوں ضروري سمجھي جاے ' جو اپني وفاداري میں کتے کی طرح قابل تعریف مگر بے زباني میں اُسی کي طرح بے بس بھي ھے ؟

انگلستان کي حکومت نے نپولین کے عہد سے لیکر آجتک اپنے وعدوں کو جس طرح پورا کیا ھے ' انکي عبرۃ انگیز سرگذشت صفحات تاریخ پر ثبت ھے -

برطاني وعدوں کے اعتماد اور اُنکے ایفاء کي اخلاقي نمائش کا یہ پہلا ھي موقعہ نہیں ھے - ۱۵ - جولائي سنہ ۱۸۱۵ع کو جب نپولین نے بلرافان نامي انگریزي جہاز پر قدم رکھا تھا تو اُس نے بھي انگلستان کے وعدوں پر اعتماد ھي کیا تھا - کچھہ بے اعتمادي نہ کي تھي - لیکن خود اُسي کے لفظوں میں " انگلستان نے ھاتھہ بڑھا کر اپنا مہمان بنانے کیلیے بلایا ' اور جب وہ آگیا تو اسکا خاتمہ کردیا "

سینٹ ھلینا کي سنگلاخ چٹانیں آجتک سمندر کے طوفانوں کے اندر انگریزي مواعید کي اخلاقي قدر و قیمت کا اعلان کر رھي ھیں !

۴ - اگست سنہ ۱۸۱۵ کو جنگ واٹرلو کے بعد جب شہر پیرس متحدہ افواج کے حوالے کیا گیا ' اور اس عہد نامہ کو فرانسیسیوں نے عہد نامہ سمجھا جس پر انگلستان کے نامور هیرو ڈیوک آف ویلنگٹن کے دستخط تھے ' تو یقیناً انھوں نے بھي انگلستان پر اعتماد ھي کیا تھا - لیکن قبضہ کے بعد جو نتیجہ نکلا ' اس پر تاریخ کا اٹل فیصلہ صادر ھوچکا ھے ' اور خود انگریز مورخوں کي زباني اُسکا افسانۂ خونیں سن لیا جاسکتا ھے -

خود ھندوستان کے گذشتہ سو سالوں کي تاریخ ھي اسکے لیے کافی ھے - دوسرے ملکوں کي سرگذشتوں کي طرف نظر اُٹھانے کي ضرورت کیا ھے ؟

شمشاد خانہ پرور ما از کے کمتر ست ؟

یہ کہنا ضروري نہیں کہ اسوقت میدان جنگ کا کیا حال تھا ؟ برٹش گورنمنٹ کو اپنی زندگي کیلیے لاکھوں سپاہیوں اور توپوں کي جسقدر ضرورت تھی ' اس سے کہیں زیادہ اس اعلان اور اسکي کامیابی کی ضرورت تھي - اگر اسوقت هندرستان کے مسلمانوں میں ذرا بھی بے چینی پیدا هرجاتي ' تو نہیں معلوم جنگ کي تاریخ کیسا پلٹا کھاتي ' اور آج نتائج کا کیا حال هوتا ؟

اس اعلان کا نتیجہ رهی نکلا جو مطلوب تھا - یعنی مسلمانان هند پر صورت حال مشتبہ هوگئی - نادان و حیلہ جو علماء اس خیال میں پڑگئے کہ جب ترکوں نے انگلستان و دول متحدہ پر حملہ کیا ھے' تو شرعاً صورت دفاع کی نہیں ھے بلکہ حملۂ رهجوم کي ھے' اور اسلیے اسکي شرکت فرض کفایہ کا حکم رکھتی ھے - نہ کہ فرض عین کا - پس شرعاً ضروري نہیں کہ مسلمانان هند بھی اسمیں حصہ لیں - عام مسلمانوں پر یہ اثر پڑا کہ برٹش گورنمنٹ صرف اپنا بچاؤ کررهي ھے - اسکا مقصود اسلامی ممالک پر قبضۂ و تصرف کرنا یا خلیفۂ اسلام کي حکومت کو نقصان پہنچانا نہیں ھے - نیز اسلام کے مقدس مقامات یعني جزیرۂ عرب اور بیت المقدس وغیرہ هر حال میں محفوظ رهینگے - ان تمام باتونکا نہ صرف انگلستان کي جانب سے وعدہ کیا جاتا ھے ' بلکہ تمام حلیف حکومتوں کي جانب سے بھي -

نہایت افسوس اور روسیاهی کے ساتھہ اقرار کرنا پڑتا ھے کہ مسلمانوں کا نہ یہ مذهبی فیصلہ صحیح تھا - نہ وعدوں اور اعلان پر اعتماد - انھوں نے اپني سیزدہ صد سالہ تاریخ حیات میں شاید هی کوئي ایسي قومي و مذهبي غلطي کي هوگي ' جیسی اس موقعہ پر کی ' اور جسکے نتائج کي پہلي قسط آج انکے سامنے ھے - " وما تخفی في صدورهم اکبر "

فما کان اللہ لیظلمھم و لکن کانوا انفسھم یظلمون !

تھوڑي دیر کیلیے اس سے قطع نظر کرلو کہ احکام شرع کي بنا پر یہ راے کہانتک صحیح تھي ؟ صرف اس پہلو سے دیکھو کہ جن وعدوں پر بھروسہ کیا گیا ' اُنکا حال کیا تھا ؟

پرانے وقتوں کي طرح موجودہ زمانے کی سوسائٹي بھي اشخاص کے لئے ضروري سمجھتی ھے کہ ایفاے عہد میں اپنے تئیں

احکام شرعیہ اوپر گذر چکے ھیں - پس اگر موجودہ حالت میں تبدیلی نہ ھوئی اور صلح کے نام سے اسلامی خلافت کے خلاف وھی حملہ آورانہ جنگ عمل میں لائی گئی جسکا اظہار ھو رہا ھے ' تو نتائج حسب ذیل ھونگے :

(۱) جس وقت خلیفۃ المسلمین نے جنگ میں شرکت کی ھے تو برٹش گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا کہ حملہ اُنکی جانب سے ھے - انگلستان و حلفاء کی جانب سے نہیں ھے - لیکن اب موجودہ حالت بالکل اسکے برعکس ھے - یعنی خلیفۃ المسلمین کسی غیر مسلم ملک و حکومت پر حملہ آور نہیں ھیں بلکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمان آبادیوں اور خلیفۂ اسلام کی حکومت پر قابض ھو رھی ھیں ' اور خلیفۃ المسلمین پر حملہ آور ھیں - پس اگر اس حالت میں تبدیلی نہ ھوئی اور عارضی صلح کے بعد بھی یہی حال رہا ' تو مسلمانوں کیلیے قطعاً صورت دفاع اور نفیر عام کی پیدا ھو جائیگی جب جہاد ھر مسلمان پر فرض عین ھو جاتا ھے - حملۂ و ھجوم کی صورت نہ ھوگی کہ فرض علی الکفایہ ھو - لہذا ھندوستان کے ھر مسلمان کا یہ شرعی فرض ھوگا کہ خلیفۃ المسلمین ' اور اُن تمام اسلامی آبادیوں کی اعانت کیلیے اُٹھہ کھڑا ھو ' جہاں سے اسلامی حکومت مٹائی جا رھی ھے -

(۲) یہ حقیقت پہلے سے آشکارا تھی ' مگر چار سال کی جنگ اور اسکے نتائج نے آخری درجۂ یقین تک ظاھر کردی کہ نہ تو خلیفۃ المسلمین کی موجودہ طاقت غیر مسلم حریفوں کے مقابلے کیلیے کافی ھے - نہ موجودہ اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی - یعنی وہ شکست کھا چکے ھیں اور بعض مقامات کے مسلمانوں کی درماندگی و تباھی غایت درجۂ ھلاکت تک پہنچ چکی ھے - جیسے ولایت سمرنا وغیرہ کے مسلمان - پس اس بنا پر بھی مسلمانان ھند کا فرض شرعی ھوگا کہ انکی مدد کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں - کیونکہ اگر ایک مقام کے مسلمان دشمن کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے تو دیگر ممالک کے مسلمانوں پر دفاع میں شریک ھونا فرض ھوجاتا ھے -

(۳) جن بلاد اسلامیہ پر غیر مسلم دخل و تصرف کرنا چاھتے ھیں ' یا کرچکے ھیں - مثلاً ایڈریا نوپل ' تھریس ' ایشیاے کوچک ' سمرنا ' عراق ' فلسطین ' انکے قرب و جوار میں مسلمانوں کی کوئی ایسی جماعت موجود نہیں جو دشمنوں کے دفاع میں مددگار ھوسکے ' اور اسکی اعانت کی وجہ سے مسلمانان ھند بری الذمہ ھو جائیں - پس اس بنا پر بھی ساری شرعی

تاهم بدبخت مسلمانوں نے بھروسہ کیا اور جنگ کے نتائج کی طرف سے مطمئن ہوگئے - اُنکا روپیہ ، اُنکی جانیں ، اُنکے ملک کی تمام قوتیں بے دریغ خرچ کی گئیں - دنیا کی آخری اسلامی حکومت و خلافت کے مٹانے میں اُنکی ہر چیز نے پورا پورا کام دیا - یہانتک کہ برٹش گورنمنٹ اپنی تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئی ، اور وہ فتح مندی مکمل ہوگئی جسکا پہلا نتیجہ اسلامی خلافت کی بربادی و تباہی ہے -

اثناء جنگ ہی میں اس اعتماد کے تمام نتائج ظاہر ہوگئے تھے - بغداد پر انگریزی فوج قابض ہوگئی تھی جو جزیرۂ عرب کی مقدس سرزمین میں داخل ہے - عین حدود حرم مکہ کے اندر سازشیں کرکے بغاوت کرائی گئی اور اسکی وجہ سے جسقدر توہین اس مقدس مقام کی ہونی تھی وہ ہوکر رہی - پھر بھی مسلمانان ہند اپنے اعتماد سے دست بردار نہ ہوے اور اس انتظار میں رہے کہ یہ جنگ کی عارضی حالتیں ہیں - صلح کے بعد ہی برطانی اعلان و مواعید کی مقدس صداقت تمام عالم پر آشکارا ہو جائیگی -

فصل

(موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ)

بحث کے اس ٹکرہ کو ہم دانستہ حذف کردیتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان وعدوں اور اعلانات کا کیا نتیجہ نکلا ؟ نہ ہم اُن پیہم اعلانات کا یہاں ذکر کرینگے جنکا سلسلہ برابر اثناے جنگ میں بھی جاری رہا - مثلاً وزیر اعظم کی تقریر ۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کیونکہ یہ تمام باتیں دنیا کے سامنے ہیں - اور سورج کی روشنی جن چیزوں کو دکھلادے ، انکے لیے بحث و نظر کی روشنی سے مدد لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

ہمکو یہاں صرف ایک بات کا فیصلہ کرنا ہے - اسکے علاوہ نہ اب کوئی بات ہمارے لیے سونچنے سمجھنے کی باقی رہی ہے - نہ گورنمنٹ کیلیے - وہ صرف موجودہ و آیندہ حالت کا سوال ہے -

نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں ہر قوم کي طرح مسلمان بھي روزمرہ اپنے مذہبي فرائض انجام دے رہے ہیں - انکي مسجدیں قائم ہیں - پانچ وقت اذان کي صدائیں بلند ہوتی ہیں - کوئي حاکم مسلمانوں سے یہ نہیں کہتا کہ نماز نہ پڑھو -

لیکن اگر برٹش گورنمنٹ بلاد اسلامیہ کے خلاف اپنے موجودہ طرز عمل پر قائم رہي ' اسکے جہاز اسلامي حکومت کے ٹکرے ٹکرے کردینے کیلیے سمندروں میں دوڑتے رہے ' اسکی فوجیں عراق کي سرزمین پر قابض رہیں جو مقدس جزیرۂ عرب میں داخل ہے ' اور ساتھہ ھي وہ اس کی بھي متوقع رہي کہ ہندوستان کے بد بخت مسلمان اسکے وفادار بنے رہیں ' تو اسکے معني یہ ہونگے کہ وہ مسلمانوں کو انکے مذہب کے چھوٹے چھوٹے حکموں میں تو آزادي دینے کیلیے طیار ہے ' لیکن جو احکام اسلام کے بنیادی عقائد ہیں اور ان بڑے حکموں میں داخل ہیں جن کے ترک کردینے سے مسلمان مسلمان نہیں رہتا ' انکے لیے چاہتی ہے کہ حق و آزادي کا نام بھي زبان پر نہ لائیں ' اور برطانیہ کي وفاداري کي خاطر اپنے اسلام سے باغی ہو جائیں !

وہ مسلمانوں کو آزادي دیتی ہے کہ نماز پڑھیں جو مذہبي احکام میں شاخ کا حکم رکھتی ہے ' لیکن ساتھہ ھي اسلامي خلافت و امامت پر حملہ آور بھی ہے جو شاخ نہیں بلکہ بنیاد اور جڑ کے حکم میں داخل ہے ؟

وہ نماز پڑھنے میں مداخلت نہیں کریگی جس کے نہ پڑھنے سے مسلمان گناہگار ہو جاتا ہے ' لیکن خلیفۃ المسلمین کو انکي حکومت و مملکت سے محروم کردیگي جنکي مدد نہ کرنے سے مسلمان گناہگار ھي نہیں بلکہ اسلامي جماعت سے باہر ہو جاتا ہے ؟

وہ مسلمانوں کو حج کے سفر سے نہیں روکتي کیونکہ انکا مذہبی عمل ہے - لیکن وہ خلیفۃ المسلمین کو اپنی فوجی طاقت سے محصور کرکے مجبور کریگي کہ اسلامی مملکتوں کو غیر مسلموں کے حوالہ کردیں - اسوقت مسلمان دفاع کیلیے اٹھینگے تو کہیگی کہ یہ بغاوت ہے - پھر کیا دفاع مسلمانوں کا مذہبی عمل نہ ہوگا ؟ اور کیسا مذہبي عمل ؟ ایسا عمل کہ شرعا ہزاروں حج سے بڑھکر - حج اس کے لیے چھوڑ دیا جا سکتا ہے ' لیکن حج کی خاطر وہ نہیں چھوڑا جا سکتا -

ذمہ داري مسلمانان هند هي کے ذمے عائد هوتي هے ' جنکي تعداد دنیا کي تمام اسلامي آبادیوں سے زیادہ ' اور جو بہت سي باتوں میں دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے بہتر حالت رکھتے هیں -

(۴) عراق کا تمام خطہ دریاے دجلہ تک جزیرۂ عرب میں داخل هے - پس اگر انگریزي قبضہ وهاں قائم رها ' یا کسي طرح کا بھی انگریزي اقتدار حکم برداري اور نگرانی کے نام سے حاصل کیا گیا ' تو یہ صریح جزیرۂ عرب پر غیرمسلم اقتدار هوگا ' اور از روے شرع مسلمانان هند کا فرض هوگا کہ اس اقتدار کے دور کرنے کیلیے حریف کا مقابلہ کریں -

(۵) بیت المقدس اسلام کے مقامات مقدسہ میں داخل هے - اگر اسپر غیر مسلم اقتدار قائم رکھا جائیگا ' تو تمام دنیا کے مسلمانوں کي طرح هندوستاني مسلمانوں کا بھي فرض هوگا کہ دفاع کیلیے مستعد هوجائیں -

(۶) غرضکہ هندوستان کے مسلمانوں پر ایک وفادار برٹش شہري کی زندگي بسرکرنا شرعاً ناجائز هوجائیگا - اور یہ فرائض کی سب سے بڑي کشمکش هوگی جسمیں کوئی انسانی جماعت مبتلا هو سکتی هے - یعنی بمجرد ان حالات کے برٹش گورنمنٹ کی حیثیت از روے شرع یہ هوجائیگی کہ وہ " اسلام اور مسلمانوں کي حملہ آور دشمن هے ' اور اسلیے اس سلوک کي مستحق هے جو از روے شرع مسلمانوں کو حملہ آور حریف کے ساتھہ کرنا چاهیے " جب ایسا هوا ' تو مسلمان مجبور هونگے کہ دو راهوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں - یا برٹش گورنمنٹ کا ساتھہ دیں ' یا اسلام کا - یہ ناممکن هوگا کہ دونوں تعلق ایک وقت میں جمع کیے جاسکیں -

کیا چھہ کرور سے زائد انسانوں کو اس کشمکش میں مبتلا کردینا کوئي عاقبت اندیشانہ فعل هوسکتا هے ؟ فرصت کي آخري گھڑیاں گزر رهي هیں - اگر عارضي فتح مندي کا گھمنڈ مہلت دے ' تو گورنمنٹ اس سوال پر غور کرلے -

اگر انگلستان کے وزرا (نپولین کے لفظوں میں) وعدہ اسلیے نہیں کیا کرتے کہ وفا کیا جاے ' تو کم از کم اُس ایک وعدہ کو تو اس اخلاقی کلیہ سے مستثنی کردینا چاهیے جسکو هندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا بنیادي اصول سمجھا جاتا هے - یعني کامل مذهبي آزادي کا وعدہ - اسی وعدہ کا

باب

تـــرک و اختیـــار

فصل

(ترک مـــوالات)

اس صورت میں مسلمانوں پر ترک و اختیار، دونوں طرح کے احکام شرعاً عائد ہونگے -

" ترک " سے مقصود یہ ہے کہ بہت سي باتیں جو اس وقت کر رہے ہیں ، ترک کردینی پڑینگي -

" اختیار " سے مقصود یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو اس وقت نہیں کر رہے ، کرنی پڑینگي -

اس سلسلہ میں سب سے پہلي چیز وہ ہے جس کو شریعت نے " ترک موالات " سے تعبیر کیا ہے - یعنی جو غیر مسلم مسلمانوں کے حریف و دشمن اور حملہ آور فریق کا حکم رکھتے ہوں ، اُن سے تمام ایسے تعلقات ترک کردینا جو محبت، خدمت، اور اعانت پر مبني ہوں - اگر کوئی مسلمان ایسا تعلق رکھے گا ، تو اُس کا شمار بھي شریعت کے نزدیک اُنھي غیر مسلموں میں ہوگا - مسلمانوں میں نہ ہوگا -

قرآن حکیم نے اس بارے میں ایک اصولي تقسیم کردي ہے - تمام غیر مسلم اقوام و افراد کو دو قسموں میں بانٹ دیا ہے - ایک قسم اُن غیر مسلموں کی ہے جو نہ تو مسلمانوں سے لڑتے ہیں - نہ انپر حملہ آور ہیں ، نہ اُن کي آبادیوں پر قابض ہونا چاہتے ہیں - دوسري قسم اُن غیر مسلموں کی ہے جو یہ ساري باتیں کر رہے ہیں - یعنی لڑتے ہیں ، حملہ آور ہیں، اسلامي ممالک پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں - یا کرچکے ہیں -

مسلمان ہندوستان کی مسجدوں اور اُنکے اندرکي نمازوں کو لیکر کیا کرینگے جنکي اجازت دیدینے پر برٹش گورنمنٹ کي آزادي کو ناز ھے ' جبکہ شریعت کے وہ احکام اُن کے سامنے آجائینگے جنکي تعمیل ہزار نمازوں سے بھی بڑھکر اور ہزار روزوں سے بھي اشد و اہم ھے ' اور جنکی نا فرمانی کے بعد نہ تو اُنکی نمازیں ھی اُن کے لیے سود مند رھینگي - نہ اُن کے روزے ھی اُن کو نجات دلا سکینگے ؟



بلکہ ایک خاص قسم کے محارب غیر مسلموں سے اور ایک خاص حالت جنگ میں - اسی طرح سورۂ عمران میں ہے : لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا - ودوا ماعنتم ' قد بدت البغضاء من افواههم ' و ما تخفی فی صدورهم اکبر - (۳ : ۱۱۸)

یہاں ضمناً یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھہ مسلمانوں کو شرعاً کیسا تعلق رکھنا چاہیے ؟ سو معلوم ہوگیا کہ قران کی اس تقسیم کی بموجب وہ دوسری قسم میں داخل ہیں - پس ان کے ساتھہ بر و احسان اور نیکی و ہمدردی کرنے سے شریعت ہرگز ہرگز نہیں روکتی - آجتک انھوں نے نہ کبھی اسلامی ممالک پر حملہ کیا ' نہ مسلمانوں سے قتال فی الدین کیا ' نہ کسی اسلامی ملک سے مسلمانوں کے اخراج کا باعث ہوے -

فصل

(واقعۂ حاطب بن ابی بلتعہ)

سورۂ ممتحنہ کے شان نزول کا واقعہ اس بارے میں مسلمانوں کیلیے بڑا ہی عبرت انگیز ہے -

بخاری و مسلم میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ مہاجرین صحابہ اور شرکاء بدر میں سے تھے - آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کا قصد کیا تو انھوں نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے ایک خط لکھکر مکہ میں اطلاع دیدینی چاہی - وحی الہی سے آنحضرت اسپر مطلع ہوگئے اور راستے ہی میں سے خط پکڑوا منگوایا - جب حاطب سے پوچھا گیا تو انھوں نے معذرت کی " ما فعلت هذا کفرا و لا ارتدادا " میں نے کفر و ارتداد اور اسلام کی مخالفت کے خیال سے ایسا نہیں کیا - صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے خط بھیجدیا تھا - میری نیت بری نہ تھی - حضرة عمر نے چاہا کہ انھیں قتل کردیں اور کہا : " انه منافق - قد خان الله و رسوله " یہ منافق ہے - اس نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھہ خیانت کی !

اسلام کا حکم یہ ہے کہ پہلی قسم کے غیر مسلموں کے ساتھہ مسلمانوں کو نیکی و محبت اور ہر طرح کے احسان و خیر خواہی کا سلوک کرنا چاہیے - اسلام اس سے ہرگز مانع نہیں - عالمگیر محبت اس کی دعوۃ حق کا اصل الاصول ہے - البتہ دوسری قسم کے غیر مسلموں کے ساتھہ وہ اجازت نہیں دیتا کہ اس طرح کا کوئی علاقہ بھی مسلمان رکھیں - اگر رکھینگے تو اُن کا شمار بھی اللہ اور اس کی شریعت کے دشمنوں میں ہوگا - ایک مسلمان کے سارے گناہوں سے شریعت درگزر کر لے سکتی ہے ' لیکن اگر دوسری قسم کے غیر مسلموں سے محبت کرتا ہے ' یا کسی طرح کا واسطہ رکھتا ہے ' تو یہ گناہ نہیں ہے - نفاق ہے - اور منافق مومن نہیں ہے -

قرآن نے یہ تقسیم سورۂ ممتحنہ میں کردی ہے : لا ینہا کم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم في الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ' ان تبروھم و تقسطوا الیہم ' ان اللہ یحب المقسطین - انما ینہا کم اللہ عن الذین قاتلوکم في الدین و اخرجوکم عن دیارکم و ظاھروا علی اخراجکم ' ان تولوھم ' و من یتولھم فاولئک ھم ' الظلمون - [۶۰ : ۱۰]

اور اسی سورۃ کے اوائل میں فرمایا : یا ایہا الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء ' تلقون الیہم بالمودۃ و قد کفروا بما جاءکم من الحق ؟ الخ مسلمانو ! جو غیر مسلم تمہارے اور تمہارے خدا کے دشمن ہیں ' اُنکو اپنا دوست نہ بناؤ - اور سورۂ مائدہ میں ہے : لا تتخذوا الیہود و النصاری اولیاء ' بعضہم اولیاء بعض - و من یتولہم منکم فانہ منہم (۵ : ۵۴) اُن یہود و نصاری کو جو مسلمانوں کی دشمنی اور نقصان رسانی میں سرگرم ہوں ' اپنا دوست نہ بناؤ - اور جو مسلمان بنائیگا ' خدا کے حضور اسکا شمار بھی اُنھی میں ہوگا - اس سے بھی زیادہ واضح فرمایا : لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (۳ : ۲۸) اور لاتتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (۴ : ۱۴۳) یعنی جبکہ غیر مسلموں اور مسلمانوں میں باہم جنگ ہو ' تو مسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں - " من دون المومنین " جہاں جہاں آیا ہے ' اس نے واضح کردیا ہے کہ مقصود ہر قسم کے غیر مسلموں سے ترک موالات نہیں ہے '

الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المومنين ' ايبتغون عندهم العزة ؟ فان العزة لله جميعا ! (۴ : ۱۳۸)

جو مسلمان ' مسلمانوں کو چھوڑ کر انکے مخالف غیر مسلموں کو اپنا دوست بنا رهے هیں ' تو کیا وہ چاهتے هیں که انکی بارگاهوں سے عزت حاصل کریں ؟ اگر عزت هي کي طلب هے تو یاد رکهیں که اصلي عزت دینے والے وہ نہیں هیں - عزت الله کیلیے هے اور ایک مسلمان کو ملسکتي هے تو اسي کي چوکهت سے -

سورۂ نساء میں یه تمام خصلتیں منافقوں کي قرار دي هیں ' جن میں آج همارے بڑے بڑے مدعیان علم و مشیخت مبتلا هیں - اُن کا حال یه هوتا هے که ایک هي وقت میں اسلام و کفر ' دونوں سے ساز باز رکهنا چاهتے هیں - یعني وہ چاهتے هیں که مسلمان بهي رهیں ' اور اسلام کے مخالفوں سے بهی رسم و راہ جاري رهے - مذبذبین بین ذالک - لا الی ها اولاء ' و لا الی ها اولاء (۴ : ۱۴۳) تو ایسے لوگوں کي نسبت فرمایا : یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین - اتریدون ان تجعلوا لله علیکم سطانا مبینا ؟ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (۴ : ۱۴۳)

اسلام تو ایک مسلمان کے لیے یه بات بهی جائز نہیں رکهتا که اگر اس کے ماں باپ ' بهائی بہن ' مسلمانوں سے لڑ رهے هوں ' تو اُن سے بهي کسی طرح کا واسطه رکهے : لا تتخذوا آباء کم و اخوانکم اولیاء ان استحبو الکفر علی الایمان ' و من یتولهم منکم فاولئك هم الظالمون (۹ : ۲۳) اور جو مسلمان ایسے وقتوں میں محارب غیر مسلموں سے محبت و اعانت کا تعلق رکهیں ' خواہ وہ اُنکے ماں باپ هی کیوں نهوں ' اُن کے مومن هونےکي صاف صاف نفي کررها هے : لا تجد قوما یومنون با الله و الیوم الاخر ' یوادون من حاد الله و رسوله و لو کانوا آبائهم (۵۸ : ۲۲) مهاجرین صحابه نے اس حکم کی تصویر بنکر دنیا کو دکهلا دیا که ایمان کے معنی کیا هیں ؟

پس اب فیصله کرلو که اُن لوگوں کا حکم کیا هونا چاهیے جو ایسے وقتوں میں بهي محارب غیر مسلموں کے دیے هوے خطابوں سے پیار کرینگے ' اُن کے دیے هوے تمغوں کو (جن میں سے اکثر اسلام فروشي هي کے صلے میں ملے هیں) اپنے سینوں پر جگه دینگے ' اُنکی بارگاهوں میں جاکر اطاعت و تعبد

اسپر سورۂ ممتحنہ کا نزول ہوا :

یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عـــدوي و عـــدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة ‘ و قد کفروا بما جاء کم من الحق -

مسلمانو ! خدا کے اور خود اپنے دشمنوں کو ایسا دوست نہ بناؤ کہ محبت و الفت کے اُنسے تعلقات رکھو - یہ وہ لوگ ھیں جو اسلام سے انکار کرچکے ھیں ‘ اور اللہ اور اسکے دین برحق کے دشمن ھیں -

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑي ھي عبرت ھے - حاطب بن ابي بلتعہ مہاجرین و بدرییین میں سے تھے - انھوں نے صرف اپنے اھل و عیال کي حفاظت کے خیال سے خط لکھا تھا - دشمنان اسلام کي مدد کرنا مقصود نہ تھا - اسپر بھي اللہ کی جانب سے یہ عتاب نازل ہوا ‘ اور حضرة عمر قتل کردینے کیلیے اُٹھے کہ یہ منافق ھے - غور کرنا چاھیے کہ جب باوجود علاقۂ قرابت ‘ مخالف و محارب فریق کے ساتھہ اتنا تعلق بھي گوارا نہیں کیا گیا ‘ تو پھر اُن مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ھونا چاھیے جو برٹش گورنمنٹ کے محارب فریق ھونے پر بھي ‘ ھر طرح کي محبت و موالات اور اعانت و مشارکت کے تعلقات اُسکے ساتھہ رکھتے ھیں - اور جنکا ابتک یہ حال ھے کہ اُسکے درباروں کے دیے ھوے بے سود خطابوں کو بھی ترک کر دینا اُنکے نفس حق فراموش پر گراں گزر رہا ھے ؟

علي الخصوص اُن مدعیان علم و تقدس کا حال قابل تماشا ھے جنکو اُنکي بارگاھوں سے " شمس العلماء " کے خطابات ملے ھیں - یہ وہ لوگ ھیں جو اپنے تئیں اسلام کي دیني ریاست کا اولین حقدار اور مسلمانوں کي مذھبي پیشوائي کا سب سے زیادہ مستحق ظاھر کرتے ھیں - یا سبحان اللہ ! مسلمانوں پر اُنکي قومي بدبختي کا اس سے بڑھکر اور کونسا وقت آسکتا ھے ؟ جن لوگوں کو اسلام اور اسکي کتاب قطعاً منافق قرار دے رھي ھو ‘ اور جو اللہ کے نزدیک اسکے بھي حقدار نہوں کہ مسلمانوں کي صف میں جگہ پائیں ‘ اُنکو مسلمانوں کي ریاست و پیشوائي کا دعوی ھو ‘ وہ مسلمانوں کي بڑي بڑی درسگاھوں کے مالک ھوں جہاں صبح شام قال اللہ اور قال الرسول کا چرچا رھتا ھو ‘ اور پھر اس سے بھي عجیب تر یہ کہ بہت سے مسلمان ھوں جو انکی پیشوائي کو جان و دل سے مان رھے ھوں ‘ اور اُنکے آگے عقیدت و ارادت کا سر جھکا کر اللہ اور اُسکے رسول سے گردن موڑ رھے ھوں !

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

امام بخاري کا یه استدلال نہایت واضح اور صاف ھے - آنحضرة صلی الله علیه وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیدیا تھا که کسي طرح کا واسطه ان لوگوں سے نه رکھیں - نه سلام کریں - نه کلام کریں - نه ملیں جلیں - یہانتک که انکي بیویوں تک کو تعلقات زوجیة رکھنے کي اجازت نه تھي - بالاخر یه حالت ھوگئي که " ضاقت علیهم الارض بما رحبت " پس اس سے ثابت ھوا که جب کبھي اسلام اور امت کي حفاظت اور دفاع کا وقت آ جاے اور تمام مسلمانوں کا اسمیں شریک ھونا ضروري ھو، تو جس مسلمان کي طرف سے اسمیں سستي و کاھلي ھو، یا انکار و تخلف ھو، اُسکا جرم عند الله نہایت شدید و عظیم ھے، اور مسلمانوں کی جماعت کو حق پہنچتا ھے که زجر و تنبیه کیلیے اُسکے ساتھه وھي سلوک کریں جو اُن تینوں شخصوں کے ساتھه کیا گیا تھا - اور جبتک وہ اپنے رویه سے باز نه آجائیں، کوئي مسلمان اُن سے کسي طرح کا علاقه نه رکھے - جب اُن مسلمانوں کیساتھه یه سلوک جائز ھوا جو سابقین انصار اور شرکاء بدر میں سے تھے اور جنکا قصور بجز سستي و کاھلي کے اور کچھه نه تھا، تو جو لوگ صریح طور پر اعداء اسلام کے ساتھه اطاعت و اعانت کے تعلقات رکھیں، اور دفاع اسلام کي سعي و تدبیر میں شامل ھونے سے صاف صاف انکار کردیں، انکے لیے تو ایسا حکم دینا نه صرف جائز و مشروع ھوگا، بلکه یقیناً واجب و الزم ھوگا -

ابن ابي حاتم نے امام حسن بصري کا کیا خوب قول نقل کیا ھے - قال " یا سبحان الله ! ما أکل ھا ولاء الثلاثة مالاً حراماً، و لا سفکوا دماً حراماً، و لا افسدوا فی الارض، اصابهم ما سمعتم، و ضاقت بهم الارض بما رحبت، فکیف بمن یواقع الفواحش و الکبائر ؟ "

حافظ ابن حجر لکھتے ھیں " و فیها ترک السلام علی من أذنب و جواز هجره أکثر من ثلاث - و اما النهي عن الهجر فوق الثلاث فمحمول علی من لم یکن هجرانه شرعیا " (۱) یعنی اس واقعه سے یه بات بھي ثابت ھوتي ھے که مجرمین شرع سے ترک سلام و کلام کرنا جائز ھے اور تین دن سے زیادہ

(۱) امام بخاري اپني عادت کے مطابق حدیث کعب کو مختلف ابواب میں لاے ھیں - باب متذکرۂ متن کتاب الاحکام کا آخري باب ھے، اور مفصل حدیث کتاب المغازي میں ھے - کتاب المغازي کي شرح میں حافظ موصوف کي یه عبارت ملیگي - (جلد ۸ - ۹۴)

کا سر جھکائینگے ' اور آہ ' ان سب سے بھي بڑھکر وہ ' جو انکي راھوں میں غلاموں کي طرح بچھینگے ' اُنکے حکموں پر کتوں کی طرح لوٹینگے ' اُنکي خدمت و چاکري کے عشق میں اپنے دین و ایمان تک کو نثار کردینگے ؟ فیا للہ و للمسلمین ! من ھذہ الفاقرۃ التي ھي اعظم فواقر الدین ' والرزیۃ التي ما رزي بمثلھا سبیل المومنین !

لمثـــل ھذا یذوب القلب من کمد
ان کان في القلب اســلام و ایمان !

فصل

ھل للامام ان یمنع المتخلفین والقاعدین من الکلام معھم و الزیارۃ و نحوہ ؟

ایک اھم سوال شرعاً یہاں یہ پیدا ھوتا ھے کہ جو مسلمان باوجود تبلیغ و تفھیم ' محارب غیر مسلموں سے ترک موالات نہ کریں ' اور اُنکي مودت و اعانت سے باز نہ آئیں ' اُنکے ساتھہ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاھیے ؟

حضرۃ کعب بن مالک اور غزوۂ تبوک کے متخلفین کا واقعہ گذشتہ باب میں گزر چکا ھے - اس موقعہ پر آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا ' اس سے ثابت ھوتا ھے کہ جو مسلمان مصالح امت کے خلاف روش اختیار کریں ' اور دشمنان ملت کے دفاع میں با وجود استطاعت حصہ نہ لیں ' انسے بھي مسلمانوں کو ترک موالات کردینا چاھیے -

امام بخاری نے کتاب الاحکام میں باب باندھا ھے " ھل للامام أن یمنع المجرمین و اھل المعصیۃ من الکلام معہ و الزیارۃ و نحوہ ؟ " یعنی کیا مسلمانوں کے امام کو اس بات کا حق پہنچتا ھے کہ جو لوگ شرعي جرائم کے مرتکب ھوں ' اُنسے ملنے ' بات چیت کرنے ' اور اسي طرح کے تعلقات رکھنے سے لوگوں کو روک دے ؟ اور پھر اسمیں حضرۃ کعب بن مالک کي روایت درج کي ھے - گویا اس واقعہ سے وہ استدلال کرتے ھیں کہ امام کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ھے ' اور زجر و تنبیـــہ اور عبرت پذیري کے لیے ایسا کرنا اعمال نبوت کے ٹھیک ٹھیک مطابق ھوگا -

سزا اسلیے دی گئي کہ انصار میں سے تھے اور انصار نے آنحضرت کي حمایت کا خاص طور پر وعدہ کیا تھا - انپر دوسروں سے کہیں زیادہ معیت و نصرت فرض تھي - اسمیں کوتا ھي ھوئي تو مستحق تعزیر ھوے -

ھم کو افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ھے کہ یہ شبہ جسقدر تعجب انگیز ھے، اس سے کہیں زیادہ ان اکابر و اعلام کے جوابات و تعلیلات تعجب انگیز ھیں - سخت حیراني ھوتي ھے کہ ایک نہایت صاف و واضح معاملہ کي نسبت کیوں اسقدر غیر ضروری کاوشیں کي گئیں، اور کیوں اصلي علت سامنے نہ آگئي ؟

حضرت ھلال اور مرارہ کا بدري ھونا مسلم ھے - بخاري کي روایت میں خود حضرۃ کعب کہتے ھیں " رجلین صالحین قد شھدا بدرا " اور حاطب بن ابي بلتعہ کے واقعہ اور اس معاملہ میں کسي طرح کي منافات نہیں ھے - دونوں معاملے اپني اپني جگہ ٹھیک ھیں - اس واقعہ پر جن لوگوں کو تعجب ھوا، انھوں نے حکم دفاع کي اھمیت پر نظر نہ ڈالي - اگر اسپر غور کرلیتے تو یہ شبہ پیدا ھي نہ ھوتا - نہ ان کمزور توجیھوں کي ضرورت پیش آتي -

ایک صورت عام طور پر حفظ ملک و نصرت قوم کي ھے - اور ایک صورت خاص دشمن کے حملۂ و ھجوم کی ھے - پہلي حالت میں اگر جنگي احکام کي تعمیل میں سستي و کاھلي ھو، تو اُس درجہ سنگین نہیں ھوتي جسقدر دوسري حالت میں - پہلي حالت اندروني امن کي ھے - دوسري بیروني حملہ و جنگ کي - جنگ و دفاع کي حالت میں ایک ذرا سي سستي اور کاھلي بھي اتنا بڑا جرم ھوتي ھے کہ اسکي پاداش میں موت کي سزا کو بھي سخت نہیں کہا جاسکتا -

اسي بنا پر شریعت نے ایک حالت تھیۂ جھاد و رباط خیل و استعداد کار کي قرار دي ھے - دوسري حالت " دفاع " اور نفیر کي بتلائي - جب کسي دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کردیا ھو اور مسلم و غیر مسلم جنگ کي حالت پیدا ھوگئي ھو، تو وہ حالت دفاع کی ھے -

حاطب بن ابي بلتعہ کا واقعہ یہ ھے کہ مدینہ میں امن تھا - قریش یا کسی دوسرے دشمن کی طرف سے اُسوقت حملہ کا خوف نہ تھا - خود مسلمان مکہ پر حملہ کرنے والے تھے - کیونکہ قریش نے اپنا عہد و میثاق توڑ دیا تھا -

اُن سے ترک تعلق کیا جا سکتا ہے - باقي رهی حدیث - " لا یحل لرجل ان یهجر اخاہ فوق ثلاث" یعني کسي مسلمان کیلیے جائزنہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائي مسلمان سے جدا رہے - تو اُس سے مقصود وہ جدائي ہے جو بلا سبب شرعي ہو' اور اس واقعہ میں جدائي کا حکم جرم شرعي کے ارتکاب کي بنا پر ہوا - پس زیادہ عرصہ تک ترک علائق جائز ہے -

حافظ ابن قیم نے بھی هدي میں اس واقعہ سے یہ حکم مستنبط کیا ہے اور اپنے مخصوص طرز میں مشرح بحث کي ہے -

فصل

(ایک شبہ اور اُسکا ازالہ)

بیجا نہ ہوگا اگر یہاں ایک شبہ دور کردیا جاے جو اس معاملہ کي نسبت ہوا ہے اور ہوسکتا ہے - حافظ ابن حجر لکھتے ہیں " استدل بعض المتاخرین لکونہما لم یشہدا بدرا بما رقع في قصة حاطب' و ان النبي صلعم لم یہجرہ و لا عاقبہ مع کونہ جس علیہ بل قال لعمر لما هم بقتلہ : لعل اللہ اطلع علیٰ اهل بدر فقال اعملو ما شئتم فقد غفرت لکم : قال - و این ذنب التخلف من ذنب الجس ؟ " یعني بعض متاخرین نے اس سے انکار کیا ہے کہ مرارہ بن ربیع اور هلال بن امیہ شہداء بدر میں سے تھے - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو انکو یہ سزا نہ دي جاتي - حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ سے خط و کتابت کي اور وہ جرم بڑا ہی سخت جرم تھا - یعني جاسوسي کا تھا - اسپر بھي بوجہ بدري ہونے کے آنحضرة نے معاف کردیا اور لوگوں کو انکے ساتھہ ترک تعلق کا حکم نہیں دیا - کعب اور اُنکے ساتھیوں کا اس سے بڑھکر تو قصور نہ تھا ؟ پھر اتني بڑي سخت سزا انکو کیوں دي گئي ؟ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حاطب کي معافی اُنکے بدري ہونے کي وجہ سے تھی' اور یہ لوگ اسلیے ماخوذ ہوے کہ بدری نہ تھے - انتہی -

پھر حافظ موصوف نے اسکا جواب دیا ہے کہ یہ لوگ ضرور بدری تھے - حاطب کو اسلیے کوئي سزا نہیں دي گئي کہ اُنھوں نے اپنے اهل و عیال کي حفاظت کا عذر پیش کیا تھا - لیکن ان لوگوں کے پاس کوئي عذر نہ تھا - پھر آگے چلکر سہیلي کا جواب نقل کیا ہے کہ ان لوگوں کو سخت

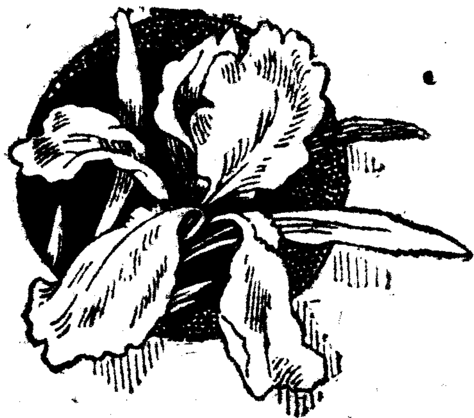
مرتب هیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز زیر درس و تدریس رهتے هیں - پس گورنمنٹ کو چاهیے کہ صرف اس بات کي جانچ کرلے کہ واقعي اسلام کے شرعي احکام ایسے هي هیں یا نہیں ؟

اگر ثابت هوجاے کہ ایسا هی هے ' تو پهر صرف دو هي راهیں گورنمنٹ کے سامنے هوني چاهئیں :

یا مسلمانوں کیلیے اُنکے مذهب کو چهوڑدے اور کوئي بات ایسی نہ کرے جس سے انکے مذهب میں مداخلت هو اور وہ اپنے مذهبي احکام کی بنا پر برٹش گورنمنٹ کے خلاف هوجانے پر مجبور هو جائیں -

یا پهر اعلان کردے کہ اس کو مسلمانوں کے مذهبی احکام کي کوئي پروا نہیں هے - نہ اس پالیسي پر قائم هے کہ ان کے مذهب میں مداخلت نهوگي - اس کو صـــرف زیادہ سے زیادہ زمیں چاهیے ' زیادہ سے زیادہ حکومت چاهیے ' موصل کے تیل کے چشمے چاهئیں ' عراق کي زر خیز زمین کي دولت چاهیے ' اور اسلامي خلافت کا خاتمہ ' تا کہ دنیا میں اس کا کوئی اسلامي حریف باقی نہ رهے - اگر ایسا کرنے کي وجہ سے مسلمانوں کے مذهبي احکام متصادم هوتے هیں ' تو هوں - اگر انپر طرح طرح کے اشد فرائض عائد هوجاتے هیں ' تو هوا کریں - اُنکو هر حال میں برٹش گورنمنٹ کا وفادار غلام بنا رهنا چاهیے ' اگرچہ اسکی خاطـــر اپنے مذهب سے بهی دست بردار هو جانا پڑے -

اسکے بعد مسلمانوں کیلیے بهي نہایت آسان هوجائگا کہ اپنا وقت بے سود شور و فغاں میں ضائع نہ کریں ' اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ' اِن دونوں میں سے کوئي ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں -



لیکن حضرت کعب بن مالک کا معاملہ دوسرا تھا - اُنھوں نے اسوقت اداء فرض میں سستی کی جب دشمن کے حملۂ و ھجوم کا اعلان ھوچکا تھا اور چالیس ھزار رومیوں کے اجتماع کی خبریں آچکی تھیں - وہ حملہ کا وقت نہ تھا - دفاع کا تھا - امام نے حکم دیدیا تھا' اور نفیر عام کی صورت پیدا ھوگئی تھی - اُسوقت اداء فرض میں غفلت کرنا ایسا سنگین جرم ھے کہ کسی طرح معاف نہیں کیا جاسکتا - پس ضروری تھا کہ عبرت کیلیے کوئی سخت طرز عمل اختیار کیا جاتا' تا کہ آیندہ ایسی غفلتوں کی کسی کو جرأت نہ ھو -

تعجب ھے کہ حافظ ابن قیم کو بھی ھدی میں یہی شبہہ لاحق ھوا اور اسی لیے اُنھوں نے ھلال اور مرارہ کے بدری ھونے سے انکار کردیا ھے - والغلط لا یعصمہ الانسان -

فصل

(گورنمنت کے لیے اصلی سوال)

گورنمنت صرف اپنے فوائد و اغراض ھی سامنے رکھکر غور کر لے کہ ھندوستان کے کروروں انسانوں کو جو دنیا اور زندگی کی ساری چیزوں سے زیادہ اپنے مذھب کو محبوب رکھتے ھیں' ایک ایسی اٹل اور لا علاج کشمکش میں ڈالدینا بہتر ھوگا جس میں ایک طرف انکے مذھبی احکام ھیں' دوسری طرف برٹش گورنمنٹ؟ اور دونوں باتیں اس طرح آپس میں لڑگئی ھیں کہ کسی طرح بھی جمع نہیں ھو سکتیں؟

اگر انسان کے ھاتھہ اشارے کرکے طوفانوں اور بجلیوں کو بلا سکتے ھیں' تو یقیناً برٹش گورنمنت اِسوقت اُس آدمی کی طرح سمندر کے کنارے کھڑی ھے جو اپنا ھاتھہ ھلا ھلا کر طوفانوں کو دعوت دے رھا ھو -

فی الحقیقت یہ نہ تو کوئی اُلجھاؤ ھے نہ کوئی مشکل مسئلہ - بالکل صاف اور سیدھی سی بات ھے - بشرطیکہ حاکمانہ غرور اور طاقت کا نشہ چند لمحوں کے لیے عقل و انصاف کو کام کرنے دے -

مسلمانوں کا مطالبہ شرعی احکام کا مطالبہ ھے - اسلام کے احکام کوئی راز نہیں ھیں جن تک گورنمنت کی رسائی نہو - چھپی ھوئی کتابوں میں

کوئي قوم اس نظام کو ترک کردیتي هے تو گو اسکے افراد فرداً فرداً کتنے هي شخصی اعمال و طاعات میں سرگرم هوں، لیکن یه سرگرمیاں اس بارے میں کچھه سود مند نهیں هوسکتیں، اور قوم جماعتي معصیت میں مبتلا هوجاتي هے -

قرآن و سنة نے بتلایا هے که شخصي زندگي کے معاصي کسی قوم کو یکایک برباد نهیں کردیتے - اشخاص کی معصیت کا زهر آهسته آهسته کام کرتا هے - لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم (یعني نظام جماعتی کا نهونا) ایسا تخم هلاکت هے جو فوراً بربادي کا پھل لاتا هے اور پوري قوم کي قوم تباه هوجاتی هے -

شخصی اعمال کي اصلاح و درستگي بھي نظام اجتماعی کے قیام پر موقوف هے - مسلمانان هند جماعتي زندگی کي معصیت میں مبتلا هیں - اور جب جماعتي معصیت سب پر چھاگئي هے تو افراد کی اصلاح کیونکر هوسکتی هے ؟

کتاب و سنة نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے هیں :

تمام لوگ کسي ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع هوجائیں، اور وه اُنکا امام هو -

وه جو کچھه تعلیم دے، ایمان و صداقت کے ساتھه قبول کریں -

قرآن و سنت کے ماتحت اسکے جو کچھه احکام هوں، اُنکی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں -

سب کی زبانیں گونگی هوں - صرف اسی کی زبان گویا هو - سب کے دماغ بیکار هوجائیں - صرف اُسي کا دماغ کار فرما هو - لوگوں کے پاس نه زبان هو نه دماغ - صرف دل هو جو قبول کرے، صرف هاتھه پاؤں هوں جو عمل کریں !

اگر ایسا نهیں هے، تو ایک بھیڑ هے، ایک انبوه هے، جانوروں کا ایک جنگل هے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر هے، مگر نه تو " جماعت " هے نه " امت " - نه " قوم " نه " اجتماع " - اینٹیں هیں مگر دیوار نهیں - کنکر هیں مگر پهاڑ نهیں - قطرے هیں مگر دریا نهیں - کڑیاں هیں جو ٹکڑے ٹکڑے کردي جاسکتي هیں، مگر زنجیر نهیں هے جو بڑے بڑے جهازوں کو گرفتار کرلے سکتي هے -

باب

(نظام عمل)

فصل

(مسلمانان ہند اور نظام جماعت)

لیکن ہمارے لیے اصلی سوال اب یہ نہیں رہا ہے کہ گورنمنٹ کو کیا کرنا تھا ؟ صرف یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟

اس بارے میں مسلمانوں کیلیے راہ عمل ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے ' اور ہمیشہ کی طرح اب بھی ایک ہی ہے - یعنی ہندوستان کے مسلمان اپنی جماعتی زندگی کی اُس معصیت سے باز آجائیں جسمیں ایک عرصہ سے مبتلا ہیں ' اور جسکی وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے انپر بند ہوگئے ہیں -

" جماعتی زندگی کی معصیت " سے مقصود یہ ہے کہ ان میں ایک " جماعت " بنکر رہنے کا شرعی نظام مفقود ہوگیا ہے - وہ بالکل اُس گلے کی طرح ہیں جسکا انبوہ جنگل کی جھاڑیوں میں منتشر ہوکر گم ہوگیا ہو - وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے ہوکر اپنی جماعتی قوت کی نمایش کرنی چاہتے ہیں - کمیٹیاں بناتے ہیں - کانفرنسیں منقعد کرتے ہیں - لیکن یہ تمام اجتماعی نمائشیں شریعت کی نظروں میں " بھیڑ " اور " انبوہ " کا حکم رکھتی ہیں - " جماعت " کا حکم نہیں رکھتیں - " بھیڑ " اور جماعت " میں فرق ہے - پہلی چیز بازاروں میں نظر آجاتی ہے جب کوئی تماشہ ہورہا ہو - دوسری چیز جمعہ کے دن مسجدوں میں دیکھی جاسکتی ہے جب ہزاروں انسانوں کی منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ' ایک جہت ' ایک حالت ' اور ایک ہی کے پیچھے مجتمع ہوتی ہیں -

شریعت نے مسلمانوں کیلیے جہاں انفرادی زندگی کے اعمال مقرر کردیے ہیں ' وہاں اُنکے لیے ایک اجتماعی نظام بھی قرار دیدیا ہے - وہ کہتی ہے کہ زندگی اجتماع کا نام ہے - افراد و اشخاص کوئی شے نہیں - جب

اسلامی زندگی اختیار کرلینی چاهیے " اس ایک کام کے انجام پانے پر سارے کام خود بخود انجام پا جائینگے - سوال حکومتوں کے نکل جانے کا نہیں ہے - ایمان کی گم گشتگی اور محرومی کا ہے :

درازي شب و بیداري من ایں همه نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست !

اسی مسئلۂ خلافت کو دیکھو ! شرعی اور سیاسی ' دونوں پہلوؤں سے کسقدر اهم اور نازک معاملہ ہے ؟ اگر آج مسلمانوں میں اُنکے ائمۂ و مشاهیر موجود ہوتے ' تو اُنمیں سے بھی ہر شخص زبان نہ کھولتا - کسی ایک صاحب نظر و عمل کے احکام پر سب کار بند ہو جاتے - لیکن اسکے مقابلہ میں آج تمہارا حال کیا ہو رہا ہے ؟ کمیٹیوں اور تجویزوں کی عادت برسوں سے پڑی ہوئی ہے - اُسی قینچی سے اس پہاڑ کو بھی کترنا چاہتے ہو - ہر زبان تجویزیں پیش کر رہی ہے - ہر قلم امام و مجتہد کی طرح احکام نافذ کر رہا ہے - کوئی کچھہ کہتا ہے - کوئی کچھہ کہتا ہے - کوئی دھنے بلاتا ہے - کوئی بائیں - کیا اس طوائف الملوکی اور ذہنی انارکی کے ساتھہ جو عالم فکر و نظر کا ایک پورا پورا غدر ہے ' یہ مہم سر ہوسکتی ہے ؟

شرعی پہلو سے مسئلہ کا یہ حال کہ ایک صاحب نظر و اجتہاد دماغ کی ضرورت ہے جسکا قلب کتاب و سنۃ کے معارف و غوامض سے معمور ہو - وہ اصول شرعیہ کو مسلمانان ہند کی موجودہ حالت پر ' انکے توطن ہند کی حدیث العہد نوعیت پر ' ایک ایک لمحہ کے اندر متغیر ہوجانے والے حوادث جنگ و صلح پر ' ٹھیک ٹھیک منطبق کرے ' اور پھر تمام مصالح و مقاصد شرعیۂ و ملیہ کے تحفظ و توازن کے بعد فتوئ شرع صادر کرتا رہے - نہ ہر عالم اسکا اہل ہے - نہ ہر مدرسہ نشین اس کا اسرار شناس -

سیاسی پہلو سے دیکھا جاے تو جو کام فوجوں اور حکومتوں کی طاقت سے انجام پا سکتا ہے ' اسکو تم صرف اپنی جماعتی قوت کے استعمال سے حاصل کرنا چاہتے ہو - پھر کسقدر نامرادی ہے کہ وہ قوت بھی ناپید ؟

بلاشبہ لوگوں میں احساس اور طلب کی کمی نہیں - نہ جوش و سرگرمی کی کمی ہے ' اور یہ بڑی ہی قیمتی چیز ہے - لیکن اگر صحیح راہ عمل اختیار نہ کی گئی تو یہی بات سب سے زیادہ مضر بھی ہو جاسکتی ہے - جذبات کی مثال اسٹیم کی سی ہے - بغیر اسٹیم کے کچھہ نہیں ہوسکتا ' لیکن وہ بھی بغیر مشین اور سائق (ڈرایور) کے کچھہ نہیں کرسکتی - مشین اسکی

کسی گذشتہ فصل میں بہ ضمن شرح حدیث حارث اشعری "جماعت" کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے - اس موقعہ پر وہ پیش نظر رہے -

یہ وقت فصل کاٹنے کا تھا ' نہ کہ دانہ ڈالنے کا - لیکن مسلمانوں نے اپنی جد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گم‌گشتگی و بے حاصلی میں ضائع کردی - حتی کہ سچ مچ وہ وقت آ گیا جسکی تباہیوں کا تخیل پیدا کرکے کبھی ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے : فقد جاء اشراطها - فانی لهم اذ جاءتهم ذکراهم ؟ (۴۷ : ۲۱) اب بھی اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور غم ہونا چاہیے تو اسی کا - سچے کام کے کرنے میں کتنی ہی دیر ہو جاے ' مگر جب کبھی کیا جاے ' سچائی ہے - اسکے لیے نہ تو کوئی وقت ناموافق ہے نہ کوئی جگہ مخالف - اسکے کرنے میں جسقدر دیر کی جائیگی ' معصیت اور ہلاکی ہے - لیکن جب کبھی کردیا جاے ' سچائی اور نیکی ہے ' اور اُسکا ثمرہ زندگی اور کامرانی -

تمہاری سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ خاص خاص وقتوں میں خاص خاص کاموں کا نام سن پاتے ہو ' اور پھر چیخنے چلانے لگتے ہو ' اور جسطرح اونگھتا ہوا آدمی ایک مرتبہ چونک اُٹھتا ہے ' یکایک اعتقاد اور عمل ' دونوں تمہیں یاد آ جاتے ہیں - حالانکہ نہ تو خاص خاص وقتوں ہی میں تمہاری مصیبت وجود میں آتی ہے - نہ کامیابی کی راہ کسی خاص کام کے پڑ جانے پر موقوف ہے - تمہاری مصیبت دائمی ' تمہارا ماتم ہمیشگی کا ' تمہارا روگ تمہاری ہڈیوں کے اندر سمایا ہوا ' اور تمہاری نحوست چوبیس گھنٹے تمہاری ساتھی ہے - اور ٹھیک اُسی کی طرح تمہاری کامیابی و خوشحالی بھی ہر وقت تمہارے سایے کے ساتھہ ساتھہ دوڑ رہی ہے - اور ہر آن و ہر لمحہ تمہارے وجود کے اندر سمائی ہوئی ہے -

تم وقت پر سامنے آجانے والی چیزوں کے غم میں کیوں گھلے جاتے ہو ؟ اپنا ہمیشہ کا معاملہ ایک مرتبہ درست کیوں نہیں کرلیتے ؟ جبتک دل و جگر کا علاج نہوگا ' روز نئے نئے روگ لگتے رہینگے - خلافت کا مسئلہ کل سے سامنے آیا ہے ' مگر تمہاری بربادی کا مسئلہ کل ہی سے نہیں شروع ہوا - پس تمہارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص تحریک نہیں ہو سکتی - ہمیشہ سے اور ہمیشہ کیلیے صرف یہی ہے کہ " ہندوستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاہیے ' اور قوم و فرد ' دونوں اعتباروں سے ٹھیک ٹھیک

سب سے بڑھکر یہ کہ اعمال مہمۂ اُمت کی راہ میں منہاج نبوت پر اسکا قدم استوار ہوگا ' اور ان ساری باتوں کے علم و بصیرۃ کے بعد ہر وقت ' ہر تغیر ' ہر حالت ' ہر جماعت کے لیے احکام شرعیہ کا استنباط کرسکے گا -

فصل

زبان ز نکتہ فرو ماند و راز من باقیست !
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست !

عزیزان ملت ! اس طول طویل صحبت میں جو کچھ بیان کیا گیا ' اُس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جو میری زبان پر نئی ہو - یہ تمام وہی افسانۂ کہن ہے جو پچھلے دس سالوں سے برابر دھراتا رہا ہوں ' اور اگر " الہلال " و " البلاغ " کی پیہم صدائیں تمہارے حافظہ میں فراموش نہیں ہوگئی ہیں ' تو تم اُسکی تصدیق کروگے - تمہارے رہبروں اور پیشواؤں کی رائیں اور صدائیں کتنی ہی مضطرب و متزلزل رہی ہوں ' لیکن میری طرف دیکھو ! میں ایک انسان تم میں موجود ہوں جو دس سال سے صرف ایک ہی صداے دعوۃ بلند کر رہا ' اور صرف ایک ہی بات کی جانب تڑپ تڑپ کر بلا رہا اور لوٹ لوٹ کر پکار رہا ہوں - و لکن لا تحبون الناصحین (۷ : ۲۸) افسوس ! کہ تم حقیقی اور سچی بات کہنے والوں کو پسند نہیں کرتے - تم نمائش کے پجاری ' شور و ہنگامہ کے بندے ' اور وقتی جذبات و انفجار ہیجان کی مخلوق ہو - تم میں نہ امتیاز ہے نہ نظر - نہ تم جانتے ہو نہ پہچانتے ہو - تم جس قدر تیز دوڑ کر آتے ہو ' اُتنی ہی تیزی کے ساتھہ فرار بھی کر جاتے ہو - تمہاری اطاعت جس قدر سہل ہے اور تمہاری ارادت جتنی سستی ' اُتنا ہی تمہارا انحراف آسان ہے ' اور اُسی نسبت سے تمہاری مخالفت بھی ارزان ہے - پس نہ تو تمہاری تحسین کی کوئی قیمت ' نہ تمہاری توہین کا کوئی وزن - نہ تمہارے پاس دماغ ہے نہ دل - وساوس ہیں جنکو تم افکار سمجھتے ہو ' خطرات ہیں جنکو تم عزائم کہتے ہو - خدا را بتلاؤ ! میں تمہارے ساتھہ کیا کروں ؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آج جن باتوں کے لیے تم رو رہے ہو ' یہ وہی باتیں ہیں جو ایک زمانے میں میری زبان سے فریاد کا اضطراب اور طلب

طاقت کو ترتیب دیتی اور ڈرایور اس سے کام لیتا ہے - اگر یہ دونوں باتیں نہیں ہیں ' تو اس سے زیادہ کوئی خطرناک اور مہلک چیز بھی نہیں ہوسکتی - کاش وہ نہ ہوتی - وہ ٹرین کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہے ' مگر انجنوں کو ٹکرا کر ہزاروں انسانوں کو ہلاک بھی کردیتی ہے !

" جذبات " اسی وقت کام دے سکتے ہیں ' جب انکو مرتب کرنے اور انپر حکم و قضاء کیلیے " ادراک " اور " دماغ " بھی موجود ہو - و ذالک من عمل النبوۃ ' و لکن لا یعقلہا الا العالمون -

بہر حال اسوقت ' اور ہمیشہ سے ' اور ہمیشہ کیلیے ' " راہ عمل " یہی ہے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کی جماعتی زندگی اختیار کرلیں - اسی پر مسئلۂ خلافت اسلامی کے بھی تمام مہمات و اعمال موقوف ہیں -

تمام مسلمانوں کو اُن ہمدردان ملت کا شکرگزار ہونا چاہیے جنہوں نے آل انڈیا خلافت کمیٹی کی بنیاد ڈالی اور تمام ملک میں اسکی شاخوں کے قیام کا سروسامان کیا - لیکن خلافت کمیٹی کا نظام مسلمانوں کو نظام جماعتی و شرعی کے قیام سے مستغنی نہیں کردے سکتا - خلافت کمیٹی روپیہ جمع کریگی - ایجی ٹیشن جاری رکھیگی - تبلیغ و اشاعت کریگی - لیکن نہ تو وہ قوم کو سنبھال سکتی ہے ' نہ کمیٹیوں سے " جماعت " پیدا ہوسکتی ہے ' نہ شرعی نظام کی قائم مقامی ہوسکتی ہے - وہ خود احکام شرعیہ کے علم کیلیے ' اپنے قیام و تکمیل کیلیے ' دفع تفرقۂ و انتشار کیلیے ' اور روح اجتماع و قوام کے نفوذ کیلیے ایک بالاتر قوت حاکمۂ و نافذہ کی محتاج ہے - اور اگر وہ قوت نہیں ہے تو پھر اسکی ہستی بھی قائم نہیں رہسکتی -

نظام شرعی یہ نہیں ہے کہ ہر شخص فرداً فرداً سونچتا رہے کہ مسئلۂ خلافت کیلیے کیا کرنا چاہیے ؟ اور اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں کہ عملی راہ کیا ہونی چاہیے ؟ اور نہ ہر شخص یا چند آدمیوں کی گڑھی ہوئی کمیٹی کو یہ حق ہے کہ لوگوں کو کسی خاص راہ کی طرف دعوت دینا شروع کردے - یہ کام صرف ایک صاحب نظر و اجتہاد کا ہے جسکو قوم نے بالاتفاق تسلیم کرلیا ہو - وہ وقت اور حالت پر اصول و احکام شریعت کو منطبق کریگا - ایک ایک جزئیۂ حوادث و واقعات پر پوری کار دانی و نکتہ شناسی کے ساتھہ نظر ڈالیگا ' اُمت و شرع کے اصولی مصالح و مقاصد اسکے سامنے ہونگے - کسی ایک گوشے ہی میں ایسا مستغرق نہوجائیگا کہ باقی تمام گوشوں سے بے پروا ہوجاے :

حفظت شیئاً و غابت عنك اشیاء !

قیاسوں میں ہوسکتي ہیں ' پولیٹکل حکمت عملیوں میں ہوسکتی ہیں ' انسانی تقلید اُسکا سرچشمہ ہے ' اور انسانوں اور قوموں کا اتباع اسکا منبع' لیکن اُن عقائد میں کبھی تبدیلی نہیں ہوسکتی جو وحی و تنزیل کی اٹل اور دائمی ہدایتوں سے ماخوذ ہوں - الحمد للہ کہ میں جو کچھہ کہتا اور کرتا رہا ' وہ میرے عقائد و معلومات تھے ' تمہارے بڑوں کی طرح آراء و مظنونات نہ تھے - و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (۵۴ : ۳) اُسوقت تم میں سے اکثروں نے اعراض کیا ' بہتوں نے استہزاء کیا ' کتنوں ھي نے کہدیا کہ یہ تو ایک طرح کي مذہبی بشارت اور ما فوق الفطرۃ دعوؤں کا اعلان ہے : یرید ان یتفضل علینا - بعضوں نے تو فیصلہ ھي کردیا کہ یہ صرف فصاحت و بلاغت کی ساحري اور ایک طرح کي ادیبانہ افسونگري ہے : اکتتبها فهي تملی علیه بکرۃ و اصیلا (۲۵ : ۷) لیکن دیکھو ! بالاخر رفتہ رفتہ سب نے اپني جگہیں چھوڑ دیں - سب اُسي راہ پر چل پڑے - بہتوں نے دانستہ ' اور بہتوں نے نادانستہ ' مگر راہ سب نے وھي اختیار کی - آج تم سب اُسي " ما فوق الفطرۃ دعوؤں " اور " ساحرانہ فصاحت طرازیوں" کو اپنا اصل الاصول بنائے ہوے ہو ' اور " قیام شریعت " اور " تقدیم و اتباع شریعت " اور " حفظ و دفاع ملت " کے ناموں سے موسوم کرتے ہو -

پس جبکہ یہ پہلا تجربۂ و مشاہدہ تمہارے سامنے ہے ' تو آج میں اعلان کرتا ہوں کہ دوسرے تجربہ کا وقت آگیا - راہ عمل کیلیے تمہارا رُخ وہ ہے جسکي طرف تم دوڑ رہے ہو - اور میري راہ وہ ہے جسکي طرف پچھلے صفحوں میں بلا چکا ہوں - تم بارش کے وجود سے انکار تو نہیں کرتے ' مگر منتظر رہتے ہو کہ پاني برسنے لگ جاے تو اقرار کریں ' لیکن میں ہواؤں میں پاني کي بو سونگھہ لینے کا عادي ہوں ' اور صرف بادلوں ھي کو دیکھہ لینا میرے علم کیلیے کافي ہوتا ہے - پس اگر پچھلا تجربہ بس کرتا ہے تو اس سے عبرت پکڑو ' اور اگر ابھی اور انتظار کرنا چاھتے ہو تو انتظار کر دیکھو : فستذکرون ما اقول لکم ' و افوض امري الی اللہ - ان اللہ بصیر بالعباد (۴۰ : ۴۷)



کی چیخ بنکر نکلتی تھیں ' مگر تمہارے سینے کے اندر پتھر کا ایک ٹکرہ ہے ' اس سے ٹکرا ٹکراکر واپس آجاتی تھیں ؟ اور تم یکقلم انکار و اعراض میں غرق تھے ؟

تم نے ہمیشہ اعراض کیا - تم نے اعـــراض ہی نہیں کیا ' بلکـــہ

جعلوا اصابعهم فی آذانهم ' و استغشوا ثیابهم ' و اصروا ' و استکبروا استکبارا [۷۱ : ۷] کی ساری سنتیں غفلت و انکار کی تازہ کردیں - میں نے تم میں سے ہر گروہ کو ٹٹولا - میں نے دلوں اور روحوں کا ایک ایک گوشہ چھان مارا - جب کبھی کوئی بھیڑ دیکھی ' فریاد کی - جب کبھی انسانوں کو دیکھا اپنی طرف بلایا - لیکن فلم یزدهم دعائی الا فـــرارا (۷۱ : ۶) بہت کم روحیں ایسی نکلیں جنکو حقیقت کا فہم ہو ' اور بہت کم دل ایسے ملے جو طلب و عشق سے معمور ہوں - یہانتک کہ میں تمہاری آبادیوں سے الگ ہوکر رانچی کے گوشۂ قید و بند میں چلا گیا ' اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں بھی میری صبحیں اور میری شامیں کن فکروں اور کاموں میں بسر ہوتی رہیں - اب میں پھر تم میں واپس آ گیا ہوں - لیکن تمہاری بھیڑوں اور غولوں میں سچی جستجو کا چہرہ اسی طرح مفقود ہے ' جیسا کہ ہمیشہ سے مفقود رہا ہے - ابتک حقیقت شناسی کی کوئی گیرائی تم میں نظر نہیں آتی - تم مجھے بلاتے ہو کہ استقبال سے بھرے ہوے ریلوے اسٹیشنوں پر اتاروں ' اور ایسے پر جوش انسانوں کے نعرے سناؤ جنکے ہاتھوں میں فتح مند فوجوں کی طرح جھنڈیاں ہوں ' اور پھر انکے انسان میری گاڑی کے چاروں طرف اکٹھے کردو کہ انکے ہجوم میں دو چار آدمیوں کا خون ہو جاے ' مگر آہ ! میں تمہاری ان بھیڑوں کو لیکر کیا کروں جب تمہارے دلوں میں سناٹا چھایا ہوا ہے ' اور تمہارے اس جوش استقبال سے مجھے کیا خوشی ہو جب تمہاری روحیں موت کی افسردگی سے مرجھائی ہوئی ہیں - افسوس ! تم میں کوئی نہیں جو میری زبان سمجھتا ہو - تم میں کوئی نہیں جو میرا شناسا ہو - میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تمہارے اس پورے ملک میں میں ایک بے یار و آشنا غریب الوطن ہوں :

مـــن بہر جمعیتے نالاں شـــدم * جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظن خـــود شـــد یار من * وز درون من نہ جست اسرار من
سر من از نالۂ مـــن دور نیست * لیک کس را گوش آن منظور نیست

میری رایوں میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ' نہ میرے سفر میں کبھی یمین و یسار کا تذبذب پیش آیا ہے - تبدیلیاں فکروں میں ہوسکتی ہیں '

٢١	المهدي بن منصور	١٥٨	٧٧٤
٢٢	الهادي بن المهدي	١٦٩	٧٨٥
٢٣	هارون الرشيد بن المهدي	١٧٠	٧٨٦
٢٤	محمد الامين بن هارون	١٩٣	٨٠٨
٢٥	المامون بن هارون	١٩٨	٨١٣
٦٦	المعتصم بن هارون	٢١٨	٨٣٣
٢٧	الواثق بن المعتصم	٢٢٧	٨٤٢
٢٨	المتوكل علي الله بن المعتصم	٢٣٢	٨٤٧
٢٩	المستنصر بالله بن المتوكل	٢٤٧	٨٦١
٣٠	المستعين بالله بن المعتصم	٢٤٨	٨٦٢
٣١	المعتز بالله بن المتوكل	٢٥٢	٨٦٦
٣٢	المهتدي بالله بن الواثق	٢٥٥	٨٦٩
٣٣	المعتمد بالله بن المتوكل	٦٥٢	٨٧٠
٣٤	المعتضد بالله بن الموفق	٢٧٩	٨٩٢
٣٥	المقتدر بالله بن الموفق	٢٩٥	٩٠٨
٣٦	الراضي بالله بن المقتدر	٣٢٢	٩٣٣
٣٧	المقتفى بالله بن المقتدر	٣٢٩	٩٤٠
٣٨	المستكفى بالله بن المقتفى	٣٣٣	٩٤٤
٣٩	المطيع بالله بن المقتدر	٣٤٣	٩٤٦
٤٠	الطائع لله بن المطيع	٣٦٣	٩٧٤
٤١	القادر بالله بن المقتدر	٣٨١	٩٩١
٤٢	القائم بامر الله بن القادر	٤٢٢	١٠٣١
٤٣	المقتدي بالله بن القائم	٤٦٧	١٠٧٥
٤٤	المستظهر بالله بن المقتدي	٤٨٧	١٠٩٤
٤٥	المسترشد بالله بن المستظهر	٥١٢	١١١٨
٤٦	الراشد بن المسترشد	٥٥٩	١١٣٦
٤٧	المقتفي بن المستظهر	٥٣٠	١١٣٦
٤٨	المستنجد بالله بن المقتفي	٥٥٥	١١٦٠
٤٩	المستضئى بنور الله بن المستنجد	٥٦٦	١١٨٠
٥٠	الناصر لدين الله بن المستضئى	٥٧٥	١١٨٠



جدول سنین خلافة اسلامیه



عدد	خلفاء		سنه هجري	سنه مسیحي
١	ابوبکر الصدیق	(رض)	١١	٦٣٢
٢	عمر بن الخطاب	(رض)	١٣	٦٣۴
٣	عثمان بن عفان	(رض)	٢٣	٦۴۴
۴	علي بن ابي طالب	(رض)	٣٥	٦٥٢
	سلسلهٔ بنو امیه			
٥	معاویه بن ابي سفیان		۴١	٦٦١
٦	یزید بن معاویه		٦٠	٦٨٠
٧	معاویه بن یزید		٦۴	٦٨٣
٨	مروان بن الحکم		٦۴	٦٨٣
٩	عبد الملک بن مروان		٦٥	٦٨۴
١٠	الولید بن عبد الملک		٨٦	٧٠٥
١١	سلیمان بن عبد الملک		٩٦	٧١۴
١٢	عمر بن عبد العزیز		٩٩	٧١٧
١٣	یزید بن عبد الملک		١٠١	٧١٩
١۴	هشام بن عبد الملک		١٠٥	٧٢٣
١٥	الولید بن یزید بن عبد الملک		١٢٥	٧۴٢
١٦	یزید بن الولید		١٢٦	٧۴٣
١٧	ابراهیم بن الولید		١٢٦	٧۴٣
١٨	مروان بن محمد بن مروان		١٢٧	٧۴۴
	سلسلهٔ عباسیه			
١٩	ابو العباس سفاح		١٣٢	٧۴٩
٢٠	ابو جعفر منصور		١٣٧	٧٥۴

۷۸	مراد رابع	۱۰۳۲	۱۶۲۳
۷۹	ابراهیم اول	۱۰۴۹	۱۶۴۰
۸۰	محمد رابع	۱۰۵۳	۱۶۷۴
۸۱	سلیمان ثانی	۱۰۹۹	۱۶۸۷
۸۲	احمد ثانی	۱۱۰۲	۱۶۹۱
۸۳	مصطفی ثانی	۱۱۰۶	۱۶۹۵
۸۴	احمد ثالث	۱۱۱۵	۱۷۰۳
۸۵	محمود اول	۱۱۴۲	۱۷۳۰
۸۶	عثمان ثالث	۱۱۲۸	۱۷۵۴
۸۷	مصطفی ثالث	۱۱۷۱	۱۷۵۷
۸۸	عبد المجید اول	۱۱۸۷	۱۷۷۳
۸۹	سلیم ثالث	۱۲۰۳	۱۷۸۹
۹۰	مصطفی رابع	۱۲۲۲	۱۸۰۷
۹۱	محمود ثانی	۱۲۲۳	۱۸۰۸
۹۲	عبد المجید	۱۲۵۵	۱۸۳۹
۹۳	عبد العزیز	۱۲۷۷	۱۸۶۱
۹۴	مراد خامس	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۵	عبد الحمید ثانی	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۶	محمد خامس	۱۳۲۴	۱۹۰۸
۹۷	امیر المومنین السلطان محمد خان سادس - خلدالله ملکه و شوکته	۱۳۳۶	۱۹۱۸



۵۱	الظاهر بالله بن الناصر	۲۶۲	۱۲۲۵
۵۲	المستنصر بالله بن الظاهر	۶۲۳	۱۲۲۳
۵۳	المستعصم بالله بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۳

عباسیۂ مصر

۵۴	المستنصر بالله	۶۵۶	۱۲۵۸
۵۵	الحاکم بامر الله	۶۶۱	۱۲۶۲
۵۶	المستکفي با لله	۷۰۱	۱۳۰۱
۵۷	الواثق با لله	۷۴۰	۱۳۳۹
۵۸	الحاکم بامر الله	۷۴۲	۱۳۴۱
۵۹	المعتضد با لله	۷۵۳	۱۳۵۲
۶۰	المتوکل علی الله	۷۶۳	۱۳۶۱
۶۱	الواثق بالله	۷۸۵	۱۳۸۳
۶۲	المستعین با لله	۸۰۸	۱۴۰۱
۶۳	المعتضد با لله	۸۱۵	۱۴۱۲
۶۴	المستکفي با لله	۸۴۰	۱۴۴۱
۶۵	القائم بامر الله	۸۵۴	۱۴۵۰
۶۶	المستنجد با لله	۸۵۹	۱۴۵۴
۶۷	المتوکل علی الله	۸۸۴	۱۴۷۹
۶۸	المستمسک با لله	۹۰۳	۱۴۹۷
۶۹	المتوکل علی الله	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلۂ عثمانیہ

۷۰	سلیم خان اول	۹۲۳	۱۵۱۷
۷۱	سلیمان اول	۹۲۶	۱۵۲۰
۷۲	سلیم ثاني	۹۷۴	۱۵۶۶
۷۳	مراد ثالث	۹۵۲	۱۵۷۴
۷۴	محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
۷۵	احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
۷۶	مصطفیٰ اول	۱۰۲۷	۱۶۱۸
۷۷	عثمان ثاني	۱۰۲۷	۱۶۱۸

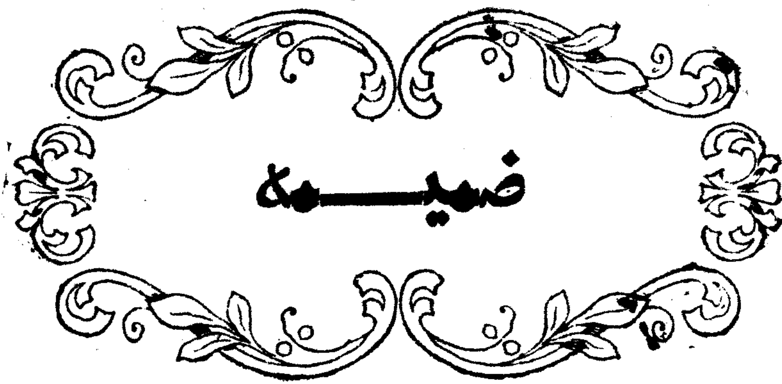
(۲) ۵ - جنوري سنه ۱۹۱۸ - کو مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے اپني مشہور تقریر میں کہا :

" ہم اسلیے جنگ نہیں کر رہے ہیں کہ ترکی کو اس کے دارالخلافۃ سے محروم کردیں - یا ایشیاے کوچک اور تھریس کے زرخیز و شہرۂ آفاق علاقے لے لیں جن میں ترکي النسل آبادي کا جزء غالب ہے -

ہم اس بات کے بھی مخالف نہیں کہ جن علاقوں میں ترکي نژاد آبادي ہے ' وہاں ترکوں کی سلطنت قایم رہے ' یا قسطنطنیہ اس کا پایہ حکومت ہو - البتہ بحیرۂ روم اور بحیرۂ اسود کے درمیانی راستہ کو بین الاقوامی ضبط و نگراني میں لانے کے بعد ہماری راے میں عرب ' آرمینیا ' عراق ' شام ' اور فلسطین اپنی اپنی جداگانہ قومي حکومتوں کے مستحق ہیں "

وزیر اعظم نے یہ جو کچھہ کہا تھا ؟ کیا محض انکی ذاتی راے تھي جسکی ذمہ داری صرف اُنپر عائد ہوتي ہے ' یا برطانیہ کا سرکاری اعلان تھا ؟ اور اگر سرکاري اعلان تھا تو صرف وزارت اور اُسکي گورنمنت کا تھا ' یا تمام برٹش قوم اور امپائر کا ؟ اسکا جواب اُس تمہید سے ملتا ہے جو اس تقریر کے ابتدا میں موجود ہے :

" اس تمام بحث و گفتگو کے بعد جو قلمرو کے مختلف الخیال اور مختلف الراے طبقوں کے نمایندوں کے ساتھہ ہوئي ہے ' میں خوشی سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ آج میں جو کلمات کہونگا ' اُنکے لیے گو تنہا حکومت هي ذمہ دار ہوگی ' مگر ہمارے جنگی مقاصد ' شرائط صلح کي نوعیت ' اور اُسکي غرض و غایت کے متعلق میرے جو بیانات آپ سے اور آپکي معـــرفت تمام دنیا سے ہونگے ' اُنسے تمام قوم متحد و متفق ہے - میں دلیري کے ساتھہ اس بات کا دعوی کرسکتا ہوں کہ میں صرف گورنمنٹ کے ما في الضمیر هی کي نہیں بلکہ تمام قوم اور تمام قلمرو کي بحیثیت مجموعی ترجماني کر رہا ہوں "



ضمیمہ

۲

مواعید و عہود

اس کتاب میں گورنمنٹ انگلستان و ھند کے جن وعدوں اور سرکاری اعلانات کی طرف جا بجا اشارہ کیا گیا ھے ' اُن میں سے بعض حسب ذیل ھیں :

(۱) گورنمنٹ آف انڈیا کا اعلان جو ترکی کے شامل جنگ ھونے کے بعد ۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۴ع کو شائع ھوا :

برطانیہ عظمی اور ترکی میں جنگ چھڑ گئی ھے - برطانیہ کو اسکا سخت افسوس ھے کہ یہ برے مشورے سے اور بلا کسی اشتعال کے اور خوب سونچ سمجھہ کر دولت عثمانیہ کی طرف سے عمل میں آئی ھے - لہذا هزیکسلنسی وایسراے ھند هز مجسٹی کی گورنمنٹ کے حکم کے مطابق عرب کے مقامات مقدسہ کے بارے میں جن میں عراق کے متبرک مقامات اور بندرگاہ جدہ بھی شامل ھے ' مندرجہ ذیل اعلان کرتے ھیں تا کہ هز مجسٹی کی نہایت وفادار مسلم رعایا کو غلط فہمی پیدا نہو - اس جنگ میں مذھبی جنگ کا کوئی سوال ھی نہیں ھے -

ان مقامات مقدسہ اور بندرگاہ جدہ پر برطانی بری و بحری طاقتوں سے کبھی حملہ نہ ھوگا ' نہ ان کو ستایا جائیگا جب تک کہ حجاج و زائرین ھند سے جو ان مقامات مقدسہ میں جائیں ' کوئی چھیڑ نہ کی جاے - هز مجسٹی کی گورنمنٹ کی استدعا پر گورنمنٹ فرانس و روس نے بھی اسی طرح کا یقین دلایا ھے -

(۶) ۵ - جون سنه ۱۹۱۶ - کو خاص سر زمین حجاز میں سازش کي مدي اور شریف مکه سے بغاوت کرائي گئي - اس بغاوت کي وجه سے اس محترم دارالامن میں کشت و خون کا بازار گرم هوا اور حدود حرم میں گوله باري هوئي -

(۷) حسب تصریح نامه نگار لندن ٹائمس بندرگاه جده پر گوله باری کي گئی -

(۸) میجر راس کے هوائي جهاز نے عین مدینهٔ طیبه کي فضا میں چکر لگائے (جیسا که ڈاکٹر هاگرتهه نے فروري سنه ۱۹۲۰ - کو ٹاؤن هال اکسفورڈ کي تقریر میں بیان کیا)

(۹) کوفه ' کربلاے معلیٰ ' نجف اشرف پر قبضه کیا گیا جو عراق کي مشهور زیارت گاهیں هیں -

(۱۰) ترکي کو تهریس کے کل علاقه سے مع ایڈریا نوپل کے محروم کردیا گیا جهاں مسلمانوں کي سب سے زیاده آبادي هے -

(۱۱) صلح نامه ترکی کي دفعـــه ۳۶ کے مطابق ترکي سے اس کے دار السلطنت کي خود مختـــارانه فرمان روائي بهي سلب کرلي گئي اور اس پر طرح طرح کي پابندیاں عائد کردي هیں -

(۱۲) سمرنا جو ایشیاء کوچک کا مشهور زر خیز مقام هے ' ترکي سے علحده کردیا گیا - وهاں کي مسلمان آبادي پر یونانیوں نے اس قدر ظلم و ستم کیے که بے شمار جانیں هلاک و تباه هوگئیں اور هو رهی هیں -

(۱۳) صلح نامه کي شرائط نے بقیه ایشیاء کوچک کے مالي اور هر طرح کے فوجي اختیارات کي خود مختاري سے بهی ترکي کو محروم کردیا هے - وه ایک محدود تعداد سے زیاده فوج نهیں رکهه سکتي - چند چهوٹے جنگي جهازوں کے علاوه کوئی بحري قوت حاصل نهیں کرسکتي - اپني عیسائي رعایا پر اسے کوئي اختیار نهیں رها - اس کي حیثیت بالکل ایک ماتحت ریاست کی سی هوگئي هے جو براے نام پادشاهت سے ملقب کردي گئي هو -

(۱۴) صلح نامه کي دفعه ۳۹ - کے بموجب سلطان المعظم کے وه تمام دیني و اسلامي اختیارات سلب کر لیے گیے هیں جو بحیثیت خلیفة المسلمین اُنهیں حاصل تهے ' اور جن کے الگ کردینے کے بعد خـــلافت کا وجود هی باقي نهیں رهتا - اس دفعه کا منشاء یه هے که :

پھر ۲۶ - فروري سنه ۱۹۲۰ کو هاؤس اف کامنز میں تقریر کرتے هوے اسي اعلان کي نسبت وزیر اعظم کہتے هیں :

" همارا وہ اعلان بہت وسیع المعني تھا ' اور بہت کچھہ سونچ سمجھکر کیا گیا تھا - تمام جماعتوں کي مرضي کے مطابق تھا - مزدوروں کي جماعت بھي اُس سے متفق تھي "

(۳) پریسیڈنت امریکہ مسترولسن نے ۸ - جنوری سنه ۱۹۱۸ - کو چودہ شرطوں کا اعلان کیا تھا جو به اتفاق فریقین صلح کیلیے بنیادي شرطیں قرار پائي تھیں - اُن میں بارھویں شرط یه تھي :

" موجودہ سلطنت عثماني میں ترکي کا جو حصه هے ' اُسکو یقین دلایا جائیگا که اس کي وہ سلطنت محفوظ رهیگي - لیکن دوسری اقوام جو [illegible] امت ترکي کے زیر حکومت هیں ' اُنکو بھي اسکا اطمینان دلادیا جاے که اُنکي جان و مال محفوظ هے ' اور اُنکي ترقي میں کوئي رکاوت نه هوگي "

ایفاء عہد

یه وعدے جس طرح پورے کیے گئے ' اُنکي مختصر تفصیل یه هے :

(۱) گورنمنت هند نے عراق پر حمله کیا جس کا بڑا حصه جزیرۂ عرب کے مقدس حدود میں داخل هے -

(۲) ۲۶ - نومبر سنه ۱۹۱۴ - کو بصرہ پر قبضه کیا گیا جو عراق کي بندرگاہ اور زیارت گاہ هے -

(۳) - ۲۲ - نومبر سنه ۱۹۱۵ - کو عراق کی مشہور زیارت گاہ سلمان پاک پر حمله کیا گیا جہاں حضرت سلمان فارسي (رض) کا مزار هے -

(۴) مارچ سنه ۱۹۱۷ - کو بغداد پر قبضه کیا گیا جو عراق کي مشہور زیارت گاہ هے -

(۵) ۹ - دسمبر سنه ۱۹۱۷ - کو بیت المقدس میں برطاني فوجیں داخل هوئیں اور انگریزي قبضه کا اعلان کیا گیا ' جو اسلام کي مقدس زیارت گاہ اور تین مقدس مقامات میں سے ایک هے -

اعتذار

براہ عنایت پہلے ان اغلاط کی تصحیح کرلیں ، پھر مطالعہ فرمائیں -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۴	رغیرہ ذلک	رغیر ذلك
۵	۱۳	خلفه	خلیفه
۱۱	۱۰	الامرء	الامر
۱۸	۲۲	فکر ر نظر	فکر ر نظرسے
۱۹	۳	هر درر	هر درر
۲۵	۹	پس جر شخص	جر شخص
۳۳	۱۹	قوتوں کے	قوتوں کو
۳۶	۱۵	سمجھتے	سمجھتے هو
۳۸	۲۴	Selectian	Selection
۷۱	۱۰	عدارت	عدارت
۷۲	۲۸	گئے	گئے تھے
۸۲	۲۵	تریه	توبه
۱۲۳	۱۲	Couflict	Conflict
"	"	Religiuon	Religion
"	۱۳	Seince	Science
"	۲۰	Dalambert	Dalembert
۱۵۰	۲۵	کی کو جرأت	کي جرأت
۱۰۸	۷	ررایت	رأیت
۱۵۱	۳	میں میں	میں
۱۶۲	۱۰	چلي	چلپی
۱۶۳	۲	جر حصول	که حصول
"	۶	فراموش	یکقلم فراموش
"	۸	ارر	ار ر
"	۹	نہیں رها	نه رها
"	۱۹	یکفی	یکفی

" حکومت ترکي اپنے اُن تمام اختیارات سے
جو حکم برداري کے یا دوسري طرح کے مسلمانوں پر
رکھتي ھے ' بالکل دست بردار ھوتی ھے "

" ترکي بلا واسطه یا بالواسطه کسي طرح کے اختیارات
اُن ممالک پرنه رکھیگي جو ترکی سے علحده ھوگئے ھیں "

حالانکه شرعاً منصب خلافت کے معني ھي یه ھیں ... م دنیا کے مسلمانوں اور تمام دنیا کي اسلامی حکومتوں پر اسکو ایک بالا تر اختیار حاصل ھو ' اور وہ تمام اسلامي دنیا میں ایک مرکزی اسلامي اقتدار کي حیثیت رکھے - لیکن اس دفعه نے ترکي کو ان تمام اختیارات خلافت سے محروم کردیا ' اور اسلامي خلافت اپنے کامل معنوں میں پارہ پارہ ھوگئی -

(۱۵) شام کو ترکي سے الگ کرکے آزادي نہیں دی گئي بلکه فرانس کي حکم برداری و بالادستي ماننے پر مجبور کیا گیا - شام کي تمام آبادی انسانیت و صداقت عہد کے نام پر فریاد کرتي رھي اور فرانس کي فوجوں نے اُس پر جبراً قبضه کرلیا -

(۱۶) عراق کی آبادي کو خود مختاری و آزادی نہیں دی گئی بلکه برطانیه نے اُسکی حکم برداری کا دعوی کیا اور اسپر اپنا قبضه قائم رکھا - وھاں کی آبادی ایفاے عہد کا مطالبه کرتے کرتے مایوس ھوگئی اور اب بزور شمشیر اپنا حق حاصل کرنے کے لیے اُٹھه کھڑی ھوئی ھے - اب اُنکو "باغی" کہا جارھا ھے - حالانکه اگر برطانیه کے اعلانات سچے تھے ' اور اسکی فوجیں " رعایا " بنانے کے لیے نہیں بلکه آزاد کرانے کیلیے گئی تھیں ' تو وہ " باغی" کیونکر ھوسکتے ھیں ؟ بغاوت کا اطلاق رعایا کی شورش پر ھوتا ھے - نه که کسی آزاد جماعت کی شمشیر زنی پر -

(۱۷) یه تمام نتائج صلح نامه ترکی کے ھیں - لیکن قبل اسکے که ترکی اپنی مرضی اور آزادی کے ساتھه صلح کرے ' برٹش فوجوں نے دار الخلافت قسطنطنیه پر قبضه کرلیا ' اور خلیفة المسلمین کی حیثیت بالکل ایک نظربند قیدي کی سی ھوگئی - اس قبضه کی وجه سے اسلام کے دار الخلافت میں جو درد انگیز واقعات و حوادث پیش آے ' اور عثمانی خلافت عظمی کی متصل پانچ صدیوں میں پہلی مرتبه جو توھین ھوئی ' اُسکی تفصیل کا یه موقعه نہیں - یه وہ سلوک ھے جو نه تو جرمنی کے ساتھه کیا گیا ' نه آسٹریا کے ساتھه ' اور نه کسی دوسرے فریق جنگ کے ساتھه -

الہلال

جلد سوم مکمل - قیمت چھہ روپیہ

صرف چند نسخے باقي رهگئے هیں -

البلاغ

کی پہلي جلد (جس میں صرف پہلا اور دوسرا نمبر نہیں ہے)

قیمت - چار روپیہ آٹھہ آنہ -

تذکرہ

(جلد اول)

مصنفہ مولانا ابو الکلام

تاریخ ' تفسیر قران ' فقہ و حدیث ' ادب و محاضرات کے

مباحث کا ایک نادر مجموعہ

قیمت تین روپیہ

جامع الشواهد

غیر مسلموں کا مسجد میں داخلہ ' احکام شرعیہ کي تفصیل ' هندؤں

کی نسبت اسلامي احکام کي تحقیق - " آیۂ انما لمشرکون نجس فلا

یقربوا المسجد الحرام " کي محققانہ تفسیر

قیمت ایک روپیہ

منیجر البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین کلکتہ

١٩٥	١	هے هوتا	هوتا هے
١٦٩	١	هو ؟	هوں
١٧٠	٣	دربا	دریا
١٨١	٢٥	Wustenfeld	Westenfeild
١٨٨	٢٨	لئے	کیلیے
١٩٩	١٥	سطانا	سلطانا
٢٠٠	٨	معهم	معه

(١) صفحه ٣٢ - سطر ٢٧ میں " هجرة " کے معنی " الهجر و الهجران مفارقة الانسان غیره " الخ نقل کیے هیں - یه عبارت مفردات راغب اصفهانی کی هے -

(٢) صفحه ٦٨ میں هے " فصل: من حمل علینا السلاح فلیس منا " در اصل یه فصل نهیں بلکه ایک مستقل باب هے - صحیح یوں هے " باب: حکم حمل سلاح علی المسلم " پهر اسکے بعد اس باب کی پهلی فصل هے " من حمل علینا " الخ -

(٣) صفحه ٨٦ میں فصل هے " واقعه امام حسین علیه السلام " اسکو باب حمل سلاح سے پہلے پڑهنا چاهیے - غلطی سے اسکے بعد درج هوگئی -

(٤) صفحه ٢١ سطر ٤ - میں حدیث هے " اذا اصلحت ' صلحت کلها ' و اذا فسدت ' فسدت کلها " لیکن امام بخاری کے الفاظ یه هیں " اذا صلحت ' صلحت الجسد کله ' و اذا فسدت ' فسدت الجسد کله - الا ' وهی القلب ! "

(٥) صفحه ٢١٥ سلسله عباسیه کے جدول سفین میں نمبر ٣٣ کا سنه هجری ٦٥٤ کے بجاے ٦٥٦ - نمبر ٤٦ کا سنه هجری ٥٥٩ کے بجاے ٥٢٩ اور سنه مسیحی ١١٣٦ کے بجاے ١١٣٥ - اور نمبر ٤٩ میں سنه مسیحی ١١٨٠ کے بجاے ١١٧٠ پڑهیے -

Printed and published by F. D. Ahmed Mirza at the "Albalagh" printing & publishing House 45, Ripon Lane, Calcutta.

(2ND EDITION, OCTOBER 1920)

اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (الحدیث)



البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس - نمبر